اللہ اکبر

چڑھا اے ایمان اُس چوٹی پہ جس پر کفر قابض ہے
بڑھا اے اسلام او شوکت دکھا اپنی زمانے کو

اسلام

اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا ایک ماہوار رسالہ

جسے

دارالاشاعت اسلام لاہور نے

زیر ادارت

صوفی عبدالعزیز صاحب بی۔ اے شایع کیا

جلد ۱ | بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۳ء مطابق ماہ ربیع الثانی و جمادی الاول ۱۳۴۲ھ | نمبر ۵-۶

فہرست مضامین

شذرات

(۱)

جن کرم فرماؤں کی خدمت میں رسالہ اسلام طلب یا بلا طلب پہنچے۔ وہ برائے کرم اپنے ارادہ خریداری سے بواپسی ڈاک اطلاع دیدیں۔ ورنہ اگلا نمبر یہ سمجھ کر کہ آپ کو رسالہ اسلام کی سرپرستی منظور ہے۔ بذریعہ وی پی عبدۂ ارسال خدمت ہوگا۔ پھر جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

(۲)

مالی اور دیگر گوناگوں مشکلات کی وجہ سے رسالہ اسلام وقت پر شائع نہیں ہو سکا جس کیلئے سرپرستان رسالہ سے کئی بار درخواست کی گئی ہے۔ کہ اس کے لئے ایک ایک دو دو خریدار پیدا کریں۔ مگر افسوس کہ ہماری ان عرضداشتوں پر سوائے چند ایک اصحاب کے کسی نے توجہ نہیں کی۔ جس کی ہمیں اپنے ناظرین سے سخت شکایت ہے۔ اگر وہ تھوڑی سی توجہ فرمایں۔ تو رسالہ کو مالی مشکلات سے فوراً رہائی دلا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں سابقہ رسالہ میں لکھا گیا تھا کہ ہمیں ایسے غیر مسلم اصحاب کا پتہ دیں جو مذہبی تحقیقات کا شوق رکھتے ہوں۔ تاکہ ان کے نام رسالہ اسلام مفت جاری کیا جاے۔ اس پر بھی صرف ایک صاحب نے توجہ فرمائی اور دو غیر مسلم اصحاب کے پتے ارسال کئے۔ جس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں ؂

۳

برادر محترم مولانا شمس الحق صاحب اجمیر نے ایک نہایت ہی معقول تجویز رسالہ اسلام کی توسیع اشاعت کے لئے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ رسید بکیں چھپوا کر سرپرستان رسالہ اسلام کی خدمت میں بھیجی جائیں اور وہ رسالہ کا چندہ اپنے عزیزوں اور دوستوں سے وصول کر کے دفتر میں بھیجدیا کریں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگر ایسی تجویز منظور ہو تو ایک رسید بک مجھے بھی ارسال کر دی جائے۔ پھر انشاء اللہ اجمیر کوئی ایسا خواندہ مسلمان نہ ہوگا جو رسالہ اسلام کا خریدار نہ ہو۔ وہ اصحاب جو اس تجویز سے اتفاق رکھتے ہوں وہ اطلاع دیں۔ تاکہ رسید بکیں چھپوا کر ارسال کر دی جائیں۔ رسالہ اسلام کی غرض اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک اسکا حلقہ اشاعت وسیع نہ ہو۔

حبّ اسلام

(از جناب مولوی محمد معین صاحب کیفی)

ایک غزوے میں کہ تھا ہمت ایماں کا مقام
موجزن جوش میں تھی شوکت فوج اسلام

کفر پر ٹوٹ پڑے ملت بیضا والے
برق گرتی ہے مگر خرمن ظلمت پہ مدام

تھے اسی سلسلہ و جوش وغا میں شامل
حضرت عکرمہؓ و ابن عمرؓ ابن ہشامؓ

ناگہاں چشم مشیت کو ہوئی کچھ جنبش
گر پڑے خاک پہ یہ تینوں فدائے اسلام

کثرت زخم سے ملنے کی بھی طاقت نہ رہی
تشنگی ایسی کہ مفقود تھا یارائے کلام

سوئے میداں کوئی سرگرم تجسس آیا
ٹھنڈے پانی کا لئے ہاتھ میں بھر کر اک جام

جاں بلب عکرمہؓ کے وہ سر بالیں پہنچا
تاکہ فی الجملہ ملے پیاس سے انکو آرام

عکرمہؓ کو نظر آیا کہ سہیل ابن عمرؓ
حسرت و یاس سے ہیں دیکھ رہے جانب جام

بولے وہ پہلے انہیں جاکے پلا دو پانی
کہ رہا ہے یہی بیساختہ جوش اسلام

کوزۂ آب وہ لیکر جو بڑھا سوئے سہیلؓ
اس نے دیکھا کہ ادھر ہے نظر ابن ہشامؓ

بولے یہ ابن عمر دیکھ خدارا اے شخص
پہلے اس سمت پہنچ لے کے تو پانی کا یہ جام

تشنہ لب چھوڑ دیا عرصۂ دنیا کیفی
نہ چھٹا ہاتھ سے پر دامن حب اسلام

(انقلاب زمانہ)

مسلم سنگٹھن

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا

(اے مسلمانو) اہل کتاب میں بہت سے ایسے شخص ہیں جو چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا

کافر کر دیں کیونکہ ان میں حسد ہے ان پر اصل اصل بات واضح ہو چکی ہے لیکن پھر بھی چاہتے ہیں

تم ابھی درگزر کرو۔

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور انہیں معاف کرو جب تک کہ اللہ تمہیں کوئی خاص حکم نہ دے۔ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے

ابھی تم نماز کو قائم کرو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۝ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ

اور زکاۃ دیا کرو اور نیکی کے کاموں سے جو تم آج اپنے لئے آگے بھیجو گے۔ اسے اللہ کے ہاں محفوظ

عِنْدَ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

پاؤ گے۔ اللہ تمہارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب تبلیغ اور اپنے دیگر مقاصد میں کچھ کامیابی حاصل ہو چکی۔ اور ایک راسخ الاعتقاد جماعت مکمل طریق پر آپ کے ساتھ ہوئی۔ تو اغیار بھڑک اٹھے۔ اور پیچ و تاب کھانے لگے۔ اور سوچنے لگے۔ کہ کس طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ ان کم بختوں نے اسلام کو ضعیف کرنے کے لئے کئی تحریکیں شروع کیں۔ مسلمانوں کو دین حقہ سے برطرف کرنے کے لئے سینکڑوں کوششیں کیں اور ان کی جماعت کو کمزور کرنے کیلئے کئی جتھے بنائے۔ سنگٹھنیں قائم کیں۔ کئی منصوبے گھڑے کئی کمیٹیاں بنائیں۔ غرض جس طرح آج غیر مسلم اسلامیوں پر رعب و تسلط قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت اس سے بھی کئی گنا زیادہ کوششوں

ی بھر مار تھی جب ان غیور مسلمانوں کو معلوم ہوا۔ کہ کفار اپنی تقریروں میں اسلام
پاک کی ہتک کر رہے ہیں۔ جھوٹی من گھڑت باتوں سے نومسلموں کو اسلام سے
بدظن کرنے کے طریقے تراش رہے ہیں۔ تو وہ بھی جوش میں آئے۔ ان کی طبیعت
میں جوش پیدا ہوا۔ اٹھ کھڑے ہوئے ؛ اور دشمنوں کی سنگٹھنوں اور ان کے
جتھوں کا مقابلہ کرنے کے لئے موبمو تیار ہو گئے۔ لیکن چونکہ ان میں بہت سے
نوخیز جوان بھی تھے۔ جنہیں ابھی ابھی مشرف با اسلام ہونا نصیب ہوا تھا۔ وہ ابھی
اسلام کے جمیع اصولوں سے واقف نہ تھے۔ لہذا حکم مطلق اور خدائے برحق نے
انہیں بالفعل میدان میں نکلنے سے روک دیا اور فرمایا۔ واقیمو الصلوٰۃ
ابھی تحمل کرو ذرا حوصلہ کرو صبر سے کام لو۔ میدان میں نکلنے سے پیشتر تیاری کی
بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ابھی نماز پر قائم رہنا سیکھو۔ یا موجودہ اصطلاحات
کی رو سے ابھی اپنا نظام قومی درست کرو۔ یا بلحاظ اس بیسویں صدی کی
اصطلاح کے اپنا سنگٹھن بناؤ۔

تم حیران ہو نگے کہ اقامتِ صلوٰۃ (پابندی نماز) میں جتھا بنانے کی قوت
نہاں ہے ؟ اور اس میں سنگٹھن کا منظر کسطرح دکھائی دیتا ہے ؟ لیکن غور کرنے
سے معلوم ہوگا۔ کہ نماز کے برابر دنیا میں نہ کوئی سنگٹھن ہے نہ کانگریس نہ کانفرنس
نجات بہبودی اور ترقی کے میدان میں لے جانے والی چیز نماز سے کوئی بہتر نہیں
ذرا سوچو تو۔ جب اللہ کی طرف بلانے والا تمہارا خیر خواہ مئوذن حیّ علی الفلاح
کی صدا بلند کرتا ہے۔ یعنی پکار کر کہتا ہے۔

"کہ لوگو! اگر تم واقعی نجات کے طالب ہو۔ تو ادھر آؤ"

تو تم گھر بار سے منہ موڑ۔ خویش و اقارب کو چھوڑ تن تنہا ادھر چلے جاتے ہو۔ اور اس چاردیواری
(مسجد) کے اندر جا کھڑے ہوتے ہو۔ جہاں سے کہ حیّ علی الفلاح کی آواز تمہارے
کانوں میں پہنچی۔ کیا نماز نے تمہارے دلوں میں یہ ملکہ پیدا نہیں کیا۔ کہ تم فلاح و
بہبودی کی خاطر دوسرے کوچہ میں جاؤ ؛ اور وہاں پندرہ بیس منٹ تک (نماز ادا
کرنے کے لئے) ٹھہرے رہو۔ کیا وہ شخص جو ایک صدا (اذان) بلند ہونے پر وحدہٗ
لاشریک کی راہ میں اس کے دین متین کی حرمت کی خاطر دوسرے کوچہ میں جاسکتا

کسی دن اسلامی بگل کی آواز پر اسی خدا کی راہ میں دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں نہ جاسکیگا؟ - وہ جو پندرہ بیس منٹ تک روزانہ پانچ دفعہ بیوی بچوں سے علیحدہ رہنے کی مشق کرتا رہتا ہے - قومی ترقی اور دینی بچاؤ کیلئے پندرہ بیس دن تک ان سے الگ نہ رہ سکیگا؟ وہ جو ایک صدا پر ایک محدود چاردیواری میں ایک امام کے پیچھے صف باندھ کر روزانہ جا کھڑے ہونے کا مشتاق ہو رہا ہے - ایک دن بگل کی للکار پر میدان کارزار کی غیر محدود چاردیوری میں ایک کمانڈر کے پیچھے لائن میں کھڑا نہیں ہو سکیگا؟ بتاؤ کہ نماز سنگٹھن کی موجد نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا سنگٹھن کے سر سینگ ہوتے ہیں - سنگٹھن کوئی عجیب چیز نہیں - محض نماز کا ایک بودا اور کرم خوردہ بیج ہے -

مضمون کی طوالت کے خوف سے واقعات کو بالتفصیل بیان نہیں کیا جاسکتا ورنہ اچھی طرح دکھایا جاتا کہ تاریخ کس طرح اپنے اوراق کو دہرا رہی ہے شدھی اور سنگٹھن کوئی نئی چیز نہیں - غیر مسلم مدتوں سے اسلام کا مقابلہ کرتے آئے ہیں گذشتہ زمانوں میں غیر مسلم اکثر مواقع پر اسلامیوں کے چشم بددور! دشمن ہی رہے - ایک ایسے ہی موقعہ پر جب کفار وحجاز نے حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات اور آپ کے ہمراہیوں کے برخلاف ایک جتھا کھڑا کر دیا تھا اور اس میں چند سخت دلخراش اور ناپاک قرار دادیں بھی پاس کرلی تھیں - اور ہر ممکن کوشش اس امر میں صرف کرنے لگ گئے تھے - کہ مسلمانوں پر رعب جمائیں اور سکہ بٹھائیں تو مسلمانوں کو ان کی وحشیانہ حرکات دیکھ کر اور ان کے لایعنی اور بلاوا کلمات سن کر قدرتاً رنج ہونا چاہئے تھا - سو ہوا جس پر خدائے پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا -

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ - إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

ان کفار کے جتھوں اور سنگٹھنوں کے ارادوں اور ان باتوں اور قراردادوں سے آپ غمگین نہ ہوں یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے - ان کی جرأت نہیں کہ آپ پر تسلط و دستولی ہو سکیں - انہیں غلبہ کہاں سے نصیب ہو؟ غلبہ تو اللہ کے پاس ہے قدرت وطاقت تو تمام کی تمام اسی ذات والا صفات کے اندر موجود ہے

جو کوئی غلبہ وطاقت حاصل کرنے کا خواہشمند ہو۔ اسی کے در پر جائے۔ اسی کے حضور میں سر جھکائے۔ اسی سے تعلق قائم رکھے۔ جن شقیوں اور بدنصیبوں نے اس بارگاہِ عزت سے تعلق ہی منقطع کر لیا ہو۔ انہیں تسلط اور غلبہ کیا ؟

قوت برقی بیٹری میں بھری ہوئی ہوتی ہے۔ نہ کہ تار میں جب تک تار بیٹری کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اسمیں رو رہتی ہے۔ لیکن جونہی کہ تار بیٹری سے الگ ہوئی۔ رو کا سلسلہ ٹوٹا۔ ریلوے انجن میں طاقت وقدرت موجود ہوتی ہے اور ٹرین کا ٹکڑا اس سے تعلق قائم کر لیتا ہے۔ وہی کسی منزل پر پہنچتا ہے۔ لیکن وہ ٹکڑا جو اس کے قریب ہی نہیں پھٹکتا۔ وہ زمین جنبد نہ جنبد گل محمدؐ کا مصداق کیوں نہ ہو۔ اِنَّ العِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا غلبہ وقوت تو تمام خدائے عزیز کے پاس ہے۔ جو اس کے مقرر کردہ قوانین پر نہ چلے۔ وہ ہزاروں سنگٹھنیں قائم کرے۔ اور لاکھوں جتھے بنائے۔ غالب ومتسلط کہاں سے ہو۔ یہ خدا سے الگ رہنے والے انسان اسلام سے بے بہرہ ہستیاں تو موہوم چیز کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ خداوند پاک فرمایا ہے۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ یہ لوگ کسی یقینی اور اٹل اصول کی پیروی نہیں کرتے۔ یہ تو ایک فرضی۔ ظنی اور شکی بات پر اڑے جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ بھٹکے جا رہے ہیں اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھتے۔

برادران من! اگر تم دین و دنیا کی ترقی اور عزت کی حقیقی طلب اور سچی تڑپ اپنے دل میں پاتے ہو۔ اور دنیوی زندگی کے چند لمحات کو دھوکے میں ڈالنے سے بچانا چاہتے ہو۔ تو اصلی سنگٹھن کی طرف لپکو۔ اپنے آپ کو حقیقی نظام کے ماتحت کرو۔ اور کوئی نیا نظام نہیں وہی تمہارے اسلام کے ارکان خمسہ کا مجموعہ ہے۔ جو بدقسمتی سے تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے۔

تم بارہا کہتے ہو کہ مسلمانوں کی جماعت کو نظام کی سخت ضرورت ہے مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ کیا اس دنیا کے کسی گوشہ میں ارکان اسلام سے بہتر نظام بھی پایا جا سکتا ہے ؟ ذرا حج کو دیکھو۔ یہ رسمی اور پنچایتی رحم نہ۔ بلکہ حجازی

اور رسولی حج جیسا کہ آج سے چند صدیاں پیشتر خدا و رسول کے عاشق - دین
و مذہب کے شیدا حج کیا کرتے تھے - ایک وقت تھا جبکہ دنیا کے اطراف و
جوانب سے حاجیاں باصفا صفیں باندھے ہوئے عرفات کے وسیع میدان
میں جمع ہوتے تھے - اور حضرت خطیب پہاڑی پر تشریف لے جاکر ایک کڑکتی
اور گرجتی ہوئی آواز سے خطبہ پڑھتے تھے - خطبہ کیا تھا؟ اللہ اللہ !! ایک
اعلان ہوا کرتا تھا - جس میں دنیائے اسلام کے سامنے سال آئندہ کا پروگرام پیش کیا
جاتا تھا اور صاف بتا دیا جاتا تھا - کہ روئے زمین کے جمیع مسلمانوں نے سال
رواں میں اس مقصد کو ہر وقت اور ہر لمحہ پیش نظر رکھنا ہے اور ہر ممکن سعی
سے مقصد مذکور کو کامیاب بنانا ہے - اور جب مناسک حج کو ادا کرنے کے
بعد یہ حاملین پیام اپنے ممالک میں پہنچتے تھے - تو بار امانت (پیام) کو اپنے
ہموطن بھائیوں کے سپرد کر دیتے تھے - اور اس طریق پر وہ آواز جو عرفات کے
میدان میں رعد کی طرح کڑک چکی تھی - ہر مسلم کے کان میں پہنچ جاتی تھی -
اور وہ شعاع جو عرفات کی پہاڑی پر آفتاب زبان خطیب سے بے نقاب ہوئی
تھی - زمین کے کوچہ کوچہ میں چمک جاتی تھی - اب ایک دنیا تھی جو ایک ہی مقصد
میں غرق ایک ہی مدعا میں منہمک ایک ہی نصب العین میں محو - اور ایک ہی
غرض میں فنا پائی جاتی تھی - ذرا بتاؤ تو سہی - اور خدا را ایمان اور انصاف سے
بتاؤ - کہ کیا تمہارے اشتہاروں - اخباروں - رسالوں - جلسوں - تقریروں
ریزولیوشنوں وغیرہ کے ذریعہ بھی اس قسم کی عظیم الشان اور قابل رشک کامیابی
حاصل ہوسکتی ہے؟ اور پھر اس سرعت اور ایسی جھٹ پٹی سے یہ رکن
اسلام ہی کا خاصہ ہے - جس سے دنیائے اسلام میں ایک لہر سی رواں ہوجاتی
ہے - اور دنیا کے ایک ایک مسلم کی توجہ ایک ہی قبلہ کی جانب انعطاف کر
جاتی ہے - کیا دنیا میں کوئی اور بھی منشرف ہوسکتا ہے جو اس قسم کا نظام
پیدا کرنے کی اہلیت رکھے - اور اس بلا کی زبردست سنگٹھن بنا دکھائے
او تمہاری بھی خلافت کمیٹیاں اور قومی کانفرنسیں ہیں - لیکن کیا ان میں
یہ اہتمام ہوسکتا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو مدعو کیا جاسکے - اور وہ بھی

ہر موسم میں جیساکہ حج کا حال ہے - کاش دیگر مذہب والے بالخصوص ہنود جو اپنی سنگٹھنوں پر فدا وشیدا ہوئے ہوئے ہیں - حجازی حج کے فلسفہ کو سمجھنے اور اپنی بکھوکھا سنگٹھنوں کو اس دوحرفی لفظ حج پر ایک ایک منٹ میں سوسوبار قربان کرتے -

سنگٹھن کا یہی تو مقصد ہے کہ سنگٹھنوں میں جفاکشی - تحمل - بردباری - صبر رضاجوئی کے جوہر پیدا کرے - لیکن کیا اس آسمان کے تلے کسی ایسی سنگٹھن کا نام لے سکتے ہو - جو ان اوصاف کے پیدا کرنے میں (صوم) روزہ کے مقابلہ میں ٹھہر سکے - روزہ بجز اس کے اور کیا ہے - کہ لوگوں کو کھلایا پلایا تو نہ جائے - لیکن ان سے کام لینے میں کسی قسم کا دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے - روزہ دار تمام دن نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے - لیکن کیا جب کہ رات کے وقت تمام لوگ سونے کی فکر میں ہوتے ہیں - وہ بھی بستر بچھا - خواب استراحت میں پڑ جاتا ہے ؟ نہیں ! نہیں !! وہ تو آگے سے بھی کہیں زیادہ جفاکشی کے جوہر دکھاتا ہے - آگے صرف عشا کی چند رکعتیں پڑھنا تھا - مگر اب تو ساتھ ہی نماز تراویح کی بیس رکعت اور بھی باجماعت ادا کرتا ہے - کیا اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ فوج کو نہ کھانے کے لئے کچھ دیا گیا - اور نہ پینے کے لئے لیکن کام لینے میں بیش از بیش فرائض اس کے سر پر لاد دیئے گئے ؟ لیکن کیا وہ کسی قسم کی گڑبڑ یا پہلوتہی کرتا ہے ؟ تو پھر صبر و جفاکشی پیدا کرنے کے کوئی اور نسخے ہیں ؟

دربار ڈے کو جب ملک معظم شہنشاہ جارج پنجم دہلی کے دربار میں زینت بخش تھے اور ایک غیر مسلم گارد گیٹ پر دربانی کر رہی تھی - لیکن چونکہ صبح سے لے کر چھ سات گھنٹے تک متواتر اس گارد کے پہرہ دار نے کچھ کھایا پیا نہ تھا بعد از ظہر انہیں دروازہ پر قریباً بے ہوش پڑے ہوئے دیکھا گیا - اور ایسا کیوں نہ ہوتا وہ تو سورج کی ٹکیا نکلنے پر ہی بسکٹ کی ایک آدھ ٹکیا کھانے کے عادی تھے - اور ان کی چائے نوشی کا وقت یونہی بسر ہو گیا تھا - وہ اتنی دیر تک بھلا بھوک کا مقابلہ کس طرح کر سکتے تھے - لیکن اگر وہاں ان کی بجائے پہرہ داری پر مسلم متعین ہوتے - تو کیا اس معمولی گرسنگی کی مقاومت کی تاب نہ لا سکتے ؟ جبر اپارٹی

اس امر پر بہ ہمہ شور وغل شاہد ہیں۔ کہ بعض جنگوں میں مسلم عساکر ایک ہی قدموں پر چوبیس گھنٹے تک متواتر کھڑے لڑا کئے۔ اور وہ بھی بغیر کچھ کھانے پینے اور آخر الامر شبانہ روز کی جنگ کے بعد میدان کو سرہی کر کے چھوڑا۔ یہ اگر روزہ داری اور ارکانِ اسلام کی پابندی کے نتائج نہیں تو اور کیا ہیں؟

مسلمانو! الیقین جانو۔ کہ اگر قوت اور غلبہ کسی طریق سے حاصل ہو سکتا ہے تو وہ ارکانِ اسلام کی پابندی سے۔ خدا سے چمٹ جاؤ۔ اس کے قوانین کے پابند ہو جاؤ وہ تمہاری تمام کمزوریاں یک قلم دور کر دے گا۔ سنو اور ذرا غور سے سنو۔ وہ فرماتا ہے۔ ان اللہ فالق الحب والنوی۔ تم تو اناج کے بیج اور کھجور یا ناشپاتی وغیرہ کی گٹھلی کو بے حقیقت سمجھتے ہو۔ لیکن ان کے اندر ایک خاص حقیقت مخفی ہے۔ جب گٹھلی یا بیج پھٹتے ہیں تو پودہ پتے تنہ شاخیں پھول پھل سب کچھ نکل آتا ہے۔ اور وہ خدا ئے وحدہ لاشریک لہٗ ہی ہے۔ جس نے اس معمولی سی چیز سے اس قدر پُر عظمت اور معلومات نتائج نکال دکھائے توکیا وہ ذات جو ایک معمولی سے بیج میں سے ایسا سرسبز و شاداب اور عظیم الشان درخت نکال دکھاتی ہے۔ مُسلم قوم کے قلوب میں برتری اور تفوق کے آثار پیدا نہیں کر سکتی یا امت محمدیہ کے قویٰ سے برکت اور عظمت امارت اور شوکت کے آثار نہیں ابھار سکتی؟ جیسے بیج زمین کے اندر فنا ہو جاتا ہے۔ اور اس رتبہ کا مستحق قرار دیدیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی اپنے آپ کو ارکان اسلام میں فنا کر دو توکیا تم اس علو مرتبت کے مستحق نہ گردانے جاؤ؟ وہ تو ایسا خدائے بلند و برتر ہے جو علی الاعلان کہتا ہے یخرج الحیّ من المیّت دانہ یا درخت سے پودہ نکالنا کیا ہے۔ آخر بے جان چیز سے بے جان کا نکالنا ہی ٹھیرتا ہے۔ میں تو قطعاً مردہ جسموں سے ذی شعور اور ذی حیات وجود بھی نکال لیتا ہوں۔ اگر تم اپنی حالت پر ذرا بھی نظر کرو تو تم کیسے عدم سے وجود میں آئے تو اس کا مکمل اور بدیہہ ثبوت تمہیں مل جائیگا ذالکم اللہ فانّیٰ تؤفکون یہ ہے خدا برتر۔ تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو؟ اگر بلند و برتر ہونا چاہتے ہو۔ تو اس سے لو لگاؤ۔ اس سے تعلق پیدا کرو۔ جو مانتہ اس

نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے۔ اس پر چلو اور جو سنگٹھن اس نے تمہاری خاطر تراشی ہے۔ اسی میں رہو۔

اعلان

رسالہ عزت گوجرانوالہ سے جاری کیا گیا تھا لیکن چند وجوہات کی بنا پر اب سے لاہور سے شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ نیز یہ بھی خیال ہے کہ رسالہ مذکور کو اب کسی صاحب اثر یا کسی اسلامی انجمن کی سرپرستی میں جاری کیا جائے۔ اگر کوئی صاحب اس کی سرپرستی قبول کرنے کے لئے تیار ہوں تو وہ پتہ ذیل پر خط و کتابت کے ذریعے ضروری حالات دریافت کر سکتے ہیں۔

قاضی احمد الدین منیجر رسالہ عزت گوجرانوالہ (پنجاب)

خلق جناب امام حسین علیہ السلام

از جناب مولوی محمد شریف صاحب ہیڈ ماسٹر

اک دن جناب سبط رسول خدا حسینؑ — ابن علیؑ و حضرت صلّ علےٰ حسینؑ
نور نظر سرور دل فاطمہؓ بتول — فردوس کے جوان و شہ اولیا حسینؑ
امت کے حامی اور جگر گوشۂ رسول — عالیمقام و صاحب جود و سخا حسینؑ
غواص بحر شرع متین محمدی — اور کشتی طریق کے وہ ناخدا حسینؑ
دریائے فیض اور وہ ذرہ نواز مہر — محبوب انبیا و محب خدا حسینؑ
رونق فزوں تھے شرفائے عرب کے ساتھ — اور کھانا کھا رہے تھے سر اتقیا حسینؑ
ناگہ غلام کف پہ رکھے جام گرم آش — حاضر ہوا بخدمت شاہ لوا حسینؑ
تھرا گیا غلام وہاں رعب بزم سے — اور منہ کے بل گرا بحضور علے حسینؑ
دست غلام سے وہیں گر کر وہ جام آش — ٹوٹا بفرق حضرت شیر خدا حسینؑ

تادیب کی نظر سے جو دیکھا سوئے غلام — گو مہربان تھے صاحب حلم و حیا حسینؑ
تھرا گیا بدن وہ لگا کانپنے وہیں — تھی وہ نظر کہ تیر شہِ پارسا حسینؑ
ہیبت زدہ و لرزاں لگا دیکھنے غلام — از بہر طلب رحم سوئے ماہ لقا حسینؑ
پژمردہ ہو کے کہنے لگا یا امیر ما — مخدوم۔ آقا۔ مالک و فرخ لقا حسینؑ
الکاظمین الغیظ" ہے حکم خدائے پاک — واضع حضور رب ہے میرے پیشوا حسینؑ
میں پی گیا ہوں غصہ نہ گھبرا تو اے غلام" — سن کے جواب دینے لگے باصفا حسین
بولا غلام پھر تو "والعافین" اور کہا — عن الناس ایک پارہ آیت ہی پا حسینؑ
تیرا قصور کر دیا میں نے معاف ہے" — کہنے لگے بالفت و مہر و وفا حسینؑ
"واللہ یحب المحسنین" خادم نے جب پڑھا — اس طرح حکم کرتے ہیں لوز صلے اے حسین
آزاد تجھ کو کر دیا آج۔ اور عمر بھر — ہوتا تیرا کفیل ہے عبد خدا حسینؑ
لی جائیگی نہ تجھ سے کوئی خدمت اور کام — خدمت تیری کریگا یہ اب باوفا حسینؑ
اللہ یہ تھا خلق جگر گوشۂ نبیؐ — اور یہ تھا حلم حضرت مشکلکشا حسین
وہ چشمۂ تحمل در فیض و سخا۔ کرم — گنجینۂ ہدایت و فقر و رضا حسینؑ
رعب خدا سے تھے وہ ہمیشہ دبے ہوئے — تھے قبل مرگ ہو چکے گویا فنا حسین
اب بھی کوئی امیر ہے نقش قدم چلے؟ — ہاں حشر میں ہو وہ زیر لوا حسینؑ
غیرت غریب ہے سو آبی عزیب کی — کیجے مدد بحرمت فخرالوریٰ حسینؑ

سورۂ یوسف کی دو آیتیں

کلام مجید فرقان حمید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو رب العالمین نے احسن القصص فرمایا ہے۔ یوں تو عام سورت کی سورۃ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ لیکن ہماری نگاہ میں دو آیتیں تمام قصہ حسن خاص ہے

جس سے حضرت یوسفؑ کے تقویٰ اور اخوت کا اعلیٰ سبق ہمکو ملتا ہے۔ اور یہ دو آیتیں تمام بنی آدم کو چیلنج دیتی ہیں کہ اگر تم تقویٰ اور اخوت کے مدعی ہو۔ تو ذرا اسلام کی تعلیم کا مقابلہ کرنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھو کہ تمہارا کیا حال ہے۔ وہو

(۱) قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ○

ترجمہ (یوسف علیہ السلام نے) کہا اے رب مجھ کو اس بات سے قید زیادہ پسند ہے جس کی طرف مجھکو (یہ عورتیں) بلاتی ہیں۔ اور اگر تو نہ دفعہ کرے مجھ سے ان کا فریب تو (میں) ان کی طرف مائل ہو جاؤں بے عقل ہو کر۔

یہ وہ مقدس دعا ہے جو صرف ایسی ہی زبان سے نکل سکتی ہے۔ جو تقویٰ و طہارت اور عصمت و عفت کو خواہش حیوانی کا شکار بنانا انسانیت سوز جرم جانتی ہو۔ آپ کی نظر نے اگر اس منظر کو ملاحظہ نہ کیا ہو یا آپ کا ذہن ان معاملات کے احساس سے قاصر رہا ہو۔ تو ہم آپ کو لفظی مرقوم کھینچکر دکھلاتے ہیں۔ اور دریافت کرتے ہیں۔ کہ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سچ سچ کہنا کہ تم میں کوئی ہے ایسا جس نے اس دعا کا کبھی اعادہ کیا ہو۔ یا آئندہ کر سکو۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کی بدولت غلامانہ حیثیت سے مصر میں آئے۔ اور قدرت الٰہی نے عزیز مصر کے محل میں پہونچا دیا۔ جہاں ان کے تو ہم نعمتیں کمال عسرت کے بعد میسر ہو گئیں۔ اور نہ صرف نعمتیں بلکہ عزیز مصر کی حسین و جمیل بیوی بھی نازبردار تھی۔ ایسی حالت کو پیش نظر رکھ کر بڑے سے بڑا متقی بھی بشرطیکہ شبابی کی کیفیت سے گذر نہ چکا ہو۔ جذبات نفسانی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ بالخصوص اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ جماعت مذکور با پاس و لحاظ عصمت نسواں کے غارت گر بنے ہوئے ہیں۔ اور طرح طرح کی پر کید تعلیمات سے عورتوں کو بہکا کر حیوانی جذبات کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ ان قوموں کو تو ہم کیا نشانہ ملامت بنائیں۔ جن کے یہاں نہ مرد معصوم ہے نہ عورت بلکہ عصمت در جی ہے پھر جنکی افزائش نسل و ملت اس پر ہی منحصر ہو ہیں تو اپنا رونا ہے کہ جنکے یہاں مردوں عورتوں دونوں کے لئے عصمت کا سبق

یکساں پڑھایا گیا ہے۔ آؤ ہم وہی تو مسلمان ہیں۔ جو ہمیشہ کلام اللہ کی تلاوت سال میں دسویں بار کرتے۔ اور سورہ یوسف کو قصہ کی طرح پڑھتے ہیں۔ مگر کبھی غور نہیں کرتے۔ کہ ہمارے خدائے قدس نے اس قصہ کو بیان فرماکر ہمیں کیا تعلیم دی ہے۔ ہاں بے شک ہم میں سے بہتوں نے دو باتیں ضرور اخذ کی ہیں۔ ایک یہ کہ عورتوں کو اللہ تعالےٰ نے کید کن عظیم کے لفظ سے مخاطب کیا ہے۔ اس لئے ہم باوجود اس کے ہماری مائیں عورتیں ہی ہیں۔ ان کو مکار جانتے ہو یا یہ کہ عصمت صرف عورت کے لئے مخصوص ہے۔ چونکہ وہ کیدکُنَّ عظیم کے مرادف ہے۔ لہذا جسطرح ہی ممکن ہو جبر سے یا لطف سے ہر مرد یہ جانتا ہے کہ اس کے خاندان کی عورتیں عصمت مآب رہیں۔ دراصل یہ کوئی بُری جرات نہیں۔ لیکن کتنے وہ مرد اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھتے۔ کہ وہ کس قدر معصوم ہیں۔ آغاز شباب سے دم آخر تک نہ انہوںؐ کسقدر غیر متعلق عورتوں کی عصمت دری کی ہوگی۔ چہ جائیکہ کسی عورت نے ان کی عصمت کو برباد کرنے کا تہیہ کیا ہو۔ یہ تو اب گویا ناممکنات سے ہے۔ کہ عورتیں مردوں کی خواہش کریں۔ اور مردان کی ترغیب سے خود محفوظ رکھیں۔ یہ شان، صرف حضرت یوسفؑ کی تھی۔ کہ وہ ایک امیر کبیر حسین و جمیل عورت کی خواہش کو ہی مٹی میں ملاکر قید خانہ کی تمنا کرتے ہیں۔ جو آخر پوری ہوتی ہے۔ اور اپنے درس عصمت کو گناہ سے اعتنا نہیں ہونے دیتے۔ قطعہ

ذرا عصمت کا اپنی جائزہ لینا مسلمانو ۔۔۔ برائے دلگی قصہ نہ تھا یوسف کے درماں کا
وہ یوسف تھے نہ دیکھا آنکھ بھر کر بھی زلیخا کو ۔۔۔ مقابل حسن کے دم تم بھی بھر سکتے ہو زنداں کا

(۲۲) آیت۔ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ط اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

ترجمہ۔ جھگڑا اٹھایا شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہے بیشک وہی ہے خبردار حکمتوں والا"

حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے یہہ کلمات اس وقت ادا ہوئے ہیں۔ جب کہ آپ کے بھائی اور پدر بزرگوار ملاقی ہوئے ہیں۔ اور بھائیوں نے

مراسم مصر کے موافق یوسف علیہ السلام کا سجدہ کیا ہے تو آپ کو اپنا خواب یاد
آگیا۔ اور بات کی بتلائی ہوئی تعبیر تو بجائے تکبر اور عجب کی لینے کے نہایت کشادہ
پیشانی اور خلوص سے فرمایا۔ کہ آج جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ میرے خواب کی
صحیح تعبیر ہے۔ اور میرے بھائیوں میں اور مجھ میں جو نزاع واقع ہوئی تھی اسکو
شیطانی محل قرار دے کر حقیقی اخوت کا ثبوت دے دیا۔ کہ بھائیوں کے دل
میں آپ کے ساتھ کرتوت کی بابت جو ندامت و انفعال ہو وہ رفع ہو جائے
نہ صرف یہی بلکہ ان تمام مصائب و تکالیف کو جو بھائیوں کی وجہ سے آپ کو پہونچی
تدبیر الٰہی فرمایا اور واقعی اگر بھائیوں کو آپ کی ذات سے حسد نہ ہوتا تو مصر
تک نہ پہونچتے۔ اور عزیز مصر کے محل میں داخل ہونے پر قید نہ ہوتے۔
اور قید خانہ میں تعبیر خواب بتلانے کی وجہ سے عزیز مصر کے ارکان دولت
میں شامل ہونے کا اور کیا ذریعہ تھا۔ آپکے اور آپ کے بزرگ خاندان
کے خیال میں بھی کبھی یہ امر نہ گذرا ہوگا۔ کہ بنی اسرائیلی کنعان کو چھوڑ کر مصر
کی حکومت کے اہل بنیں گے۔ لیکن قدرت الٰہی کی برکتوں کو کون جان
سکتا ہے۔ بظاہر ہم جن امور کو اپنے لئے سخت ظلم و جبر تصور کرتے ہیں
ان کی تہ میں لامعلوم خوبی قدرت مخفی ہوتی ہے۔ اور جو باتیں ہمکو بادی
النظر میں خوشگوار نظر آتی ہیں۔ ان کا نتیجہ ہماری ہلاکت و ہلاکت کا باعث
ہوتا ہے۔ پس ہم کو اس آیت سے دو بڑے سبق ملتے ہیں۔ ایک تو یہ
کہ ہم کو اپنے بھائیوں اپنی قوم اپنے ملک کی عداوت کو غیر مختتم نہ قرار
دے لینا چاہئے۔ اور جب صلح کا موقع ملے تو نہایت گرمجوشی سے بغلگیر ہو کر
گذشت آنچہ گذشت کہدینا چاہئے۔ کینہ پروری کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں
دوئم ہم اس مصائب کو نہایت صبر و سکون سے برداشت کریں۔ اور اللہ کی جانب
سے نتیجہ خیر کے متمنی رہیں۔ کیسا ہی رنج و قلق کیوں نہ لاحق ہو اس کے دفعیہ
کے لئے کبھی ایسا ناجائز قدم نہ اٹھائیں۔ جو ہمارے تقویٰ اور عصمت
کو برباد کر دے۔ مسلمان ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر آیت محولہ
کو دیکھیں کہ وہ اپنی خانگی اور مذہبی زندگی میں کسقدر اخوت پسند ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کے قصص و حکایات محض دلچسپی اور دل لگی کے لئے نہیں نازل کئے۔ بلکہ ہر موقع پر ہمکو اخوت المسلمین کا سبق پڑھایا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ دن بدن آپس میں دست وگریبان ہونے ہی میں اپنی نجات تصور کرتے ہیں۔ سینکڑوں خاندان اس آئے دن کی تو تو میں میں کی نذر ہو گئے۔ کہ جہاں دو بھائیوں میں کسی بات پر اختلاف ہو گیا۔ پھر گویا ان کا ایک دل ہونا ہی ناممکن تھا۔ اور یہ کس قدر بھیانک منظر ہے اس قوم کا مذہب تو مصلح عالم ہے۔ اور اندرونی طریقوں میں فرداً فرداً ایک دوسرے کی تشنہ خواں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

انوار حسین رسوا

ماں

ماں بھی دنیا میں ایک عجیب نعمت ہے یوں تو ہر مذہب و مشرف نے اس کے ادب و احترام پر فوق الطاقہ زور دینا اپنا فرض قرار دیا ہوا ہے۔ لیکن جس جوش وخروش اور ولولہ سے ماں کی عزت کو مذہب اسلام نے اولاد کے ذمہ لازم ٹھیرایا ہے۔ کوئی دوسرا مذہب نہیں ٹھیرا سکا ماں کی بزرگی پر قریباً تمام مذاہب والوں نے کچھ نہ کچھ طبع آزمائی کی ہے لیکن جو شیرینی اور لطافت اس بارے میں مسلم کے قلم سے ٹپکتی ہے کسی اور کے قلم سے تراشیح نہیں ہوئی۔ اور ایسا کیوں نہ ہو حب والدہ کے حقوق پیش کرتے ہوئے۔ اسلام کو دیگر جمیع ادیان پہ تفوق اور برتری حاصل ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ عوام کی طرح محض زبانی اور حسن عقیدت کی بنا پر ہی نہیں۔ بلکہ دلائل و براہین پر مبنی ہے چنانچہ ذیل میں ہم حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک آرٹیکل شائع کرتے ہیں۔ انصاف کے ترازو کے ایک پلہ میں رکھتے ہیں۔ اور دیگر تمام مذاہب کے اہل قلم حضرات کو اس امر کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ دوسرے خالی پلہ

میں اس مضمون کا کوئی آرٹیکل رکھیں۔ جسکے پڑھتے پڑھتے اس طرح
ایک سنگدل ماں کا ناقدر شناس ماں کے قدموں پر جا گرے۔ تاکہ
ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ کونسا پلہ جھکا ہوا ہے۔

ایڈیٹر

جس کو عربی میں ام۔ انگریزی میں مدر۔ سنسکرت میں ماتا کہتے ہیں۔ ایک
عورت ہے۔ ایک مرد کی بیوی ہے۔ ایک بھائی کی بہن ہے۔ باپ کی بیٹی ہے
ماموں کی بھانجی ہے۔ چچا کی بھتیجی ہے۔ مگر ان سب رشتوں میں وہ اتنی یاد کرنے
کے قابل نہیں۔ جتنی اس وقت ہوتی ہے۔ جب وہ کسی بیٹے یا بیٹی کی ماں بن
جائے۔

آدمیت سے ہٹ جاؤ۔ جانوروں پر خیال کرو۔ ان کے یہاں بھی ماں
ایک چیز ہے۔ ایک نعمت ہے۔ ایک کرشمہ قدرت ہے۔ نر جانوروں کو وہ
جوہر نہیں ملتا جو مادہ کو دیا جاتا ہے۔ مادہ اپنے بچوں کی عاشق بنے دیوانی
ہے۔ جب تک بچے بااختیار نہ ہو جائیں ماں ان پر جان چھڑکا کرتی ہے۔

آدمیوں میں ماں محبت کی پتلی ہے۔ شفقت کی مورت ہے اور آزمائش
کا گھر ہے۔ قدرت اس کا بار بار امتحان لیتی ہے اور ماں کبھی فیل نہیں ہوتی۔
دنیا میں ہر محبت ایک غرض و مقصد رکھتی ہے۔ مگر ماں بچوں کو بے غرض
و مقصد چاہتی ہے۔ باپ اپنے بیٹے کی کمائی چاہتا ہے۔ بھائی اپنے بھائی کی قوت
بازو مانگتا ہے۔ بہن بھائی پر ایک محتاجی کے جذبہ سے نظر ڈالتی ہے۔ بیوی
خاوند کو پرورش کنندہ سمجھ کر چاہتی ہے۔ مگر ماں کچھ نہیں چاہتی۔ کچھ نہیں مانگتی۔ کچھ نہیں
سوچتی۔ بچوں سے کوئی امید نہیں رکھتی۔ مگر جان و مال ان پر قربان کرتی ہے اور
دیکھ دیکھ کر جیتی ہے۔

اگلے لوگ یاد دلایا کرتے تھے۔ کہ ماں نے بچوں کو نو مہینے پیٹ میں رکھا ہے۔ آپ
گیلے میں سوئی۔ اس کو سوکھے میں سلایا۔ آپ روئی مگر بچے کو ہنساتی رہی۔ آپ
جاگی بچے کو سلاتی رہی۔ آپ بھوکی رہی بچے کو کھلاتی رہی۔
میں یاد دلاتا ہوں کہ اس نے یہ سب کچھ بلا غرض کیا تھا۔ اس کی محبت

معاوضہ کی شرمندہ نہ تھی۔ اور دنیا میں ایسی کونسی محبت ہے۔ جس کو ماں کی محبت سے مشابہت دی جائے؟

تم کو ہفت اقلیم کی حکومت ماں کے عوض ملتی ہو۔ تو حکومت پر تھوک دینا۔ حکومت میں کوئی خوشی ماں کی خوشی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

تم کو دنیا میں بہشت دی جائے۔ اور اس کے بدلے میں ماں کی شفقت لی جائے۔ تو جنت سے منہ پھیر لینا۔ ماں کی گود میں فردوس سے زیادہ بہار ہے آسمان کی جنت ماں کے قدموں تلے مشہور ہے۔ میں کہتا ہوں وہ سراپا بہشت ہے۔ اس کی آنکھوں میں جنت ہے۔ اسکی باتوں میں جنت ہے وہ ایسی جنت ہے جسکی نظیر آسمانی جنت میں ملنی دشوار ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یتیم تھے۔ ماں نے ان کو ایسی تربیت دی کہ مقتدائے عالم بن گئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح بن باپ کے تھے۔ ماں ہی نے ان کو بادشاہ فقر بنایا تھا حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کی خداپرستی و بزرگی ماں کے طفیل میں مشہور جہاں ہوئی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی پانچ سال کی جان یتیم ہوئے۔ والدہ ہی نے ان کو اس درجہ بلند تک پہونچایا۔

پنولین ماں کے ہاتھوں سپہ دار اعظم بنا۔ اکبر کی ترقیوں میں اس کی ماں اور دایہ کا بڑا دخل تھا۔

خدا! تیرے ماں باپ نہیں ہیں۔ تو کسی کا ماں باپ نہیں ہے۔ مگر تو نے یہ ماں کیا چیز بنائی ہے۔ تو اس پر کیا وحی نازل کرتا ہے جو یہ اپنے بچوں پر رسولوں اور پیغمبروں کی طرح مہربان ہوتی ہے۔

مجھے تو نے سب کچھ دیا ہے۔ اگر ماں نہ دی مجھے کہنے دے کہ کچھ نہیں دیا۔ اگر ماں کا سایہ سر سے اٹھا لیا۔ ماں نہیں تو جینے کا مزا نہیں۔ مرنے کا مزہ نہیں۔ ہنسنے کا مزا نہیں۔ رونے کا مزہ نہیں۔ وہ ہو تو دنیا کے ہر غم میں راحت ہے۔ ہر تکلیف میں آسائش ہے۔

مجھے بتاؤ۔ تم میں سے کون کون شخص خوش نصیب ہے جسکی ماں زندہ ہے

میں اس پہ ساری کائنات صدقے کر کے پھینک دوں - اور کون کون ایسا بد نصیب ہے - جسکو ماں کی نعمت میسر ہے - اور وہ اس کی قدر نہیں کرتا سامنے آئے میں اسکو دونو جہاں سے مٹا دوں -

آہ اماں! اگر تو جیتی ہے - تو تجھ پر سلام مری ہے تو بیشمار رحمت میری اماں! میری اماں!! میں تمہیں کیونکر یاد کروں -

(دین و دنیا)

مسلم کا ترانہ

گرچہ باغ دراغ میں سبزہ لہکنا چھوڑ دے — گل مہکنا چھوڑ دے بلبل چہکنا چھوڑ دے
آب و آتش کی ہو خاصیت میں ایسا انقلاب — آب بہنا چھوڑ دے - آتش بھڑکنا چھوڑ دے
عادتیں موجوں کی اور شعلوں کی بھی جائیں بدل — موج ابھرنا چھوڑ دے - شعلہ لپکنا چھوڑ دے
باغ میں ایسا تغیر ہو کہ جب آئے بہار — پھول کھلنا چھوڑ دے غنچہ چٹکنا چھوڑ دے
موسم گل میں ہوا بھی گر درختوں پر چلے — پتہ ہلنا چھوڑ دے - ٹہنی لچکنا چھوڑ دے
دھوپ میں مہر درخشاں کی نہ ہو تیزی کبھی — چاندنی ماہ منور کی چھٹکنا چھوڑ دے
آئے جب برسات ہو اسکا تماشہ بھی نیا — ابر گھرنا چھوڑ دے بجلی چمکنا چھوڑ دے
حالتوں میں دیدہ و دل کی بھی آجائے خلل — آنکھ کی پتلی تھرکنا دل دھڑکنا چھوڑ دے
سطح پر دریا کی بھی اٹھے نہ کوئی بلبلہ — فرش پر مخمل کے موتی ڈھلکنا چھوڑ دے
چھوڑ دے آنسو بہانا شمع سوزاں بزم میں — آئنہ حیرت سے منہ ہر اک کا تکنا چھوڑ دے

لیکن اپنی قوم کی دھن میں نہ چھوڑونگا کبھی
قوم کی خدمت سے منہ اپنا نہ موڑونگا کبھی

گرچہ باد صبح کا سر سرانا چھوڑ دے — صبح کا تارا فلک پر جھلملانا چھوڑ دے
دام ظلمت کا بچھانا چھوڑ دے گو وقت شام — روشنی وقت سحر کی مسکرانا چھوڑ دے
گو اگانا چھوڑ دے سبزہ کو باراں بہار — اور کلیوں کی ہوائیں گدگدانا چھوڑ دے
چھوڑ دیں اپنی روانی نہر کی لہریں اگر — اور شادابی سے کھیتی لہلہانا چھوڑ دے

گرچہ پھولوں کے شگوفے چھوڑ دیں ہنسنا تمام — مرغِ خوش الحاں چمن میں چہچہانا چھوڑ دے
چھوڑ دے گو ابرِ گوہر بار ہونا اشکبار — آسمان پر برقِ مضطر تلملانا چھوڑ دے
گرچہ قمری چھوڑ دے فریاد کرنا سرو پر — اور کبوتر مست ہو کر بغبغانا چھوڑ دے
چھوڑ دے گو خود بخود چلنا پہاڑوں پر چنار — لیلیٰ مجنوں جنگلوں میں تھرتھرانا چھوڑ دے
کپکپانا چھوڑ دے سردی سے گو جسمِ بشر — چہرہ گرمی کے اثر سے تمتمانا چھوڑ دے
برف جمنا چھوڑ دے سردی کے موسم میں اگر — دھوپ گرمی کے دنوں میں چلچلانا چھوڑ دے

میں نہ چھوڑوں گا مگر غمخواری اپنی قوم کی
ہے مجھے مدِ نظر بیداری اپنی قوم کی

گو کرن سورج کی دنیا میں مچلنا چھوڑ دے — دشت میں ریگِ رواں کروٹ بدلنا چھوڑ دے
کاربن کو جذب کرنا چھوڑ دے گو ہر شجر — آکسیجن کی مدد سے آگ جلنا چھوڑ دے
گرچہ پانی چھوڑ دے اڑنا ہوا پر بن کے بھاپ — برف چوٹی سے پہاڑوں کے پھسلنا چھوڑ دے
مشک بھرنا چھوڑ دے گو ناف میں آہوئے چین — اور یمن کی کان منہ سے لعل اگلنا چھوڑ دے
چھوڑ دے فولاد کھنچنا گرچہ مقناطیس سے — موم تاثیرِ حرارت سے پگھلنا چھوڑ دے
گرچہ حرکت سے حرارت چھوڑ دے ہونا عیاں — برق مقناطیس کے سانچے میں ڈھلنا چھوڑ دے
اگر اڑنا چھوڑ دے طیارہ برتی برق سے — گیس کی قوت سے موٹر کار کا چلنا چھوڑ دے
چھوڑ دے گو دوڑنا آواز ٹیلیفون پر — اور گراموفون سے نغمہ نکلنا چھوڑ دے
لاوہ بہانا چھوڑ دے گو کوہِ آتش خیز سے — بحر میں آبی فوارہ آپ اچھلنا چھوڑ دے
چھوڑ دے گرنا فرازِ کوہ سے گو آبشار — آتشیں چشموں میں گو پانی ابلنا چھوڑ دے

میں مگر ہرگز نہ چھوڑوں گا رفاقت قوم کی
مٹ نہیں سکتی مرے دل سے محبت قوم کی

(مسلمان)

اطلاع ۔ رسالہ اسلام ماہ جنوری ۔ فروری بھی لکھا جارہا ہے عنقریب ہی ارسال خدمت کیا جائیگا۔

منیجر

مسلم کے دو بڑے شعار

ہم کسی گذشتہ اشاعت میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں کہ مسلم اپنے سپہ سالار محمد مختار خلیل اللہ علیہ وسلم کے ہر ارادہ و اشارہ پر فنا ہونے کیلئے تیار اور ازبس شیار ہے - اور حبیب خدائے برحق اور جواد مطلق نے امت محمدیہ پر احسانِ عظیم کا اظہار کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کی زندگی کے ایک مقصد پر روشنی ڈال دی (ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ) اس شہنشاہ حقیقی نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت نامہ اور دین حقہ دیکر دنیا میں) اس لئے مبعوث فرمایا کہ اس مذہب حقہ اور ملت زہرا (اسلام) کو دیاتی ؟ جمیع ادیان پر غالب و مستولی کر دے اور اس کے برتر اور پاکیزہ اصولوں کو دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلا دے - تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ مسلم اس شان تبلیغی کے بجا لانے میں اپنے احوال و اوقات اور جان و جگر وقف کرتے ہوئے مغشوش و مضطرب ہو - یا کسی طرح سے ہچکچائے

حکام بالا کوئی کام کسی ماتحت افسر کے سپرد کرتے ہیں - تو وہ معًا اپنی جمعیت سمیت اس کام کے سرانجام کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے - کہ وہ اس کام کے متعلق اپنی جماعت کو ضروری ہدایات دیکر چلا جاتا ہے - اور لوگ خود بخود عمدگی اور سلامت روی سے کام کئے جاتے ہیں ایک انجینیر کو جب حکم پہنچتا ہے کہ اس کے ذمہ فلاں فلاں مقام پر نہر کھدوانا قرار پایا ہے - تو وہ فورًا اپنے عملہ کو کام سمجھا دیتا ہے - اور اس کی جماعت کے افراد نہر کھودنے میں مشغول ہو جاتے ہیں - یا ایک فوجی کمانڈر کے نام خط لبنان کی تسخیر تعین کی جاتی ہے - تو اس کی افواج کے سپاہی خود بخود سمجھ جاتے ہیں کہ مقام مذکور پر یورش اور حملہ کشی کرنا ان کا فرض ہو چکا ہے - اور وہ فورًا باندھ ہتھیار ہیں مہم میں جولانیاں دکھانے اور اُسے سر کرنے کیلئے مستعد اور تیار ہو جاتے ہیں -

یہ مسلمہ امر ہے - کہ دین و دنیا کے سردار - افواج محمدیہ کے سپہ سالار حضور علیہ السلام ہی ہیں - اور باقی جمیع اولیاء و علماء صحابہ و اصفیاء مومنین و مومنات

سب ان کے علم بردار اور عسکری ہیں اور جو فرائض کہ اس شہنشاہِ رب الارباب نے جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض گردانے ہیں۔ انہیں سرانجام دینے کے لئے غیور اور سعادت مند عساکرِ اسلام اپنے آپ کو پیش کرنے کے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ فرائض خداوندی کی فہرست میں فرض تبلیغ کو بھی ایک نمایاں جگہ حاصل ہے یعنی اللہ کے احکام اس کے تمام بندوں کے سامنے بلا کم و کاست رکھ دیے جائیں اب کیا کوئی مسلم فرض تبلیغ کو اپنا شعار نہ بنائیگا؟

حضور علیہ السلام نے اس کام کی افتتاح خود فرمائی۔ اور عملی طریق پر بنا دیا کہ حقِ تبلیغ کیا شے ہے۔ مکہ پہلا مقام تھا جہاں اس تبلیغ کے کارِ خیر کی باد بہاری چلی۔ لوگ ہزاروں قسم کی تکالیف دیا کیے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے ایک ایک بشر کے کان میں صدا بلند کر ہی دی۔ مدینہ کو منور کرنے کا ارادہ ہی تب کیا جب مکہ میں کوئی ایسا متنفس نہ رہا۔ جس کے کان خدائی احکام سے شناسا نہ ہو گئے ہوں۔ کیا اس طبقہ دنیا کے کسی گوشہ دور افتادہ میں کہیں کوئی ایسا مورخ بھی بس رہا ہے۔ جو کسی ملی کا نام پیش کر سکے۔ جسکے دماغ کے پردوں میں سپہ دار عساکر مبلغین (حضورؐ) کی آواز نہ گونج چکی ہو؟

اب کونسا مسلم ہے۔ افواج محمدیہ کا کونسا عسکری ہے جسے یہ معلوم نہ ہو چکا ہو۔ کہ فرض تبلیغ کو کسی شد و مد سے ادا کرنا چاہئے؟ کونسا مسلم ہے جو اس فرضِ تبلیغ کو اپنا شعار نہ بنائے؟ اور کونسا دل ہے۔ جسمیں دنیا کے ایک ایک فرد کے کان کو صدائے حق سے معمور کر دینے کی زندہ و تازہ امنگ نہ ہو۔ کیا کسی محمدی کو سپہ سالاری فرمان (بلغوا عنی و لو آیۃ) میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک ہی حکم ہو۔ جس پر حضورؐ کی قیامت تک رہنے والی مہرِ ثبت ہو کسی آن میں فراموش ہو سکتا ہے؟

یہاں تک تو غیر مسلم بھی اشتراک کے مدعی ہو سکتے ہیں۔ کہ ان کے مذہب میں بھی تبلیغ ایک ضروری جزو ہے۔ لیکن آگے چل کر اسلام کی سرزمین دیگر ملل سے صاف صاف جدا ہو جاتی ہے۔ مذاہبِ اسلام میں تبلیغ کے کام کرنے میں چند قوانین کی پابندی واجب ہے جسے دیگر مذاہب لازم قرار نہیں دیتے۔ اسلامی

مبلغ (مسلم مشنری) جہاں اس بات کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہ وہ تبلیغ سے کبھی ترک نہیں سکتا۔ وہاں وہ اس امر کا بھی بزور و شور مدعی ہے۔ کہ اشاعت اسلام میں شارع علیہ السلام کے مقرر کردہ قوانین کو بھی پس انداز نہیں کر سکتا۔ مسلم مشنری پبلک کے سامنے صدائے حق بلند کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو فوراً قرآن پاک کے جلی الفاظ (قولوا حسنا) اس کے سامنے پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ کہ جو بات کہو ایسی کہو۔ جس سے نہ کوئی دل دکھے۔ اور نہ کسی پیشانی پر بل آئے۔ اور اگر گاہے کوئی ضدی اور جاہل مقابل ہو کر بحث و مجادلہ کی ٹھانے اور ہر اچھی بری بات سے حجابانہ کہنے میں ہی اپنا وقار گردانے تو بھی پابند قوانین مسلم اسے ٹھنڈے دل سے سنتا ہے۔ اور تبلیغ کو فرض ٹھیرانے والے خدائے پاک کے فرمان وجادلہم بالتی ھی احسن اسی روش سے مجادلہ کو جو پسندیدہ ہو کو نظر سے ایک سنٹ کے لئے بھی اوجھل نہیں ہونے دیتا۔ اور دیکھو خدانخواستہ آخر انسان ہی ہے۔ جگر کے قریب کہیں پتّا بھی رکھتا ہے۔ اگر مجروح الجذبات ہو کر کچھ کہنے بھی لگتا ہے تو جھٹ حافظ شیرازی اس کے کان میں ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعلِ شکر خارا

پھونک کر اسے ضوابط تبلیغی کے ماتحت کر دیتے ہیں۔

کونسا مسلم مشنری ہے۔ جسکی آنکھوں کے سامنے حضورؐ کے واقعات نہ پھر رہے ہوں جب آنجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہود و نصاریٰ رفع شکوک اور تحقیق مذہب کے لئے آتے تھے۔ اور فارغ ہونے پر جب اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے اٹھتے تھے۔ تو حضور علیہ السلام صحابہ کرام سے فرماتے تھے۔ کہ اب تمہارا فرض ہے۔ کہ تم انہیں ان کے گھروں تک امن اور حفاظت سے پہنچا دو۔ تاکہ انہیں راستہ میں کسی قسم کی تکلیف یا روک ٹوک نہ ہو۔ اور جو کچھ یہ سن چکے ہیں اسے گھر جا کر مزید غور سے سوچ سمجھ سکیں اللہ اللہ! اسلام کیا ہی پاکیزہ اور مکمل مذہب ہے۔ جسنے اگر اپنے فرزندوں پر تبلیغ فرض کی تو انہیں ساتھ ہی ہر مشکل کا حل بتا دیا۔ تاکہ وہ کسی ان میں بھی

ادائے فرض سے رک نہ سکیں۔ عوام میں اعتقادات پیش کرنے کے اصول نیک نیتی سے دریافت کرنے والوں کے ساتھ سلوک۔ تردید کرنے کی خواہش رکھنے والوں سے مقابلہ کرنے کے قوانین۔ ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں سے مناظرہ کرنے کے ضوابط سب کے سب کچھ اس اسلوب سے مرتب کئے۔ جنہیں پڑھ کر ایک انصاف پرست غیر متعصب غیر مسلم شخص بھی عش عش کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کیوں نہ ہو خدا کی شان مسلم کا لفظ ہی کچھ ایسا ہے جسے شخص سُن کر ہی سلامتی اور سلامت روی کی بوشام دماغ میں فوراً پھیل جاتی ہے بشرطیکہ دماغ امراض کینہ و نزینہ میں مبتلا نہ ہو

۲۶ نومبر ۱۹۲۳ء کا دن تھا جب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ہمیں اپنے اجلاس میں طلب کیا۔ کہ ہمارے مضامین کے بعض حصوں میں ایذا رسانی و دل کی جھلک پڑتی ہے۔ ناظرین کرام خود انصاف کر سکتے ہیں کہ اسلام اور رسالہ اسلام ان کے سامنے کونسی تعلیم پیش کیا کرتا ہے کیا ان چھ ماہ کے عرصہ میں رسالہ اسلام کے کسی گوشہ سے کسی مسلم کو کیا کسی منصف مزاج غیر مسلم کو بھی بوئے فساد پہنچی؟ رسالہ اسلام کے کسی کونہ میں کسی مسلم یا انصاف دوست غیر مسلم کو ہی دل دکھانے والا لفظ دکھائی دیا۔ ہمارا تو مقصد اول یہی ہے کہ ہم مذہب حقہ۔ مذہب اسلام کی عظمت و برتری ثابت کرنے میں اپنے غیر مذاہب والے احباب سے خورم اور شادمان خندہ پیشانی کے ساتھ تبادلہ خیالات کریں۔ اور اللہ کا شکر ہے۔ کہ ہمیں اس مقصد میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہمارے قارئین کرام میں سے سینکڑوں کی تعداد غیر مسلم اصحاب کی ہے۔ اور ہمیں اس بات پر فخر ہے۔ اگر خدا کو منظور ہوا۔ تو دنیا دیکھ لے گی کہ رسالہ اسلام ہندوستان کی اقوام میں باوجود اختلاف مذہب محبت والفت کا پاک اور نایاب بیج بونے میں کس حد تک کامیاب ثابت ہوگا +

(ایڈیٹر)

کامیابی کا راز

اے درختو! اے پہاڑ کے سبزہ زارو! اے ہمالیہ کی اونچی اونچی چوٹیو! کیا تم مجھے کامیابی کا راز بتا سکتی ہو۔ اے بہتے پانی کے نالو! اے برف کے پہاڑو! کیا تم مجھے کامیابی کی شاہراہ پر لگا سکتے ہو؟ اے آفتاب! تو نے ابھی بادلوں سے سر نکالا ہے۔ شاید مجھے کامیابی کا سراغ بتانے آیا ہے۔ کیا خوب! تو مشرق سے سفر کرتا ہوا مغرب میں پہنچ گیا۔ مگر میری منزل مقصود کا کچھ نشان نہ بتلایا۔ اے نیلے آسمان پر چمکتے اور دمکتے ستارو! جب مسافر اندھیری رات میں چلتے چلتے راستہ بھول جاتا ہے۔ تو تم ہی اسکی رہنمائی کیا کرتے ہو۔ کیا مجھے گم شدہ کی بھی رہبری کروگے؟ تمام رات اختر شماری میں گذاری۔ مگر افسوس تم نے بھی کچھ کامیابی کا بھید نہ بتایا۔ اے بڑے بڑے میدانوں میں بہنے والی گنگا! تو ہمارے ہندوستان کی آبادی کے بہت بڑے حصہ کی نجات دہندہ ہے۔ تیرا پانی متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ تو بڑے بڑے شہروں میں ہو کر گذرتی ہے۔ بہت سے گنہ گار تیرے پانی میں آکر نہاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ نہا کر پاک ہو گئے بس اس خیال سے کہ ہم بھی بھٹکے ہوئے ہیں تجھ میں غوطہ لگاتے ہیں۔ شاید تو ہماری کچھ مدد کرے۔ اور ہم کو کامیابی کا کچھ راز بتادے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ تو بھی مرغزاروں میں بہتی ہوئی اور اٹکھیلیاں کرتی ہوئی اور بہت سے چھوٹے دریاؤں کو لیتی ہوئی اس سمندر میں اس عمیق مقام میں جاگری۔ جسکو خلیج بنگالہ کہتے ہیں۔ اور پھر تیرا بھی کچھ نشان نہ ملا۔ اے سمندر اے وقار سمندر! تیری دنیا کے تین چوتھائی حصہ پر حکومت ہے۔ تو مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔ تو ہی بتا کہ کامیابی کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ یہ لایٹ ہاوس جو سینکڑوں جہازوں کو تباہ اور غرق ہونے سے بچاتے ہیں کیا مجھے نہیں بتا سکتے کہ کامیابی تک پہنچنے کی کیا تدبیر ہے؟ اے دنیا کے رہنماؤ اور رہبرو حضرت الیاس و خضر! حیراں ہوں۔ سرگرداں ہوں! تم ہی منزل مقصود کا کچھ نشان بتاؤ۔

اے دل تجھے کامیابی کا راز کوئی نہ بتائیگا

تو کیوں پریشان ہے۔ وہ تاریخ کے صفحات پر جو کامیاب اشخاص نظر آ رہے ہیں۔ ان کے حالات کا مطالعہ ضرور عقدہ کشائی کریگا اور تیری یہ کوشش بے کار نہ جائے گی۔

لاتقنطوا من رحمۃ اللہ　　(اللہ پاک کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

وہ ایک معمولی مختار کا لڑکا جو ایک چھوٹے سے جزیرہ میں پیدا ہوا۔ اور جسکی پیدائش کے وقت سسلی جو اس کا وطن مالوف تھا۔ اٹلی کے قبضہ سے نکل کر فرانس کے تسلط میں آگیا۔ خواہ اسکو برا شگون سمجھو یا بھلا۔ مگر یہ لڑکا وہ غضب کا لڑکا تھا۔ کہ جب اسکول کے لڑکے اسکو اس وجہ سے چھیڑا کرتے تھے۔ کہ یہ ایک لڑکی سے جو اس اسکول میں تعلیم پاتی تھی محبت رکھتا تھا۔ تو اسکی الوالعزم طبیعت مخالف جانب کی کثرت کا خیال نہ کرکے اسکو تن تنہا ان کے جگھٹے میں گھسنے پر مجبور کردیتی تھی۔ اور اس کی خداداد اور حوصلہ مندی آخرکار بزدلوں کو بھگا دیتی تھی۔

کہتے ہیں کہ اس کا قد اتنا چھوٹا تھا۔ کہ ایک مرتبہ اس کی درخواست فوجی جرنیل نے صرف اس وجہ سے نامنظور کردی تھی۔ مگر یہ کسے معلوم تھا کہ ؎

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک وخوں بینی سرے

یہی وہ چھوٹے قد کا لڑکا ایک ادنےٰ درجہ سے آخرکار فرانس کا شہنشاہ بن گیا[1] جسنے تمام یورپ میں تہلکہ ڈال دیا۔ جس نے انگریزوں جیسی قوم کو بھی خوفزدہ کردیا لیکن وہ کیا شے تھی جو اس کی کامیابی کا باعث ہوئی۔ آخر وہ کیا چیز تھی جسنے اس کی زبان سے یہ کہلوا دیا۔ کہ دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ وہ شے جسنے کامیابی کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ اور جو کامیابی کا رازِ پنہاں ہے وہ صرف الوالعزمی اور الوالعزمی ہے۔

وہ ایک مزدور کا لڑکا[2] جو ۱۷۸۱ء میں نیوکاسل کے قریب کسی موضع میں پیدا ہوا تھا جب اپنی بہن کے ہمراہ جو ٹوپی خریدنے گئی تھی بازار میں گیا۔

[1] نپولین سے مراد ہے　[2] جارج ریلوے انجن کے موجد سے مراد ہے

جس کو صرف ایک ٹوپی تمام بازار میں پسند آئی مگر اپنے پاس دام زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے نہ خرید سکی۔ تو اس کے ننھے سے دل نے جسمیں الوالعزمی۔ عالی ہمتی۔ استقلال اور محنت کوٹ کوٹ کر قدرت نے بھر دی تھی۔ یہ گوارہ نہ کیا کہ اس کی بہن خالی ہاتھ گھر کو واپس جائے۔ بہن سے تھوڑی دیر کی اجازت لے کر کچھ پیسے فوراً کما لایا اور اپنی بہن کو وہ ٹوپی مول لے دی سچ یہ ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات جب ذرا سی عمر میں اس کا یہ حال تھا۔ تو وہ کیوں ایسا کام نہ کرتا۔ جو سب کو غوطۂ حیرت میں ڈال دیتا۔

یہ وہ بڑا شخص ہوا ہے جسنے ریل ایجاد کی۔ اور اگرچہ ہزاروں نے اس کو دیوانہ بنایا۔ مخبوط الحواس کہا مگر جب اس نے ۲۷ ستمبر ۱۸۲۵ء کو بارہ میل کی سڑک پر پہلے پہل ریل دوڑائی۔ تو سب اس کا منہ تکتے رہ گئے اور اس کی الوالعزمی اور عالی ہمتی پر عش عش کرنے لگے۔ واقعی الوالعزمی وہ شاہزادی ہے۔ جس کی لونڈی کامیابی ہے۔

وہ یوروپین جہاز ران[۳] جس سے پیشتر ہزاروں جہاز ران تباہ و برباد ہو چکے تھے یا راستہ بھول کر کہیں سے کہیں جا پڑے تھے۔ اپنی عالی ہمتی کے سبب ہزاروں کی قسمت کا فیصلہ سن کر بھی اپنے ارادہ سے باز نہ رہا۔ اور پندرہویں صدی کے اخیر میں جب اپنا جہاز افریقہ کے سواحل کے گرد چلاتا ہوا اپنے ساتھیوں کی درشتی اور سختی سہتا ہوا اس مقام پر پہنچا جس کو آجکل کیپ آف گڈ ہوپ یعنی راس امید سے موسوم کیا ہے۔ تو وہ اپنی منزل مقصود کو قریب سمجھ کر بہت خوش ہوا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ اس ہندوستان کو جس کے لئے اتنا دور دراز کا سفر اختیار کیا گیا ہے ہماری مشتاق آنکھیں بہت جلد دیکھیں گی۔ اور اس بات کا سہرا کہ وہ پہلا یوروپین جسنے ہندوستان تک پہنچنے کا راستہ اختیار کیا میرے ہی سر رہیگا۔ چنانچہ پہلا یوروپین جسنے سرزمین ہند پر قدم رکھا۔ وہ یہی جہاز ران تھا۔ صدیوں سے اہل یورپ ہندوستان کا راستہ دریافت کرنے کے درپے تھے۔ لیکن یہ حوصلہ مندی اور الوالعزم شخص ہی اس ارادہ میں کامیاب ہوا۔

وہ مفلس[۴] و نادار شخص جو آج کروڑپتی بنا بیٹھا ہے۔ جو آج دنیا بھر میں سب کے

---

[۳] واسکوڈے گاما سے مراد ہے۔ [۴] راک فیلر امریکہ کے مشہور کروڑپتی سے مراد ہے

زیادہ مالدار ہے۔ اپنی عالی ہمتی ہی کی وجہ سے اس درجہ کو پہنچا ہے۔ اگر اس میں یہ صفت نہ ہوتی۔ اگر اسکو اس نعمت سے بہرہ نہ ملتا۔ اگر اس کی بجائے وقناعت طبع اس میں پائی جاتی۔ تو وہ ان گمنام اور مفلس اشخاص میں سے ہوتا۔ جو دن بھر گھاس کھودتے پھرتے ہیں۔ اور جو دو چار پیسے اسکو فروخت کر کے ملتے ہیں اسی میں گذر اوقات کرتے رہتے ہیں۔ اور جب مرجاتے ہیں۔ تو خدا واسطے کا کفن ان پر ڈال دیا جاتا ہے۔

وہ اسلام کا بہادر اور جان نثار سپاہی[۱] جسکو الوالعزمی نے افریقہ کے اس ساحل پر پہنچا کہ بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور آخرکار آبنائے جبل الطارق سے جو اسی کے نام سے موسوم ہے گذر کر اندلس میں پہنچا۔ اور اس کو فتح کیا۔ ایسا فتح کیا کہ مسلمان سات سو برس تک اس ملک پر حکمران رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بہادر شخص کے افعال میں الوالعزمی برابر کام کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہمیشہ فاتح اور دشمن مفتوح نظر آتے ہیں۔

وہ تاریخ ہندوستان کا بہادر سپاہی[۲] جس کے سامنے اگرچہ لوفا پا... اور قزاقوں کو مقابلتہً پیش کیا جائے۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ وہ اسکی گرد کو بھی نہیں پہنچے۔ جب اس صوبہ کا جسکے باشندے عموماً بزدل خیال کئے جاتے ہیں۔ ترقی کرتے کرتے صوبہ دار بن گیا۔ تو اپنی الوالعزمی اور حوصلہ مندی سے ایسے شہنشاہ کے مقابلے کو نکلا۔ جس کی اولاد مدتوں تخت ہندوستان پر جلوہ گر رہی ہے۔ اور آخرکار اپنی عالی ہمتی کے باعث کامیاب ہوا۔ اور ہندوستان کا شہنشاہ بن گیا۔

کیا خوب! ابھی اسکول سے وہ چھوٹا لڑکا بغل میں بستہ دبائے ہوئے نکلا ہے۔ اور کہتا جا رہا ہے۔ کہ آج کا سبق بہت عمدہ ہے۔ مجھ کو اب کامیابی کا راز معلوم ہوگیا۔ میں الوالعزمی کو ہاتھ سے جانے نہ دونگا۔ اور ایک دن میں بھی بڑا شخص بنوں گا۔ ہاں! اماں جان کہا کرتی ہیں کہ ہر بات میں اللہ میاں سے مدد مانگنی چاہیئے۔ آسمان کی طرف دیکھکر، اے میرے اللہ تو میری مدد کر اور مجھ کو میرے

[۱] ابن فاروق سے مراد ہے۔ [۲] شیر شاہ سوری سے مراد ہے۔

موجودہ جمود

از کلک جواہر سلک حضرت مولائی المحترم واستاذی المکرم مولوی عبدالعزیز صاحب
گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ

قومیں میدان ترقی میں بڑی تیزی سے دوڑ رہی ہیں۔ جو ایک دم کے لئے بھی بیٹھے گا وہ کئی ہزار میل پیچھے رہ جائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس قوم پر جو باوجود اس کے کہ دوسری قوموں کا حال دیکھ رہی ہیں اسے اپنی پست حالت کا احساس ہی نہیں وہ دوسروں کو دوڑتا دیکھ کر بھی لب مرگ بستر بچھا کر میٹھی نیند سو رہی ہے ؂ خوش است زیر مغیلاں براہ بادیہ خفت ۔ شب رحیل دے ترک جاں بباید گفت پھر جب ذرا نیند سے ہوش آتی ہے۔ تو دیکھتی ہے۔ کہ ساتھی بہت آگے نکل گئے تو کف افسوس ملتی ہے۔

ایسی قوم رونے کے قابل ہے۔ جو تمام اقوام سے پیچھے ہے اور باوجود اس کے اس کا دعوےٰ ہے کہ ہم تمام باقی اقوام سے بہتر حالت میں ہیں۔ جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ ٹھیک کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب سچا ہے۔ دوسرے غلط راستے پر ہیں۔ پھر مصائب کے نزول کے وقت کوئی تقدیر کا شاکی ہے۔ کوئی خدا کو کوستا ہے۔ کوئی تن بہ رضا دیتا ہے۔ لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتا کہ کیا یہ میری حالت زار میری اپنی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ یا کوئی اور وجہ ہے۔

نئے تعلیم یافتہ پرانے مولویوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ کہ ان مولویوں نے ہماری قوم کا بیڑا ڈبو دیا۔ مولوی نئی تعلیم یافتوں کو بہ نظر حقارت دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام جیسی نعمت کو چھوڑا۔ غرض ہر ایک اس چیز پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے۔

میں التماس کرتا ہوں کہ آپ خواہ کسی خیالات کے آدمی ہیں تھوڑی سی دیر کے لئے غور کریں کہ اگر زید کے خیالات کو آپ پست معلوم کر کے بہ نظر ترحم

دیکھتے ہیں۔ تو کوئی شخص بھی آپ کے خیالات کو بہ نظر حقارت دیکھتا ہے۔ اگر آپ کا حق ہے۔ کہ آپ زید کو بہ نظرِ حقارت دیکھیں تو کیا بکر کا یہ حق نہیں کہ آپ کو بہ نظر حقارت دیکھے۔

میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ اور دینی اور دنیوی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ لیکن اگر مسلم حقیقی اسلام کو نہ سمجھے تو اسلام کا کیا قصور ہے

کہتے ہیں کہ کسی شخص نے دریا سے ایک مچھلی لے کر کنوئیں میں پھینکدی۔ وہاں بہت سے مینڈک رہتے تھے۔ ایک مینڈک اس مچھلی کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آئی۔ مچھلی نے جواب دیا۔ میں مچھلی ہوں۔ اور اتنے بے پایاں پانی سے آئی ہوں۔ کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ مینڈک ایک بالشت پیچھے ہٹ کر پوچھنے لگا۔ کیا اتنا پانی؟ مچھلی کہنے لگی۔ یہ پانی اس کے سامنے کیا ہے مینڈک اور پیچھے ہٹ کر کہنے لگا کیا اتنا پانی؟ مچھلی کہنے لگی آپ کیا خیال کرتے ہیں۔ اس پانی کو اس پانی سے نسبت۔ مینڈک کنوئیں کے کنارے سے جا لگا اور پوچھنے لگا کہ کیا اتنا پانی؟ مچھلی نے کہا آپ اس پانی کا جہاں سے آئی ہوں اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ وہ بہت بڑا پانی ہے۔ مینڈک سر ہلا کر کہنے لگا۔ کہ اس پانی سے زیادہ تو دنیا میں پانی ہے ہی نہیں۔

اس کہانی سے میرا یہ مطلب ہے۔ کہ کس نگوید کہ دوغ من ترش است الغیر کسی ... بیل کے بغیر تبادلہ خیالات کے اپنی ہی چیز کی تعریف کرتی اور دوسرے کی حقارت کرتی اور خذ ماصفا ودع ما کدر پر عمل نہ کرنا ہماری ترقی کی سخت روک ہے۔ اگر تم گر رہے ہو اور تم کو اپنے گرنے کا احساس ہے اور تمہارے سامنے دوسرا چڑھ رہا ہے۔ اور تم اس کی چڑھائی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو تو کیا تم کو سوچنا نہ چاہئیے۔ کہ میں کیوں گر رہا ہوں اور یہ کیوں چڑھ رہا ہے۔ مجھ میں کون سی بات ہے۔ جو مجھ کو غرق کر رہی ہے۔ اور اس میں کون سی بات ہے۔ جو اس کو تیرا رہی ہے

اگر ہم حقیقی اسلام معلوم کر لیں گے تو خدا کے فضل سے ہم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہمارے تنزل کی یہی وجہ ہے۔ کہ ہم اسلام سے بہت دور ہیں۔ اب

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حقیقی اسلام کونسا ہے۔ اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کا جو ذریعہ میری سمجھ میں آتا ہے۔ وہ میں پیش کر دیتا ہوں۔ کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ جو جو احکام ان میں درج ہیں۔ ان کو انگ نوٹ بک میں لکھا جائے دا یسے مجموعے آگے بھی تیار ہوئے ہوئے ہیں) پھر دیکھا جائے ان میں کون کونسی بات میری اپنی ذات میں یا قوم میں نہیں۔ ان باتوں کو چھانٹا جائے۔ پھر غور کیا جائے۔ کہ ان باتوں کے حاصل کرنے کا کیا علاج ہے۔ غرض یہ کوشش ہو۔ کہ اسلام کے سب قسم کے احکام پر عمل ہو۔ یہ خصوصیت نہیں کہ صرف نماز روزے پر ہی زور ہو۔ یا اخلاق پر ہی یا تمدن پر ہی یا سیاست ملکی پر ہی یا کسی اور خاص چیز پر ہی بلکہ اسلام کی تمام باتوں پر غور اور ان پر عمل کی کوشش ہونی چاہئے۔ تب معلوم ہوگا۔ کہ اصلی اسلام کیا چیز ہے اور اس پر عمل کے کیا نتائج ہیں۔ ورنہ جو ہم کام کر رہے ہیں۔ وہ اسی اعرابی کے ہدیے کے مشابہ ہیں کہ ایک اعرابی ہمیشہ جنگل میں رہتا تھا۔ اور جوہڑوں کا گندہ پانی پیا کرتا تھا ایک دفعہ اس کے پڑوس میں مینہ برسا۔ اور اس کے خیمے کے پاس پہلے سے ذرا صاف پانی جمع ہو گیا۔ اور اس نے خیال کیا کہ ایسا صاف پانی تو کبھی بادشاہ نے بھی نہ پیا ہوگا۔ اس پانی کی مشک بھر کر بغداد میں خلیفہ کے پاس بطور ہدیہ لے گیا جب خلیفہ نے وہ پانی دیکھا تو حکم دیا کہ یہ پانی میرے خزانہ میں رکھو۔ اور اس کی مشک سونے سے پُر کر کے اس کو دے دو۔ اور اپنے نوکر اس کے ساتھ کر دیئے کہ اس کو براہ دجلہ اس کے گھر پہنچا دیں۔ جب وہ اعرابی دجلہ پر آیا اور اس کا صاف اور شیریں پانی چکھا۔ تو بہت شرمندہ ہوا۔ کہ بادشاہ کے پاس تو ہمیشہ سے ایسا صاف اور شیریں پانی ہوتا ہے۔ میں اس کے پاس کیا تحفہ لایا ہوں۔

غرض ہم کو چاہئے کہ ہمیشہ اس ٹوہ میں رہیں۔ کہ جو پانی ہمارے پاس ہے اور جو معلومات کے موتی ہمارے خزانے میں ہیں۔ کیا وہ ایسے بیش قیمت ہیں کہ انہی پر اکتفا کرنی چاہئے۔ یا اس سے مفید تر معلومات ہم حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف ایسے قدامت پسند آدمی ہیں۔ کہ کوئی بات خواہ کیسی ہی نئی کیسی ہی بیش قیمت کیوں نہ ہو۔ جب ان کے آگے پیش کی جائے تو

یہ کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں۔ کہ ہم نے باپ دادوں سے یہ نہیں سنا یا ہم نے اپنے استادوں سے یہ نہیں پڑھا۔ اور دوسری قسم ایسی سریع الاعتقاد ہستیاں بھی ہیں جن کے آگے خواہ کیسی ہی پوچ بات پیش کی جائے۔ فوراً اسکو تسلیم کر لیتے ہیں۔ کبھی تو کہنے والے کی شخصیت یا لیاقت کے رعب میں آجاتے ہیں۔ یا عبارت کی فصاحت ان پر اثر کر جاتی ہے۔ لیکن یہ دونو عادتیں قدامت پسندی اور سریع الاعتقادی یکساں مضر ہیں۔ چاہئے تو یوں کہ جو بات ان کے پیش ہو خواہ قدیم خواہ جدید جو کچھ اس کی نسبت کہا یا لکھا گیا ہو۔ موافق بھی اور مخالف بھی۔ جہاں تک ممکن ہو۔ تمام کا تمام مہیا کیا جائے۔ یہ نہیں کہ صرف مخالف دلائل مہیا کی جائیں اور نہ یہ کہ صرف موافق دلائل ہی جمع کی جائیں بلکہ اس مضمون پر سب قسم کی رائیں معہ دلائل بہم پہنچائی جائیں۔ اور پھر غیر متعصب نظر سے غور کر کے ایک نتیجہ پر پہنچنا چاہئے۔

آخر میں میں کہتا ہوں کہ کرنے سے پہلے جاننا اور صحیح جاننا نہایت ضروری ہے۔ تھوڑا سا وقت صحیح جاننے پر صرف کرنا تمام زندگی کے عمل کو درست کر سکتا ہے۔ اور اگر اس کا جاننا صحیح نہ ہوگا۔ تو اس کی تمام زندگی غلط زندگی ہوگی سہ ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی۔ کایں رہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است

جنت الفردوس کی ڈاک سے ایک ملفوف

(از جناب مولوی شریف اللہ صاحب مربط)

اے برادران وطن! مجھ کو حکومت سے علیحدہ ہوئے اور ہند کی زمین کو خیر باد کئے ہوئے صدیاں گزر گئیں۔ حکومت کے مزہ سے تو میں ہند کا سلطان ہونے پر بھی قریب قریب بےبہرہ ہی رہا۔ دنیوی عیش و عشرت کو کبھی کبھی اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ میں مغلیہ خاندان کا نام لیوا اور شہنشاہ ہند ضرور تھا۔ مگر دیگر سلاطین کی طرح مجھے عجب کی خو نے کبھی بے چین نہیں کیا اور نہ نکبت نے مجھ پر حملہ کیا کیونکہ نہ میں نفس پرست اور خود غرض تھا۔ اور نہ حریص ہی رہا۔ ہاں پولیٹیکل معاملات میں میں نے حق اور باطل کو بالکل ظاہر کرنے میں عملی جامہ پہنایا ہے۔ یعنی میں نے ظالم اور سرکش ڈاکوؤں راہزنان پارٹیوں کو جو لوٹ کھسوٹ کی بدولت مملکت ہند پر اپنا سکہ اور وقار جما کر برباد کرنا چاہتے تھے۔ سختی سے دبایا۔ کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو آج تم لوگ امن کے ساتھ رہ کر یوں گالوں میں چاول نہ چباتے اور موجودہ زمانہ میں جس طرح تجارت امارت کے موروثی اور ٹھیکیداروں کے اجارے بنے ہوئے ہو ہرگز نہ بنتے۔

تمہیں معلوم ہے یہ کس کی طفیل ہے۔ اور کس سعی اور متواتر کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ سنو اور کان لگا کر سنو انصاف کرو۔ خلل انداز گروہ کا از روئے شاستر اور وید مقدس کیا حشر ہونا چاہئے۔

سری رامچندر نے راکشسوں کو جنہیں تم جنگلی درندے کہتے ہو (حالانکہ وہ تمہیں میں سے انسان تھے) اور خود مختار راجوں والیان ملک کو جو خلل انداز بنے تھے قتل کر کے خدا کی مخلوق کو اطمینان دلایا جابر اور خرافاتی مغرور سلاطین کے ملک کو برباد کیا۔ چنانچہ عالم فاضل ہنود پنڈت راون کی جنم بھومی لنکا کا واقعہ تو تازہ ہے (۱) سری کرشن نے اپنے ظالم ماموں کنس والی حکمران متھرا کو قتل کر کے اسے ظلم کا مزہ چکھایا وغیرہ وغیرہ۔

(۲) دکن کے شمال مغرب کے لٹیروں اور غارت گروں کا حال معلوم کرو ا ولسی
سٹر کی تصنیف دیکھو۔ جس نے ہندوستان کی دو قوموں (ہندو مسلم) میں تعصب کی
تخم ریزی کی۔

(۳) سیواجی نے جو ۱۶۲۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ اپنی چالاکی اور راہ زنی سے مرہٹوں پر
رعب قایم کیا۔ اور دکن کے کاشتکاروں کو ڈرا دھمکا کر انہیں فوج میں بھرتی کیا اور
جیسا خود تھا۔ ویسا ہی ایک گروہ اپنے ساتھ ملا لیا۔ ۱۶۵۹ء میں افضل خاں سپہ سالار
بیجاپور کو قتل کیا۔ اور ہندوستان میں لوٹ کھسوٹ مچا کر ایسا مالدار بن گیا کہ
جس قدر قتل و غارت فریب اور مکاری سے گناہ کا بار عظیم تیار کیا تھا۔ اس کے
اس کے دفعیہ کے لئے طلا دان دیا۔

(۴) ظالم جنکوا و رہباؤ نے نجیب الدولہ والی نجیب آباد کے بھتیجے کا سر کاٹ لیا جبکہ اس
کی شادی کے وقت اس کی دلہن کا ڈولا مع براتیوں کے واپس آ رہا تھا۔
موسائی ہوں یا عیسائی جین ہوں یا بودھ دہرم ہو یا آتش پرست ظالم کی سرکوبی کی
مذاہب کے مذہب میں ضروری ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے محکمہ ٹھگی ڈکیتی قایم
کر کے راجپوتانہ مالوہ وغیرہ کی زمینوں کو ظالم ڈاکوں اور قاتلوں کی کھوج معلوم کر کے
پاک کیا اور ابھی پر ہی کیا ہے برطانیہ اس وقت تک ڈاکوؤں کے دفعیہ میں مصروف
ہے۔ الخ۔ میں نے بھی ظالموں کے کیفر و کردار پر زجر و توبیخ کی تو کیا برا کیا۔ ہندو
اس وجہ سے مسلمانوں سے کلستے ہیں کہ انہوں نے باہر سے آکر سلطنت ہند کو
فتح کیا مگر میں یہ کہتا ہوں مسلمانوں نے ایسا کیا تو کونسے جرم کا ارتکاب کیا مسلمانوں
سے پہلے ۳۲۷ برس قبل سنہ عیسوی یونانیوں نے بھی سندھ و راجستان کی زمین
کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا باختر والوں نے سو برس تک تاخت کی۔
ڈچ اس میں آئے فرانسیس اسکے مالک بنے انگریزوں نے اسکو فتح کیا۔
مرہٹوں نے مغلوں کو محض پولیٹیکل جماعت سمجھ کر قتل کیا۔ چنانچہ جو سخت جان تھے
مجروح ہوئے تین ہزار سے زاید قتل ہوئے۔
کمارل پنڈت نے جو اعلےٰ درجہ کا فاضل متقی اور پرہیزگار تھا بودھ مذہب والوں
کو اس کماری سے لے کر کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں تک چن چن کر قتل کیا۔ چنانچہ جگہ

سے بودو نہ بکے ڈنکا پیٹے اور مورتیں پنڈت کمارل کے تقدس اور اس کے علم و فضل
کے راگ الاپتے ہوئے جابجا مقامات سے برامد ہو رہے ہیں۔

راجہ جے چند والی قنوج کی دختر کو عین سوئمبر والے روز پرتھی راج بھگا کر
لے گیا حالانکہ والی قنوج نے سوئمبر میں پرتھی راج کو مدعو بھی نہیں کیا تھا۔ یہ
تو میں نے برادران وطن تمہارے ہی دھرم والوں کی یعنی ہندو جاتی کی سختیاں
بوجہ طوالت مختصر طور پر ظاہر کیں۔ جنکو مہذب اشخاص کبھی پسند نہ کریں گے۔ اگر
مجھ کو آپ لوگوں نے اس وقت تک نہ پہچانا۔ تو میں اپنا پتہ بتاتا ہوں۔ میرا
نام اورنگ زیب عالمگیر ہے۔ میں شہنشاہ شاہجہان فرمانرائے ہند کا وہ فرزند
ہوں جس نے ہندوستان کی عنان حکومت ہاتھ میں لیکر ان شریر اور بدخصلتوں
کو جنکی سفاکی۔ شقاوت۔ بیدردی خدا کی مخلوق پر زور پکڑ گئی تھی ضرور سزا دی۔

برادران وطن تم گھروں میں بیٹھ کر کوسنے اور خفیہ سازشیں کرنے کے مرد ہو اگر تم
ایسے نہ ہوتے تو تمہاری سلطنت کیوں جاتی اگر تم انصاف پسندی کا دعویٰ کرتے
ہو۔ تو دلیں سوچو کیا تمہاری غفلت نے تمہارے نظام سلطنت کا شیرازہ نہیں بکھیر
دیا۔ تم عیش کے بندے بن گئے۔ زمانہ کی رو سے منہ پھیر گئے۔ دراصل تم میں سیاسی
مادہ ہی نہ رہا۔ تم نے علوم سے روگردانی کی تمہاری رعایا برباد ہوئی۔ مگر تمہارے
کان پر جوں نہ رینگی۔ تم برا مت مانو۔ تم یوں مجبور تھے۔ کہ تمہارا دماغ سیاسیات
سے اور علوم فنون سے خالی تھا طرح طرح کے مشاہدوں اور تجربوں سے دور رہے
جھوٹے اور جاہل تمہارے مشیر ہوئے۔ تم جھوٹی خوشامد اور پر فریب تعریف
سنکر پھولنے لگے۔ مجھ پر یہ الزام لگا رہے ہو کہ میں مسلمان تھا۔ ہاں ہاں میں
مسلمان تھا اور مذہب اسلام کا ادنی مگر سچا خادم تھا۔ میرے مرنے کے بعد سے
اب تک یعنی ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک تم مجھے مورد الزام ٹھیرا رہے ہو
کہ میں ہندو کش تھا۔ اور ہر روز پانچ من جنیو اتار کر یعنی ۶۴۰۰۰ ہزار ہندوں کو
قتل کر کے کھانا کھاتا تھا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ اگر میں ایسا ظالم تھا جیسا تم بدنام
کر رہے ہو۔ تو پھر اس قدر سب قوموں سے زیادہ تم لوگوں کی تعداد کیوں ہے
میں اگر ایسا ظالم ہوتا تو آج تمہارا نام ونشان تک ملنا دشوار تھا۔ تم یہ کیا کہتے ہو

کہ میں نے تعصب کی وجہ سے نظام سلطنت میں ہندو ملازم رکھنے حکماً بند کر دئے تھے۔ اس کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔ کیا میرے ارکین ہندو نہ تھے۔ تم معتبر تاریخیں دیکھو اور عقل کو کام میں لاؤ۔ مرنے کے بعد کسی کو بدنام کر کے دل کی بھڑاس نہیں نکالا کرتے۔ میں اگر متعصب ہوتا تو ہندوؤں کے گزارے کے لئے جاگیریں نہ عطا کرتا۔

موضع بکسر تحصیل ہاپوڑ ضلع میرٹھ کے مہنت کے بھنڈارے کے لئے کیا عالمگیر نے جاگیر عطا نہیں کی۔ تم لالہ منشی لال ملک اس وقت کے درشنانند سے پوچھو جنہوں نے دہلی کے جلسہ میں میری رعایا نوازی اور غیر تعصبی کا اپنی تقریر میں بیان کیا تھا کہ اورنگ زیب بادشاہ جس کو ظالم اور متعصب مشہور کیا گیا ہے بالکل غلط ہے۔ اورنگ زیب ہندوؤں کا بھی خواہ تھا۔ اور اپنی رعایا کا مددگار رہا لاہور میں صوبہ کی سعی اس کے مشیروں کے عین وقت پر پہونچ کر گردنیں کاٹ ڈالیں متصل میں بدمعاشوں کو گرفتار کر کے ایک اولوالعزم والی ریاست کی دختر کی عصمت بچائی۔

اس میں شک نہیں اورنگ زیب ایک مسلمان بادشاہ تھا۔ پرتھی راج نہ تھا۔ جو والئی قنوج کی کنواری لڑکی کو جبراً اٹھا لے گیا۔ کیا تم ایسے فعل کرنے کو از روئے مذہب و تمدن سخت سے سخت سزا نہ دوگے۔ مگر تم نے دیدہ دانستہ کا جروں میں گٹھیاں ملائیں۔ بھلا کوئی ہندو بھی پرتھی راج پر لعن طعن کرتا ہے۔ میں نے سوائے شریر النفس۔ ڈاکوؤں اور امن میں خلل ڈالنے والے گروہ کے سزا دے کے دیگر امن پسند پرستاران مذاہب کو کچھ نہیں کہا۔ تم سمجھے بھی۔ یعنی جو میں نے کیا وہ نظام سلطنت تھا۔

برادران وطن اچھا مجھے تم جابر اور متعصب ہی سمجھو کیونکہ ہر شخص اپنے خیال کا مختار ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ مجھے دنیا سے گزرے ہوئے تین سو سال سے اوپر گزر گئے نہ اس وقت میں ہندوستان میں بحیثیت زندہ آدمی کے موجود ہوں نہ میری اولاد نہ اس وقت میرے ہاتھ میں عنان حکومت ہے اور نہ میری اولاد ہی ہند کی فرمانروا ہے۔ اور سیواجی بھی اس وقت نہیں ہے

ہندو قوم کو اگر رنج ہے مجھ سے ہے۔ نہ کہ عام مسلمانوں سے۔ پھر تم مسلمانوں سے کیوں رنجیدہ ہو۔ طویلہ کی بلا بندر کے سر بات یہ ہے کہ تم نے مجھے کو ہدف ملامت برائے نام بنا رکھا ہے۔ کیونکہ مجھ پر جو تم نے الزام لگا کر تشہیر کرو تاکہ عام اہل اسلام مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا پھیلا کر دشمن ہو جائیں۔ اور ان میں خلل واقع ہو اور موجودہ گورنمنٹ کو مشکلوں کو سامنا ہو۔

ہمسر نہ پایا کوئی دین محمدی کا

(از جناب محمد عثمان صاحب نیاز)

دیکھا ہے جلوہ جس نے دین محمدی کا — سو جان سے ہے شیدا دین محمدی کا
غالب ہے رعب اب دین محمدی کا — ہے سب کے دل پہ سکہ دین محمدی کا
مشرق سے تا بہ مغرب عالم ہوا منور — جب آفتاب چمکا دین محمدی کا
تثلیثیوں میں دیکھا یونانیوں میں ڈھونڈا — ہمسر نہ کوئی پایا دین محمدی کا
سب خوبیوں سے بڑھ کر اسلام کی ہے خوبی — سب سے سوا ہے رتبہ دین محمدی کا
جو ہو گیا ہے واقف کچھ اسکی خوبیوں سے — وہ ہو گیا ہے شیدا دین محمدی کا

ہے بے نیاز مولیٰ اے نیاز کو بھی
عاشق بنا دے سچا دین محمدی کا

کفایت

تصنیف و تالیف اور ترجمہ کا کام ہمارے دفتر کی معرفت با کفایت کیا جاتا ہے۔

ناظم دارالاشاعت اسلام نولکھا نمبر ۳ لاہور

تفنن طبع

ہمارے بعض معاونین کرام کی خواہش ہے ۔ کہ رسالہ میں تفنن طبع کے لئے زیادہ سامان ہونا چاہیئے ۔ اس لئے ہم ان کی اس آواز کا پاس کرتے ہوئے آئندہ انشاءاللہ العزیز قارئین کرام کی دلچسپی کی خاطر بھی کچھ نہ کچھ ماحضر پیش کر دیا کریں گے ۔ لیکن چونکہ "رسالہ اسلام" ایک مذہبی رسالہ ہے اور مذہبی مضامین میں متانت اور سنجیدگی کا ہونا نہایت ضروری اور لابدی امر ہے ۔ الہٰذا ظرافت طبع کے لئے بھی عموماً ایسے ہی مضامین ہوا کریں گے ۔ جن میں ضمناً اسلامیات کی جھلک نظر پڑا کرے ۔ اس دفعہ میں ہم چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔ امید ہے ۔ کہ یہ خواطر احباب کے گلے میں ضرور حظ و مسرت کا ہار پہنائیں گے ۔ قارئین کرام اگر مناسب خیال کریں ۔ تو وہ بھی طبع آزمائی کو میدانِ تخیل میں پاؤں پھیلانے دیں ۔ اور اگر کوئی خاص شعر درج کرانا چاہیں تو ہر ماہ کی تیس تاریخ تک دفتر میں بھیج دیا کریں ۔

ان اشعار ذیل کے انتخاب میں ہم نخہ خوش تر کے خاص ممنون ہیں ۔ جو انتخاب کے لئے ہمارا دست راست ثابت ہوا ۔

۲ ایک ڈراما بھی ناظرین کی تفریح طبع کیلئے پیش کیا جاتا ہے ۔ جسمیں ضمناً حج کی ترغیب ۔ امانت کی فضیلت ۔ سرقہ خیانت کی مذمت وغیرہ ظاہر کی گئی ہے ۔ اور واقعہ گو متعدد کتابوں میں علی وجہ الاختصار ایک کہانی کی صورت میں درج کیا گیا ہے ۔ لیکن تصرف و تخیل نے اسے آج تک ڈراما کے قالب میں نہیں ڈھالا ان اشعار سے محفوظ ہونے کے بعد ناظرین ڈرامے کو سٹیج پر ایکٹ ہوتا ہوا مفت میں دیکھیں گے ۔

(ایڈیٹر)

نمبر	اشعار		مصنف
۱	ہوں وہ مجرم کہ خدا محشر میں مجھ کو دیکھ کر	کہہ اٹھے دوزخ پکارے یہ مرے قابل نہیں	ذاکر لکھنوی
۲	چلنے والوں سے اپنے وحشت رنگ کہتی ہے یہ	ہوش میں کوئی رہے ۔ ایسی میری محفل نہیں	راز
۳	اسقدر لاغر ہوا سودائے زلف یار میں	حلقہ زنجیر میں رہنا مجھے مشکل نہیں	شوق شہابی
۴	پاس اجل آتی نہیں میری تڑپ کو دیکھکر	بسملوں میں آپ کے مجھ سا کوئی بسمل نہیں	جعفر آبا[illegible]
۵	شیخ صاحب یاد کرتے ہیں خدا کو پانچ وقت	میں کوئی لحظہ خیال یار سے غافل نہیں	طریق [illegible]

۶ ان گناہوں پر بھی دیتا ہے مجھے روزی کریم
اس سے میں غافل ہوں لیکن مجھ سے وہ غافل نہیں — عظیم

۷ بے دین ہو کر بھی مجھ سے گفتگو کرتے ہو تم
اب بھی کیا معجز بیانی کا کوئی قائل نہیں — فانی

۸ اس رخِ روشن کے آگے ماہ کامل ہے ہلال
طرہ یہ ہے ماہِ حسنِ یار ابھی کامل نہیں — ،،

۹ کیا کلام دہریہ سنئے کہ وہ مجہول ہے
اسکے جملوں میں فقط مفعول ہے فاعل نہیں — ذی الفضل پھلی بندری

۱۰ اے خیالِ تیغِ ابرو تو سلامت ہے اگر
تو شبِ تار الم کا کاٹنا مشکل نہیں — فراق گورکھپوری

۱۱ لن ترانی سے یہ مطلب تھا کہ دل میں ڈھونڈئے
وادیٔ ایمن ظہورِ جلوہ کے قابل نہیں — مسلم ،،

۱۲ شوق کہتا ہے مجھے دنیا میں رہنا چاہئے
عقل کہتی ہے مسافر یہ تیری منزل نہیں — نادر

۱۳ بس گئی ہے میری آنکھوں میں مدینہ کی بہار
سیر گلزارِ جناں کی دم مجھے حاصل نہیں — ولایت

۱۴ ہاتھ خالی بارِ عصیاں دوش پر جانا ہے دور
کسطرح پہونچیں گے ہم یکبھی ہوئی منزل نہیں — خیرآبادی

۱۵ دل میں گردِ غم ہے شرماتا ہوں میں دیتے ہوئے
زنگ آلود آئینہ ہے - آپ کے قابل نہیں — عشرت لکھنوی

۱۶ کہتی ہے آندھی پریشاں کر کے میرا آشیاں
یہ خس و خاشاک صحنِ باغ کے قابل نہیں — ،،

۱۷ کس ادا سے کہکے یہ اس شوخ نے ٹھکرا دیا
سر تو ہے لیکن میری دہلیز کے قابل نہیں — عارج

۱۸ ساقی گلرو دکھا دے پھول سے رخسار تو
تشنۂ دیدار تیرا پھول کا سائل نہیں — قاصر

۱۹ غیر کے چترِ حکومت کے تلے ٹھہرے کیوں
سایہ میں پودے کو کچھ نشو و نما حاصل نہیں — ایڈیٹر

۲۰ ہستیٔ مسلم کا زیور ہے فقط آزادگی
زینتِ صورت نہیں جبتک کہ رخ پر تل نہیں — ،،

۲۱ زخمِ دل سے رس رہا ہے شوق میں ہی لال خون
کوہِ غم ٹوٹا ہے دلبر اسے طبیب وصل نہیں — عباسی

۲۲ عشق کی ڈگری تو اے اظہار اپنے پاس ہے
کیا خرابی ہے اگر ہم مولوی فاضل نہیں — امروہوی

۲۳ ہم شہیدانِ وفا میں کیوں کریں فکرِ کفن
پردہ پوشِ نعش کیا گردِ رہِ منزل نہیں — راز

۲۴ خوش خرامی کی ادا نے سینکڑوں کی جان لی
کون اس چلتی ہوئی تلوار کا بسمل نہیں — سعید

۲۵ اہلِ غیرت ہیں پشیمانِ ماضی سے ہلاک
حال میرا یہ کہ مجھ کو فکرِ مستقبل نہیں — سیماب

۲۶ ہے تیری تلوار خونِ بیگنہ سے سرنگوں
کیا تجھے اس شرم کی غیرت بھی اے قاتل نہیں — شفق

۲۷ مرتے دم عبرت پکاری ہاتھ خالی دیکھکر
عمر بھر کا ہے یہی حاصل کہ کچھ حاصل نہیں — ،،

۲۸ میری میت پر کھڑے کس ناز سے کہتے ہیں وہ
جا لئے بس آپ اس الفت کے ہم قائل نہیں — شرط ب

۲۹ تیری الفت میں دیا ایسا تڑپنے سے سزا
ہے یہ حسرت میرے دونوں پہلوؤں میں دل نہیں — عزیز

۳۰ مر گیا جب میں تو نظمِ دہر میں فرق آگیا
میرے اٹھ جانے سے اب وہ رونقِ محفل نہیں — عرش

ایڈیٹر

ڈراما
منظر اوّل

(صبح کا وقت ہے۔ حج کا موسم ہے۔ حج کا شوق اللہ کے نیک بندوں کو جزیرۃ العرب کی طرف سیلاب وار لئے جاتا ہے۔ حاجی خورشید عالم پچھلے سال حج پر گئے تھے۔ اور ان کے دل پر مقامات مقدسہ نے کچھ ایسا قبضہ کر لیا تھا کہ اب انہوں نے اپنا کام ہی ذی استطاعت لوگوں کو حج کی ترغیب دلانا سمجھ رکھا ہے۔ اسی دھن میں گذرتے نعمت خاں سے ملاقات ہوتی ہے۔ تو جھٹ بول اٹھتے ہیں)

حاجی خورشید عالم — جناب نعمت! خدائے پاک نے آپ کو اس قدر نعمتوں سے فارغ البال اور مالا مال کر دیا ہے پھر معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ آپ بیت اللہ شریف کے حج کے لئے نہیں جاتے؟

نعمت خان — لیکن کیا ہر صاحب ثروت کے لئے ضروری ہے کہ وہ حج کو جائے؟

حاجی خورشید عالم — ہاں ہاں! ہر صاحب دولت پر لازم و واجب ہے کہ وہ کعبۃ اللہ زاد اللہ شرفہا کا حج ضرور کرے۔ بالخصوص آپ جیسے متدین متشرع دولتمند کے لئے تو فرض عین ہے جنکے نہ زوجہ ہے نہ بچہ

نعمت خان — لیکن فرض کیجئے کہ میں آٹھ نو سو روپیہ اپنے کرایہ اور سفر کے دیگر اخراجات کے لئے الگ کر لوں۔ پھر بھی ایک سو پونڈ کی رقم بچی رہتی ہے۔ بھلا حاجی صاحب یہ تو فرمائیے کہ اس قدر نقدی کے سنبھالنے کا کیا انتظام کروں۔

حاجی خورشید عالم — کیا آپ اسے بنک میں جمع نہیں کرا سکتے؟

نعمت خان — لاحول ولا قوۃ الا باللہ ابھی بنک میں روپیہ جمع کراؤں؟ اور وہ بھی ان بنکوں میں جو کسی نظام راسخہ کے ماتحت ہی

نہیں۔ کیا بنکوں کا بھی کچھ اعتبار ہے؟ مزید براں میں سود خوار بنوں۔ اور قیامت کے دن مجرم ٹھہروں؟

حاجی خورشید عالم: تو پھر یہ انسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کوئی برتن لیں اور اس میں پونڈ وغیرہ ڈال دیں اور اوپر کوئی میوہ مثلاً خرمانی وغیرہ بھر دیں۔ منہ باندھ کر عاریتہً کسی دوست کے سپرد کر جائیں جب واپس آئیں تو اس سے مانگ لیں۔

نعمت خان: البتہ یہ موزوں تجویز معلوم ہوتی ہے۔ لیکن کیا اسے یہ بتانے کی ضرورت ہے۔ کہ خرمانیوں والے برتن میں پونڈ بھی ہیں؟

حاجی خورشید عالم: نہیں نہیں! ایسی باتوں کے اظہار کی کیا ضرورت ہے۔ ذرا دوست ایسا چاہیئے جو واقعی معتمد اور معتبر ہو۔

نعمت خاں: ہاں! دوست تو انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا کہ سامنے سونے کی کان چمکتی رہے۔ اور وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

حاجی خورشید عالم: واقعی انسان ایسے ہی وصف سے متصف ہونا چاہیئے۔ اچھا جانے کا کب ارادہ ہے۔

نعمت خان: اگر خدا کو منظور ہوا تو کل سہ پہر کی گاڑی پر چل ہی دونگا۔ خدا عافیت رکھے۔ اچھا خدا حافظ۔ اسلام علیکم۔

حاجی خورشید عالم: وعلیکم اسلام۔ فی امان اللہ۔

(پھر دونوں دوست ایک دوسرے سے رخصت ہو جاتے ہیں)

منظر دوم

(نعمت خاں حج پر جانے کی تیاری کر چکا ہے۔ اچھی طرح نہا دھو کر لباس فاخرہ پہن گھر سے نکل پڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں مرتبان ہے جس میں خرمانیوں کے نیچے پونڈ بھرے پڑے ہیں۔ اپنے پرانے دوست سیٹھ نور القمر کی طرف جا رہا ہے کہ مرتبان اس کے سپرد کرے اور چلتا بنے)

نعمت خاں السلام علیکم! بانور

نورالقمر وعلیکم السلام و رحمت اللہ۔ جناب نعمت آج تو خوش رنگ برنگ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ نیا کوٹ کسا ہوا ہے۔ پھر اس کی جیب میں خراسانی رومال چہ خوب؟ کہیں جا رہے ہو؟

نعمت خاں ہاں ہاں! مکہ معظمہ کے حج کے لئے جا رہا ہوں۔ پھر خدا نے چاہا تو مدینۃ الرسول کی زیارت کے لئے جاؤں گا۔ یہ خرمائیوں کا مرتبان آپ کی امانت میں چھوڑتا ہوں اسے میری واپسی تک سنبھالئے گا۔

نورالقمر بہت بہتر! نعمت کا ارشاد نور کے سر آنکھوں پر۔ (جیب میں ہاتھ ڈال کر) لیجئے! یہ میرے سٹور کی چابی ہے جائیے اور مرتبان کو جہاں چاہیے رکھئے۔ واپس تشریف لانے پر انشاءاللہ اسے جوں کا توں پائیے گا۔

نعمت خان چابی لے کر) سیٹھ صاحب! آپ کی عنایت کا ممنون ہوں "جزاک اللہ خیرا الجزا"

نعمت خاں اپنا مرتبان سٹور کے کسی گوشہ میں رکھ دیتا ہے اور دروازہ بند کر قفل لگا واپس آ کر کہتا ہے۔

نعمت خان مہربان مرتبان رکھ دیا ہے۔ یہ ہے آپ کی چابی۔ لو میں جاتا ہوں ساتھی باہر کھڑے انتظار کر رہے ہوں گے۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ تہ دل سے شکرگزار ہوں۔

نورالقمر آپ کی باتوں سے تکلف ہی گیا۔ اچھا خدا حافظ! خدا آپ کو سفر میں برکت دے۔ اور مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ حضور علیہ السلام کے دربار میں عاجز کا سلام بھی کہہ دینا آپ کی مفارقت تو گراں گذرے گی۔ لیکن خیر جائیے۔ فی امان اللہ

بسلامت روی و باز آئی

دونو مصافحہ و معانقہ کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں

منظر سوم

(نور القمر شام کے بعد اپنے ایک دوست شکر الدین کی بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے - جس کا رہائشی مکان نور القمر کی دوکان کے متصل ہے -

نور القمر میاں شکر الدین سنائیے کیا حال ہے - کیسے دن کٹا؟

شکر الدین الحمد اللہ - دو رات سے درد مطلق دور ہے - نسبتاً آرام ہی مجھے معدہ بھی درست معلوم ہوتا ہے - آج بھوک بھی لگ آئی ہے

نور القمر پھر کچھ کھائیے گا نہ؟

شکر الدین ہاں کھانے کو جی تو چاہتا ہے - اتوار سے آج رات تک ایک لقمہ بھی پیٹ میں نہیں اترا

نور القمر او ہو! دو روز سے آپ نے کھایا ہی کچھ نہیں؟ اچھا اب کونسی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے - شیرین چیز کیا نمکین شئے -

شکر الدین جی تو چاہتا ہے - کہ خرمانیاں ملیں - مدت گذر گئی ہے کبھی چکھیں نہیں جب موسم تھا تو حکیم جی نے روک دیا تھا - اب حکیم جی سے تو اجازت مل گئی ہے - مگر معلوم نہیں کہ میسر ہوں یا نہ -

نور القمر (ماتھے پر ہاتھ رکھ کر) جب تم نے خرمانیوں کا نام لیا - تو معاً میرے دل میں نعمت خاں کا خیال عود کر آیا جسے مکہ گئے سات برس گذر گئے ہیں لیکن ابھی تک واپس نہیں آیا معلوم نہیں بے چارا کیا ہوا وہ تو مجھے نسیاً منسیاً ہو گیا تھا خرمانیوں کے نام نے مجھے یاد دلا دیا -

شکر الدین مگر خرمانیوں کا نعمت خان سے کیا تعلق؟

نور القمر کیا تعلق؟ تعلق یہ ہے کہ جب وہ حج پر گیا تھا تو میرے سٹور میں خرمانیوں کا ایک مرتبان امانتہً چھوڑ گیا تھا اور کہہ گیا تھا کہ واپس آؤں گا اور لے لوں گا لیکن اب تو کم بخت مر مرا گیا ہوگا - سات برس کہنے کو ہوتے ہیں اس عرصہ میں نہ

خط نہ پتر نہ چٹھی نہ پیام - اچھا میں جاتا ہوں اور مرتبان سے کچھ خرمانیاں نکال کر لاتا ہوں -

شکر الدین ہوں ہوں! ایسا نہ کرنا - خیانت جرم عظیم ہے اور یوں بھی ممکن ہے - کہ وہ زندہ ہو اور واپس آ جائے اور اپنا مرتبان طلب کرے - ذرا بتاؤ تو سہی کہ بالفرض وہ آ ہی جائے تو تمہاری شرم و خجالت کی کیا حد ہوگی؟ تم اسے منہ دکھا سکو گے؟ اگر تم نے مہر وغیرہ توڑ دی تو بتاؤ اسکو کیا جواب دو گے - بندہ خدا خدارا ایسا نہ کیجئے یہ بُرا اور سخت بُرا فعل ہے -

نور القمر احمق وہ تو مر مرا گیا ہوگا - اب اگلے جہاں سے خرمانیاں لینے آئے گا -

شکر الدین خیر میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا اب تم جانو اور تمہارا کام ع

براسولاں بلاغ باشد وبس - لیکن اتنا یاد رکھئے پنسل ہے تو لکھ لیجئے ورنہ دماغ کی نوٹ بک میں درج کر لیجئے - کہ اس فعل شنیع کا نتیجہ قبیح ہوگا - اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شکر الدین ایسی خرمانیاں نہیں کھائے گا -

نور القمر ٹھیک ٹھیک! بزدل ہو تم جیسا ہی ہو لیکن میں تو مرد نر ہوں کسی کا ڈر نہیں رکھتا - منہ پر ڈاڑھی رکھتا ہوں - کسی سے خوف و خطر نہیں رکھتا - اب تو ضرور ہی مہر کو توڑوں گا اور خرمانیاں نکال کر ہی رہوں گا -

(نوکر کی طرف مخاطب ہو کر) ارے للّو! ذرا لیمپ تو جلانا (دوسرے نوکر کی طرف مخاطب ہو کر) ارے اختر! ادھر آنا تو یہ لو چابی جاؤ اور سٹور کا دروازہ کھول دو جاؤ جاؤ جلدی کرو ارے تو کہیں کے ابھی یہیں ہو -

لیمپ آ جاتا ہے - دروازہ کھل جاتا ہے نور القمر لیمپ لیکر

اندر جاتا ہے اور مرتبان اٹھا کر میز پر رکھ دیتا ہے۔

نور القمر: مہر توڑ کر اُوہ اوپر کی خرمانیاں تمام خراب ہوگئی ہیں۔ کیسی سڑن اور بو آرہی ہے۔ اچھا انہیں میز پر انڈھاتا ہوں۔ شاید نچلی کسی قدر اچھی ہوں۔

(ایک پونڈ گر پڑتا ہے) اوہ یہ کیا گرا؟ آہا! پونڈ ارے پونڈ! سونے کا پونڈ!

سارا ہاتھ مرتبان میں ڈال دیتا ہے۔ واہ واہ مرتبان تو پونڈوں سے بھرا پڑا ہے مرتبان کا پیندا تو سونے کی کان ہے۔ ہیں! مرتبان تو سونا ہی سونا ہے۔

خیراب دانائی اسی کا نام ہے کہ شکر الدین سے اس کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا جائے۔ وہ بڑا ڈرپوک ہے۔ وہ تو مجھے بھی نہیں لینے دے گا پونڈوں کو ہاتھ تک نہیں لگانے دے گا

دروازہ بند کر کے شکر الدین کے جاتا ہے اور کہتا ہے۔

شکر الدین تم نے سچ سچ درست کہا تھا۔ خرمانیاں تو واقعی گل سڑ گئی ہیں۔ بہتر ہوتا اگر انہیں بالکل ہی نہ چھوا جاتا۔ خیر میں نے بہت مضبوطی سے کارک کس دیا ہے۔ اور اگر نعمت خدا نخواستہ کہیں سے آبھی نکلا تو بھی اسے ہرگز معلوم نہیں ہوسکتا کہ خرمانیوں کو کسی نے ہاتھ لگایا ہے۔

شکر الدین: مگر میرا خیال ہے۔ اس سے بدرجہا بہتر ہوتا۔ اگر انہیں مطلقاً چھوا نہ جاتا نہ خاین بنتے نہ خدا کے نزدیک چور ٹھیرتے۔

نور القمر: اچھا جو ہونا تھا ہوگیا خدا کا فضل چاہیے۔ صبح انشاءاللہ میں آؤں گا۔ اور بازار سے خرمانیاں لیتا آؤں گا۔

شکر الدین: اچھا جائیے۔ لیکن نوکر سے وضو کیلئے پانی بھجواتے جائیے

نور القمر: بہت اچھا!

(نور القمر اس رات چلا جاتا ہے۔ اور اگلے روز بازار سے

خرمانیاں لاتا ہوں مرتبان سے پونڈ نکالنے کے بعد جو حصہ خالی رہ جاتا ہے۔ اسے تازہ خرمانیوں سے بھر دیتا ہے۔ اور باقی ماندہ خرمانیاں شکرالدین کے گھر پہنچا دیتا ہے)

منظر چہارم

(نعمت خاں اس بیمار پرسی کے قریباً دو ماہ بعد واپس آجاتا ہے۔ اور سیدھا نورالقمر کی دوکان پر اپنا مرتبان لینے کیلئے چلا جاتا ہے۔ نورالقمر حقیقت میں نعمت خاں کی آمد بجائے نعمت نقمت خیال کرتا ہے۔ اسے دیکھکر شرمندہ اور خجل ہو جاتا ہے لیکن بظاہر نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے۔)

نعمت خاں یا نورا السلام علیکم! مزاجت بخیر

نورالقمر وعلیکم السلام و رحمت اللہ۔ فرمائیے حضرت خوش تو رہے۔ آپ نے تو عمر ہی وہاں گذار دی۔ یاروں نے آپ کی راہ دیکھ دیکھ کر آنکھیں تھکائیں۔ سنائیے کیسے گذری خوش تو رہے۔

نعمت خاں الحمد اللہ۔ میں بھی آپ جیسے مہربان احباب کی یاد میں وقت بسر کرتا رہا۔ معاف فرماویں۔ اس وقت میں اپنا مرتبان لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ تکلیف تو نہیں ہوگی۔

نورالقمر تکلیف کیسی؟ یہ لیجئے چابی سٹور کی اور جاکر اپنا مرتبان جہاں سات برس ہوئے رکھا تھا اٹھا لیجئے۔

(نعمت خاں دروازہ کھولتا ہے۔ اور مرتبان میں ہاتھ ڈال متحیر رہ جاتا ہے۔ کوئی پونڈ وغیرہ نہیں ملتا۔ نہایت سراسیمگی سے مرتبان کو میز پر الٹ دیتا ہے۔ لیکن حیرانی اور افسردگی اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس پر بھی پونڈ نظر نہیں آتے

دیوانہ وار نورالقمر کی طرف واپس لوٹتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

نعمت خاں: یا نورا! آپ کو تعجب ہوگا کہ میں بھاگتا ہوا آپ کو تکلیف دینے کیلئے پھر آگیا ہوں۔ میرے دوست میں نے مرتبان تو لے لیا ہے۔ لیکن اسمیں اپنے پونڈ نہیں پاتا۔ جو جاتے ہوئے خرمانیوں کے نیچے رکھ گیا تھا۔ اگر آپ نے اپنے کسی ضروری ذاتی کام کی خاطر وہ پونڈ لے لئے ہوں۔ تو بسم اللہ مجھے رسید لکھ دیجئے اور جب خدا آپ کو توفیق دے تو واپس کر دیجئے

نورالقمر: (ظاہرا حیران ہوکر) خرمانیوں کے تلے پونڈ! خیر مجھے اس کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ کیا آپ کو مرتبان نہیں ملا اور کیا وہ وہیں نہ تھا۔ جہاں آپ رکھ گئے تھے۔ اگر آپ نے اس میں پونڈ رکھے ہوں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوں گے۔ نہ رکھے ہوں گے تو آپ کو پتہ ہوگا مجھے اس بات کا کچھ علم نہیں۔ واللہ مجھے کچھ خبر نہیں!

نعمت خاں: (ذرا جوش میں آکر) مجھے کچھ پتہ نہیں! اس کا کیا مطلب؟ مذاق اچھی بات ہوتی ہے۔ مرتبان میں پونڈ تھے اور اب نہیں۔

نورالقمر: نہیں تو نہ سہی۔ سو بار نہ سہی۔ ہزار بار نہ سہی! مجھے کیا خبر؟ میں آپ کے پونڈ چرانے والا ہوں؟

نعمت خاں: (بھڑک کر) تو آخر گئے کہاں۔

نورالقمر: (طیش میں آکر) جانے میری بلا! آخر گئے کہاں۔ میں نے جو کیا ہے مجھے کچھ خبر نہیں۔

نعمت خاں: تمہیں کچھ خبر نہیں! یہ ناممکن ہے۔ کہ تمہیں خبر نہ ہو۔ تم محض مجھے ستانے کے درپے ہو۔ ادھر لاؤ میرا روپیہ۔

نورالقمر: ارے مجہول! کونسا روپیہ؟ کہیں دیوانے تو نہیں ہوگئے

نعمت خاں: دیوانے کسے کہتے! کونسا روپیہ! تمہیں بتاوں کونسا روپیہ؟

وہ روپیہ جو مرتبان میں تھا۔ تمہیں نور القمر ہو؟ تمہیں ممتاز الحسن کے فرزند ہو؟ بے شرم بے حیا۔

نور القمر — میں کہتا ہوں زبان سنبھال۔ دیوانے کا بچہ کسکو کہا ہے۔ پٹاخ پٹاخ باتیں کر رہا ہے۔ اتنا سا منہ اور دس گز زبان حاجی بننے گیا تھا یا پاجی؟

نعمت خاں — پاجی کے بچے۔ شیطان۔ روپیہ ہضم کرتے ہو۔ بے ایمان۔ تمہیں بھلا مانس کون کہتا ہے۔ اگر تم میں ذرا شرافت بھی ہوتی۔ تو امانت میں خیانت نہ کرتے۔ میرے پونڈ نہ چراتے میں اب بھی کہتا ہوں کہ میرا روپیہ دے دو۔ ورنہ دیکھنا کچہری میں تمہیں سیدھا کر دوں گا۔

نور القمر — واہیات! چلو پھر کچہری کونسی دور ہے۔ ابھی معلوم ہو جائیگا کہ حاجی جی میں کتنی بھلمنت بٹ ہے؟

دونو ایک دوسرے کا دامن پکڑے کچہری کی طرف ہو لیتے ہیں

(باقی آئندہ)

ریویو

الفلاح" ایک مذہبی رسالہ ہے جو انجمن اشاعت اسلام جالندھر کی سرپرستی میں محترم مولانا مولوی عبد الحق صاحب عباسی کی زیر ادارت ہر انگریزی مہینہ کے شروع اور وسط میں جالندھر شہر سے شائع ہوتا ہے۔ ہم نے اسکے متعدد نمبر بالاستیعاب دیکھے ہیں اور ہمیں یہ ظاہر کرتے ہوئے خاص مسرت حاصل ہوتی ہے کہ اس چھوٹے سے رسالہ نے اغیار کے سامنے اسلامیات کی صداقت پیش کرنے کا نہایت اعلی طریق پر ذمہ اٹھایا ہے۔ اشاعت کرنے کیلئے جس سنجیدگی اور خوش اسلوبی کی ضرورت عام طور پر آجکل مبلغین کو ہوا کرتی ہے۔ وہ الفلاح کے اوراق سے کچھ اس انداز سے ترشح ہے کہ اس کا صحیح ذوق صرف مطالعہ پر ہی موقوف ہے۔ مضامین ویسے ہیں جنکو آجکل پیش کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ عبارت سادہ اور مضمون پسندیدہ۔ کونسا ورق ہے۔ جو مذہب باطلہ کے بطلان کا مجسم ثبوت نہیں۔ لیکن افسوس تو اس امر کا ہے کہ جو پڑھتے ہیں ان پر تمام خوبیاں پہلے ہی سے عیاں ہیں اور جن کو بتلانے سمجھانے اور آگاہ کرنے کی ضرورت ہے وہ خدا کے غضب سے پڑھنے کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ چندہ سالانہ للعہ نمونہ ۲ر دفتر انجمن اشاعت اسلام جالندھر سے طلب کیجئے

لاہور کو اپریٹو پرنٹنگ سٹیم پریس وطن بلڈنگس باہتمام میاں فیروز الدین صاحب پرنٹر چھپا اور مبارک علیخان پبلشر نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۵۵۶

اللہ اکبر

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

ترجمہ

(بے شک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے)

اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا ایک ماہوار رسالہ

جو

زیر اہتمام دارالاشاعت اسلام لاہور

ہر انگریزی ماہ کی پندرھویں کو شائع ہوتا ہے۔

چندہ سالانہ دو روپے آٹھ آنہ صرف۔

قیمت فی پرچہ ۳/

ایک شاعر کی قومی نظمیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
بلال	۲ر	حبِ وطن	۳ر	مدینے کی کھجور	۳ر
شکوہ	۲ر	مناجات بیوہ	۳ر	فریادِ یتیم	۲ر
جوابِ شکوہ	۴ر	کلامِ نیرنگ	۱۰ر	نغمۂ توحید	۳ر
نالۂ یتیم	۲ر	پیغامِ عمل	۱ر	شعلۂ طور	۳ر
فریادِ امت	۳ر	فریادِ جرس	۱ر	گورِ غریباں	۲ر
اکبری اقبال	۳ر	دردِ پنہاں	۲ر	ہمارا خدا	۱ر
تصویرِ درد	۴ر	نعرۂ توحید	۳ر	ہمارا رسول	۲ر
صوتِ [illegible]	۴ر	پیامِ دل	۳ر	ہمارا قرآن	۲ر
[illegible]	۴ر	قبلہ نما	۲ر	اخوت	۱ر
[illegible]	۲ر	پیکرِ نور	۳ر	خیرات	۱ر
[illegible]	۴ر	خطاب بہ مسلم	۳ر	میرا خواب	۲ر
[illegible]		ستاروں کا گیت	۲ر	ندائے غیب	۱ر
[illegible]	عہ	ایثارِ مسلم	۲ر	خیالی محفل	۳ر
[illegible]	۴ر	شکریہ یورپ	۲ر	عرضِ حال	۲ر
[illegible]	۲ر	موجِ زمزم	۳ر	آہنگِ عمل	۳ر
[illegible]	۲ر	سوزِ بیوہ	۲ر	اجڑی ہوئی محفل	۳ر
[illegible]	۳ر	اچھے کپڑے	۳ر	تصویرِ ناداری	۲ر
[illegible]	۲ر	جوگی اور ناظر	۲ر	دربارِ رسول	۳ر

ملنے کا پتہ :- منیجر رسالہ اسلام نولکھا نمبر ۴ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام

مدیر صوفی عبد العزیز

جلد ۳ | بابت ماہ جنوری سنہ ۲۵ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ | نمبر (۱)

فہرست مضامین

رسالہ "اسلام" کا سالانہ چندہ جو صاحب بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائینگے۔ انکو کتاب آریہ مذہب کا آئینہ قیمتی ایک روپیہ مفت نذر کی جائے گی۔

خاکسار منیجر

۷۸۶

اِسلام کا ماضی و مستقبل

بزرگان و برادران اسلام۔ ماہ مئی ۱۹۲۴ء کے رسالہ اسلام کے بعد ہماری ہر طرح کی کوششوں کے رسالہ شائع نہ ہو سکا۔ جس کا ہمیں بے حد افسوس ہے۔ اب اس پرچے کے ساتھ اسلام کا دوسرا سال شروع ہوگا۔ اس لئے اسلام کے ماضی اور مستقبل کے چند کلمے کہنے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔

اِسلام کا ماضی ہم معترف ہیں کہ اسلام کے پہلے سال میں ہم ناکامیاب رہے۔ اور متاسف ہیں کہ باوجود سخت جد و جہد اور ایثار و قربانی کے ہم آپ سے مبارکباد پانے کے مستحق نہیں سمجھے جا سکتے۔ کیونکہ ہم نہ وقت پر آپ کی خدمت میں رسالہ پہنچا سکے۔ نہ اس پایہ کے مضامین شائع کر سکے جو ہمارے پیش نظر تھے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ ہم اسلام کے انتظام و اہتمام سے غافل و بے پروا رہے۔ نہیں ہم نے اپنی طرف سے جہد و سعی اور ایثار و قربانی میں تا امکان قصور نہیں کیا۔ لیکن تنہا ہماری کوششیں اور ہماری قربانیاں کیا نتیجہ خیز ہو سکتی ہیں۔ جب تک آپ کی کامل معاونت و سرپرستی شامل حال نہ ہو۔ اگر آپ کچھ نہ کرتے صرف اسلام کی ترقی اشاعت میں کوشاں رہتے۔ تو دیکھتے کہ آج اسلام کیا سے کیا ہوتا۔ ہم نے اس عام بے توجہی و کس مپرسی کی حالت میں جسطرح اِسلام کو زندہ رکھا ہے۔ اس کو ہمارا دل جانتا ہے۔ یا ہمارا خدا۔

واللہ رسالہ کی مالی حالت ہرگز اس قابل نہ تھی۔ کہ رسالہ کو جاری رکھا جاتا۔ لیکن ہم نے جاری رکھا۔ جاری نہ رکھتے تو کیا کرتے۔ اسلام کی موجودہ حالت کی بناء پر ہم جاری رکھنے پر مجبور تھے۔ اس لئے کہ آج جبکہ مخالفین اِسلام کے لا تعداد اخبارات و رسائل نکل رہے ہیں۔ اِسلام جیسے خالص مذہبی رسالہ کی اس قدر شدید ضرورت ہے۔ کہ اگر نہ جاری ہوتا

تو جاری کیا جانا چاہئے تھا۔ پھر جاری رسالہ کو بند کر دینا مسلمانوں کی موت کے مترادف نہیں تو اور کیا تھا۔ اس لئے ہم نے اسلام کو جاری رکھا۔ کہ مسلمانوں کی زندگی پر حرف نہ آئے۔ صرف یہی نہیں کہ ہم نے اسلام کو جاری رکھ کر آپ ہی تک پہنچایا۔ بلکہ قریباً چار سو پرچے ہم نے غیر مسلموں میں مفت تقسیم بھی کئے۔ آپ کے سالانہ چندہ میں جتنے صفحات ہم آپ کو دے چکے ہیں۔ جسقدر غیر مسلمانوں میں تقسیم کر چکے ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھ کر غور فرمائیں۔ تو آپ کو بجز فائدہ کے نقصان نہیں ہوا۔ اور ہر طرح کی جانکاہیوں اور قربانیوں کا ہمارے لئے یہی کافی صلہ ہے۔ امید ہے۔ کہ آپ بھی بلند حوصلگی اور فراخ دلی کو کام میں لاکر اپنے کو مطمئن سمجھیں گے۔ آج آریہ اور عیسائی جس بے جگری کے ساتھ اپنے مذاہب کی ترویج و اشاعت میں روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ ان کا لحاظ کرتے ہوئے ہماری اور آپ کی معمولی قربانیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

اسلام کا مستقبل جلد ۳ کا دوسرا پرچہ انشاء اللہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ نکلے گا۔ جو سال بھر کے تمام پرچوں سے بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ پھر بتدریج ترقی پذیر ہوتا چلا جائیگا۔ آئندہ سے بہت سے مفید و دلکش ابواب و عنوانات کا اضافہ بھی کیا جائیگا تاکہ اسلام آپ کے لئے بیش از بیش فائدہ اور دلچسپی کا موجب ہو۔ اس لئے ملک کے بہترین اہل قلم کی اعانتیں حاصل کی جارہی ہیں۔

یہ نتیجہ نہ نکالئے گا۔ کہ اب اسلام کو آپ کی معاونت اور سرپرستی کی ضرورت نہیں رہی۔ امسال آپ کی اعانت و سرپرستی کی گذشتہ سال سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمارے تمام جدید انتظامات، ہماری تمام جدید مساعی، ہماری تمام توقعات کی کامیابی آپ کی اعانت و سرپرستی پر منحصر ہے۔ اس موقع پر ہمیں ایک دفعہ آپ کو اسلام کا مقصد اجرا بھی یاد دلانا ہے۔ اسلام کا مقصد اسلام کی تبلیغ و حفاظت اور مسلمانوں کی اصلاح و ترقی ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ فی زمانہ اسلام کی تبلیغ و حفاظت اور مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کی کیسی شدید ضرورت ہے۔ یہی وہ مقصد ہے۔ جو مسلمانوں کی موت و زیست سے ایسا گہرا تعلق رکھتا ہے۔ کہ اس کا پورا ہونا مسلمانوں کی زندگی ہے۔ اور نہ پورا ہونا مسلمانوں کی موت۔ پھر ایسے مقصد کے لئے مسلمان جس قدر بھی ایثار و قربانی کریں کم ہے۔ ہم آپ سے قوی امید رکھتے ہیں۔ کہ اس عظیم الشان اور اہم ترین مقصد کے حصول کے لئے آپ ہرگز جلد سالانہ

سے اسلام کی اعانت و سرپرستی سے دریغ نہ فرمائینگے۔ نہ اس کے حلقہ اشاعت کی توسیع میں جدوجہد میں کمی کرینگے۔ گذشتہ سال میں چار سو پرچے غیر مسلموں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس سال میں ہم کم سے کم دس ہزار پرچے غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے آپ سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتے کہ آپ خود اسلام کے بدستور سرپرست و معاون بنے رہیں اور دوسروں کو بنائیں۔

اس نمبر کے ساتھ قریباً تین صد اصحاب کا چندہ ختم ہوتا ہے۔ ہم ان کی خدمت میں نہایت ہی ادب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ براہ کرم اپنا اپنا چندہ مبلغ ؏ بذریعہ منی آڈر ارسال فرماکر عند اللہ ماجور ہوں۔ اگر اس رسالہ کے پہنچنے کے آٹھ دس دن بعد تک چندہ وصول نہ ہوا تو وصولی چندہ کے لئے کوئی پرانہ پرچہ وی پی کر دیا جائیگا۔ اس صورت میں آپ کو ؏ دینے پڑیں گے۔ نام دینے سے فہرست لمبی ہو جائے گی۔ اس لئے صرف ان اصحاب کے پرچہ کے ٹائیٹل پیج پر جن کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ سرخی سے رقم چندہ سالانہ لکھدی گئی ہے اگر یہ تمام اصحاب اپنا اپنا چندہ سالانہ ادا کر دیں۔ تو ہماری بہت سی مشکلات حل ہو کر رسالہ کی اشاعت باقاعدہ ہوسکتی ہے۔ اور رسالہ کو ہم ایک نئی شان کیساتھ جاری رکھ سکتے ہیں۔

جولائی سے نئی درخواستوں کا سلسلہ یک لخت بند ہو گیا ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے بزرگ تبلیغ کی تحریک کو دفن کر بیٹھے ہیں۔ مگر ہمارے پاس پرانے خریدار اسقدر ہیں۔ کہ اگر وہ اپنا اپنا چندہ باقاعدہ ادا کر دیں۔ تو رسالہ کو نہ صرف جاری رکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ ہم اسکا حجم بھی بجائے ۳۲ کے ۴۰ صفحہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ۳۲ صفحے کا رسالہ نہایت ہی ناکافی ہے۔ اب اس رسالہ کا زندہ رکھنا یا نہ رکھنا آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر اس کی امداد میں دریغ نہ فرمایئے اور اگر ضرورت نہیں تو پھر ہمیں آگاہ کر دیجئے۔ کہ اس سلسلہ کو بند کر دیا جائے۔ اور خواہ مخواہ کی زیرباری نہ اٹھانی پڑے۔ جون لغایت دسمبر کے پرچوں کی اشاعت میں وہی مالی پریشانیاں مانع رہیں جنکا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے۔ جو اصحاب اس رسالہ جولائی ۱۹۲۳ء سے خریدار ہیں ان کا چندہ اس نمبر کے ساتھ ختم ہو چکا ہے اس لئے براہ کرم وہ بواپسی ڈاک اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ہمیں ممنون فرمائیں۔ اگر خدانخواستہ آئندہ کے لئے سرپرستی منظور نہ ہو۔ تو بذریعہ کارڈ اطلاع دیں۔ تاکہ وی پی کے مزید خرچ سے دفتر محفوظ رہے۔

۷۸۶

(از جناب مولوی سید ارتضیٰ حسین صاحب)

تاریخ عرب کے تیرہ و تار اور ناہموار راہوں میں ہمارے ناظرین کی نگاہیں اکثر ٹھوکریں کھا چکی ہونگی۔ اور اس خدائی منزل میں ضرور گذر ہوا ہوگا۔ جو تین سو ساٹھ سنگین دل اور مغرور خداؤں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے وحدت میں کثرت کا سماں دکھا رہی تھی۔ بھلا اس سے ذلیل اور کیا گناہ ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اپنے خالق اور منعمِ حقیقی کو نہ پہچانے۔ لیکن آپ ہی انصاف کیجئے۔ کہ عرب کے غریب باشندے پہچانیں تو کس کس کو پہچانیں۔ جہاں جیبی اور دستی خداؤں کے لاتعداد کے سوا تین سو ساٹھ ڈیرہ دار خداؤں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ اس پر یہ اور غضب کہ بندوں سے کلام کرنا تو درکنار ان کا تکبر ایک خدا کو دوسرے خدا سے بھی بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر ان خداؤں کی قلعی کھلے تو کیوں کر۔ اور بندوں کے اعتقاد میں فرق آئے۔ تو کس طرح۔

یہ تو خداؤں کا باہمی رکھ رکھاؤ یا حفظِ مراتب کا دستور العمل تھا۔ اب ذرا بندوں کی ہوشیاری اور عقیدت شعاری ملاحظہ فرمایئے۔ مثل ہے ساجھے کی ہانڈی چوراہے میں پھوٹتی ہے۔ لہذا ان ناعاقبت اندیش بندوں نے اس شرکت کو بھی اپنے درمیان سے نکال باہر کیا۔ نہ رہے بانس نہ باجے بانسری۔ زید کا خدا الگ اور بکر کا الگ۔ بلکہ رات میں زید کا خدا دوسرا اور دن میں دوسرا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کثرت میں وحدت کا وجود مسلمات سے ہے۔ لیکن سچ کہیگا کیا اس گم سم کثرت میں ذرا بھی وحدت حقیقی کا پتہ چل سکتا ہے۔ قوم عرب کی یہ مشتے نمونہ از خروارے کیفیت ان کی ضلالت اور جہالت کا ایک دھندلا سا نقشہ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔

ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض کرتے ہیں۔ کہ ان بے بصیرتوں کے لئے اگر قوم عاد و ثمود اور فرعون و نمرود کے عبرت افزا داستانیں افسانۂ پارینہ ہو چکی تھیں تو اپنے زمانے کے قومی واقعات سے کیوں طاق نسیاں کی زینت کی اور "پند گیر از مصائبِ گراں تا نہ گیرند دیگراں ز تو پند"

پر کیوں عامل نہ ہوئے؟

لیجئے ان کی سرکشی اور ناحق شناسی عذاب خدا کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مگر واہ رے تیری بندہ نوازی عذاب آتا ہے۔ مگر مجسم رحمت بنکر۔ اور چشم نمائی ہوتی ہے۔ مگر نظر عنایت کو دامن میں لئے ہوئے۔

وہ نور ایزدی جسکو حضرت صفوت پناہ انگشت شہادت میں لے کر بہشت عنبر سرشت سے دار دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اصلاب شامخہ اور بطون طیبہ کی منزلیں طے کرتا ہوا اسی جہالت شعار قوم کے ایک معزز خاندان تک پہنچ چکا ہے۔ اور پشت حضرت عبداللہ سے جدا ہو کر اس تاریکی میں بھٹکتی ہوئی قوم کو ایک دو نہیں بلکہ بارہ چاند لگا دینے کا بیڑہ اٹھا لیتا ہے۔

اس ہونہار بچے نے قضائے ایزدی سے ماں باپ کی گود سے جدا ہو کر اولاً دادا اور پھر چچا کی دامن عاطفت میں پرورش پائی۔ لیکن تیور وہ ہیں کہ چہرے پر گردیتیمی ہوتے ہوئے دیکھنے والوں کی نگاہوں میں کھُبے جاتے ہیں۔ حضرت ابو طالبؑ کو بھتیجے کی رفاقت اور حفاظت میں جو دقتیں پیش آئیں۔ شعب ابوطالب آجتک زندہ رہ کر ان کی شہادت دے رہا ہے۔ یہ مقام اپنے ایک چھوٹے دروازے یا درہ کے ساتھ گویا کسی مومن کی قبر ہے۔ جس میں جنت کی طرف ایک دریچہ کھول دیا گیا ہو۔

بہرحال اس سعید بچے نے رشید ہو کر قوم کے دلوں پر اپنے حسن سلوک سے ایسا سکہ بٹھایا کہ تھوڑے ہی زمانے میں اپنے لئے "صادق" و "امین" کا گرامی خطاب لیکر چھوڑا۔ جوں جوں زینۂ عمر پر قدم بڑھتا گیا۔ سیادت و سعادت کے آثار جبیں مبارک پر نمایاں ہوتے گئے۔ سال عمر کا شمار چالیس تک پہنچا تھا کہ وہ ابر کرم رعد بنکر کوہ فاران پر قولوا لا الٰہ الا اللہ کے نعروں سے اسطرح گرجا کہ عالم کے دل دہل گئے۔ اور سرکشوں کے زہرے آب آب ہو گئے۔

تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے۔ کہ ہر تحریک کی کامیابی اس کی حقانیت اور روحانیت کیساتھ ساتھ محرک کی پامردی اور استقلال پر موقوف ہے۔ تحریک غیر معمولی سے غیر معمولی کیوں نہ ہو۔ لیکن محرک اگر اپنی دھن کا پکا نہ ہو گا۔ تو کامیابی کی صورت ہرگز نظر نہیں آسکتی۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ بانی اسلام کے عزم و ارادے میں کس درجہ کی پختگی ہونی چاہیئے۔ جبکہ اس نے دنیائے کفر کو جہان اسلام بنا ڈالنے کا بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور نیز اس عالمگیر اور کایا پلٹ تحریک کی حقانیت و روحانیت بھی محتاج بیان نہ ہونی چاہیئے۔

حقیقت امر یہ ہے۔ کہ اس برگزیدہ ہادی کو اس خدائی فرض کے ادا کرنے میں بڑی بڑی دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہؤا! اور ہر مصیبت کا اس اولوالعزمی سے مقابلہ کیا۔ جس کی نظیر دنیائے تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی ۔

کفار عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تحریک سے باز رکھنے کیلئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ شہر سے نکل جانے پر مجبور کیا گیا۔ برسوں قتل کے درپے رہے۔ رسول خدا کے ساتھ کل بنی ہاشم سے موالات ترک کی خرید و فروخت، نشست و برخاست، لین دین، بول چال غرض ہر طرح قطع تعلق کر لیا۔ یہانتک کہ بیرونی اشیا کی رسد بھی بند کر دی۔ اپنے ساتھ شفیق چچا اور دوسرے اعزا اور رفقا کو ان مصائب میں مبتلا دیکھ کر اس خاصۂ باری کو کبھی کبھی ملال تو ضرور ہوتا تھا۔ لیکن مجال کہ عزم و ارادے میں ذرا بھی استرخا پیدا ہو جائے۔

اتنی سختیوں اور کاوشوں کے بعد بھی جب رسول خدا کو مستقل پایا تو اب صنادید قریش بھی عاجز آ گئے۔ اور ان کی ہمتیں چھوٹ گئیں۔ حضرت ابیطالب کی معرفت آنحضرت کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ کہ آپ کو ہمارے خداؤں کی اہانت و تکذیب سے اگر تحصیل مال و منال منظور ہے۔ تو ہم سونے اور چاندی کے چبوترے پر آپکو بٹھا دیں اور اگر سلطنت کی خواہش ہو۔ تو عصائے سلطنت بھی حاضر ہے۔ اس کے علاوہ تمام قبائل عرب کی حسینہ اور جمیلہ عورتوں میں سے اپنے لئے آپ جسکو چاہیں منتخب فرمائیں لیکن ہمارے خداؤں کی تذلیل سے باز آئیں۔

بانی اسلام کا سنہرے حرفوں میں لکھنے کے قابل یہ جواب انکے استقلال کے ساتھ ساتھ اس تحریک کی حقانیت بلکہ حکم خداوندی ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ یعنی اگر اس میں ذرا بھی دنیا کا شائبہ ہوتا تو رسول اللہ کیلئے خاموش ہو جانے کا اس سے بہتر موقعہ ہو ہی نہیں سکتا۔ مال و جمال، عزت و حشمت، ریاست و سلطنت غرض وہ تمام چیزیں جن کی خواہش ایک عیش پسند اور بلند ہمت انسان کر سکتا ہے۔ یہاں اعلےٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ مگر اس بزرگ کی چشم حقیقت بیں ان چیزوں کی وقعت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ جو ہمیشہ دنیا کو ایک مردار اور طالبان دنیا کو سگ مردار خوار سے تشبیہ فرماتا رہا ہو۔ الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب۔

اللہ اللہ کیسا جذبات میں ڈوبا ہؤا جواب ملتا ہے۔

"عم بزرگوار آپ ان لوگوں سے کہدیجئے۔ کہ تمہارے ناز و نعم کے سامان اور جاہ و حشم کے اسباب تم ہی کو مبارک ہوں۔ اگر میرے ایک ہاتھ پر مہتاب اور دوسرے پر آفتاب رکھ دیا

جائے تب بھی میں اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا اور احکامِ خدا کی تعمیل میں ذرہ بھر سستی نہ کروں گا۔"

آیا ہادیٔ اسلام کا یہ جواب مسلمانوں کی رگ حمیت پر نشتر کا کام نہ کرسکا۔ اور کیا اب بھی انکے قدم تبلیغ کے میدان میں لڑکھڑاتے ہی رہینگے؟۔

اِسی چند سالہ زمانہ تبلیغ میں ہم کو بکثرت ایسے واقعات نظر آتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا ذکر مسلمانوں کے مردہ اور بے جان قالبوں میں اسلام کی روح پھونک دینے کے لئے صور اسرافیل کا کام کریگا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ آنحضرتؐ کو اگر کسی ایک فرد بشر کے ساتھ تبلیغ میں کامیابی ہوتی تھی۔ تو اپنی تمام گذشتہ جسمانی اور روحانی تکلیفوں کو بھول جاتے تھے

صنادید قریش میں آنحضرتؐ کا سب سے بڑا مخالف اور معاند ابولہب تھا۔ اس نابکار نے ایک روز آنجناب کے ساتھ ایسا جاہلانہ اور ظالمانہ سلوک کیا۔ جس کے بیان سے زبان قلم لال ہے۔ یعنی خاصہ باری کے جسم مطہر سے خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ مگر اس حالت میں بھی نفریں کے عوض رب اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ وردِ زبان تھا۔ اور بنی ہاشم کے گھروں میں اس وحشیانہ ظلم کے چرچے ہو رہے تھے۔ حضرت حمزہؓ کی اہلیہ گرامی محزون و مغموم اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی یتیم عبداللہ کی کس مپرسی پر ٹھنڈی آہیں بھر رہی تھیں۔ یکایک حضرت حمزہؓ کمان ہاتھ میں لئے ہوئے شکار سے واپس تشریف لائے۔ اور اپنی اہلیہ سے انکے ملال کا سبب دریافت فرمایا۔

عورتیں فطرتاً رقیق القلب ہوتی ہیں۔ آنکھوں میں آنسوں بھر کر کہنے لگیں۔ بنی ہاشم کی غیرت اور حمیت سلب ہوگئی۔ آج ابولہب نے تمہارے برادر زادے یتیم عبداللہ سے جو سلوک کیا ہے۔ اولادِ ہاشم میں آجتک کسی کے ساتھ نہیں کیا گیا تھا۔ دوسروں کا کیا ذکر ہے جب تم خود حقیقی چچا ہو کر اس کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

باوجودیکہ حضرت حمزہؓ اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ مگر خون نے کچھ ایسا جوش مارا کہ وہی کمان ہاتھ میں لئے ہوئے ابولہب کے گھر پر پہنچے۔ اور اس زور سے اس کے سر پر ایک کمان لگائی۔ کہ اس ملعون کا ناپاک خون زمین پر ٹپکنے لگا۔

بھتیجے کا بدلہ لے کر حضرت حمزہؓ کا دل کچھ ٹھنڈا ہوا۔ اور اب برادر زادے کی تلاش میں چلے۔ تھوڑی جستجو کے بعد ایک درخت کے نیچے آنحضرتؐ کو نہایت سقیم حالت میں پایا۔ حضرت

حمزہؓ کہنے لگے جان عم تم غمگین نہ ہو۔ میں نے تمہارے دشمن سے تمہارا بدلہ لے لیا۔ اور اُس کو اس کے خون سے نہلا دیا۔ غالباً اب تم مجھ سے بہت خوش ہوئے ہو گے۔

حقیقت میں حضرت حمزہؓ کا یہ خیال کوئی نیا خیال نہ تھا۔ ظالم سے بدلہ لینے کے بعد مظلوم کی خوشی ایک فطرتی بات ہے۔ اگر آنحضرت جناب حمزہؓ کے گلے میں باہیں ڈالکر پیشانی پر بوسہ دیتے۔ تو محل تعجب نہ تھا۔ لیکن اس بزرگوار کی خوشی تو رضائے مرضئے الہیہ پر موقوف ہے آپ نے فرمایا چچا میں آپ سے صرف اتنی سی بات پر خوش نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب تک کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمدٌ رسول اللّٰہ میں آپ کو اپنا ہم آواز نہ پاؤں گا۔ میں ہرگز آپ سے خوش نہیں ہو سکتا۔

اس جواب نے حضرت حمزہ کے سامنے حقانیت اسلام کا ایسا نقشہ کھینچا۔ کہ فوراً کلمۂ شہادتین پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور پیارے بھتیجے کو چھاتی سے لگاکر فرمایا میں سچے دل سے دین خدا اور تمہاری رسالت کی تصدیق کرتا ہوں۔ اب کسی کی مجال نہیں جو تمہاری طرف آنکھ اُٹھائے۔

اسلام اور بانی اسلام کی اسی حقانیت اور روحانیت کا اثر تھا۔ کہ صرف تیرہ ۱۳ سال کی قلیل مدت میں مشرق سے مغرب تک ملت بیضا کا ڈنکا بج گیا۔ اور مسلمانوں میں علم۔ خلق مساوات۔ صلۂ رحم۔ ایثار دیانت وامانت وغیرہ وغیرہ اوصاف حمیدہ وصفات جمیلہ کی ایسی روح پیدا ہو گئی۔ کہ ان کا طرز معاشرت دیکھنے والوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ جسقدر یہ اوصاف عام نگاہوں کے سامنے آتے گئے اتنا ہی اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوا ہے۔ کہ اسلام کے ایک ایک نام لیوا نے بات ہی بات میں پچاس پچاس آدمیوں کو اپنا ہم آواز بنا لیا ہے۔ اگر لکھا جائے تو ان سچے مسلمانوں کا ایک ایک وصف ایک مستقل رسالہ کا سرمایہ ہو سکتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے۔ کہ ایک مسلمان کا ہدیہ دس دس اور بیس بیس مسلمانوں کے گھروں سے ہوتا ہوا پھر اسی مسلمان کو لوٹ کر پہنچ گیا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ گو ہر ایک ان میں سے صاحب احتیاج تھا۔ مگر دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھتا تھا۔

جس بات نے اسلام کی خوبیوں کو اور چار چاند لگا دی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ بانی اسلام کی یک رنگی اور مساوات تھی۔ واقعات شاہد ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے اپنے لئے عام مسلمانوں

کے مقابلے میں کوئی دنیاوی اعزاز و امتیاز تجویز نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ ہر اسلامی خدمت میں مسلمانوں کے برابر کے شریک تھے۔ چاہے وہ مدینہ طیبہ میں مسجد بناتا ہو۔ یا اُسکے گرد خندق کھودتا۔

صاحب تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۲۹۶ پر غزوہ بدر کے حالات میں کفار کے سامنہ سامان اور مجاہدین اسلام کے بے سامانی کے تحت میں لکھتے ہیں:۔

تین سو تیرہ مسلمانوں کی تعداد میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ہر اونٹ پر باری باری تین آدمی سوار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ رسولِ خدا کی سواری کا اونٹ بھی شرکت سے خالی نہ تھا۔ کبھی آنحضرتؐ خود سوار ہوتے تھے۔ اور کبھی حضرت علیؓ مرتضیٰ اور کبھی زیدؓ بن حارثہ۔

نبیٔ اسلام نے اس طرزِ عمل سے عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اور بادشاہوں سے اپنے سامنے سرِ تسلیم خم کرالیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک وفد بادشاہ حبش کے دربار میں پہنچکر صرف ایک سوال کا جواب دیتا ہے۔ اور بھرے دربار کو مسلمان بنا ڈالتا ہے۔ بنیٔ اسلام کے تزک و احتشام اور انکے ماننے والوں کی امارت و غربت کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ ہمارے رسولؐ کی شوکت و حشمت سے کیا غرض۔ انکے گرد و پیش غریبوں اور فقیروں کا مجمع ہے۔ اور انہی کے درمیان فرشِ خاک پر بیٹھے ہوئے فرماتے ہیں۔ فقیر مجلس مع الفقراء و غریب مجلس مع الغرباء ایک غریب او فقیر غریبوں اور فقیروں میں بیٹھا ہوا ہے نہ معلوم اس مختصر فقرہ میں کیا برقی قوت ہے۔ کہ دفعتہً تمام دربار کلمہ طیبہ کے نعروں سے گونج گیا۔ اسلام اور بانی اسلام کے یہی اخلاق و عادات وہ تلوار تھی۔ جس کے سر پر آج ترویج اسلام کا سہرا باندھا جاتا ہے۔ اور آنکھ بند کرکے کہنے والے کہتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار کی دھار سے قائم کیا گیا ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

ہمارے اس مضمون کو یہاں تک پڑھنے کے بعد ناظرین کو اس سوال کا حق ہے کہ اب وہ اسلام کی خوبیاں اور وہ دن دونی اور رات چوگنی ترقیاں کیا ہوگئیں؟۔ آج کہیں مسئلہ ارتداد کا رونا ہے۔ اور کہیں انہدام مساجد کی فریاد۔ کوئی ہندوؤں اور آریوں کے مسلمانوں سے مقاطعہ کر دینے کی دھمکی پر آہیں بھرتا ہے۔ اور کوئی غیر قوموں کے ناروا سلوک پر آنسوں بہاتا ہے۔

ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ اسلام اب بھی ان الزاموں اور تہمتوں سے کوسوں دور ہے۔ اسلام معاذ اللہ کسی پتھر کی مورت کا نام نہیں۔ جس کے سر پر یہ الزام تھوپ دیئے جائیں۔ بلکہ اسلام مسلمانوں کے انہی اعمال و افعال کا نام ہے۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

پس اس صورت میں تمام الزاموں کا جوابدہ مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے۔

افسوس مسلمانوں نے اسلام کی تعلیم کو بھلا دیا۔ احکام اسلام کی پابندی چھوڑ دی۔ ہرزہ گردی اور آوارہ گردی کو اپنا شعار بنایا۔ اور اسراف و اتلاف کو اپنا مایہ افتخار سمجھ کر محرمات شریعہ پر اصرار کیا۔ پس جب مسلمان مسلمان ہی نہ رہے۔ تو اشاعت اسلام معلوم کہتے ہیں لوگ مسلمان تباہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مسلمان ہی نہیں۔

آپ ہی انصاف کیجئے کہ ان بیچارے ملکانہ ٹھاکروں کے روشن خیال مسلمان بنانے کے لئے آج یا اس وقت سے پیشتر مسلمانوں کیطرف سے کون سا وفد اٹھا۔ یا کس عالم جلیل القدر نے اپنے وعظ و پند سے مستفید فرما کر انکو ایک پکا اور سچا مسلمان بنانے کی کوشش کی۔ اگر تعلیم اسلام کے موافق ہم ان کو روشن خیال اور راسخ الاعتقاد مسلمان بنا لیتے۔ تو آج انکا بچہ بچہ اسلام کا ایک مناظر ہوتا۔ اور شردھانند اور پنڈت مالویہ کی تحریکیں ہمارا ایک بال بھی بیکا نہ کر سکتیں۔ آنچہ براست از ماست۔

کاش مسلمان اب بھی گذشتہ را صلواۃ کہہ کر اسلام کی ہدایتوں پر کاربند ہو جائیں اور تبلیغ اسلام میں اپنا خون اور پسینہ ایک کر ڈالیں۔ تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ اسلام کے اوصاف حمیدہ ایسے نہیں ہیں۔ جن کے مقابلہ میں کسی بے اصول مذہب کو فروغ ہو سکے۔ مگر افسوس آج مسلمانوں کے زمام اختیار ہم ایسے لیڈروں کے ہاتھ میں پاتے ہیں۔ جو اپنے غرض آمیز تحریکوں کی کامیابی کے لئے اسلام کا خون ٹھنڈی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور حقیقت میں اسلام کے مٹ جانے ہی پر ان کی کامیابیاں موقوف ہیں۔

اللہ اللہ خانہ خدا میں ممبر رسولؐ پر ایک مشرک کی نشست۔ اور وعظ۔ اور اس عامیانہ فعل پر مسلمانوں کی زبان سے تحسین و آفرین کی صدائیں اور تکبیر کے نعرے۔ ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

کیا ہم اب بھی مسلمانوں سے دریافت کا حق نہیں رکھتے کہ ریاست بھرت پور کی ڈھائی ہوئی مسجدیں کس گردن کا طوق ہونگی۔ اور قیامت تک کس کے لئے دست بدعا رہیں گی۔ توحید کے نام ہنا دعلمبر دار و اسلام کا انمول خون تمہاری ہی گردنوں پر ہے۔

ہمارے ایک روشن خیال اور معزز دوست نہایت تعجب کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:۔ "تعجب ہے کہ مسلمان اپنے ضروریات زندگی کو کیوں اپنے ہاتھوں میں نہیں لے لیتے؟

کیوں ہندوؤں کو اسکا (مقاطعہ دنار واسلوک) موقع دیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو انکے سامنے ذلیل ٹھہراتے ہیں"۔

اس مشورہ کے لیئے ہم اپنے محترم دوست کے احسانمند ہیں اور ایک مدت مدید کے بعد اس ضرورت کے محسوس کرنے پر ان کو مبارک باد دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ قرآن جس پر اسلام کا دارومدار ہے۔ ابتدا ہی سے (انما المشرکون نجس الخ) کی صدائیں بلند کر رہا ہے۔ اور مشرکین سے مقاطعہ کرنیکا قطعی حکم سناتا ہے۔ مگر مسلمان ہیں کہ مشرکین کی نجس چیزوں پر جان دیتے ہیں۔ چاہے آیات قرآنی میں تاویل کرنی پڑے۔ مگر مشرک کی پکوڑیاں نہ چھوٹیں مسلمانوں حمیت سے کام لو۔ اور میدان عمل میں گامزن ہو۔

تعمیر ملت

(از جناب مولوی انوار حسین صاحب رسوا)

ہر ایک معمار جب کسی مکان کی تعمیر کا ارادہ کرتا ہے۔ تو وہ اس کے لیئے صرف مادی مصالحہ ہی کو مہیا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ذہن میں وہ تمام کیفیتیں جمع ہوتی ہیں۔ جو مکانکی موزونیت کے لیئے لازمی ہیں۔ اس کے مقابل کسی قوم یا ملت کی تعمیر و تنظیم جسقدر مشکل ہے۔ اس کا علم سچے رفارمر اور لیڈر ہی کو خوب ہو سکتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اقوام و ملل کے بناؤ بگاڑ اور ان کے بانیوں یا مجددوں کے حالات پر غور کروگے۔ تو تم کو کھل جاویگا۔ کہ اس مقصد میں کامیاب ہونے والی چند ہی ہستیاں گذری ہیں۔ ورنہ قوم پرستی و ملت سازی کے مدعی سینکڑوں گذرے ہیں۔ جنہوں نے چندروزہ افتراق بین الناس کا زلزلہ دنیا میں پیدا کیا اور چل بسے۔ عمرانی کیفیتوں پر فتح یاب ہونا قدرت نے شاذونادر ہی ہستیوں کو نصیب کیا ہے۔

ایام عرب کی تمام داستان سن جاؤ۔ اور عربوں کے طریق بود و ماند کو بھی بخوبی جانچو اس کے بعد تم کو یہی نتیجہ نکالنا پڑیگا۔ کہ یہ انسان نما ہستیاں باوصف۔ ہم قوم۔ ہم وطن۔

ہم جنس اور ہم عقیدہ ہونے کے قولاً فعلاً اسقدر ایک دوسرے سے بیگانہ ہیں۔ کہ اگر ان کو تعمیر ملت کا ایک افتادہ مصالحہ کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ بدقسمتی سے ایام عرب کا زمانہ آجکل مسلمانوں پر ہی صادق آ رہا ہے۔ جو عرصہ سے کسی ہوشیار اور قابل مہندس کے ظہور کا عرب کے غیر ذی زرع ریگستان میں منتظر تھا۔ جس کو عرب کے ملت پرست نہیں بلکہ ملت ساز مہندس قدرت کے لاڈلے رسول سید المرسلین محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیری کیفیت میں ڈھال کر مدبرین عالم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے متحیرانہ انگشت بدنداں کر دیا۔

یہ وہ افتادہ ناقابل توجہ قوم تھی۔ جس کو انبیائے بنی اسرائیل نے بھی رشد و ہدایت کی مشعل نہ دکھائی۔ اور جس گھر کی تقدیس و تعظیم اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ؕ سے ہی فراموش کر کے نسلی امتیاز کا جدید قابل عبادت گھر فلسطین میں تعمیر کیا اور اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم کی تجدید و تعمیر کعبہ کی سنت کا کچھ پاس و لحاظ نہ رکھا۔ بالآخر بموجب پیشین گوئی یسعیاہ نبی باب۶

میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا۔ اس کے بدلہ کہ تو ترک کی گئی اور تجھ سے نفرت ہوئی۔ ایسی کہ کسی نے تیری طرف گذر ہی نہ کیا۔ میں تجھے شرافت دائمی اور پشت در پشت کے لوگوں کو مسرور بناؤنگا۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس منتشر الحال قوم کو ایک صدائے حق پاش میں جمع کیا وہ بمصداق صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ؕ تھی ایسی گونگی بہری اندھی اپنی خبر سگالی و فوز و فلاح کیطرف توجہ نہ کرنے والی قوم کو اصلاح پذیر کرنا کسی انسان کا کام نہیں۔ جب تک قدرت ہی اعانت نہ فرمائے۔

آپ نے آغاز بعثت سے تا یوم ہجرت اپنے ہم وطن و ہم قوم اہل مکہ کو طرح طرح سے دعوت فوز و فلاح دی۔ اور ان ہزاروں ہستیوں میں سے چند ایسی بیمثل ہستیاں آپ کی دعوت خیر کی گرویدہ ہوئیں۔ جنکا مثل کوئی امام اُمت پیش نہیں کر سکتا۔ یہی متعدد صورتیں دراصل ملت کے ارکان و ستون قرار پائے۔

آپ نے نہ صرف دنیا میں نئی قوم بنانے بلکہ ملت ابراہیمی کے متفرق اجزا کو مجتمع کرنے کی سعی فرمائی۔ اگر آپ میں بالکل بشریت کا خود مختارانہ جذبہ ہوتا۔ تو یقیناً آپ کیسی ہی بے نفسی سے کیوں نہ کام کرتے۔ ایسی بے مثل کامیابی آپ کو کبھی نصیب نہ ہوتی اور آپ کے

طریق عمل میں ایسی بے شمار لغزشیں پائی جاتیں جن کو زعم بشریت مستحسن تصور کرتا ہے۔ اس لئے جب ہم آپ کو مامور من اللہ جانکر آپکے طریق عمل پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔ تو کلام پاک میں بہت سی ایسی شہادتیں مل جاتی ہیں۔ کہ جو کچھ آپ نے کیا۔ وہ عین منشائے الہٰی تھا۔

.... اور

جو کچھ وحی الہٰی کا مقصود ہوتا پہلے اپنے کو اس کے لئے دلیل عمل بناتے۔ اس کے بعد لوگوں کو دعوت دیتے۔

کلام پاک کو جو کوئی شخص خود بخود مطالعہ کرے۔ تو اس کو کوئی آیت ایسی نہ ملے گی۔ جس کا منشا نبی کریم کی رہنمائی نہ ہو۔ یہ بات صرف اسلام ہی نے واضح کرکے دکھائی ہے کہ تعمیر ملت کے وقت جمہوریت انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی پہلے سعی کی جائے تاکہ وہ متحد الخیال بنکر ایک دوسرے کے لئے صحیح مددگار ثابت ہو سکیں۔ انسانوں کا متحد الخیال و متفق العقیدہ ہونا ہی تمام عمرانی کیفیت کی پختہ بنیاد ہے۔ اگر اس میں ہی رہے تو قصر ملت بھی خام ہوگا۔ اور کسی حوادث زمانہ کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

عرب کا منتشر الخیال ہونا تاریخی مسلمات سے ہے۔ وہ گوناں گوں عقاید کے دلدادہ تھے گو ان میں اصنام پرستی کا بالکل ایسا ہی زور تھا۔ جیسا ہم ہندوستان میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی ایک امید کی موروثی جھلک ضروری باقی تھی۔ یعنی ایک غایب ہستی اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایسا مجروح تصور جو ان کے خود ساختہ بتوں کی سفارش سے حاجت روائی کرتا تھا۔

اس افسردہ جھلملاتی ہوئی شمع توحید کو سنت ابراہیمی کی تجدید کے لئے ہاتھ میں لیا اور ہستی باریتعالیٰ کے یقین کو مشترکہ ملل و اقوام قرار دے کر صحیح پیرائے میں سے ثابت کر دیا۔ کہ تمہارے بنائے ہوئے معبود اس وحدۂ لاشریک ہستی کے حضور کچھ بھی الوہیت و ربوبیت کا دعوےٰ نہیں رکھتے۔ نہ یہ اپنے ہی درد کے دوا ہیں نہ دوسروں کو نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہی وہ سچی اور دلوں پر چپک جانے والی آواز تھی۔ جس پر کچھ زبانوں نے لبیک کہا۔ اور پھر متواتر آیت یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا تک ترقی ہوتی رہی۔

اب تک تجدید تھی۔ لیکن اس کے پہلو بہ پہلو ملت سازی کا کام شروع ہو گیا۔ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے۔ اس نئی عمارت کی بنیاد میں وہ صاف شفاف پختہ ہستیاں منتخب ہوئیں۔ جنکو نہ کوئی زلزلہ کوئی انقلابی حادثہ کسی دشمنی کا نوکیلا کدال اپنی جگہ سے جنبش نہ دیکا

نبی کریمؐ ان ارکان ملت کو دس سال اور کچھ مہینوں تک برابر تعلیم تلقین سے صاف کرتے رہے اور جب ان کا بن موزبانِ حال بنکر بول اٹھا۔ کہ ہمارا مرنا جینا۔ چلنا پھرنا۔ ملنا جلنا تمام سرایہ حیات اللہ ہی کے واسطے ہے۔ اور نبیؐ کے زبان سے جو کچھ نکلتا ہے۔ وہ وحی الہٰی ہے۔ ہمیں کسی عنوان میں اس سے انحراف و اختلاف نہ ہوگا۔ یہ دعویٰ یا اقرار صرف زبانی نہ تھا۔ بلکہ عملی ازمائشوں سے ثابت کر دکھایا۔ لیکن کیسی عجیب بات ہے۔ کہ ارض بطحا کا مصالحہ یثرب کی تعمیر پر کام آیا۔ اور مہاجر و انصار کے میل ملاپ سے اسلامیت کی تعمیر ہوئی۔

نعت

وہ باطن کے پردے اٹھانے لگا جمالِ رسالت دکھانے لگا ؏
نظر نورِ حق سب کو آنے لگا۔ ؏

شگوفہ نیا گل کھلانے لگا چمن کا چمن مسکرانے لگا
وہ بطحا میں جب آنے جانے لگا۔

گرے بُت، صنم خانے ویران ہوئے ضلالت کے گیسو پریشان ہوئے
وہ جب اپنا جلوہ دکھانے لگا۔

نہ دو اس کو نسبت مسیحا کیساتھ وہ اُمّی تھا اوصافِ یکتا کیساتھ
کہ حکمت کے دریا بہانے لگا۔

جب اسلام کی شمع تاباں ہوئی عجب رونقِ بزم امکان ہوئی
دِیا کفر کا ٹمٹانے لگا۔ ؏

یہی نور تجھ کو بھی چمکائے گا اُجالا اسی کا نظر آئے گا ؏
ذرا دل تو غافل ٹھکانے لگا ؏

(محمود۔ اسرائیلی)

حضرت فاروقؓ

(از رشحات قلم حضرت مولینا مولوی محمد لطیف اللہ صاحب خستہ انصاری)

اے عمر فاروق اعظم تجھ پہ ہو میرا اسلام
گلشن اسلام تجھ سے آج تک ہے شاد کام

تیری شفقت عام تھی اے حامئ شرع متیں
تیرے آگے تھے مساوی ہوں وہ آقا یا غلام

تو نے اغیاروں پہ بھی کی تھی ترحم کی نظر
تیری وہ دریا دلی کیا تھی سخاوت خاص و عام

بن گئے آقا غلاموں سے ہزاروں اے شہا
یہ مساوات عمومی کا تھا تیرے انصرام

بارہا تو نے کہا جس کو غلاموں سے ہو عار
اس پہ ہے لعنت خدا کی رات دن اور صبح شام

کل مومن اخوۃ پر تو رہا ثابت قدم
بس اسی باعث ہوا تجھ کو فروغ و احتشام

بت پجا کرتے تھے دعوے تھا خدائی کا کہیں
سرزمین کفر کو تو نے کیا دار السلام

خلق کی تلوار سے تو نے کیا فتح عظیم
بچہ بچہ کو پڑھایا کلمۂ خیر الانام

. . . .

جھک گئے سر سرکشوں کے بھی تیرے اخلاق سے
سب نے خود کلمہ پڑھا اور پی لیا وحدت کا جام

- - - - - - - - - - - -

واہ کیا تھی سادگی اے فاتح اعظم تیری
یاد ہیں مجھ کو تیرے بیت المقدس کے خرام

تو نے سیکھا تھا چلن سب بانئ اسلام سے
اور رہا ثابت قدم اس پر ہمیشہ لا کلام

زندگی تو نے گذاری خدمت اسلام میں
پیروئ دین حق کا ہے تجھی پر اختتام

حق پرستی راست گوئی سے کیا تبلیغ دین
اس لئے منوا ہی چھوڑا دہر میں مسلم کا نام

تھے قوانین و قواعد سب تیرے قرآن کے
اسوۂ حسنہ رسول اللہ تھا قائم مقام

اتقا پرہیزگاری خاص تھا شیوا تیرا
قلب مسلم میں اسی باعث ہے تیرا احترام

امتیاز حق و باطل سے ہوا فاروق تو
کل قبائح اور ذمائم کو سمجھتا تھا حرام

غیر ممکن تھا کوئی تبلیغ کرتا اس طرح
بعد آقا شان اسلامی میں ہے تو نیک نام

مذہب اسلام میں تو نے لگائے چار چاند
روشنی ہے آج تک اس کے شعاؤں کی تمام

صبغۃ اللہ دل سے تھا مرغوب تجھکو اسلئے
رنگدیا وحدت کے رنگ میں بس یہی تھا التزام

تو شہنشاہِ جہاں تھا اے امیر المومنین — تھے تیری زیرِ حکومت مصر عرب و روم شام
اس پہ تیری کسرِ نفسی کی بھی کیا کیا شان تھی — تھے پھٹے کپڑے تیرے اور خشک کھاتا تھا طعام
مال و دولت جو غنیمت میں پہنچتے تھے بہم — کرتا تھا اپنے بیگانوں کو مساوی اقسام
تھی تیرے حق میں دعا میرے شہ لولاک کی — دین کی خاطر عمر دے گا عدو کو انہزام
سب کی دلجوئی تجھے مدنظر تھی رات دن — دل شکستوں کی ہمیشہ تو نے کی تھی التیام
بت پرستوں کے سروں کو تو نے توڑا خوب ہی — اور صنم خانوں کا بھی اکثر کیا تھا انہدام
کیں ہزاروں مسجدیں تعمیر اپنے عہد میں — خانقاہیں۔ مدرسے تو نے بنائے تھے تمام
سڑکیں نہریں اور کنویں تالاب سب بنوا دئے — بس رفاہِ عام میں دن رات تھا تو مستہام
مذہبی ملکی و اخلاقی ادب سکھلائے سب — سب کو آساں کر دکھایا جتنے تھے مشکل مہام
جب کبھی کچھ کام ملکی مذہبی درپیش ہو۔ — رائے سے سب کی ہمیشہ با یقیں کرتا وہ کام
گشت راتوں کو لگاتا۔ کون ہے کس حال میں — خدمتیں لوگوں کی تو پھر پھر کے کرتا تھا تمام
عافیت خلقِ خدا کی اور اشاعت دین کی — تھی یہی مدنظر تجھ کو ہمیشہ صبح و شام
خود تو لوگوں کے گھروں پہ جا کے کرتا کام کاج — تھی یہی تو اتباعِ حضرت خیر الانام
تھا عجب باطل شکن اور حامیٔ دینِ حنیف — شیر کے مانند روباہوں پہ کرتا اعتصام
تیری رگ رگ میں بھرا تھا خونِ اسلامی کا جوش — کانپ جاتا تھا ملک بھی دیکھ کر تیری حسام
تیرا ہی دل تھا ترا ہی کام تھا تو ہی تو تھا — دفعتاً ختم کر دیا سر سُن کے قرآن کا کلام
کیسی رافت کیسی شوکت کیسی حشمت تجھ میں تھی — بجتے تھے نقارے تیرے نام کے تا روم شام
تھے قبائل جو عرب میں ہوں وہ بچے یا ضعیف — دیتا تھا سب کو وظائف تھا یہ تیرا انتظام
جان و دل سے کرتا تھا عزت بنی ہاشم کی تو — یعنی وہ حضرت علی حسنین تھے عالیمقام
اتقا ایثار حسن خلق میں یکتا تھا تو — خلق اسلامی سے ہل جل کر بنا تھا تیرا نام
دھوم ہے تیری شجاعت کی جہاں میں آجتک — نورِ ایمان کے کرشمے تھے یہ سب اے نیکنام
تو نے قربان کر دیا نورِ نظر کو عدل پر — صاف ظاہر ہیں تیرے حق و صداقت کا کلام
پر تو نوری بنی کیا تجھ پہ تھا اے نیک ذات — کیا غضب ہے اس پہ بھی دیتے ہیں تجھ پہ اتہام
امہات المومنین کی دل میں وقعت تھی تیرے — اہلِ بیتِ پاک کی کرتا تھا دل سے احترام
ہے دعا خستہ کی یارب رات دن بہر رسول — منقبت لکھتا رہے حضرت عمر کی وہ مدام

"فریادِ اسلام"

(از رشحات قلم حضرت مولانا مولوی محمد لطیف اللہ صاحب خستہ انصاری)

آج جبکہ اسلام کے خرمن حیات پر رنج و غم اور ظلم و ستم کی بجلیاں گرائی جا رہی ہیں آج جبکہ دین فطرت کو مٹانے کی تدبیریں سوچی جا رہی ہیں۔ آج جبکہ پرستاران توحید اپنی مغافلت و مساہلت کی وجہ سے اپنی جانوں کے خود دشمن ہو رہے ہیں۔ آج جبکہ فرزندان اسلام اپنے حقیقی رشتہ اخوت کو شرافت و رذالت کے زہر آلودہ سوال کے خنجر خونخوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ آج جبکہ تفریق قومی کی بادِ مخالف سے دین فطرت کے مطلع کو غبار آلودہ کر رہے ہیں۔ اور باوجود ایک خدا ایک رسول ایک قانون قرآن کے رہتے ہوئے شیعہ، سنی، وہابی حنفی کی فرقہ بندیوں کے ناپاک جھگڑوں سے اسلام کو کمزور و ناتواں اور مطعون خلائق بنا رہے ہیں۔ آج جبکہ خدا اور رسول کے نافذ کردہ قوانین کے رہتے ہوئے بھی خود ساختہ رسم و رواج بدعت لہو و لعب کو اسلام کا شعار سمجھ رہے ہیں۔ اور آج جبکہ اسلام کی چودہ سو برس کی کمائی ہوئی دولت بیدریغ لٹائی جا رہی ہے۔

اسلام آہ مظلوم اسلام! آج اپنی مظلومی کا ہوش ربا منظر اور بیکسی کی داستانِ غم اپنی دردناک آواز کے ساتھ فرزندان اسلام کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ ہے کوئی آنکھ جو دیکھے۔ ہے کوئی کان جو سنے۔ اور ہے کوئی زبان جو لبیک کہے۔

اے مسلم خوابیدہ کیا تیری غیرت و حمیت بالکل بے حس ہو گئی۔ کیا تیرے پہلو میں بیقرار دل ہمیشہ کے لئے معطل ہو گیا۔ کیا تیری بصیرت والی آنکھیں اندھی ہو گئیں کیا تیرے دل کے گھرانے بالکل ویران ہو گئے۔ کیا تیری زبان بالکل گونگی ہو گئی۔ کیا وہ اسلامی سرخ خون جو تیری رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ سفید ہو گیا؟ اور آہ پھر وہ جبین نیاز جس پر مِنْ اَثَرِ السُّجُوْد کے درخشندہ نشان تھے۔ کیا تیری عبودیت کے سجدوں سے خالی ہو گئی۔

اے غافل شعار مسلم کاش وہ آنکھیں جو میری خشیعت سے اشکبار نہیں ہمیشہ کے لئے پھوٹ جائیں۔ اور وہ دل جو میری محبت سے خالی ہے۔ ہمیشہ کے لئے بیکار ہو جائے۔

اور کاش وہ زندگی جس کے شیرازۂ ادراک میں میری عبادت و ریاضت کا شوق و ولولہ نہیں ہمیشہ کے لئے غارت و برباد ہو جائے۔ آہ اے خود فراموش مسلم خوابِ غفلت سے ہوشیار ہو جا۔ عبرت کی عینک سے اپنی حالتِ زار پر غور کر کہ تو کون ہے۔ اور کیا ہے؟ تو گلشن اسلام کا گل شاداب ہے۔ خدا کی تمام مخلوق میں تو اشرف المخلوقات ہے۔ تمامی امم سابقہ میں تجھی کو خیر الامم کہا گیا ہے۔ اور کل بندگان خدا میں تو افضل ترین بندہ ہے۔ تو پرستارِ توحید ہے تو مسلم ہے۔ تو ناموس حق کا حامی ہے۔ اور تو ہی خدا کی زمین اور جنت الفردوس کا وارث ہے۔ تو ایسے بشیر و نذیر رؤف و رحیم رحمتہ اللعالمین کی امت ہے۔ جس کی شخصیت کی نظیر دونوں جہان میں نہیں۔ جس کی ایسی عظیم الشان نسبت ہو۔ اس امت کا یہ حال جس کے فخر و مباہات کا یہ عالم ہو۔ وہ محض اپنی غفلت و سستی سے اسطرح دنیا کی نظروں میں مطعون ہو۔ آہ آہ بھلا یہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ قوم بھی کسی زمانہ برسرِ اقتدار ہو گی۔ لیکن دنیا کی تاریخ بتا رہی ہے۔ کہ اسلام کی برکتیں اور مسلمانوں کی شان و عظمت کیا تھی؟ دنیا کے جس خطہ میں ان کا گذر ہوا۔ وہ رشک فردوس بن گیا۔ روئے زمین کے لوگ ان کی دولت سے مالا مال اُن کے فہم و فراست ان کے علم و فضل، ان کی تہذیب و مکارم اخلاق سے روشن خیال مہذب و خلیق ہو گئے۔ اور صرف مسلمان ہی نہیں۔ بلکہ دیگر اقوام بھی ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ اور ان کے آغوش عاطفت میں آ کر پناہ لی۔
کتب تاریخ کا ایک ایک ورق اسلام کی بیشمار برکتوں کی شہادت پکار پکار کر دے رہا ہے۔ آج بھی ان کی مٹی ہوئی نشانیاں اسپین کی بدقسمت سرزمین سے ظاہر ہیں۔ آہ یہ اسلام ہی تھا۔ جس نے اپنی ہر دلعزیزی خلق و مروت، علم و فضل سے ایک غیر آباد وحشی ملک کو آن واحد میں کیا سے کیا بنا دیا۔ اور ہاں یہ صرف اسلام ہی کا کام تھا۔ جس نے ایک ظلمت کدہ کو اپنے روحانی ادراک حقائق و معارف کے تیز شعاعوں سے بقعۂ نور بنا دیا تھا۔ جس کا اس قدر زبردست اثر وہاں کے باشندوں پر ہوا۔ اور وہ اس کے ایسے شیدائی ہو گئے۔ کہ انکی زبان طرزِ معاشرت کے علاوہ ان کی فطرت تک بدل گئی۔ اسپین پر اسلام کا اسقدر احسان ہے کہ دنیا کو آجتک اس کا اقرار ہے۔ مخالفین چاہیں انکار کریں۔ لیکن دار الحمرا کی ایک اینٹ جبتک باقی ہے۔ وہ زبان حال سے اس کی رہین منت رہیگی۔ آہ جبتک قرطبہ اور غرناطہ کے کھنڈروں میں فرزندان اسلام کی ہڈیوں کی خاک باقی رہیگی۔ اسلام ان پر ماتم کرتا رہیگا۔

اے اسلام کے خود فراموش فرزندو اسلام کی شان و شوکت، عنایات و احسانات انعام واکرام حق و صداقت عدل و انصاف تہذیب و شائستگی علم و فضل اور اسلامی حکومت کی حقیقت اور اس کی آن بان اگر دریافت کرنا ہو۔ تو غرناطہ کے کھنڈروں سے پوچھو۔ دارالحمرا کے درو دیوار سے پوچھو۔ اسپین کی بلند پہاڑیوں سے پوچھو۔ اندلس کی زمین سے پوچھو۔ اندلس کے آسمان سے پوچھو۔ اندلس کی خاک کے ذرّوں سے پوچھو۔ اور بحر روم کی روانی سے پوچھو آہ آہ اسلام کے عروج و ارتقا شان و تمکنت کا عجیب و غریب نقشہ کسطرح صفحۂ قرطاس پر کھینچوں۔ آہ کس قدر الم انگیز انقلاب ماتم خیز تبدّل اور دل ہلا دینے والا تغیّر ہے۔ کہ نہ قلم کو یارا نہ زبان میں طاقت اور نہ دماغ میں قوّت ہے۔ جو اُن گذشتہ واقعات کا دردناک افسانہ قلمبند کرے۔ آہ یہ بربادیاں کن کے ہاتھوں ہوئیں۔ یہ سب اپنے اعمال کا خمیازہ تھا۔ اِسلام کی باگ ہاتھ سے چھوڑ دینے کا یہ نتیجہ ہُوا۔ کہ اسلام کے خدا نے بھی ہم کو چھوڑ دیا۔ اور سب نعمتیں جو عطا ہوئی تھیں مجھ سے لے لی گئیں۔

او خوابِ غفلت میں سونے والے مسلمانو! جاگو جاگو۔ او خنید کے متوالو ہشیار ہو جاؤ۔ زمانہ نے کروٹ لی۔ اور قومیں تم سے آگے بڑھ گئیں۔ خدا کے لئے اٹھ بیٹھو۔ وقت ہاتھ سے جا رہا ہے۔ کیا انتظار ہے۔ کاش تم کو معلوم ہوتا۔ کہ تم دنیا میں کیوں بھیجے گئے ہو۔ آہ تمہاری حقیقت کا راز سربستہ کسطرح تم پر منکشف ہو۔ پھر کہونگا کہ حجاز کے تپتے ہوئے ریگستانوں سے اپنے دل کی افسردگیوں کا راز دریافت کرو۔ جبل بو قبیس کی سر بفلک چوٹیوں سے اپنے بلندیٔ خیال شان و تمکنت کا اندازہ کرو۔ ایران کے سبزہ زاروں سے اپنی پژمردگی دل کا موازنہ کرو۔ بغداد کے برباد شدہ علم و حکمت کا ماتم کرو۔ مصر و شام کی مٹی ہوئی شان و شوکت سے عبرت کا سبق حاصل کرو۔ اور خدارا اسلامی تاریخ کے ورقوں کو پڑھو۔ اور ہر ورق پر خون کے آنسو بہاؤ۔ اور پھر سب سے زیادہ سرکار مدینہ شہنشاہِ دوجہان گنبد خضرا میں آرام کرنے والے اور اسلام کے ناموس رسالت کے مالک کے روضۂ مطہر کی جالیوں سے مودبانہ اپنی جبین نیاز ٹیک کر اپنی بدبختی و بیکسی کی فریاد کرو۔ کہ اے رؤف و رحیم آقا تجھ کو تیری نبوّت کا واسطہ اپنی اُمت کی خبر لے۔ اے اپنی اُمت کے سرتاج تجھ کو تیرے اس حسینؑ شہید کربلا کا واسطہ جس مفتخر ہستی نے اس امت مرحومہ پر اپنے کو قربان کر دیا تھا۔ اپنی امت پر رحم فرما۔ اور اس کی ہدایت کی دعا کر۔ اے کشتیٔ اُمت کے ناخدا تجھ کو اس مقدس ترین ہستی جس کو

خیر النسا اور خاتون جنت کہا گیا ہے۔ اسی کی ذات مطہر کا واسطہ اپنی امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچالے۔

{ اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے۔ امت پر تیری آکر عجب وقت پڑا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہبان۔ بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے۔ }

اے اسلام کے فرزندو سوچو اور غور کرو۔ آج اسلام تم سے کیا چاہتا ہے۔ خدارا روز ازل کے عہد و میثاق کو یاد کرو۔ کہ تمہارے خدا نے تم سے کون سا عہد و پیمان لیا تھا۔

ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کے نافذ کردہ قانون حقیقی پر غور کرو۔

لیکن آہ تم نے تو یکسر ان کو بھلا دیا۔ تم کو دنیا میں اس لئے بھیجا گیا تھا۔ کہ تم اپنے کو کامل انسان بناؤ۔ گمراہوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کرو۔ دنیا کو حق و صداقت عدل و انصاف عفو و درگذر اخلاق و آداب کا بہترین سبق پڑھاؤ۔ اور وہ مقدس روحانی کتاب اس لئے تم کو عطا کی گئی تھی۔ کہ تم اس کو اپنا نصب العین قرار دو اور پھر ایک کریم الاخلاق رسول تم پر نازل کیا کہ اس کے اسوۂ حسنہ کو اپنا شعار بناؤ۔ لیکن آہ تم کو کیا ہو گیا۔ تم کس خیال میں ہو۔ جبکہ دنیا کی ساری قومیں جاگی ہوئی ہیں۔ تم خواب غفلت میں بے حس و حرکت پڑے ہو۔ دنیا کی ساری ہستیاں اپنے اپنے فرائض میں یکسر وقف ہیں۔ لیکن افسوس ایک تم ہی ہو۔ جو عضو معطل کیطرح محض اپاہج بن گئے ہو۔ آج سارے مکارم اخلاق اور عادات فاضلہ تعلیم و تربیت اور ساری خوبیاں جو تم کو عطا کی گئی تھیں۔ وہ دوسرے گھروں میں چلی گئیں۔ اور وہ ان سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ آہ آہ تم اس قدر ناخلف اور نااہل نکلے۔ کہ تم پر ہزاروں حسرت و افسوس کیا غضب ہے۔ کہ تم کو اپنی حقیقت تک کی بھی خبر نہیں۔ کہ تم کون ہو۔ اور کیوں ہو اور یہ قیمتی زندگیاں اور مفید اعضا، جوارح اور اس کے ساتھ ساتھ ایک خاص وقت تک تمہیں کیوں مہلت دی گئی تھی خدارا اب بھی سمجھو اور غور کرو۔ ورنہ یاد رکھو اس وقت کا کف افسوس ملنا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ جب کہ یہ مہلت مقررہ تمہاری ختم ہو جائے گی۔ اور زندگیاں تمہاری پوری ہو جائیں گی۔ اور یہ ظاہری خوبصورت پیکر خاکی جس پر تم کو بہت بڑا ناز ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جائے گا۔

اے غفلت شعار مسلمانو! بھلا بتاؤ تو سہی تم نے لفظ مسلمان کے مفہوم کو بھی سمجھا ہے؟ تمہاری کیسی شان و عظمت ہونی چاہئے تھی۔ خلق اللہ کے تم پر کسقدر حقوق ہیں۔

تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے۔ کہ تمہارے خدا نے تم دو مسلمانوں کے درمیان کونسا رشتۂ اخوت قائم کر دیا ہے۔ کاش اس پر ٹھنڈے دل سے کبھی غور کیا ہوتا۔ اور اس حقیقی رشتہ کو تھوڑی دیر کے لئے بھی سچ مان لیتے تو یہ حالت تمہاری ہرگز نہ ہوتی جو آج ہو رہی ہے۔ آہ تم کو اہلِ اسلام ہونیکا دعویٰ ہے۔ تم کو صاحب ایمان ہونیکا دعویٰ ہے۔ تم کو حاملِ قرآن ہونیکا دعویٰ ہے تمکو خیر الامم ہونیکا دعویٰ ہے۔ کاش دعوے تمہارے صحیح ہوتے۔ مانا کہ تم محض نام کیلئے مسلمان بھی ہو۔ حاملِ قرآن بھی ہو صاحبِ ایمان بھی ہو۔ سب کچھ ہو۔ لیکن خدا کے لئے سچ بتاؤ۔ حقیقی معنوں میں مسلمان بھی ہو؟ اس لئے اے مسلم خوابیدہ آج اسلام اپنی فریاد لیکر تمہارے سامنے آیا ہے آج پھر اس کا دل صدیق اکبر کی صداقت فاروق اعظم کی جلالت علی شیر خدا کی شان عظمت کا تم سے خواستگار ہے۔ اور اس کی متجسس آنکھیں اخوت و محبت شفقت و حمیت کی گرم بازاری کا دلفریب منظر پھر اسی طرح دیکھنا چاہتی ہیں۔ آج اس کے کان پھر ایک دفعہ کوہ فاران اور جبل بوقبیس کی سر بفلک چوٹیوں سے کسی ناموس حق کا وہی نغمۂ جانفزا سننے کے لئے بیقرار ہیں۔ جس نے اپنی سریلی آواز سے دنیا کو توحید کا سبق پڑھایا تھا۔ اور خلق اللہ کو تہذیب و انسانیت کا بہترین درس دیا تھا۔ اے خیر الامم اور اشرف ترین امتیان محمدؐ کہاں ہے تمہاری غیرت اور کدھر ہے تمہاری حمیت۔ للہ اپنی فطری حقیقت پر غور کر اور اس شرمناک غفلت سے جس نے تمہیں قعر مذلت میں دھکیل دیا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ خدارا اب کس آنے والے دن کا انتظار کر رہے ہو کیا اس خواب غفلت سے اس وقت بیدار ہوگے۔ جب موت کا فرشتہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمکو کنج مرقد کے سپرد کر دیگا۔ کیا اپنے خدا اور رسول کو اس وقت پہچانوگے۔ اور یقین کروگے جب خود خدا تمہارے کانوں میں آکر زور زور سے کہے۔ کہ ہم خدا ہیں۔ یا رسول اللہ پھر ایک مرتبہ دنیا میں تشریف لاکر تمہیں حق کی دعوت دیں۔ اے اسلام کے پرستار و تم کو تمہارے خدا کا واسطہ رسولؐ کا واسطہ قرآن کا واسطہ اسلام کا واسطہ صدیق کی صداقت کا خیال کرو۔ فاروق کی جلالت کی لاج رکھو۔ عثمان کی حیا و شرم کی شرم رکھو۔ اور سب سے زیادہ حسینؓ جگر گوشۂ بتول کے خونِ شہادت کی غیرت رکھو۔ لو علیؑ شیر خدا وصی رسول اللہ کی وصیت پر دھیان دو۔ ورنہ یاد رکھو اس سرکشی کا خمیازہ نہایت بری طرح تمہیں برداشت کرنا پڑیگا۔ جس کی شہادت کیلئے خود قرآن کے قصص و مواعظ اور امم سابقہ کی سرکشیوں کے نظائر تمہاری عبرت کے لئے کافی ہیں۔

۷۸۶

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز

نام ونسب، ولادت اور کنیت نام عمر اور کنیت ابو حفص۔ ۶۱ھ یا ۶۳ھ ہجری میں مضافات مصر کے ایک قریہ حلوان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن عاص بن امیّہ بن عبدالشمس بن عبد مناف۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبدالعزیزؒ بڑے بزرگ اور محدّث عالم تھے۔ آپ کے دادا مروان نہایت مدّبر اور قابل شخص تھے۔ آپ کے نانا عاصم بہت بڑے فقیہہ اور مشہور تابعی تھے۔ اور شاعر بھی تھے۔ آپ نے ۷۰ھ ہجری میں وفات پائی۔

تعلیم و تربیت آپ کے والد نے صالح بن کیسان کو آپ کی تعلیم وتربیت کے لئے مقرّر کیا تھا۔ صالح بن کیسان آپ کی عادات واطوار اور خورد ونوش کی پوری نگہداشت کرتے تھے۔ آپ کے والد ماجد نے تحصیل علم کے لئے آپ کو مدینہ منورہ بھیجا جہاں عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کی حلقہ درس میں جو بہت بڑے فقیہ اور مشہور تابعی تھے داخل ہوئے۔ آپ نے اوّل قرآن شریف حفظ کیا۔ بعد ازاں علمِ حدیث کی جانب توجہ فرمائی۔ اور عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے استفادہ حاصل کیا۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن۔ سعید ابن مسیب۔ ابن قارظ۔ یوسف بن عبداللہ بن سلام۔ ابی بکر بن عبدالرحمٰن۔ عامر بن سعید عروہ بن زبیر۔ ربیع بن سمرہ بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

خلافت سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے۔ خلیفہ سلیمان کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے ایک غلام نے عرض کی کہ آپ غمگین کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آج دنیا میں مجھ سے زیادہ غمگین کسی کو بھی نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مجھ پر وہ بارِ عظیم ڈال دیا گیا ہے۔ جس کے برداشت کرنے کی اہلیت مجھ میں نہیں۔

عدل و انصاف

محمد بن کعب کہتے ہیں۔ کہ امیر المومنین نے ایک روز مجھ سے دریافت کیا۔ کہ عدل و انصاف کی تعریف بیان کرو۔ میں نے عرض کی کہ بڑوں سے بیٹوں کی طرح اور چھوٹوں سے باپ کیطرح اور برابر والوں سے بھائیوں کا سا برتاؤ اور سلوک کرنے کو انصاف و عدل کہتے ہیں۔ لوگوں کو ان کے جرم کے مطابق سزا دینا اور غصہ کی حالت میں کسی کو سزا نہ دینی عدل و انصاف ہے۔ اگر آپ نے اس کے خلاف کیا تو آپ بھی زیادتی کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔

امام زہریؒ کے شاگرد رشید امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کو کسی مجرم کو سزا دینی ہوتی تو تین دن توقف فرما کر اس کے معاملے پر غور و خوض فرماتے۔ جب آیات و احادیث کے رو سے اس کا جرم قابل سزا ہوتا تو آپ سزا دیتے۔

آپ نے اپنے عمال کو تاکید فرمائی تھی۔ کہ جب کسی مجرم پر غصہ آجائے تو اس وقت اس کو سزا نہ دیں۔ بلکہ جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس کے جرم کے مطابق سزا دیا کریں۔

وہیب بن دورسے منقول ہے کہ ایک روز بنو مروان آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے اور آپ کے صاحبزادے صاحب سے کہا۔ کہ اپنے والد سے جا کر کہو۔ کہ آپ کے قبل جتنے خلفا گذر چکے ہیں۔ وہ ہمارے لئے کچھ عطایا اور جاگیریں مخصوص کرتے رہے۔ لیکن آپ نے ہم لوگوں پر تمام چیزیں ناجائز ٹھیرا دیں۔ آپ کے صاحب زادے نے آپ سے جا کر کہا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں سے جا کر کہدو کہ قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ط (اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو قیامت میں عذاب ہوگا)

آپ نے ایک روز اپنے غلام سے پانی گرم کرنے کے لئے کہا۔ غلام شاہی باورچی خانے سے پانی گرم کرلایا۔ دریافت کرنے پر جب آپ کو معلوم ہوا۔ تو ایک درہم کی لکڑی باورچی خانہ میں بھجوا دی۔

لیثؒ کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے اپنے اہلبیت اور اقربا کا جائزہ لیا۔ اور جو کچھ ان کے پاس تھا۔ اس کو مال ظلم قرار دے کر بیت المال میں جمع کرا لیا۔

اسمٰعیل بن عبید سے منقول ہے کہ عتبہ بن سعید بن عاص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ آپ کے پہلے جتنے خلفا ہوئے وہ مجھے عطایا دیئے گئے۔ مگر آپ کے عہد خلافت میں وہ سب

مجھ پر روک سے لئے گئے۔ خیر میرے پاس کچھ جاگیر ہے۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو اسی میں سے اتنا لے لیا کروں جو میرے اور متعلقین کے اخراجات کے لئے کافی ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تم اپنے قوت بازو سے حاصل کرو وہی تمہارا مال ہے۔ اور تسلی کے لئے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کیا کرو۔ کیونکہ اگر تم تکلیف میں ہوگے۔ تو عیش پاؤگے۔ اور اگر عیش میں ہوگے۔ تو اس میں کچھ کمی بھی نہ آئے گی۔

رعایا کی خوشحالی کا خیال حضرت خلیفہ عمر بن عبدالعزیز سے بیشتر جو خلفا تھے۔ ان کے عہد خلافت میں رعایا تباہ حال تھی۔ شعراء کو مدحیہ قصائد پر بیش قرار انعام و اکرام اور خلعت فاخرہ عطا کیا کرتے تھے۔ اپنے اور اپنے متعلقین پر زر کثیر صرف کرتے تھے۔ ان مصارف کے لئے جب موجودہ محاصل ناکافی ہوتے تھے۔ تو ناجائز اور بیجا ٹکس لگا دیتے تھے۔ زیر دستوں کے ملکوں کو بہ جبر و ظلم غصب کر لیا تھا۔ بازاروں پر دوگونہ سہ گونہ ٹکس لگا دیئے تھے۔ جس سے رعایا تباہ حال اور نالاں تھی۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں ان تمام ظالمانہ حرکات کا تدارک کر دیا۔ آپ نے اپنے ایک عامل عبدالحمید کو فرمان لکھا۔ کہ ظلم و تعدی سے ملک کو برباد نہ کیا جائے۔ رعایا سے اسی قدر محاصل لئے جائیں۔ جن کی متحمل ہو۔ اور خیال رکھو کہ ملک ویران نہ ہونے پائے۔ خراج کے وصول میں نہایت سہولیت اختیار کرو۔ خرابین کی اجرت نہ لی جائے۔ نوروز و مہرجان کا ہدیہ نہ قبول کیا جائے۔ صحیفوں کی قیمت اور فتوح اور گرد واری سب موقوف کر دیئے جائیں۔ سولی دینے یا اور حدود جاری کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ جو شخص کہ مسلمان ہو جائے۔ اس سے جزیہ نہ لو۔

ایک اور عامل کو لکھا کہ مسلمانوں کی تجارت میں چالیسواں حصہ لو۔ اور اگر چالیس دینار سے کم ہوں تو کچھ بھی نہ لو۔ اور ذمیوں کے مال تجارت میں سے بیس دیناریں سے ایک دینار لو۔ اور اگر اس سے کم ہوں تو کچھ بھی نہ لو۔

رعایا کے حقوق کی حفاظت آپ سے ماقبل خلفا کے ذاتی اخراجات حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ جنکی ادائیگی بیت المال سے ہی ہوتی تھی۔ اور اس کا اثر رعایا پر پڑتا تھا۔ مگر آپ سوائے اپنی قلیل تنخواہ کے بیت المال سے ایک بھی اپنے ذات یا متعلقین پر صرف نہ کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک سال ایسا سخت قحط پڑا کہ رعایا بھوکوں مرنے لگی۔ تو آپ نے رعایا پروری کی بے نظیر مثال پیش کی۔ جو صفحات تاریخ پر جلی حروف میں

لکھے جانے کے قابل ہے۔ یعنی جب کچھ بھی آپ کے پاس نہ رہا اور قحط زدگاں پر جو کچھ بھی تھا سب صرف ہو گیا۔ تو اپنی انگوٹھی تک فروخت کرا کے اس کی قیمت سے قحط زدوں کی امداد کی۔

ایک روز آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا۔ کہ آج انگور کھانے کو جی چاہتا ہے۔ اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو دو۔ انہوں نے کہا۔ کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن آپ تو امیر المومنین ہیں کیا آپ کے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھالیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میرے پاس نہیں اہلیہ نے کہا کہ بیت المال سے۔ آپ نے فرمایا کہ انگور کھانے کی تمنا دل میں لئے ہوئے مرجانا اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ کہ قرون قیامت دوزخ میں زنجیروں کی رگڑیں کھاؤں بیت المال مسلمانوں کا ہے۔ نہ کہ میری ملک!

اوزاعی کہتے ہیں۔ آپ نے اپنے عیال کے اخراجات میں تخفیف کر دی۔ تو انہوں نے شکایت کی کہ اتنے قلیل نفقہ سے کیونکر گذارہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اتنا مال نہیں کہ تمہارے اخراجات کے لئے کافی دے سکوں۔ بیت المال اس میں عام مسلمانوں کا جتنا حق ہے۔ اتنا ہی تمہارا بھی۔ زیادہ نہیں۔ اور بہت سے واقعات ہیں۔ جن سے اس حقیقت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

چنانچہ مسلمہ بن عبدالملک سے منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کو گیا۔ تو دیکھا۔ کہ امیر المومنین ایک میلا کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کی حرم محترم سے کہا۔ کہ آپ امیر المومنین کا کرتہ دھو کیوں نہیں دیتیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے پاس دوسرا کرتہ کہاں جسے پہنا کر اس کرتے کو دھوؤں۔

احادیث کی تدوین و اشاعت حضرت خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز کی علمی قدردانی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ کہ جسطرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جامع قرآن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز کے سر تدوین احادیث کا سہرا زیب دیتا ہے۔ چنانچہ جب تدوین احادیث کا خیال آپ کو پیدا ہوا۔ تو آپ نے ابوبکر بن حزم حاکم مدینہ منورہ کو لکھا۔ کہ تمہارے شہر میں احادیث نبویؐ جسقدر بہم پہنچ سکیں۔ انہیں جمع کرو۔ اور ان کی اشاعت کرو۔ تاکہ احادیث بکثرت اشخاص کے سینوں میں محفوظ رہیں۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہ کرو بلکہ کتاب کی صورت میں بھی لکھوا دو۔ ممکن ہے کہ جن لوگوں کو حدیثیں یاد ہیں وہ کسی وبا یا اور کسیطرح دنیا سے اٹھ جائیں۔ تو ہم احادیث نبویؐ

سے محروم ہو جائینگے۔ اور نیز لوگوں کو احادیث سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے مدرسے کھولو۔ جلسے کرو۔ اور عوام کو ترغیب دو کہ احادیث نبوی یاد کریں۔

علماء کی قدردانی
باوجودیکہ آپ کے ہمراہ علماء کی ایک جماعت شاگردوں کی حیثیت سے ہر وقت موجود رہتی تھی۔ پھر بھی آپ علماء کی بیحد عزت کرتے تھے۔ اور اپنے کو سب سے کمتر تصور کرتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے۔ کہ ایک شب حضرت امام رجاء اور خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز بیٹھے تھے۔ کہ شمع جھلملانے لگی اور اشتعالک دینے کی ضرورت پڑی۔ حضرت امام رجاء نے چاہا کہ اٹھ کر اشتعالک دیدیں۔ خلیفہ نے یہ امر امام صاحب کے خلاف شان سمجھ کر انہیں اس امر سے باز رکھا۔ اور خود اٹھ کر اشتعالک دیدی۔

ایک مرتبہ حضرت طاؤس علیہ الرحمۃ کے صاحب زادے نے ایک جعلی خط اپنے والد کے نام سے لکھ کر آپ سے سو اشرفیاں طلب کیں۔ آپ نے حضرت طاؤس کا نام دیکھ کر از راہِ قدر و منزلت بلا چون و چرا سو اشرفیاں بھجوا دیں۔ مگر جب حضرت طاؤسؒ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے وہ اشرفیاں خلیفہ کو واپس کر دیں۔

فضل و کمال
حضرت سفیانؒ کا یہ قول آپ کی افضیلت کا زبردست ضامن ہے۔ کہ خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ہیں۔ علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں۔ کہ فی رأس المائة الاولیٰ عمر ابن عبدالعزیز ومن الفقہاء والمحدثین وغیرھم مالا یخفی ترجمہ:۔ پہلی صدی کے شروع میں عمر بن عبدالعزیز فقہا اور محدثین وغیرہ میں مجدد تھے۔

آپ کے فضل و کمال کا اس امر سے بخوبی پتہ چلتا ہے۔ کہ بڑے بڑے محدثین نے آپ سے حدیث روایت کرتے تھے۔ جن میں ابوبکر حزم اور امام مالک کے استاد امام زہری بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ اور جن مشہور علماء نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔
ایوبؒ، ابراہیمؒ، رجاؒ بن حیاۃ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، حمیدؒ۔ سلمہؒ بن عبدالملک، محمدؒ بن منکدر، یحییٰؒ بن سعید انصاری۔

زہد و اتقاء عجز و انکساری
ایک روز آپ بلا سبب رونے لگے۔ آپ کو روتے دیکھ کر اور متعلقین و اقارب بھی رونے لگے۔ کچھ دیر کے بعد جب آنسو تھمے تو آپ کو زوجہ محترمہ نے یکایک رونے کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ فردائے قیامت اللہ تعالیٰ

کے سامنے دو ہی جماعت ہونگی۔ ایک اہل دوزخ دوسری اہل جنت کی۔ نہیں معلوم میں کس میں ہونگا۔ اور میرا حشر کس کے ساتھ ہوگا۔ یہ کہا اور ایک چیخ لگاکر بیہوش ہوگئے۔

ولید بن سائب سے منقول ہے۔ کہ میں نے خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز سے زیادہ متقی کسی کو نہ پایا۔ جب ان کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا۔ تو اتنا روتے کہ ان کی ہڈیوں کا جوڑ ہل جاتا تھا۔

آپ کا معمول تھا۔ کہ شب کے وقت علماء کو جمع کرکے قیامت کا ذکر سنتے اور اس قدر روتے گویا سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص زاہد ہوسکتا ہے۔ تو وہ خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز ہیں۔ دنیا ان کے پاس آئی اور انہوں نے اسکو چھوڑ دیا۔

آپ کے مزاج میں انکساری حد سے زیادہ تھی۔ چنانچہ رجا بن حیوۃ سے منقول ہے کہ میں ایک شب خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ چراغ گل ہوگیا۔ میں نے چاہا کہ غلام کو جو پاس ہی سو رہا تھا۔ جگا دوں۔ تاکہ چراغ روشن کردے۔ مگر آپ نے جگانے سے منع فرمایا میں نے چاہا کہ خود اٹھ کر جلا دوں۔ آپ نے اس کو بھی پسند نہ کیا۔ اور فرمایا کہ مہمان کو تکلیف دینا بد خلقی ہے۔ پھر خود ہی اٹھے اور چراغ میں تیل ڈالکر روشن کردیا۔ اور پھر اپنی جگہ پر آبیٹھے اور فرمایا کہ میں نے اٹھ کر چراغ جلالیا۔ تب بھی وہی عبدالعزیز رہا جو پہلے تھا۔

عمرؒ بن ذر کہتے ہیں۔ کہ ایک روز میں امیرالمومنین عمرؒ بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ داروغہ اصطبل حاضر ہوا۔ اور اصطبل کا خرچ مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تمام گھوڑوں کو شام کے بازاروں میں فروخت کردو۔ اور جو قیمت ملے۔ اسے راہ خدا میں دے دو۔ میرے لئے میرا ذاتی خچر ہی کافی ہے۔

وفات آپ نے بمقام دیر سمعان (بکسر سین) مضافات حمص میں ۲۰ یا ۲۵ رجب المرجب ۱۰۱ھ ہجری کو بعمر ترانوے سال چھ ماہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رجعت فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

(امیرالدین رامنگری)

فلسفۂ گفتگو

زبان خدا کی صنعتوں میں سب سے بڑی صنعت ہے۔ بظاہر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ لیکن حقیقتہً عالم وجود میں جو کچھ ہے۔ اسی کے ماتحت ہے۔ اور عالم عدم پر بھی اسی کا تصرف ہے۔ کیونکہ اس کا فعل عالم وجود کیطرح عالم عدم پر بھی حاوی ہے۔ زبان نائب عقل ہے۔ اور عقل کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں۔ جو کچھ عقل و وہم اور خیال میں آتا ہے۔ زبان اسے ظاہر کرتی ہے۔ دوسرے اعضاء میں یہ بات کہاں۔ آنکھ ہر چیز کی سطح شکلوں اور رنگتوں کے سوا کچھ نہیں دیکھتی۔ کان بجز آواز کے کچھ نہیں سن سکتے۔ اور اسی طرح ہر عضو کی حکومت ایک گوشہ ملکت سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر زبان کا سکہ کائنات ملکت جسمانی میں ہر جگہ چلتا ہے۔ زبان دل کے مقابل واقع ہوئی اسی لئے جسطرح دل سے صورتیں حاصل کر کے ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح باہر سے دل تک یہی صورتیں پہنچاتی ہے۔ زبان کے فعل کا اثر براہِ راست دل پر پڑتا ہے۔ زبان بُری باتیں کرے تو دل سیاہ اور اچھی اور سچی باتوں سے روشن اور صاف ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ زبان کی حفاظت مہمات دین میں سے ہے۔ زیادہ باتیں کرنے کی حالت میں زبان کو برائیوں سے بچائے رکھنا دشوار ہے۔ اس لئے چپ رہنے یا کم بولنے سے بڑھ کر کوئی اچھی تدبیر نہیں۔ جہانتک بنے چپ رہے اور بقدر ضرورت بولے۔

انسان جو کچھ باتیں کرتا ہے۔ اس کی چار قسمیں ہیں:-

۱۔ اول سے آخر تک مضر ہوں۔
۲۔ نافع بھی ہوں اور مضر بھی۔
۳۔ نہ نافع ہوں نہ مضر۔۔
۴۔ اول سے آخر تک مفید۔۔

پس اس تقسیم چہارگانہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ ۳ حصے باتیں نہ کرنا اور ایک حصہ خاموش رہنا لازمی ہے۔

آفاتِ زبان } ۱۔ ایسی باتیں جن سے آپ مستغنی ہونا مراد ہو۔ جن کے نہ کرنے سے دین و دنیا کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو مثلاً کسی مجمع میں بیٹھ کر حالات سفر، پہاڑ، باغ

کا ذکر اور گذری ہوئی باتیں دُہرانا کیونکہ یہ باتیں نہ کہی جاتیں تو کوئی ہرج نہ تھا۔
۲۔ گناہ اور باطل کے متعلق باتیں کرنا۔ باطل بدعتوں کا ذکر کرنا اور معصیت گذشتہ گناہ بیان کرنا ہے
۳۔ کسی بات کی مخالفت اور کج بحثی یعنی جس نے کوئی بات کہی۔ اس کیطرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ یہ بات یوں نہیں۔ اس کے معنے یہ ہوئے کہ تم احمق و نادان ہو اور میں عقلمند اور سچا ہوں۔ اور اسی ایک کلمہ سے دو مہلک صفات کو قوت پہنچتی ہے۔ ایک تکبر اور ایک سبعیت۔
۴۔ مال کی دشمنی کے متعلق گفتگو مقدمہ عدالت تک یا دوسری جگہ لے جانا اس سے زیادہ دلی پراگندہ لذتِ عیش دور اور محبتِ دین گھٹانیوالی کوئی چیز نہیں۔
۵۔ فحش بکنا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ "فحش بکنے والے شخص پر بہشت حرام ہے" گالی کسی کو بدی کے ساتھ نسبت کرنے کو کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "باپ کو گالیاں دینے والے پر لعنت ہے" کسی نے پوچھا "حضور بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بیٹا اپنے باپ کو گالیاں دے"؟ حضور نے فرمایا "یہ اسطرح کہ جب یہ شخص دوسروں کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ تو وہ بھی اس کے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں"۔
۶۔ لباس، حیوانات اور آدمیوں پر لعنت کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایماندار کو ظالموں فاسقوں اور بدعتیوں کے سوا کسی پر لعنت نہ بھیجنی چاہئے۔ البتہ ایسے اشخاص پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔ جنکے متعلق یقین ہو کہ ان کی موت کفر کی حالت میں واقع ہوئی جیسے فرعون اور ابوجہل۔
۷۔ شعر اور سرود۔ یہ مطلقاً حرام نہیں۔ کیونکہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بھی شعر پڑھے گئے ہیں لیکن جھوٹے مضامین اور مسلمانوں کی ہجو کے اشعار حرام ہیں۔
۸۔ مزاح یا مذاق۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے تھوڑی مقدار میں کبھی کبھی مباح کیا ہے زیادہ مذاق سے بہت ہنسی آتی اور زیادہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ اور کبھی رقت طاری ہو جاتی ہے۔ البتہ مسکرانے کی اجازت ہے
۹۔ کسی کا مضحکہ اڑانا اور کوئی قول و فعل اسی کے لب و لہجہ اور نغمہ میں دُہرانا اسلئے کہ آپ اور حاضرین ہنسیں۔ چونکہ اس سے اس شخص کو رنج پہنچتا ہے۔ اس لئے یہ ناجائز ہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے "کسی شخص پر نہ ہنسو اور اسے چشم حقارت سے نہ دیکھو۔ مبادا کہیں وہ تم سے بہتر ہو"۔
۱۰۔ جھوٹا وعدہ کرنا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں مندرجہ ذیل تین باتیں پائی جائیں۔ اسے منافق سمجھو۔ چاہے وہ کتنا ہی نمازی اور روزہ دار ہو۔
(۱) جو بات کہے جھوٹ کہے۔ (۲) جو وعدہ کرے وفا نہ کرے (۳) جو امانت اسکے پاس ہو۔ اسمیں خیانت کرے۔

۱۱۔ جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا، یہ کبیرہ گناہ ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جھوٹ بولنا روزی کم کرتا ہے۔ اور جھوٹی قسم کھانے اور جھوٹ بولنے کی حالت میں بیع بھی حلال نہیں"۔ حضور نے ایسے شخص پر بہت افسوس ظاہر کیا ہے۔

۱۲۔ غیبت۔ اس سے بہت کم لوگ بچے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک نے قرآن کریم میں فرمایا ہے "غیبت کرنا ایسا ہے جیسے کسی نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا" اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "یہ گناہ زنا سے بھی بدتر ہے کیونکہ زنا کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ اور غیبت کی توبہ نہیں۔ تاوقتیکہ وہی شخص معاف نہ کرے" غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص کسی غیر موجود شخص کی نسبت ایسی سچی باتیں کہے جو اسکے سامنے کہی جاتیں تو وہ اسے پسند نہ کرتا اور اگر جھوٹی باتیں پیٹھ پیچھے کہی جائیں تو اسے زُور اور بہتان کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں غیبت زبان ہی سے نہیں بلکہ آنکھ، ہاتھ اور اشارے اور تحریر کے ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ جو سب حرام ہے۔ کسی کی متعلق بلاوجہ بدگمانی کرنا دل کی غیبت ہے۔ اور یہ بھی جائز نہیں۔

۱۳۔ نکتہ چینی اور چغلخوری۔ خدا فرماتا ہے هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ پھر فرمایا ہے وَيْلٌ لِكُلِّ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میں تمہیں خبر دیتا ہوں۔ کہ تم میں سب سے بدتر وہ ہے۔ جو چغلخور ہے۔ اور اِدھر کی اُدھر لگاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کو لڑاتا ہے۔

۱۴۔ دو دشمنوں میں اس کی اُس کے منہ پر اور اُس کی اِس کے منہ پر کرنا۔ یعنی دونوں سے ایسی باتیں کرنا جو انہیں بھی معلوم ہوں اور دونوں دوست و ہمراز سمجھنے لگیں۔ یہ چغلخوری سے بھی بدتر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو "بدترین انسان فرمایا ہے"۔

۱۵۔ لوگوں کی تعریف کرنا اور انہیں بنانا۔ اس میں چھ ضمنی آفتیں ہیں۔ چار کہنے والے کے لئے اور دو سننے والے کے لئے۔ (۱) زیادہ بکے گا اور جھوٹ بولے گا (۲) نفاق پیدا ہوگا کیونکہ بحالت مدح جن باتوں کا تذکرہ کرے۔ اس کا خود ہی قائل نہ ہوگا۔ (۳) ایسی باتیں کہے گا جسے خود بھی نہ جانتا ہوگا۔ (۴) ظالم کی مدح سے ظالم خوش ہوگا اور اس کا خوش کرنا جائز نہیں۔ اور ممدوح کو دو وجہ سے نقصان پہنچتا ہے (۱) کبر پیدا ہوگا۔ (۲) اس کے علم وعمل کی تعریف کی جائے گی۔ تو وہ مستقبل میں سست و کاہل ہو جائے گا۔

محمد اسمٰعیل ہاتف (بیر پانی)

انقلاب

ایک سلطنت کے سنسنی خیز واقعات جسمیں حقیقی بھائی کا اپنے بھائی کو تاج و تخت کیخاطر قتل کرنے کی کوشش کرنا۔ بادشاہ کے نمک خواروں و جاں نثاروں کی سنسنی خیز قربانیاں خفیہ خزانے کا راز۔ ایک وفادار سلطنت کے لیے بہادروں کی گرفتاریاں و دیگر خونخوار لڑائیوں کے واقعات کچھ اسطرح سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ جن کے لکھنے سے قلم قاصر ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) ہے۔

خونریز جنگ

جس میں سنسنی خیز جاسوسی کے وہ کارنامے دکھلائے گئے ہیں جنکو اہل دل پڑھ کر تصویر حیرت ہو جاتے ہیں۔ طرفہ تر ت یہ ہے۔ کہ خونریز لڑائیوں کے ایسے پرخطر واقعات سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ کہ ایک دفعہ شروع کیجئے۔ ختم کئے بغیر ہرگز ہرگز چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت چودہ آنہ ...... (۱۴؍)

جدید نیلی چھتری

ایک لاجواب قابل قدر تصنیف ہے جسمیں لندن کے ایک مشہور نامور ڈاکٹر کی عیاری۔ پرخطر جاسوسی داؤ پیچ کا خاکہ نہایت دلچسپ و سنسنی خیز پیرایہ میں کھینچا گیا ہے۔ یہ شہرہ آفاق ناول اپنی بے نظیر خوبیوں کے باعث ایک ہی سال میں سینکڑوں کی تعداد میں فروخت ہو کر پبلک کی نظروں اور دلوں میں گھر کر چکا ہے۔

قیمت مع محصولڈاک صرف ایکروپیہ چار آنہ (للعہ)

اضطراب

ناول اضطراب میں جذبات و تخیلات کی بولتی ہوئی تصویریں دکھلانے کے علاوہ ہندوستانی تمدن کا خاکہ۔ دلچسپ دلدوز طرز سے دکھلایا گیا ہے۔ جو دیکھنے میں فرحت خیز خواص میں ایسا موثر ہے جسکے دیکھنے سے ناظرین پر ایک انبساطی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ قیمت (۱۴؍)

خار حسرت

ایک سنسنی خیز طبیعت کو لوٹ پوٹ کر بنا دینے والا نئی اور نرالی طرز کا لاجواب ناول ہے۔ جس میں حسن و عشق کی جیتی و جاگتی تصویریں عجیب دلچسپ پیرائے میں کھینچی گئی ہیں عشق صادق۔ انجام محبت اور وفادار دوستوں کی جاں نثاری وغیرہ وغیرہ پر پورے طور سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس سے اخلاق کا ایک اعلیٰ درس ملتا ہے۔ رعایتی قیمت (۸؍)

وفادار محبوبہ

جس میں دکھلایا گیا ہے کہ ایک مجبور جذبات دریا میں ڈوب رہا ہے۔ اس کی محبوبہ اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے ساتھ ہی ڈوب جاتی ہے۔ اس محبوبہ کے سچے حالات اس ناول میں دیکھئے یہ زمانہ حال کا دلچسپ اور سنسنی خیز واقعہ ہے۔ جسمیں دو شریف گھرانوں کا طرز تمدن۔ انکا باہمی ربط و ضبط ہندوستانی طرز معاشرت۔ زبان اردو کی شستہ اور سلیس عبارت میں دکھلایا گیا ہے۔ اردو کے روزمرہ محاورات۔ عورتوں کی بول چال دیکھنے کی خواہش ہو تو اس ناول میں دیکھئے۔ قیمت... (۱۲؍)

ملنے کا پتہ:۔ مینجر تاریخی کتب خانہ لاہور۔

رجسٹرڈ ایل نمبر

یا ہادی — [illegible] إن الدين عند الله الإسلام [illegible] — یا رحیم

اسلامی مذہبی اور تبلیغی مضامین کا

ماہوار رسالہ

اسلام

امرتسر

جو ہر مہینے کی ۲۵ تاریخ کو کوچہ دبگراں امرتسر سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر - محمد مہر الدین

چندہ سالانہ

والیان ریاست اور امراء و روساء جو عطا فرمائیں

متوسط حال برادران اسلام سے بذریعہ وی۔پی سوا دو روپے (۲؍۴)

بذریعہ منی آرڈر دو روپے (۲)

قیمت فی پرچہ ۴؍

[illegible] رسالہ اسلام امرتسر نے شائع کیا

فہرست مضامین رسالہ "اسلام"

جلد (۱) | امرتسر ماہ فروری ۱۹۲۳ء | نمبر (۱)

رسالہ اسلام کی خریداری قبول فرما کر ثواب دارین حاصل کریں اور ہمیں شکریہ کا موقع دیں (منیجر)

مفت

جو اصحاب رمضان المبارک میں رسالہ اسلام کا سالانہ چندہ عنایت
ان کو حسب ذیل انعامات مفت ارسال کئے جائیں گے:

پہلا انعام - الفاروق - جن اصحاب کا چندہ یکم رمضان
سے ۵ رمضان شریف تک وصول ہوگا۔ ان کی خدمت
شبلی مرحوم کی معرکتہ الآرا تصنیف الفاروق خلیفۃ المسلمین
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لاجواب سوانحعمری مفت نذر کیجا

دوسرا انعام - حمائل شریف - جن اصحاب کا چندہ ۶ رمضان
سے تک وصول ہوگا۔ ان کی خدمت میں ایک نہایت
خوشخط جیبی حمائل شریف مفت نذر کیجاویگی۔

تیسرا انعام جن اصحاب کا چندہ ۱۴ رمضان
سے ۲۰ رمضان شریف تک پو
ان کی خدمت میں ۱۲ آنہ قیمت کی کتابیں مفت
کی جاوینگی۔

چوتھا انعام ۲۱ رمضان شریف سے
شریف تک جن کا چندہ
وصول ہوگا۔ ان کو آٹھ آنہ کی قیمت کی کتابیں
ارسال کیجاوینگی۔

مجھے یقین ہے کہ برادران اسلام اس مو
ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔ اور رمضان شریف میں چندہ
بھیج کر ضرور انعامات حاصل کریں گے!

نوٹ

جو اصحاب ہمارے کسی ایجنٹ کو رمضان شریف میں
عنایت فرمائیں گے۔ وہ بھی مندرجہ بالا انعامات کے
ہوں گے۔

نیازمند :-
منیجر رسالہ اسلام امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلے مجھے پڑھئے

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

بزرگانِ ملت و برادرانِ اسلام۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

"اسلام" مذاہب عالم میں خدائے تبارک و تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب ترین مذہب ہے جس کو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام و بزرگان اسلام نے نہایت محنت اور جانفشانی سے پرورش کیا۔ وہ اسلام جس نے جاہل عربوں کو مہذب، و متمدن بنانے کے علاوہ تمام عالم کو تہذیب و شائستگی کا سبق سکھایا۔ مگر آہ افسوس آج ہندوستان میں وہی اسلام جس غربت اور کس میرسی کی حالت میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ چاروں طرف سے اس برگزیدہ مذہب مقدس پر مخالفین پوری کوشش سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ کبھی عیسائیت کی طرف سے اس کو دنیا بھر سے مٹانے کی کوشش ہوتی ہے۔ تو کبھی اس کی مساجد و معابد پر آدم کا جھنڈا لہرانے کا تہیہ کیا جاتا ہے۔ کبھی اسلام کو مطعون کر کے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو کبھی دنیا کے معلم اعظم خدا کے محبوب اور مسلمانوں کے جان و دل سے عزیز حضور آقائے دو جہان کی ذات قدسی صفات پر ناپاک حملے کئے جاتے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان اس کے مقابلہ میں حفاظت اسلام اور اشاعت مذہب کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ اس کا جواب نہایت حوصلہ شکن اور حالت افسوسناک ہے۔ کیونکہ جدید تعلیم اور سرکاری مدارس نے ملازمتوں کے لالچ سے پرانے اسلامی اور مذہبی نظام تعلیم کو قریباً نیست و نابود کر کے مسلمانوں کو تعلیم اسلام سے بالکل محروم کر دیا ہے۔ اہل اسلام کا وہ تمام طبقہ جو تعلیم یافتہ کہلاتا ہے۔ صرف سرکاری مدارس کا تربیت یافتہ رہ گیا ہے۔ جو مذہبی علوم اور اسلامی احکام سے بالکل ناواقف اور بے تعلق ہے بساتھ ہی عالم نما جاہلوں نے شکم پروری کی خاطر اصول اور مقصد اسلام کو چھوڑ کر خوشامدانہ پالیسی اختیار کر لی ہے۔ مساجد کے منبروں پر ایسے واعظ جلوہ گر ہو رہے ہیں جو اس مسند مقدس کے سزاوار نہیں۔ ان کی بزدلی، پست ہمتی اور حرص دنیا نے انہیں اسلام کی سچی خدمت سے دور کر دیا ہے۔ مسلمانوں کو نفاق و شقاق اور فرقہ بندی کے جھگڑوں میں دست و گریبان کرنا علماء کا بہترین شغل ہے۔ خدانخواستہ اگر یہی حالت رہی تو اسلام کو ہندوستان سے بہت جلد خیرباد کہنا پڑیگا!

تمام مسلمانوں پر عاملِ قرآن ہونے کی حیثیت سے یہ مقدس مذہبی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف حفاظت اسلام ہی کی فکر کریں بلکہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ امیر اور غریب اس کی تبلیغ و اشاعت کیلئے بھی ساتھ ہی کوشش کرے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔ یعنے تم سب سے بہتر امت چنے ہوئے لوگوں سے ہو۔ اس لئے کہ راہ ہدایت کی طرف بلاتے ہو اور گمراہی (برے افعال) سے منع کرتے ہو اور ایمان لائے ہو اللہ پر۔ قرآن مجید کی اس آیت پر غور فرمایئے اور دیکھئے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام کسی خاص شخص یا کسی خاص

جماعت کا فرض نہیں۔ بلکہ خیر الامم کے ماتحت ہر مسلمان کو مجبور کیا گیا ہے کہ وہ دینِ حق کا غمگسار بنکر اس کی تبلیغ و اشاعت کا ضروری فرض ادا کرے۔ خیر الامم کی سب خیر و برکت اسی بات میں مضمر ہے۔ کیونکہ یہ قوم مسلمان (مرد و عورت) محض دعوت الی الخیر کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

ان حالات کو مدنظر رکھکر رسالہ "اسلام" جاری کیا گیا ہے جس کا مقصد اولیٰ تبلیغ و اشاعت اور حفاظت دینِ متین ہے؛ اس لئے ہر مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ خود بھی اس کا مطالعہ فرمائیں اور اپنے علاقہ کے دوسرے مسلمان اصحاب کو بھی اس کے مطالعہ کے لئے پوری توجہ دلائیں۔ تاکہ ہر درجہ اور ہر طبقہ کے مسلمان اصحاب تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے ضروری فرض سے آگاہ ہو سکیں؛

رسالہ اسلام کا یہ پرچہ جناب کی خدمت میں صرف اسی غرض سے پیش کیا جاتا ہے۔ کہ آپ خود بھی اس کی خریداری فرما کر سرپرستی فرمائیں۔ اور اپنے علاقہ کے دوسرے مسلمان اصحاب کو بھی اس کی خریداری پر نہ صرف توجہ دلائیں بلکہ زرِ چندہ بھجوا کر تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کی تعمیل سے مستحق ثواب دارین ہوں۔ جو اصحاب توسیعِ اشاعت کے لئے کوشش فرمائیں گے ان کے اسماءِ گرامی نہایت شکریہ سے آئندہ نمبر میں شائع کئے جائیں گے۔

مولانا حافظ عبد اللہ صاحب مبلغ آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر کے ساتھ خاکسار کے دیرینہ تعلقات ہیں۔ اس لئے توقع ہے کہ موصوف اس کی اشاعت میں نہایت سرگرمی سے کوشش فرمائیں گے جن بزرگانِ ملت و برادران اسلام کی خدمت میں مولانا موصوف رسالہ کی امداد و سرپرستی کیلئے درخواست فرمائیں۔ وہ تمام اصحاب مولانا ممدوح کو بلا تامل بذریہ امداد عطا فرما کر دفتر رسالہ "اسلام" کی مطبوعہ رسید حاصل کر لیں۔ والسلام ؁

چندہ سالانہ

والیانِ ریاست، امراء و رؤساء جو عطا فرمائیں متوسط حال عام برادران اسلام سے بذریعہ منی آرڈر دو روپیہ (عہ) بذریعہ وی پی سوا دو روپیہ (عہ)

خاکسار خادم الاسلام منیجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

رسالہ "اسلام"

کا مقصد اولیٰ صرف تبلیغ اسلام و اشاعتِ توحید و سنت ہے اسلئے آپ اپنے تمام دوستوں کو رسالہ اسلام کی امداد و اعانت اور خریداری کیلئے پوری کوشش اور کامل اثر سے توجہ دلائیں اور ان سے چندہ سالانہ بھجوا کر ثواب دارین حاصل فرمائیں ؁

(خاکسار منیجر)

یاہادی — یانصیر

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام امرتسر

جلد (۱) — نمبر (۲)

فروری ۱۹۲۲ء — شعبان ۱۳۴۰ ہجری

فاتحۃ الکتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

حمد

از حضرت مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا — باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا
کاوش میں ہے الٰہی دگدا میں ہے طبیعی — جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پر دل بندھے ہوئے ہیں — ملنے سے بھی ہوا ہے چھٹنا محال تیرا
گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں — لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا
دل ہے کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھئے — دل ہے سو چیز تیری جاں ہے سو مال تیرا
ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ — ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جمال تیرا
ان کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی — آنکھوں میں بس رہا ہے جنکے جلال تیرا
پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی — پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں جال تیرا
بیگانگی میں حالی یہ رنگ آشنائی — سن سن کے سر دھنیں گے قال اہل حال تیرا

Month-stamp.　　Oblong M. O. stamp on issue.　　A. O. stamp.

No.________ Date________

FOR | Rs. | As. |
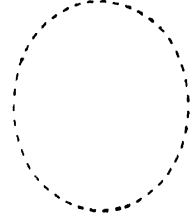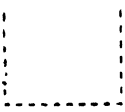
(in words) ____________

M. O. Clerk.　　Issuing Postmaster.

ذیل کے کل اندراجات کی خانہ پری فریسندہ کو کرنی ہوگی —

اگر منی آرڈر بذریعہ تار روانہ کرانا ھے تو فارم کے اس حصہ کے آگے یہ الفاظ "By telegraph" (یعنی بذریعہ تار) تحریر کردو —

تعداد روپیہ لفظوں میں ____________

نام و پورا پتہ پانیوالے کا — The ISLAM, Amritsar. رسالہ اسلام امرتسر

مورخہ ________ سنہ ۱۹ ع　　دستخط فرستندہ کے —

ACKNOWLEDGMENT. (On Postal Service.)

نام پانیوالے کا ____________

رقم منی آرڈر (ھندسوں میں) روپیہ ________ آنہ ________

نام و پتہ فرستندہ کا ____________

Date-stamp of the office of payment.　　Name-stamp of the office of issue.

COUPON.—فرستندہ کو اختیار ھے کہ اگر پانیوالے کو کچھ تحریر کرنا چاھے تو اس مقام پر تحریر کردے —

روپیہ ________ آنہ ________

فرستندہ

M. IPAh—679—3-8-27.

نعت شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ولما سئلوا بطرا وکفرا
اور جب کفار نے انکار اور تکبر سے سوال کیا
اشار له باصبعه الکریمة
اُس کو اپنی انگلی مبارک سے اشارہ کیا۔
ولما اشرفوا هلکا لعطش
اور جب لوگ پیاس سے ہلاک ہونے لگے
سقوا اسقوا اتاسا والمعیر
آپ نے پیا اور لوگوں کو اور اونٹوں کو پلایا
وقد ارمی بکف من حصات
اور تحقیق پھینکی حضرت نے ایک مٹھی کنکروں کی
فما زالت حداذ هم کلیلا
پھر کافروں کے نیزے کند ہو گئے
وقد نزع المسابق ماء بئر
اور چاہ حدیبیہ کا پانی پہلے آنیوالے نے نکال لیا
فالقی فضلة من بعد طهره
پھر حضرت ؐ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی کنوئیں میں ڈالا
لقد ابکی الحنانة من فرقه
تحقیق ستون حنانہ حضرت ؐ کے فراق میں رویا
هو المسجود للشجر و حجر
اُن کو درخت اور پتھر سجدہ کرتے تھے

لشق القمر فی عرض السماء
آسمان پر چاند کے پھٹنے کا
فصار بفلقتی نزل الحراء
پس دو ٹکڑے ہو کر پہاڑ حرا پر اُتر آیا
فانفجرت اصابعه بماء
پس آپ ؐ کی انگلیوں سے بکثرت پانی جاری ہو گیا
توضؤا اغتسلوا ملؤا اناء
سب نے وضو کیا نہائے اور تمام برتن بھر لئے
اصابت عین کفر کالرماح
وہ کنکر ہر کافر کی آنکھ میں مثل نیزہ کے جا لگے
اسیروا غللوا اخذ وجباه
قید کئے گئے طوق ڈالے گئے اور پکڑے گئے پیشانیوں سے
راو عجز الکثیر و الشکاء
لوگ قلت آب سے گھبرا کر پیاس کی شکایت کرنے لگے
لقد اسقی الوفا و الماء
تحقیق پیا پانی سینکڑوں ہزاروں آدمیوں نے
لفی کفه یسبحه الحصاء
کنکر حضرت ؐ کے ہاتھ خدا کی تسبیح پڑھتے
هو الموصوف بالوصف العلاء
وہی موصوف تھے ساتھ صفت اعلیٰ کے

قدامتِ اسلام

اسلام کوئی نیا یا جدید مذہب نہیں۔ بلکہ یہ وہی قدیم ترین مذہب ہے۔ جس کی تعلیم و تلقین اور تبلیغ و اشاعت کیلئے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اور جب بندگان خدا راہ ہدیٰ سے منحرف ہوکر چاہِ ضلالت میں گر رہے تھے۔ ہندوستان میں خدا کی جگہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پوجا کی جارہی تھی۔ خدا کا وہ کلام جو حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی وساطت سے دنیا میں پہنچا تھا۔ وہ انسانی کلام سے محرّف و مبدّل ہوچکا تھا۔ ایران سے خدا پرستی مٹ چکی تھی۔ مصر و شام و دیگر ممالک میں طرح طرح کی برائیاں ہورہی تھیں۔ اُس وقت عرب کا نمبر ان سب سے اوّل تھا۔ وہاں کے باشندے چوری، قزاقی، غارتگری، زنا، لواطت اور شراب خوری وغیرہ بدیوں اور برائیوں میں تمام جہان سے بڑھے ہوئے تھے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر صدیوں تک کیلئے مشغولِ جنگ رہتے اور ہزارہا بندگانِ خدا کو دنیا سے حرفِ غلط کیطرح مٹا دیتے تھے۔ اپنی قادر الکلامی و فصاحت و بلاغت پر اسقدر نازاں تھے۔ کہ اپنے سوا تمام دیگر ممالک کے باشندوں کو عجم "یعنے بہرے اور بے زبان کہتے تھے۔ آخر غیرتِ حق جوش میں آئی اور رفع عیسیٰ علیہ السلام کے پانسد پینتالیس ۵۴۵ سال بعد اپریل ۵۲۹ء میں حضور آقائے دوجہان سید الکونین فخر انبیاء حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی قدیم ترین مذہب اسلام کی تکمیل و تجدید کے لئے مبعوث فرمایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا) اور عرب کی اس قومی علیحدگی کے برخلاف زبردست آواز اٹھائی۔ سب سے پہلے جو لفظ ایک مسلمان کو سکھایا جاتا ہے وہ رب العزت نے بھی ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی خاص قوم یا فرقہ اور قبیلہ کا رب نہیں۔ بلکہ وہ تمام نوعِ انسان اور تمام مخلوقاتِ عالمین کا رب ہے۔

اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ قرار دیگئی۔ کہ انسان نہ صرف اس وحی پر ایمان لائے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے جو دنیا کے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا اُس سب پر بھی ایمان و ایقان رکھے۔ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (یعنے جو ایمان رکھتے ہیں اسپر جو تمپر نازل ہوا۔ پھر جا بجا قرآن مجید و فرقان حمید کی نسبت فرمایا۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (یعنے یہ اسکی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے ہے) مسلمان نہ صرف قرآن کریم کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ پہلی تمام الہامی کتابوں پر بھی انکا ایمان ہے۔ خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں نازل ہوئی ہوں۔ وہ نہ صرف حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیائے سابقین (علیہم السلام اجمعین) کو مامورینِ خدائے تبارک و تعالیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ دنیا کے تمام انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ ان میں سے بعض کا ذکر تمہیں سنایا اور بعض کا ذکر تمہیں نہیں سنایا) اس لئے مسلمان کے اعتقاد کو مندرجہ ذیل وسیع الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے اس پر جو آن پر نازل ہوا۔ اور مسلمان بھی سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہم اس کے کسی رسول میں فرق نہیں سمجھتے)

آسمانی صحائف

میں

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئیاں

(از جناب مولانا حافظ محمد عبد اللہ صاحب مبلغ اسلام)

پ تو بع ۱۴ ۔ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِي التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ ط

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۔ اس آیت میں ایک قوم کا ذکر ہے۔ جسپر خدا نے بڑے بڑے انعام نازل فرمائے تھے۔ یہ وعدہ کی قوم تھی، پہلے اس قوم کے لئے حضرت ابراہیمؑ سے برکت کا وعدہ خدا تعالیٰ نے فرمایا دیکھو پیدائش ۱۲ باب ۲۔ آیت۔ اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا اور تجھکو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا۔ اور تو ایک برکت ہوگا اور اُن کو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت دونگا۔ اور ان کو جو تجھ پر لعنت کرتے ہیں لعنتی کرونگا۔ اور دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پاوینگے ؛

ان آیات میں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق کی اولاد کی برکت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ قوم جبتک شریعت ربی کی عامل اور محافظ تھی۔ ہر ایک قسم کی برکت اور اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کی وارث تھی۔ مگر جب شریعت یعنی اتفاق حقوق العباد حقوق اللہ کو ترک کیا یہ بابرکت قوم مصائب نوائب اور ہر ایک طرح کی ذلت اور خواری کا نشانہ بنگئی۔ اس سے قوم کے حالات قرآن مجید میں بیان کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ مسلمان عبرت حاصل کریں، نہ بنی اسرائیل کی تاریخ کے ماہر ہوں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بھی گذشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل نہ کی۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں جنکا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ جس کے معنے عبرانی زبان میں اسر = عبداً در ایل = اللہ، یعنی عبد اللہ کے ہیں۔ حضرت یعقوب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے ہیں اور بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل آپس میں دونوں بھائی بھائی قومیں ہیں جو دونوں حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں۔ اس جگہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کونسے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتا ہے۔ اگر ان کو سرور انبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے تو ان پر وہ انعام جن کا اس آیت میں ذکر ہے نہیں ہوئے اور اگر ان کو جنپر انعام ہوئے تھے تو وہ حضور سرور انبیاء کے وقت میں زندہ موجود نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید تو ایک قوم کو مخاطب فرما کر کہتا ہے آدمی یعنی افراد محض قوم کے اجزا ہوتے ہیں وہ بدلتے رہتے ہیں مگر قوم تو ایک ہی رہتی ہے جسطرح انسان کے جسم کے اجزا بدلتے رہتے ہیں مگر انسان تو وہی رہتا ہے پس حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمکو صرف یہ بتانا چاہتا ہے کہ افراد حقیقت میں قوم کے اجزا ہوتے ہیں۔ جس طرح جسم کے اجزاء الگ الگ ہونے کی صورت میں کوئی قدر و وقعت نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ وہ جسم کے بقا کے ممد اور معاون ہوتے ہیں۔ اسی طرح قوم کے افراد بھی متفرق اور الگ الگ رہنے کی حالت میں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتے جبتک کہ وہ اپنے آپکو قوم کی بقا میں ممد و معاون نہیں بناتے۔ نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وہ کونسی نعمت تھی، اس کا ذکر خود قرآن مجید نے دوسری جگہ فرما دیا ہے وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا یعنی اس قوم کے اندر نبیوں کا پیدا ہونا اور ساری قوم کو بادشاہ بنا دینا گویا جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت جو انسان حاصل ہو سکتی ہے وہ بنی اسرائیل کو دیگئی تھی؛ اسی طرح کا عہد خدا نے سب مسلمانوں سے بھی بطور پیشگوئی فرمایا تھا۔ پ الجمع ۶

آیت ۴۱ - اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (پ۱۷ الحج) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ (پ۱۸ النور) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور مسلمانوں کو بطور پیشگوئی پہلے نبیوں کی زبانی جتلایا گیا تھا کہ جبتک تم خدا کے عہد کے بموجب رہو گے - بیت اللہ تمہارے قبضہ میں رہیگا اور تا قیامت قبضۂ کعبہ کسی مشرک قوم کو نہیں دیا جائیگا - (پ ۱۰ توبہ) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا ۔ یسعیاہ ۲۱/۱۶ عرب کی بابت الہامی کلام کیونکہ خداوند نے مجھکو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی ۱۷ - اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے ؛

مذکورہ بالا عہد جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ لفظاً بلفظاً پورا ہوا کہ ان میں بہت سے نبی اور بادشاہ گذرے - اسیطرح مسلمانوں میں خلفاء راشدین کے علاوہ بہت بادشاہ مجدد اور قطب گذرے ہیں ۔ مگر جب مسلمانوں نے بنی اسرائیل کیطرح عہد ربی کو توڑا ان کا بھی بطور سزا جو حال گذرا اور جو اس وقت گذر رہا ہے' قابل غور ہے ۔ مگر افسوس صد افسوس کہ یہ برگزیدہ قوم یہ خیر الامت' اور خدا کی طرف سے کل دنیا کے واسطے نمونہ ایسا بگڑا کہ قرآن مجید کی پیشگوئی وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ کا وقوع ہو گیا ؛

جس طرح بنی اسرائیل نے حورب پہاڑ پر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہو کر خدا کے احکام سننے سے انکار کر دیا تھا اور اس انکار کے بدلے خدا نے ان سے نبوت چھین کر بنی اسمٰعیل کے خاندان میں دی اور آیندہ وہ بابرکت قوم ۴۰۰ سو برس فرعون کی غلامی میں رہے اور بعد میں شاہ بابل بنوکدنصر نے حملہ کر کے بنی اسرائیل کو زیر و زبر کر دیا اور ان ذلتوں اور خواریوں کے علاوہ اس قوم کو دلخش طرح کا سخت عذاب جیسا کہ عہد عتیق سے ثابت ہے' ہوا ۔

اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ ۔ یہاں دو عہدوں کا ذکر ہے بنی اسرائیل کا خدا سے اور خدا کا بنی اسرائیل سے ۔ ان عہدوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ عہد عتیق اور عہد جدید وغیرہ میں بار بار خدا نے فرمایا ہے ۔ دیکھو استثناء ۲۶ باب ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ آیت ۔ تو نے آج کے دن اقرار کیا ہے کہ خداوند میرا خدا ہے' اور میں اس کی راہوں پر چلونگا اور اسکی شرعوں اور اس کے حقوق اور اس کے حکموں کی حفاظت کرونگا ۔ اور اس کی آواز کا شنوا ہونگا اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھ سے اقرار فرمایا جیسا کہ اس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس کی خاص گروہ ہووے اور تو اس کے سب احکام کی حفاظت کرے اور تجھے سارے گروہوں سے جنہیں اس نے پیدا کیا صفت اور نام اور عزت میں بالا کرے' اور تو خداوند اپنے خدا کی مقدس گروہ ہووے خدا کی آواز شنوا ہونے کے متعلق ذیل کے الفاظ کا ملاحظہ ہو اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جو وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سنیگا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا ۔ استثناء ۱۸/۱۹ جہاں وہ سے مراد سرور انبیا عہد کے رسول اور نبی موعود ہیں ۔ سو سب سے پہلے بنی اسرائیل کو خدا مخاطب کر کے فرماتا ہے ۔ تم اپنے اس عہد کو پورا کرو کہ تم میری آواز کو سنو گے اور وہ آواز اب تمہیں وہی موعود نبی دیتا ہے میں تم کو پھر دنیا میں ایک بڑی قوم بناؤنگا ؟

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ قرآن کریم کو اس بات کا مصدق کہا گیا جو بنی اسرائیل کے پاس تھی ۔ ما معکم درحقیقت وہ پیشگوئیاں جو باوجود توریت و دیگر صحفاء انبیاء میں صدہا تغیرات کے ابتک ان کے ہاں محفوظ چلی آتی تھیں ۔ اور یہ بھی عجیب قدرت خدائی ہے کہ سرور انبیاء کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں' ان کو غیروں کی دستبرد سے محفوظ رکھا ۔ ما معکم اس لئے کہا کہ وہ ان پیشگوئیوں کے مطابق وہ ابتک اس انتظار میں تھے کہ ان کا مصداق ظاہر ہو ۔ کیونکہ خدا نے حضرت موسیٰ کی زبانی استثناء ۱۸/۱۹ سے ۱۵ تک کا حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کو حورب پہاڑ پر احکام شریعت نہ سننے کی سزا سے متنبہ کر دو ؛ ۱۵ - خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان

سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھریو۔ ۱۶۔ اس سب کی مانند جو تو نے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ ۱۷۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ ۱۸۔ میں اُن کیلئے ان بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اس سے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا۔ ۱۹۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سنیگا تو میں اُس کا حساب اُس سے لونگا۔ ۲۰۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا۔ یا اَور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔ (۱) اپنا کلام سے مراد وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ اور قتل نبی وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ خروج ۲۰/۱۹ و استثنا ۵ و ۱۸۔ آیت ۱۸ و ۱۹ کو ملا کر پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوہ سینا پر یا حورب پر جو کوہ سینا کا نام استثنا کی کتاب میں مستعمل ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو بلا کر دس حکم دیئے۔ اور بنی اسرائیل سے ایک نیا عہد نامہ باندھا۔ استثنا ۵/۲ اور کہا کہ اگر وہ ان احکام کے پابند رہیں تو میں انکی قوم کو زندہ رکھونگا۔ اور انکا بھلا ہوگا اور ارضِ مقدس پر اُن کے قبضہ کی مہلت لمبی ہوتی چلی جائیگی استثنا ۵/۳۳ جس وقت یہ احکام نازل ہو رہے تھے اور خدا کا جلال کوہ سینا یا حورب پر ظاہر ہو رہا تھا خطرناک بجلی چمک رہی تھی۔ اور مہیب آوازیں آرہی تھیں جسے دیکھکر بنی اسرائیل جو دامنِ کوہ میں کھڑے تھے اور خدا سے عہد باندھنے کیلئے اپنے خیموں سے باہر نکلکر دامن کوہ میں کھڑے تھے سخت ڈر گئے۔ تب انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم اس کلام کو نہیں سُنتے تو خدا سے سُنکر ہمیں سنا دیا کر ہم ڈرتے ہیں کہ ہم اس کلام کو سنکر مر نہ جائیں۔ خروج ۲۰/۱۹ اس پر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا اچھا کہا۔ جبتک یہ ان احکام پر کاربند ہونگے۔ برکت پائیں گے۔ لیکن آیندہ جب کوئی نبی تیری مانند کھڑا کیا جائیگا (یعنی صاحب شریعت ہوگا) تو وہ ان کے بھائیوں میں سے ہوگا یعنی اُن میں سے نہ ہوگا۔ گو حضرت موسیٰ نے کہا ہے کہ تم میں سے تمہارے بھائیوں میں سے نبی کھڑا کیا جائیگا استثنا ۱۸/۱۵ اور یہ خدا کے کلام کے خلاف ہے جو اس نے موسیٰ سے کیا کیونکہ اُس میں تم میں سے کا لفظ نہیں ہے بلکہ صرف یہی ہے کہ تیرے بھائیوں میں (۲) یہ فقرہ ہی لایعنی ہے کہ تم میں سے تمہارے بھائیوں میں سے جب اس کلام کے تمام قوم بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا جائیگا کہ تمہارے بھائیوں میں سے نبی کھڑا کیا جائیگا۔ تو وہ بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم میں سے ہوگا۔ نہ کہ ان میں سے اور اگر ان میں سے ہو تو پھر بھائیوں میں سے نہیں کہلا سکتا (۳) بنی اسرائیل کے بھائیوں میں نبی کھڑا کرنا تو سزا کے طور پر تھا اگر ان ہی میں سے نبی ہو تو یہ سزا نہیں رہتی جیسا کہ استثنا ۱۸/۱۶ میں لکھا ہے اس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں اپنے خداوند خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ ۱۷۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ ۱۸۔ میں اُن کیلئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہیگا۔ اِس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چونکہ بنی اسرائیل نے خدا کا کلام سُننے سے انکار کر دیا۔ جو کلام کہ شریعت کے متعلق تھا تو آئندہ خدا نے اُن کے شریعت کا دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ جب کبھی کسی ایسے نبی کی ضرورت ہوگی جو موسیٰ کی مانند صاحب شریعت ہو تو وہ ان کے بھائیوں میں سے کھڑا کیا جاویگا۔ (۴) توریت مقدس لفظ بھائی جہاں بنی اسرائیل کے حق میں بولا گیا ہے تو وہ اس کے ساتھ نام بنی اسرائیل کی بھی قید آئی ہے کہ تمام کتب عہد عتیق سے ظاہر مثال کے طور پر چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ استثنا ۲/۴ تم اپنے بھائیوں بنی اسرائیل کے آگے ہتھیار بند ہوگے۔ سلاطین ۱۲/۲۴ اپنے بھائی بنی اسرائیل سے لڑائی نہ کرو۔ ان آیات مذکورہ میں خدا

وہ گروہ بنی اسرائیل کو اپنے بھائی دس گروہوں کے ساتھ جو اُن سے ناموافق تھے سلوک کرنے کی سفارش کرتا ہے ؛

پیدائش ۱۶/۱۲ کہ اسمٰعیل اپنے بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا۔ ایسا ہی کتاب مذکور ۲۵/۱۸ کہ اُن کا قطع زمین یعنے اسمٰعیل کے بیٹوں کا اپنے سب بھائیوں کے سامنے پڑا تھا۔ اور بنی اسرائیل کو بنی ادوم سے نفرت بھی تھی اس لئے بنی ادوم کے حق میں خدا نے سفارش کی۔ استثناء ۲۳/۷ تو کسی ادومی سے نفرت نہ رکھیو کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔ اور استثناء ۲/۴ میں بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے۔ اور گنتی ۲۰/۱۴ اور عبدیاہ ۱۰ میں بھی بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے۔ استثنا ۲/۸ نیز کتاب مذکور ۱۷/۱۵ میں بھی ان تینوں قوموں یعنی بنی ادوم بنی اسمٰعیل اور بنی قطورہ کو بھائیوں میں شامل کیا گیا ہے۔ (۵) بھائیوں کا لفظ خدا کے کلام میں نہیں ہے۔ (۶) انجیلوں میں یہ پیشگوئی بار بار دُہرائی گئی ہے۔ ان میں بھی یہ فقرہ نہیں۔ پطرس اعمال ۳/۲۲ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں مجھ سے ایک نبی اٹھا دیگا تم اس کی سُنیو۔ استفنس حواری ۷/۳۷ اعمال میں یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں میری مانند ایک نبی اٹھائیگا تم اس کی سنیو۔ ترجمہ سیپٹیوارجنٹ سبعین میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ یہ ایک پُرانا اور معتبر ترجمہ ہے۔ مسیح سے تقریباً تین سو برس پیشتر لکھا گیا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح سے تقریباً تین سو برس پیشتر تک یہ فقرہ توریت میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اس ترجمہ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ وہ ۲۸۶ چھیاسی برس قبل مسیح کے سکندریہ میں ستر یہودی ربیوں کی صدر جماعت کی شرکت سے ترجمہ کیا گیا تھا اور اہل کتاب کی یہ رائے تھی کہ یہ ترجمہ الہامی ہے۔ حضرت پولوس نے اپنے جملہ رسائل میں نوے مقام پر اس سے نقل کی ہے۔

اب ان تینوں دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ جملہ "تیرے درمیان" کا صحیح نہیں ہے اور نہ حواریوں کے وقت میں یہ جملہ توریت مقدس میں داخل ہونے پایا تھا۔ اگر داخل ہونے پاتا تو ضرور ہی حواری اس جملہ "تیرے درمیان" کو اپنے بیان میں نقل کرتے۔ حالانکہ نہیں کیا۔ شاید کاتب کی غلطی سے یہ جملہ درج ہو گیا ہے اور حواریوں کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ مخاطبوں کے حق میں صیغہ جمع کا ہے۔ جیسا کہ خدا کے کلام میں صیغہ جمع غائب ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ جملہ "تیرے درمیان" کا صحیح نہیں ہے تو بہرصورت باب مذکور کی ۱۸/۱۸ آیت صحیح قرار پائی اور یہ پیشین گوئی ٹھیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آئی چنانچہ اسی پیشین گوئی کے بموجب جب حضورؐ مکہ میں عہدہ رسالت پر مبعوث ہوئے تو پہلا فرمانِ الٰہی حضورؐ انور کی زبان سے اپنی نبوت کے دعوے میں ہی نکلا۔ سورہ مزمل۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا

معاصرین کرام

براہ کرم رسالہ "اسلام" پر ریویو فرما کر مشکور فرماویں۔ اور اپنی صحائف گرامی کے ساتھ اس کا تبادلہ فرما کر حق معاصرانہ سے سبکدوشی حاصل فرماویں۔ خادم منیجر

اہل الرائے بزرگان ملت رسالہ "اسلام" پر اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرماویں۔ خادم منیجر

عقائد الاسلام

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ع ۲) (بیشک خدا کے نزدیک اسلام ہی ایک برحق مذہب ہے)
مذہب اسلام کی بنائے مقدس پانچ باتوں پر مبنی ہے جنہیں ارکان خمسہ بھی کہا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَحَجِّ الْبَیْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔
(بخاری شریف صفحہ ۶، ومسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے اول تو خدائے واحد کے سچے معبود ہونے کی شہادت دینا اور نیز یہ کہ حضرت محمدؐ خدا کے بندے اور اسکے رسول ہیں دوسرے نماز پڑھنا تیسرے زکوٰۃ دینا چوتھے اگر مقدور ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرنا اور پانچویں رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

تصحیح عقائد کی ضرورت

جب تک عقائد سے واقفیت نہ ہو اور تصحیح عقائد نہ کی جاوے اُس وقت تک تمام اعمال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات وصدقات وغیرہ سب رائیگان ہیں۔ کیونکہ عقائد ومتعقدات اسلامیہ سے ناواقف شخص کفر وشرک سے خود کو نہیں بچا سکتا۔ اور جب کوئی شخص کفر وشرک میں تمیز نہ کر سکے تو دیگر اعمال کی مقبولیت کی بابت کیا امید کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۔
(نساء ع ۱۷، پ ۱۴)

اللہ تعالیٰ اس گناہ کو تو نہیں معاف فرمائیگا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے معاف کردے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ راہِ راست سے دُور بھٹک گیا۔

اسی بناء پر صحابہ کرامؓ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تاکید کے ساتھ عقائد کی آراستگی کی بابت تلقین وہدایت فرمایا کرتے تھے۔ اسی بناء پر سلف صالحین رحؒ اور علمائے اسلام نے نہایت تحقیق وتدقیق کیساتھ فن عقائد اور علم کلام میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن سے ماہرین علوم عربیہ بہرہ اندوز اور مستفید ہوتے ہیں۔ اور اپنے عقائد واعمال و دین واسلام کو درست کرتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُردو دان برادرانِ اسلام اور طلباء انگریزی مدارس کے لئے (جنہیں نصاب تعلیم کی تکمیل سے فرصت نہیں ملتی) قرآن شریف واحادیث نبویؐ نیز کتب عقائد مثلاً شرح مواقف، شرح مقاصد۔ عقائد نسفی۔ عقائد جلالی وغیرہ سے ترجمہ کر کے مختصر طور پر صاف وسلیس عبارت میں عقائد اسلامی کو قلمبند کردیا جائے۔ تاکہ ناواقف حضرات اپنے عقائد کو درست کر کے دین ودنیا میں اعمال صالحہ کی خیر وبرکت اور اجر وثواب سے محروم نہ رہیں۔ وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ؀

عقائد باللہ

تمام عالم کا بنانیوالا صرف ایک خدائے واحد ہے۔ وہ موجود ہے۔ ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔ ذات وصفات میں اسکا کوئی شریک نہیں اُس کا ثانی ومعدوم ہونا محال ہے۔ کوئی چیز اس کی مانند نہیں وہ سب سے نرالا ہے۔ وہ عالم الغیب ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ تمام کمال کی صفتوں سے موصوف ہے۔ نقصان وزوال کی علامات سے پاک ہے۔ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے۔ بغیر کان کے سنتا ہے۔ بغیر منہ کے کلام کرتا ہے۔ وہ زندہ ہے۔ تمام ممکنات ومخلوقات پر اس کو پوری قدرت حاصل ہے۔ اسی لئے وہی تمام چیزوں کو اپنے ارادے سے پیدا

کیا ہے۔ وہی جلاتا ہے۔ وہی مارتا ہے۔ وہی قابل پرستش اور لائق عبادت ہے۔ وہی روزی دیتا ہے۔ وہی دعا قبول کرتا ہے۔ وہی عزت دیتا ہے وہی ذلت۔ وہی مریضوں کو شفا دیتا ہے۔ وہی مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔ وہی گنہگاروں کو بخشنے والا ہے۔ نیکی بدی بُرائی بھلائی کا پیدا کرنیوالا ہے لیکن نیکی سے راضی اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے۔ اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ وہ عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں۔ نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے۔ اسی نے بندوں کو سمجھ و ارادہ عطا فرمایا جس سے وہ ثواب وگناہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی جب چاہیگا سب کو فنا کر دیگا۔ پھر سب کو قیامت کے دن پیدا کریگا اور حساب وکتاب لیگا۔ نیک بندوں کو جنت میں اور بدوں کو دوزخ میں داخل کریگا۔

عقائد بالملائکہ

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے۔ وہ موجود ہیں مگر ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ وہ معصوم ہیں۔ وہ مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔ خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ بہت سے کام ان کے سپرد ہیں بعض عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں بعض لوگوں کی نیکی بدی لکھتے ہیں۔ بعض صبح وشام نماز کے وقت حاضر ہوتے اور نمازیوں کے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں بعض انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں بعض خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے رہتے ہیں۔ چار فرشتے بہت مقبول ومشہور ہیں۔ اوّل حضرت جبرئیل امین علیہ السلام (یہ پیغمبروں کے پاس وحی لیکر آیا کرتے تھے) دوسرے اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ تیسرے حضرت میکائیل علیہ السلام جو ہوا، پانی، کڑک، بجلی وغیرہ پر مقرر ہیں۔ چوتھے حضرت عزرائیل علیہ السلام جو رُوح نکالتے ہیں۔

عقائد بالانبیاء

جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں سب کے سب معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور بزرگ بندے ہیں۔ اُن کی رسالت برحق ہے۔ جو احکام وہ لوگوں کو پہونچاتے ہیں وہ سچے ہیں۔ کُل پیغمبر آدمی تھے۔ سب انبیاء مرد تھے۔ عورتوں میں کوئی نبی نہیں ہوا۔ کوئی ولی بزرگ غوث صالح نبیوں کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ وہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جناب آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہُوا ہے نہ ہوگا۔ تمام پیغمبروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل وبرتر ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیداری کی حالت میں جاگتے ہوئے جسم اطہر کے ساتھ مکّہ شریف سے بیت المقدس میں وہاں سے آسمانوں اور جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لیگئے۔ اس کو معراج کہتے ہیں۔ آپکی شریعت قیامت تک رہیگی۔ آپکی شریعت تمام ادیان کی ناسخ ہے۔ آپکا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہیگا۔

عقائد بالکتب

جس قدر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب سچی اور برحق ہیں۔ جو کچھ ان میں اوامر ونواہی، وعدہ وعید، جنت ودوزخ کی بابت احکامات ہیں وہ سب صحیح ودرست ہیں۔ اجمالاً سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ توراۃ، انجیل، زبور، قرآن شریف پر تفصیلی ایمان چاہیئے۔ توریت حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ قرآن شریف حضرت سید الکونین فخر دوجہان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا آخری فرمان ہے۔ نزول کے وقت سے لیکر ابتک زیر زبر پیش ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہیگا۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن شریف کا محافظ ہے۔ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر ع ا پ ۱۴) | ہم نے ہی قرآن شریف اُتارا ہے اور ہم ہی بیشک اس کے محافظ و نگہبان ہیں"

توریت عبرانی زبان میں۔ انجیل سریانی میں۔ زبور یونانی میں اور فرقان حمید عربی زبان میں نازل ہُوا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے۔ تمام مخلوقات جن، ملائکہ، انسان اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔ کفار نے جب کلام الٰہی سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (البقرہ ع ۳۔ پ ۱) | اور ہم نے اپنے بندے پر جو (قرآن) اُتارا ہے اگر تم کو اس (کے کلام الٰہی ہونے) میں شک ہو تو اس جیسی ایک سورت تم بھی بنالاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بُلا لو"

عقائد بالقبر

آدمی کے مرنے کے بعد اگر دفن کردیا جائے تو قبر میں اور اگر دفن نہ کیا جائے تو جس حال میں ہو، مُردے کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں اور مُردہ سے یہ سوال کرتے ہیں:

(۱) مَنْ رَّبُّکَ :۔ تمہارا پروردگار کون ہے؟ (۲) وَمَنْ نَّبِیُّکَ :۔ اور تمہارا نبی کون ہے؟ (۳) وَمَا دِیْنُکَ :۔ اور تمہارا دین کیا ہے؟

پس اگر مسلمان مومن بندہ ہے تو وہ جواب دیتا ہے:۔

(۱) رَبِّیَ اللّٰہ :۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے (۲) وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ :۔ اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۳) وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ اور ہمارا دین اسلام ہے۔

اس کیلئے ہر طرح پر آرام و چین کے اسباب مہیا ہوجاتے ہیں اس کی قبر کشادہ ہوجاتی ہے۔ اور اگر مُردہ کافر ہوتا ہے تو وہ فرشتوں کے جواب میں ھَاھَا لَا اَدْرِیْ (ہا ہا میں نہیں جانتا) کہتا ہے اسپر خدا کا سخت عذاب ہوتا ہے۔ قبر میں جملہ کفار اور گنہگار مومنین کو عذاب ہوتا ہے۔ مومن سے عذاب قبر معاف بھی ہوجاتا ہے۔

مومن مُردہ کیلئے دعا کرنے یا ورثاء کے خیر و خیرات کرنے سے عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے۔ کافر کو مرنے کے بعد دعا اور خیر و خیرات کچھ نفع نہیں دیتی۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۔

عقائد بالقیامت والبعث والنشر

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے قیامت کے متعلق جس قدر نشانیاں بتلائی ہیں وہ سب پوری ہونگی۔

مرنے کے بعد مُردوں کا جزاء و سزا کے لئے اُٹھنا ضروری و برحق ہے۔ تمام آدمی حضرت اسرافیلؑ کے صور پھونکنے سے میدان حشر میں جمع ہوجائینگے۔ آسمان و زمین پھٹکر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے۔ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ (اور پہاڑ دھنی ہوئی اُون (یا روئی) کیطرح ہوجائینگے)

میدان حشر کی تکالیف اور مصائب سے گھبرا کر سب لوگ پیغمبروں کے پاس سفارش کیلئے درخواست کرینگے مگر بالآخر ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سفارش فرمائیں گے۔ بُرے بھلے سب قسم کے اعمال میزان عدالت (انصاف کی ترازو) میں تولے جائینگے۔ جن لوگوں کا نیکی کا پلہ وزنی ہوگا وہ جنت میں داخل ہونگے۔ اور جن لوگوں کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں بھیجدیئے جائیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ (القارعہ پ ۳۰) | جس کے نیک اعمال تول میں زیادہ وزنی ہونگے تو وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا اور جسکے اعمال نیک تول میں کم ٹھہرینگے تو اس کا ٹھکانا دوزخ کا گڑھا ہوگا۔

مومن مسلمانوں کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائینگے اور بدکاروں و کافروں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

مومن مسلمانوں کے ساتھ حساب میں آسانی اور سہولت برتی جائیگی۔ ارشاد باری ہے:۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (انشقاق ع پ) | جسکو اُسکا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا تو اُس سے آسانی کیساتھ حساب لیا جائیگا اور وہ خوشی خوشی اپنے اہل وعیال میں واپس آئیگا؛

عقائد بالحوض والشفاعۃ وغیرہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر سے اپنی اُمت کے لوگوں کو پانی پلائیں گے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا؛

قیامت کے دن پل صراط سے گذرنا ہوگا۔ نیک لوگ عبور کرکے جنت میں جا داخل ہونگے اور بدکردار دوزخ میں گر پڑینگے؛

دوزخ

دوزخ ایک نہایت مصیبت کا مقام ہے۔ سانپ بچھو اور طرح طرح کے عذاب گناہگاروں کیلئے اس میں مہیا ہیں؛

جن لوگوں کو ذرہ برابر بھی ایمان نصیب ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہونگے اور جو لوگ مشرک یا کافر ہیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔

جنّت

ایک عیش وآرام کی جگہ ہے بہشتیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہر طرح کی نعمتیں وہاں موجود ہونگی۔ وہ نعمتیں ایسی ہیں کہ جنہیں آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ اور نہ کانوں ہی نے سنا ہے اور وہ انسان کے خیال میں آ بھی نہیں سکتیں۔ یہ جنت محض متقیوں خدا سے ڈرنیوالوں کیلئے بنائی گئی ہے اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدار باریتعالیٰ ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَاهُ؛

عقائد باطلہ

اشراک فی العلم

کسی پیر فقیر بزرگ مولوی صوفی یا جوگی کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کو بلا اطلاع خداوند عزوجل ہمارے تمام حالات کی خبر رہتی ہے یا نجومی، پنڈت، رمال وغیرہ سے غیب کی باتیں دریافت کرنا۔ یا فال دیکھنا دکھانا اور اس کو حق اور سچ سمجھنا۔ یا سوائے اللہ کے کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔ یہ سب کچھ اشراک فی العلم ہے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (انعام ع، پ) | اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور خشکی اور تری جو کچھ ہے اسکو بھی جانتا ہے، اور کوئی پتہ تک گرنے نہیں پاتا مگر وہ اس کو معلوم رہتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں جو دانہ ہو اور تر و خشک سب چیزیں واضح کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی موجود ہیں؛

اشراک فی التصرّف

خدائی کارخانہ میں شرکت

کسی پیغمبر، ولی، غوث، قطب، امام، شہید، فرشتے، جن، پری، کو نفع یا نقصان کا مختار کل سمجھکر اس سے روزی، اولاد، ملازمت اور طرح طرح کی مرادیں مانگنا شرک فی التصرف ہے۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝

(مومنون ع ۵ پ ۱۸)

(اے حبیبؐ ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تمکو کچھ سمجھ ہے تو یہ بتلاؤ کہ ایسا قادر مطلق کون ہے جسکے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور جسکو چاہتا ہے پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں اگر کسی کو پناہ نہیں دیتا تو یہ لوگ یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں تو اللہ ہی کی ہیں اب ان سے کہو پھر تم کیوں خبطی ہوئے جاتے ہو۔

اشراک فی العبادات

باری تعالیٰ کی عبادت میں شرک

غیر اللہ کو سجدہ کرنا۔ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا۔ چڑھاوے چڑھانا۔ قبروں کا طواف کرنا۔ خدا تعالیٰ کے حکم کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے قول یا رسم کو ترجیح دینا۔ مخلوق کے آگے جھکنا۔ تعزیہ۔ علم۔ چھڑیاں نکالنا۔ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ نالے بندی۔ توپ یا بندوق پر بکرا چڑھانا۔ بھینٹ دینا۔ اٹھتے بیٹھتے کسی انسان کا نام لینا۔ کسی کی دہائی دینا۔ کسی جگہ کی بیت اللہ جیسی تعظیم و تکریم کرنا۔ یہ سب باتیں شرک فی العبادات میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ "سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کرو"

اشراک فی العادات

عادت میں شرکت

کسی کے نام کا بازو پر پیسہ باندھنا۔ عالم کے کاروبار کو تاروں کی تاثیر سمجھنا۔ اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا۔ شگون لینا۔ کسی دن یا مہینے یا سال کو منحوس سمجھنا۔ کسی بزرگ کے نام کا وظیفہ کرنا۔ یا یوں کہنا اوپر خدا نیچے آپ ہیں۔ کسی کے نام کی قسم کھانا۔ برکت کے لحاظ سے کسی بزرگ کی تصویر رکھنا۔ ان امور کو شرک فی العادت کہتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (انعام ع ۱۶ پ ۸)

"اور یہ کافر خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپاؤں میں اللہ کا بھی ایک حصہ ٹھہراتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اتنا تو خدا کا اور اتنا ہمارے شریکوں (بتوں) کا پھر جو ان کے شریکوں کا حصہ ہوتا ہے وہ تو اللہ کو پہونچتا نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہونچ جاتا ہے۔ جو کچھ یہ لوگ فیصلہ کرتے ہیں وہ برا فیصلہ ہے"

بدعات القبور

قبروں کی بری رسمیں

قبروں پر دھوم دھام سے میلہ یا تماشہ کرنا۔ عورتوں کا وہاں جاکر چادریں چڑھانا۔ قبر کو طواف و سجدہ کرنا۔ دین و دنیا کے منودی کاروبار کو ترک کرکے قبروں کی زیارت کیلئے جانا۔ وہاں رنڈیوں کا ناچ گانا بجانا۔ بزرگوں کے راضی کرنیکے خیال سے قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا۔ قبر کیطرف نماز پڑھنا یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔ "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری قبر کو عیدگاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تم خواہ کہیں بھی ہو درود"

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَّصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ (نسائی شریف)

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ (مشکوٰۃ شریف) "رسول خدا نے فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا یو کہ اس کی پرستش (پوجا) کی جاوے" وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

(محمد عبد التواب چشتی از شاہدرہ)

دعا اور وظائف

اس میں شک نہیں کہ خالق اکبر کو جس زبان اور جس طریق سے بھی پکارا جائے، خدائے تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی فریاد ضرور سنتا ہے مگر بہترین طریق دعا اور الفاظ دعا وہی ہے جو خود سمیع الدعوات قاضی الحاجات نے اپنے برگزیدہ بندوں انبیاء علیہم السلام کو تعلیم فرمایا اور ان دعاؤں سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قرآن کریم مطلع فرمایا۔ اس لئے ہم رسالہ اسلام کی اشاعت امروزہ میں قرآن کریم کی چند دعاؤں کا ذکر کرتے ہیں جنکو خدائے قدوس کے اولوالعزم بندوں نے وقتاً فوقتاً اپنی حالات و ضروریات کیلئے ذکر کیا۔

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی دعا

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (ترجمہ) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آپکو خود تباہ کیا۔ اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کریگا اور ہمپر رحم نہیں فرمائیگا تو ہم بالکل برباد ہو جائینگے"

حضرت نوح علیہ السلام کی دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ترجمہ) خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو ان ظالموں سے نجات دی)

ایضاً۔ رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ (ترجمہ) اے پروردگار مجھکو زمین پر برکت کا اتارنا اتاریو اور تو سب اتارنے والوں میں بہتر اتارنیوالا ہے" ایضاً۔ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (ترجمہ) اے پروردگار میں ایسی جرأت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ جس چیز کی حقیقت مجھے معلوم نہیں۔ اسکی تجھ سے درخواست کروں اور اگر تو میرا قصور نہیں معاف فرمائیگا اور مجھپر رحم نہیں کریگا تو میں بالکل برباد ہو جاؤنگا"

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ (ترجمہ) اے میرے پروردگار مجھکو توفیق کہ جیسے جیسے احسانات تو نے مجھپر اور میرے والدین پر کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کروں اور زندگی بھر ایسے عمل کرتا رہوں جنکو تو پسند فرمائے اور میرے پیچھے تو مجھکو اپنے کرم سے نیک بندوں میں داخل کر"

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ (ترجمہ) اے پروردگار مجھکو اکیلا یعنی بے اولاد نہ چھوڑ اور یوں تو سب وارثوں سے بہتر وارث ہے"

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ترجمہ) اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ذات ہے میں نے بڑا ظلم کیا"

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا۔ اِنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (ترجمہ) جو کہ یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو (یا اللہ) سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے"

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا۔ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (ترجمہ) ہمارا پروردگار علم الٰہی کی رو سے تمام چیزوں پر حاوی ہے ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے اے ہمارے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں جھگڑا پڑا ہے توہی اسکا سچا فیصلہ کر اور تو سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے"

متقین کی دعا۔ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (ترجمہ) اے پروردگار ہم تیرا ایمان لائے تو ہمکو ہمارے گناہ معاف فرما۔ اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا"

نماز

(از جناب سید کرم حسین صاحب ۔ تجارہ)

یہ ایک ایسی بابرکت عبادت الٰہی ہے کہ اس سے کسی نبی کی شریعت خالی نہیں رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ادائیگی اس کی فرض تھی۔ اور انکی اُمت بھی ادا کرتی تھی۔ ہمارے حضور پُر نور رحمتِ ربِ غفور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدائے رسالت میں دو وقت؛ ایک صبح اور دوسری مغرب کی اور اسی طرح صحابہ کرام ادا فرماتے تھے۔ مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمانے سے ڈیڑھ برس پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدائے پاک نے معراج کا رتبہ عطا فرمایا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ۔ براق سواری کیلئے آیا آپ بہمراہی حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس پہونچے اور مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ وہاں پر ایک جگہ حوران جنت کو دیکھا۔ اور انہوں نے یہ ہدیہ پیش کیا۔ السلام علیکم یا سید المرسلین محبوب رب غفور نے فرمایا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے عرض کیا نَحْنُ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ نِسَاءُ قَوْمٍ اَبْرَارٍ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ۔ ہم نیک لوگوں کی بی بیاں حوران جنت ہیں آج جناب فلک رکاب کے پیچھے نماز ادا کرنے کیلئے ہمارے ذوالجلال والاکرام نے حکم دیا ہے۔ اور تمام مسجد مردوزنان سے بھری ہوئی ملاحظہ فرمائی۔ اور سب ادائیگی نماز میں مصروف تھے۔ حضورؐ جبرئیلؑ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرئیلؑ نے تمام انبیاء پاک کے نام بتائے اور نماز عشاء کی ادائیگی کے لئے اذان دی۔ اذان کے ہوتے ہی آسمان سے فرشتے اسقدر نازل ہوئے کہ تمام مسجد بھر گئی جب مسجد میں جگہ نہ رہی تو اور فرشتے ہوا میں معلق نظر آنے لگے۔ اور حضرت جبرئیل نے حضورؐ پُر نور سے عرض کیا کہ آپ ہی امام الاولین والآخرین ہیں؛ مصلے پر تشریف لائیے۔ جبکہ حضور مقدس صفات افضل الصلوٰۃ والتحیہ نے مصلے پر تشریف ارزانی فرمائی۔ تب حضرت جبرئیلؑ نے تکبیر پڑہی۔ حضورؐ نے دو رکعت نماز دوگانہ ادا فرمایا۔ اور حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ یا حبیبِ خدا اشرف انبیاء اس وقت نماز میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اور تمام ملائکہ آسمان و زمین شامل ہیں۔ ادائیگی نماز کے بعد حضورؐ سراپا نور آسمانوں کو طے فرماتے ہوئے ساتویں آسمان پر پہونچے۔ یہاں بیت معمور فرشتوں کا قبلہ ہے۔ جیسے کہ دنیا میں ہمارا قبلہ مکہ ہے جسکو اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ فرمایا ہے۔ جبکہ یہاں داخلی ہوئی تو ایک فرشتہ درگاہ الٰہی سے نازل ہوا جس کو کبھی حضرت جبرائیلؑ نے بھی نہ دیکھا تھا۔ اور اس نے ایسی خوش آوازی سے اذان کہی کہ ساتوں آسمانوں کو وجد آنے لگا۔ اور تمام ملایک جو تسبیح وتحلیل میں مشغول تھے ہر ایک خاموش ہو کر سُنتا تھا جس وقت اس نوری فرشتے نے اللہ اکبر کو ادا کیا ہے۔ اللہ برتر کیطرف سے جواب آیا صدق ملکی عند اللہ اللہ اکبر اسی طرح اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ پر جواب آتا رہا۔ جبکہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے الفاظ ادا کئے گئے تو یکایک اس قدر فرشتے جمع ہوئے اور برابر برابر کھڑے ہو کر صفیں باندھنے لگے۔ انکی ایک ایک صف مشرق سے مغرب تک ہوتی تھی۔ صفوں کا شمار پروردگار ہی جانتا تھا۔ حضورؐ سراپا نور سے ان کا شمار ہی نہ ہوسکا۔ حضرت جبرئیلؑ نے یہاں بھی انہیں الفاظ سے یا امام الاولین والآخرین امامت کیلئے عرض کیا۔ بعد نماز آگے بڑہے تو مرتبہ وحدت میں پہونچے۔ آپکی نظر اول توحید افعال پر پڑی اور یہ ایک حجاب ہے اور مانع ترقی۔ تو آپنے رفع حجاب کے لئے عرض کیا۔ اعوذ بعفوك من عقابك یعنے میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے۔ پھر سُنی آپ نے آواز قلموں کے چلنے کی۔ اُن سے جاری ہونیوالے کام لکھے جاتے تھے۔ الیٰ ان سمع صریف الاقلام بالامور المقضیۃ۔ پھر یہاں سے ترقی پاکر آپکی نظر توحید صفات پر پہونچی۔ اور یہ دوسرا حجاب ہے تو آپنے یہ دعا رفع حجاب کیلئے مانگی واعوذ برضاك من سخطك

میں پناہ طلب کرتا ہوں تیری رضا کی تیرے غصہ سے۔ رضا و غصہ ہر دو صفت ہیں۔ پھر یہاں سے ترقی فرماتے ہوئے توحید ذاتی میں پہونچے۔ اور ارادہ کیا کہ حمد و ثنا خدائے پاک ادا فرمائیں تو آپنے یہ آواز سنی۔ قِف یا محمد فان ربك یصلی۔ ٹھیر و اے محمد پروردگار تمہارا نماز کی ادائیگی میں ہے۔ تو اس وقت آپ پر دہشت جلال کبریائی و عظمت و جبروت خدائی طاری ہوئی۔ اور حکم خداوندعالم صادر ہوا۔ واسجد و واقترب تم سجدہ کرو اور ہمارے قریب آؤ۔ معاً سجدہ کیا اور پڑھا سبحان ربی الاعلیٰ اور یہ دعا مانگی۔ اعوذ بك منك لا احصی ثناء علیك كما اثنیت علیٰ نفسك میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھ سے میں جو ری نہیں کر سکتا تیری حمد و ثنا جیسا کہ تو خود ہی اپنی حمد و ثنا کرے یعنی اس مرتبہ میں تو خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود۔ پس تو آپ ہی اپنی حمد و ثنا کر سکتا ہے میری قدرت و مجال نہیں کہ میں تیری تعریف و توصیف کر سکوں۔ پھر آپنے بالہام ربانی التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات پڑھی۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے سرافرازی ہوئی۔ السلام علیك ایها النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فوراً ہی حضور خدائی نور نے اپنی امت کو یاد فرمایا۔ اور اپنے ساتھ ملایا۔ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ پھر ملائکہ ملکوت نے جو یہ رتبہ پُر عظمت و پُراز مکرمت حبیب رب العزت مشاہدہ کیا تو ملکوت و جبروت سے غلغلہ اس آواز کا ہوا۔ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله پھر تو چاروں طرف سے آپکے گوش حق نیوش (کان مبارک) میں آوازیں آنے لگیں۔ ادن منی یا حبیبی یعنی قریب ہو جا مجھ سے اے حبیب ستر ہزار بار یہی خطاب ہوا اور ہر مرتبہ حضور کو ترقی مراتب ہوتی تھی۔ اور آگے بڑھتے جاتے تھے کہ یکایک اٹھ گئے آپکے لئے پردے راز ادبیہ کی کے۔ واماط لہ الحجب الانوار الجلالیۃ اور وہاں تک پہونچے جہانتک کسی کا وہم پہونچا نہ گمان پہونچ سکے۔ بلکہ مخلوقات میں سے کسی نے نہ جانا کہ جان کہاں ہے اور جان نے نہ جانا کہ قدم کہاں ہے اور قدم نے نہ جانا کہ نفس کہاں ہے اور دل نے نہ جانا کہ جان کہاں ہے اور جسم نے نہ جانا کہ سر کہاں ہے۔ اسی مقام کو استغراق و عالم جبروت کہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ملک العلام ہے کہ جس کا ظاہر کرنا خلاف مصلحت ہے۔ یہاں پر نہ روح ہے نہ جسم ہے نہ میں ہوں نہ تو ہے کوئی نہیں سوائے ذات واجب الوجود کے یہ ایسا مقام مشاہدات باریتعالیٰ کا ہے کہ اس سے نہ کوئی رسول مشرف ہوا ہے اور نہ کسی نبی کو باریابی کا شرف بخشا گیا ہے فرشتوں تک کی رسائی نہیں ہوتی۔ جو اپنے نور ظہور و حبیب لبیب کو عطا فرمایا اور خدائے پاک کی یہی مصلحت تھی۔ کہ حضور پُر نور کا جسم مقدس بعنایت الطف نور علیٰ نور بنایا تھا۔ اور سایہ سے خالی تھا۔ اسی واسطے کہ اس مقام کا شرف عطا فرمانا تھا۔ جبکہ حضور سراپا نور علیٰ نور اس مقام میں داخل ہوئے تو تمام تجلیات جلالی و جمالی جو بمنزلہ دید و شنید یعنی علم الیقین و حق الیقین میں آئی ہوئی تھی۔ یہاں پر حق الیقین کا مشاہدہ فرمایا وَاَرَاہُ بِعَیْنِی رَأْسِہٖ مِنْ حَضْرَةِ الرُّبُوْبِیَّةِ فَلَا رَاہُ اور دکھایا حضور پُر نور کے سر مبارک کی دونوں آنکھوں سے اپنی ربوبیت کو جو حق تھا دکھانے کا۔ فقربہ اللہ تعالیٰ وادناہُ اور قریب اپنے بلایا اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات مقدس صفات کو اغاث پاک میں۔ ۹۰ ہزار گفتگو کا دو بدو ہونا اور فعلمت علم الاولین والآخرین یعنی تمام علوم دنیا کے اول سے آخر تک سے سرفراز فرمایا اس نوازش فرمائی پر آپکو جرأت ہوئی تو آپنے دریافت فرمایا کہ اے میرے پروردگار تو مالک لیل و نہار اور ستار و غفار ہے اور تو خود معبود رب ودود ہے۔ تیرا نماز میں مشغول ہونا کیسا تھا۔ رب العباد نے ارشاد فرمایا یا محمد سبقت رحمتی علیٰ غضبی اے محمد میری رحمت نے سبقت کی ہے میرے غضب پر۔ پس خداوندی ارشاد ہوا اے میرے پیارے حبیب لبیب تم پر اور تمہاری امت پر روز مرہ پچاس وقت کی نماز فرض کیگئی۔ محو دیدار تجلی الٰہی میں مستغرق ہو کر واپسی ہوئی۔ جبکہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ انکی دریافت فرمائی پر انعام الٰہی و اکرام خداوندی کا ظاہر فرمایا۔ اور پچاس وقت کی نماز پڑھنے کا حال سنایا حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب خدا آپ تو اس وقت مولیٰ کا دیدار دیکھ رہے تھے اور آپکی محویت اس میں تھی۔ آپ تو پچاس نہیں ہزار

ادا فرمائیں گے۔ تیری امت دو وقت کی نہ پڑھ سکی تو آپ کی تمام امت تو موجب تجلی خداوندی نہ ہوگی وہ کیسے ادا کر سکیگی۔ آپ اپنی امت گنہگار کیطرف سے رؤف و رحیم ہوکر پھر اسی مقام خاص فلک اختصاص میں پہنچے۔ ایک سفید نور جو ابر کیصورت میں تھا۔ اس نے آپکو اپنے اندر لیا اور آپنے سجدہ کیا۔ اور عرض کیا کہ خداوندا تو دانا و بینا ہے کہ میری امت ضعیف و ناتوان ہے اس سے اس قدر بوجھ نہ اٹھ سکیگا۔ تو اپنی خدائی کے صدقہ میں تخفیف فرما۔ ارشاد ہوا کہ اچھا پانچ وقت کی نماز کو معاف کیا۔ غرضیکہ خدا کے حضور میں چند بار حاضر ہونے اور التجائیں کرنے پر پینتالیس ۴۵ وقت کی نمازیں معاف ہوئیں۔ پانچ باقی رکھی گئیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ مایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید اے میرے حبیب نہ ہمارے احکام بدلے جاتے ہیں اور نہ ہم کسی پر ظلم کرنا پسند کرتے ہیں ہمکو تمہاری خاطر منظور ہے۔ تم اور تمہاری امت پانچ نمازیں پڑھیں ہم پانچ کی وہی پچاس سمجھتے رہینگے۔ آنحضور سراپا نور نہایت دلشاد و بامراد واپس تشریف ارزانی فرمائی۔ پہلے صبح اور مغرب کی نماز ادا ہوتی تھی۔ ظہر عصر اور عشا کی یادگار معراج صاحب لولاک ہیں اسی واسطے نماز اسلام کا رکن اعظم قرار پایا۔ اور مسلمانوں کا دارومدار ادائیگی نماز پر ہی رکھا گیا۔ ہر مسلمان جس کو خدا نے عقل دی ہے۔ اور سوچ سمجھ عطا فرمایا ہے۔ ۷ برس کے بعد سے جبتک دنیا میں زندہ رہے۔ پانچ وقت نماز پڑھے۔ امیر ہو یا غریب۔ عورت ہو یا مرد۔ سب کو ادا کرنا ضروری ہے۔ دشمن سے لڑائی ہو رہی ہو اس وقت بھی نماز پڑھنے کا حکم اس طرح پر ہے کہ کچھ مسلمان دشمنوں سے لڑیں اور کچھ نماز پڑھیں جب پہلے نمازی نماز پڑھ چکیں تو وہ لڑائی میں شامل ہوں جنہوں نے نہ پڑھی ہے پھر وہ پڑھیں۔ عورت کے بچہ پیدا ہونیکا درد ہو رہا ہو جو اس کے لئے نہایت تکلیف کا وقت ہوتا ہے اس وقت بھی جسطرح ہو سکے پڑھے یہانتک کہ اگر بچہ کا کوئی حصہ آدھے سے کم اس کے خاص حصہ سے باہر آگیا ہو بشرطیکہ نفاس کا خون نہ آیا ہو۔ اور طوبت نہ خارج ہوئی ہو اور نماز کا وقت آگیا ہو تو نماز ادا کرے۔ جو مسلمان اس کے فرض ہونے کا اقرار نہ کرے وہ یقیناً مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ اس واسطے کہ وہ خدا اور خدا کے رسول ؐ کے حکم کو سچا نہیں جانتا اور قرآن شریف کی آیتوں کا انکاری ہے۔ نماز پڑھنے اور اس کے ادا کرنے کی تاکید اور اس کی فضیلتوں سے تمام قرآن مجید اور احادیث حبیب رب مجید کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔ اور کسی عبادت کی ایسی وعید نہیں آئی ہے جیسی کہ نماز کی تاکید ہے۔ تمام جلیل القدر صحابہ و ائمہ نماز نہ پڑھنے والوں کو مسلمان نہیں فرماتے۔ تمام آیات قرآن شریف اور احادیث لطیف متعلقہ نماز ایک جا جمع کی جاویں تو قطعی طور سے یہ نتیجہ ان سے نکلتا ہے۔ کہ نماز نہ پڑھنے والا معتوب بندوں سے ہے۔ دنیوی بادشاہوں اور حکمرانوں کے حکم احکام نہ ماننے والوں کو سزا ملتی ہے تو اس احکم الحاکمین کا حکم اور رسول معظم کے نافرمان بندوں اور امتوں کو کیوں نہ اس دنیا میں خرابی اور مکروہات دنیوی میں پریشانی دیکھنے میں آوے۔ اور عاقبت میں اہل محشر کے روبرو روسیاہی اپنے آپ میں پاوے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان نماز پڑھتا رہیگا۔ قیامت میں اس کے ساتھ ایک نور ہوگا اور وہ نماز اس کے لئے باعثِ نجات ہوگی۔ جو شخص نماز سے غفلت کریگا۔ وہ قیامت میں قارون، فرعون، ہامان، ابی بن خلف جیسے دشمنان خدا کے ساتھ ہوگا جن کا ٹھکانا جہنم ہے؛

جب بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے اور نیت باندھ لیتا ہے تو خداوند کریم سامنے تشریف لاتے ہیں۔ نمازی نماز میں اپنا دل کسی دوسری طرف لیجاتا ہے۔ یا نگاہ کھڑے ہونے میں بجائے سجدہ اور کسی جگہ دیکھتا ہے۔ اور اپنے پڑھنے کیطرف خیال نہیں رکھتا تو وہ مولا جل وعلا فرماتا ہے کہ اے بندے میرے ہم تیرے دل میں موجود ہیں تو ہمکو کیوں نہیں دیکھتا۔ کیا کوئی شئے ہم سے بھی زیادہ تجھکو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اے محروم القسمت تو اور خیالات کیوں پیدا کرتا ہے۔ ہمارا خیال نہ رکھنے والا فلاح نہیں پاتا۔

یہ حدیث شریف اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سلسلہ بسلسلہ منقول ہے اور اس کو حدیث مسلسل بسلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

عن جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن الحسین شہید کربلا عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الصلوٰۃ مرضات للرب تبارک وتعالیٰ وحب الملائکۃ و سنۃ الانبیاء ونور المعرفۃ واصل الایمان واجابۃ الدعاء وقبول الاعمال وبرکۃ فی الرزق وسلاح علی الاعداء وکراھۃ للشیطان وشفیع بین صاحبھا وبین ملک الموت ونور فی قلبہ وفراش تحت جنبہ وجواب مع منکر ونکیر ومونس فی قبرہ الی یوم القیامۃ فاذا کانت القیامۃ کانت الصلوٰۃ ظلا فوقہ وتاجا علی راسہ ولباسا علی بدنہ ونورا یسعی بین یدیہ وسترا بینہ وبین النار وحجۃ المومنین بین یدی رب العلمین وثقلا فی المیزان وجوازا علی صراط مفتاحا للجنۃ ان الصلوٰۃ تحمید وتسبیح وتقدیس وتعظیم وقرأۃ ودعا وتحمید۔ روایت امام جعفر صادق نے حضرت امام محمد باقر سے اور انہوں نے حضرت امام زین العابدین سے اور انہوں سے حضرت امام حسین شہید کربلا سے اور انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے اور انہوں نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آں محبوب کبریا صلوٰۃ اللہ وسلامہ نے لوگوں کو نماز حق تعالےٰ کی رضامندی کا بڑا ذریعہ ہے۔ ملائک کی محبت کا وسیلہ ہے۔ نماز طریقہ ہے انبیائے سابقین کا۔ نماز نور ہے معرفت الہٰی کا۔ نماز جڑ ہے اسلام کی۔ نماز سبب ہے دعا کے مقبول ہونے کا۔ کل عمل نماز کے سبب مقبول ہوتے ہیں۔ روزی کی برکت نماز میں ہے۔ نفس اور شیطان سے لڑنے کیلئے نماز بڑا ہتھیار ہے نماز موت کے وقت ملک الموت سے نمازی کی سفارش کریگی۔ اور ملک الموت کو بآسانی جان نکالنے کی ہدایت کریگی۔ نماز مومن کے دل کا نور ہے۔ نماز قبر کا بچھونا ہے۔ نماز جواب دیگی منکر نکیر کو قبر میں مُردے کی طرف سے۔ نماز قبر میں قیامت تک مُردے کی مونس بنی رہیگی جب قیامت قایم ہوگی تو نمازی کے سر پر نماز کا سایہ ہوگا۔ نماز سر کا تاج بدن کا لباس ہوگی۔ قیامت کے اندھیرے میں مشعل بنکر آگے آگے چلیگی۔ نماز نمازی کے لئے آڑ ہوگی جہنم سے حساب کتاب کے وقت۔ نماز اللہ کے سامنے بخشوانے کیلئے حجت کریگی میزان عدالت میں نماز کا وزن پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوگا۔ نماز پلصراط کی راہداری کا پروانہ ہے۔ نماز جنت کی کنجی ہے جو جنت کے بند دروازے کو کھولکر نمازی کو داخل کریگی۔ ایک نماز ہزار باتیں نفع کی اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ نماز بہت سی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ اہل اسلام میں نماز کی ترقی یہانتک ہوئی کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اُسی حکم خداوندی کے مطابق ادا فرماتے رہے یہانتک کہ دو دو رکعت نماز رات کو پڑھتے پڑھتے صبح ہوجایا کرتی تھی۔ اسیطرح صحابہ کرام وائمہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین ادا فرمایا کرتے تھے اور اولیاء اللہ علیہم اجمعین نے بھی بہت سی نمازیں بڑھ لیں جن سے صلوٰۃ عشق۔ اشراق۔ چاشت۔ صلوٰۃ التسبیح۔ صلوٰۃ معکوس انہیں نمازوں میں شامل ہیں۔ اور یہ نمازیں اولیاؤں، عابدوں، زاہدوں کے لئے ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جب ان حضرات کی روحانیت اسقدر ترقی کرگئی کہ نماز فرض پنجگانہ اور سنتوں سے اُن کے دلوں کی سیری نہ ہوئی تو یہ نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ تاکہ روح کو سیری حاصل ہو۔ چنانچہ صلوٰۃ التسبیح ایک بہت بڑی نماز ہے جو پہر بھر سے زیادہ میں ختم ہوتی ہے۔ ان نمازوں کی ادائی سے مراد انکی یہ ہوا کرتی ہے کہ روح کو مسرت اور دل کو مسرت واطمینان ہو۔ جس کے لئے ارشاد ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اور تجلیات الہٰی کا مشاہدہ ہو یعنی خدا تعالیٰ کا دیدار دیکھنے میں آئے مسلمانو! سچ جان لو کہ دل اللہ ہی کے ذکر سے چین پاتے ہیں۔ نماز دل سے نہیں پڑہی اسی وجہ سے بیفکری نہیں مسلمانو! نماز اس طریقہ سے پڑہو تاکہ خدا کا دیدار نظر آئے نماز کی ادائیگی جیساکہ حکم ہے ادا ہو جاوے جس وقت نیت نماز کی جاوے تو اس کے ایک ایک لفظ کا خیال رکھئے کہ اب میں نیت میں یہ الفاظ کہہ رہا ہوں۔ اسیطرح جو اور الفاظ پڑہنے میں آئیں مثلاً اعوذ اور بسم اللہ کا ایک ایک حرف کی ادائیگی کا تصور کرے یعنی الحمد کہے پھر للہ پڑہے۔ جب للہ منہ سے نکلے تو پھر رب العلمین کا خیال رکھے۔ اسیطرح تمام نمازیں تصور کرے اور خدا بھی خیال

اپنا دوسری طرف نہ جانے دے۔ تو پھر دوسرے خیالوں کیطرف طبیعت ہرگز رجوع نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص معنے بھی جانتا ہے تو وہ الفاظ تو اپنی زبان سے ادا کرے اور معنوں کا دھیان یعنی تصور دل میں رکھے تو اس طرح نماز پڑھنے سے پھر چند روز میں یہ تصور ایسا ذہن نشین ہو جائیگا کہ پھر اور کوئی خیال ہرگز ہرگز نہ آیا کریگا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب کچھ پڑھے تو اس کیطرف اِس طرح توجہ کرے کہ جس سے لطف آئے اور رونگٹا رونگٹا شوق سے کھڑا ہو جائے اگر ایسی لذت ملنے لگے تو نمازی کو سمجھ لینا چاہئے کہ نماز کا جو نتیجہ ہے وہ ملنے لگا۔ کیونکہ ہر ایک عبادت کے ارکان دل سے اور غور سے ادا کرلینا شریعت ہے۔ اور اس میں لطف و سرور آنا یہ طریقہ طریقت ہے۔ دل لگ جانا اور محویت ہو جانا ایسی بڑی شے ہے۔ اس وقت جو کچھ دعا کی جاتی ہے فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ محویت ہو جائے۔ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہے تو یہ حقیقت ہے اور اس کے آگے معرفت ہے جو انسان کو بفکر اور مطمئن کرتی۔ اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ یہی وقت ہے کہ انسان ہر ایک ماسوا سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسی حالت میں غرور تکبر خودی اور آنانیت و خودداری دل سے نکل جاتی ہے۔ اور خدا کی ہی لو لگجاتی ہر جس شخص کا نماز میں دل نہ لگے اور اس خیال سے پڑھے کہ اور مسلمان کہینگے کہ یہ نماز نہیں پڑھتا کیسا مسلمان ہے۔ تو ایسی نماز کسی کام نہ آئیگی بلکہ اُلٹی ملتھے ماری جائیگی۔ جس کے لئے خدانے بھی فرمایا ہے فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتہم ساھون ایسے مسلمانوں کو چاہئے کہ نماز میں دل لگنے کا خیال پیدا کریں۔ پھر اس کی روز بروز ہر طرح کی ترقی ہونے لگیگی۔ مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ نماز میں دل لگایا کریں۔ اور یہ لکھے خیال سے نماز پڑھیں۔ خواہ کتنے ہی دنیوی خیال آتے ہوں۔ اور وسوسے ستاتے ہوں۔ سب محو ہو جائیں گے :

اگلے مسلمان ایسی ہی نماز پڑھا کرتے تھے تو ہر طرح کی ترقی پاتے تھے۔ اتفاق تھا اتحاد تھا۔ ایک دوسرے کی ہمدردی کرتا تھا بھائی سے بھائی خوش رہتا تھا۔ ایک شخص کتنوں پر بھاری ہوتا تھا۔ اِس وقت میں کروڑوں مسلمان ہیں لیکن اپنی ہی قوم کو تباہ کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو مشرک کافر کہتا۔ کونسی حدیث اور کونسی آیت سے ثابت ہے۔ اصل یہ ہے کہ جیسی نماز دیکھا دیکھی کی رکھی ہے اور جیسی سستی سے ادا کی جاتی ہے ایسا ہی برتا و خدائی ہے کہ ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان نماز پڑھنا تو درکنار سرے سے نماز ہی میں نقص بتا رہے ہیں۔ پہلے سے ایسے مسلمان ہوتے تو قرآن شریف کہیں دیکھنے میں نہ آتا نہ مسجدیں نظر آتیں :

مسلمان اب بھی ہوش میں آجائیں اور خدا سے لَو لگالیں تو مَنْ لَّهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ "خدا تمہارا اور تم خدا کے ہو جاؤ" کی مثال صادق آجائے اور پھر وہی خدا ان کا ہو جائے جس کا فرمان ہے فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ۔ تم میری یاد نہ بھولو میں تم کو یاد کروں گا۔ بھلا جس کو خدا یاد کرے۔ اس کا کوئی کیا وصف کرے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ نماز ہماری نماز نہیں :

غفلت کی سرشاریاں

مقدمۂ آخرت کی روئداد

مجرم کی پیشی عدالتِ الٰہی میں

(از جناب مولٰنا ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب بی۔ ڈی۔ ایچ۔ ورنگلی۔ وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن ؁)

بے خبری

جرم و گناہ کو آتش جہنم سے ایک فطرتی نسبت ہے جس جسم میں خطاکاری و گنہگاری کا ذائقہ ہوگا۔ نارِ دوزخ کی طلب اسمیں نہاں ہوگی کہ وہ اسکی غذا ہے۔ جرم و عصیاں کی بنیاد غفلت پر قائم ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے دیدہ دانستہ ہرگز گناہ کا مرتکب نہ ہوگا جس دل پر غفلت مسلط ہے۔ وہاں خوف خدا کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ اور جہاں خوفِ خدا ہے وہاں غفلت نہیں پھٹکتی "شتاں بین مشرق و مغرب" دونوں میں بعد المشرقین اور آب و آتش کا تضاد و تباین ہے؛

غافل انسان جانور سے بھی بدتر ہے

یہی وہ غفلت ہے جو چشم بینا میں خاک جھونک دیتی ہے۔ یہی وہ پنبۂ غفلت ہے جو گوش شنوا کو بہرہ کردیتی ہے۔ یہی غفلت وہ بلائے بیدرماں ہے جو تمیز و احساس کو باطل کرکے آدمی کو دائرۂ انسانیت سے خارج کرتی اور حیوانوں میں جا ملاتی ہے اور جانوروں سے بھی گیا گذرا کردیتی ہے۔ کہ جانور بھی اپنی ضرورت کی حد تک بھلے بُرے کا احساس رکھتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ اسی غفلت کی بدولت انسان کو کل لقمۂ نارِ جہنم بننا ہوگا۔ کہ یہ اصل جرم و گناہ ہے جس میں آتشین جہنم کے شعلوں کیلئے ایک قدرتی کشش موجود ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (اعراف)	اور ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اُن کے دل تو ہیں مگر ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے ان کی آنکھیں بھی ہیں مگر اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور انکے کان بھی ہیں مگر اُن سے سُننے کا کام نہیں لیتے (غرض) یہ لوگ (آدمی نہیں ہیں) چارپایوں کی مثل ہیں بلکہ اُنسے بھی گئے گذرے بیچ میں یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں

جہنم کی درخواست

اسی مناسبت سے قیامت کے روز دوزخ رب العٰلمین سے اپنی غذا کا مطالبہ کریگی اور عرض کریگی کہ میں بھی تیری ایک مخلوق ہوں ازل کی بھوکی ہوں۔ اے ربِ الناس تیرا وعدہ تھا کہ تو قیامت میں مجھے شکم سیر کریگا۔

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ (ص) | (اے ابلیس) ہم بھی تجھ سے اور جو لوگ تیری پیروی کریں اُن سب سے جہنم کو بھر دینگے"

درخواست منظور

یہ درخواست منظور ہوگی مجلس جہنم کے داروغہ "مالک" کے نام حکم صادر ہوگا کہ اس کا پیٹ بھر دیا جائے۔ جب یہ مُنہ کھولکر اژدہے کی طرح مجرمین کو نگلنا شروع کردیگی تو قیدیوں میں ایک شورِ محشر بپا ہو جائیگا۔ کشتگانِ غفلت واویلا مچائیں گے۔ ارشاد ہوگا؛

اَلْیَوْمَ نَنْسٰکُمْ کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ (جاثیہ)

اور (ان سے) کہدیا جائیگا کہ جسطرح تم نے اپنے اِسدن کے آنیکو بھلائے رکھا تھا آج ہم بھی تمکو (دیدہ دانستہ) بھلا دینگے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی تمہارا یار (و مددگار) نہیں ہے۔

انصافِ منتقم حقیقی

پھر ارشاد ہوگا ہم نے صاف اور واضح طور پر دنیا میں اپنا اعلانِ الٰہی تم کو سُنا دیا تھا کہ ہمارے احکام کو سُنکر اس سے اعراض اور بے پروائی کرنیوالے، غفلت برتنے والے خود اپنے آپ ظالم ہیں اور ہم ایسے مجرموں سے ضرور انتقام لیکر چھوڑیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (سجدہ)

اور اُس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا۔ کہ اس کو اس کے پروردگار کی آیتوں کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے اور وہ اُن سے منہ پھیر، بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لیکر رہینگے۔

اہل وعیال اور وفاداری

اِس دارِ دنیا میں بیوی بچے، عزیز و اقارب پر انسان فدا رہتا ہے، مرمٹتا ہے۔ انہیں کے پیچھے اپنی عاقبت بگاڑ بیٹھتا ہے، انہیں بیوی بچوں کی خدمتگزاری کے لئے دولتِ دنیا جا و بیجا سمیٹتا پھرتا ہے اور خدا کی راہ میں دینے دلانے سے انہیں کا خیال کرکے رُکجاتا ہے انہیں کی فکروں میں ایسا مصروف و مشغول ہو جاتا ہے کہ آخرت کی خبر نہیں لیتا۔ غرض یہ بیوی بچے دنیا میں اسکی بہت ہی عزیز چیز ہیں جن پر یہاں تو وہ قربان ہوتا ہے۔ مگر وہاں وہ ایسا مضطر اور مضطرب ہوگا کہ اپنی آئی ہوئی مصیبت پر انکو قربان کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اور بے رحم ہوکر ان بیوی بچوں کو اپنے گناہوں کا فدیہ اور کفارہ بناکر خود عذاب سے چھٹکارا پانے کی تمنا کریگا۔ اور اپنے عوض ان کو جہنم میں دھکیل دینے کی تدبیر سوچیگا۔

یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ بِبَنِیْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ۙ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ۙ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۙ (معارج)

مجرم تمنا کریگا کہ اے کاش اپنے بیٹوں اور اپنی جورو اور اپنے بھائی اور اپنے کنبہ کو جو (وقت پڑے پر) اس کو پناہ دیا کرتا۔ اور روئے زمین کے تمام آدمیوں کو اس دن کے عذاب کے بدلے میں دیدے اور یہ معاوضہ اس کو بچالے۔"

مگر ایسا نہ ہوسکیگا۔ نارِ جہنم کے شعلہ اس کو آلپٹیں گے اور اس کے سر کی کھال تک اُدھیڑ کر رکھدیں گے۔

کَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰی ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۚۖ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی ۙ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ۝ (معارج)

یہ تو ہوگا نہیں؛ دوزخ کی آگ (تو اس بلا کی) لپٹ ہے کہ سر تک کی چمڑی اُدھیڑ کر دھر دیگی (اور) جو دنیا میں حق تعالیٰ سے) روگردانی اور سرتابی کرتے رہے۔ اور (ساری عمر) مال جمع کرکے (راہِ خدا میں خرچ نہ کرکے) سینت سینت کر رکھتے رہے، ان سب کو (اپنی طرف کھینچ) بلائے گی۔"

پھر دوزخ سے پوچھا جائیگا کہ کیوں تیرا پیٹ بھر گیا؟ مگر وہ اپنے نوالوں کو نگلتی جائیگی اور یہ کہتی جائیگی کہ کچھ اور ہو تو لائیے عنایت کیجئے۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ۝ (ق)

اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ تو دوزخیوں سے بھر چکی؟ (یا نہیں) وہ عرض کرے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟"

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

نیکوں کا نتیجہ

اب میدانِ حشر میں متقیوں کی آمد آمد ہے۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں خدا کو بے دیکھے ڈرتے اور اس کے احکام کیطرف دل سے رجوع رہے۔ اگر بتقاضائے بشریت کبھی کچھ غفلت ہو بھی جاتی۔ تو فوراً سنبھل جاتے جب کوئی گناہ کی بات درپیش ہو جاتی تو معاً انہیں اس

بات کا خیال آجاتا کہ خدا حاضر و ناظر ہے، اس کے دیکھتے کس طرح ڈھٹائی کی جائے۔ ان تدبیروں سے خود کو معصیت سے بچاتے اور اپنی آپ حفاظت کرتے رہتے تھے۔ اور دل بھی ایسا پایا تھا کہ کسی کے ادنیٰ اشارۂ نصیحت پر فوراً رجوع ہو جاتا۔ اس میں خدا کا زبانی نہیں بلکہ عملی ڈر موجود تھا۔ جو غفلت کو پاس پھٹکنے بھی نہ دیتا تھا۔ اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت غلامی تھی، وہ بھی عاملانہ تھی۔ صرف منہ کی بولی نہ تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ کل کو زبانی جمع و خرچ کچھ کام نہ آئیگا۔ ہاں کارآمد ہوگا تو عمل، اور صرف عمل ہی کارگر اور مفید ہوگا۔ یہ محض عمل ہی کی برکت ہوگی کہ جنت خود ان اہل جنت کی طالب ہوگی۔ ان متقیوں کا وہ اعزاز ہوگا کہ جنت خود ان کے استقبال کو آئے گی۔

جنت استقبال کو آتی ہے

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ○ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ○ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاۤءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۙ (ق)

اور بہشت (اس قدر) پرہیزگاروں کے قریب لائی جائیگی (کہ کچھ بھی) فاصلہ نہ ہوگا۔ (کہا جائیگا) یہی تو وہ (جنت) ہے جس کا تم میں سے ہر ایک (خدا کی طرف) رجوع لانیوالے (اور بری باتوں سے اپنی) حفاظت کرنیوالے کیلئے وعدہ کیا گیا تھا (یعنی) جو شخص بے دیکھے (خدائے) رحمٰن سے ڈرتا رہا اور (ایسا) دل (جو خدا کی اطاعت میں) گردیدہ (تھا) لیکر حاضر ہوا ہو۔"

آن صالحین کی نسبت فرمان صادر ہوگا کہ یہ ہنسی خوشی جنت میں داخل ہو جائیں اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ جو کچھ بھی وہ چاہتے ہونگے۔ وہ سب نعمتیں انکو عطا ہونگی۔ دلخواہ مرادیں سب پوری ہونگی کسی بات کی حسرت اور تمنا نہ رہجائیگی۔ بلکہ خدا کے خزانہ قدرت میں اس سے کہیں زیادہ نعمتیں موجود ہیں جن کا اہل جنت کو کبھی خیال بھی نہ آیا ہوگا۔ غرض اس شان و شوکت سے اُن کی خاطر و مدارات اور آؤ بھگت کی جائے گی۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○ لَهُمْ مَّا يَشَاۤءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○ (ق)

(ہم ایسے لوگوں سے فرمائیں گے، کہ) سلامتی کے ساتھ اس (جنت) میں جا داخل ہو کہ یہی تو ہمیشہ رہنے کا دن ہے (یعنے آج جو جہاں رہا سو رہا) جنت میں ان لوگوں کو جو چاہیں گے ملیگا، اور ہماری سرکار میں (تو اس سے بھی کہیں) زیادہ (موجود) ہے۔"

عبرت و بصیرت

دنیا میں بندوں پر اس آنیوالی مصیبت کو عیاں کر کے روئداد منزل آخرت کو سنا کر آگاہ کیا جاتا ہے اور کمال رحمت سے کان کھولے جاتے ہیں۔ اس معاملہ میں غور و فکر کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے۔ بندوں کی عادتی غفلت اور دیرینہ بیخبری کو ملحوظ رکھکر بار بار بیدار کرتے اور صاف صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے یہ پند و نصائح اور اس کی تعلیم و تلقین صرف انہیں بندوں کیلئے مفید و کارگر ہو سکتی ہے۔ جن کے پہلو میں دل ہو پھر اس میں خدا کا ڈر ہو۔ قرآن حکیم کی عظمت ہو، اس کے قانون کے برحق ہونے پر اعتماد کلی و اعتبار عملی بھی ہو۔ اور انسان اپنے اس نتیجہ کو ہمہ تن متوجہ ہو کر سُنے سمجھے، غور کرے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ○ (ق)

جس شخص کے (پہلو میں) دل ہے یا کان لگا کر حضور قلب سے بات کو سُنتا ہے اُسکے لئے تو اِن باتوں میں (کافی نصیحت (موجود) ہے۔"

مگر سرکش انسان آخرت کی ان نادیدہ باتوں کو سُنکر منہ توڑ جواب دیتا ہے جس شک و شبہ کو دل میں جگہ دیتا ہے اور جس بے رخی سے پیش آتا ہے اور جس بے پروائی سے اس کان سُنکر اُس کان اڑا دیتا ہے اس کے لحاظ سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا فرمایا جاتا ہے کہ جو دلدادگان غفلت اور ازلی بدبخت ہیں۔ وہ تو کبھی راہ پر آنیوالے نہیں اور آپ ایسوں کے ذمہ دار بھی نہیں ہیں کہ

خواہ مخواہ ان کو مجبور ہی کرکے راہ پر لگایا جائے۔ بہذا ہدایۃ قرآن صرف انہیں لوگوں کو سنایا اور سمجھایا جائے۔ جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے بھی ہوں مرنا برحق ہے۔ تو موت کو بھی ہر آن وہر لحظہ پیش نظر رکھتے اور اس بہترین واعظ (موت کے خیال) سے صبح وشام سبق حاصل کرتے ہوں۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (ق)

یہ لوگ جو (قیامت کی باتوں میں چہ میگوئیاں کرتے اور) کہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور (اے رسول کریمؐ) تم ان پر (حاکم) جابر (تو ہو) نہیں (کہ زبردستی ان کو ایمان دلاؤ) تمہارا کام (تو یہی ہے کہ) جو شخص ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے اس کو قرآن سنا سنا کر سمجھاتے رہو۔

ایمان کیا ہے

صرف مسلمان کہلانے سے عاقبت بخیر نہیں ہو جاتی جو لوگ عمل کیطرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کا ایمان ہی ایمان نہیں۔ حدیث شریف میں صاف صاف اعلان فرمادیا گیا ہے۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِيْمَانًا بِلَا عَمَلٍ وَلَا عَمَلًا بِلَا اِيْمَانٍ (طبرانی) خداتعالیٰ بغیر عمل کے ایمان کو اور بغیر ایمان کے عمل کو قبول نہیں فرماتا۔

قرآن مجید میں کہیں مجرد ایمان کی جزا جنت نہیں بیان کیگئی ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو ضروری قرار دیا ہے جن مقامات پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ وہاں اٰمنوا کے ساتھ عملوا الصالحات کو لازم وملزوم حیثیت کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ ایمان وعمل دونوں کے متفقہ نتیجہ کو موجب فلاح آخرت قرار دیا گیا ہے۔ مسلمان کہلانا، مسلمانوں کا سا نام رکھ لینا تو بہت آسان ہے لیکن اس سے نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ دعویٰ ایمان کا ثبوت جبتک عمل صالح سے نہ دیا جائیگا۔ امتحان عمل میں جبتک کامیابی حاصل نہ کی جائیگی۔ خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل اور منہیات سے جبتک پرہیز نہ کیا جائیگا، اُس وقت تک جنت پرایا گھر ہے۔ ہم کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ اسکو ہم سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس امتحان کی قید اگلوں پچھلوں سب کے ساتھ عام رہی ہے، اسی امتحان عمل کے ذریعہ سچوں کی سچائی اور جھوٹوں کا جھوٹ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوکر رہی ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (عنکبوت)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ (زبان سے) اتنا کہنے پر چھوٹ جائینگے کہ ہم ایمان لے آئے، اور ان کو آزمایا نہ جائے گا اور ہم نے (تو) اُن لوگوں کو بھی آزمایا تھا جو اُن سے پہلے (ہو گذرے) ہیں۔ تو خدا اُن لوگوں کو ضرور معلوم کرکے رہیگا جو (اظہار ایمان میں) سچے ہیں۔ اور جھوٹوں کو ضرور معلوم کرکے رہیگا۔

جو لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے۔ اور تاویلات معنوی اور توجیہات رکیکہ سے کام لیتے ہیں۔ انکو اس واقعہ پر بھی نظر ٹھکر رائے قائم کرنی چاہئے۔ کہ بضعۃ الرسولؐ سیدۃ النساء خاتون جنت کو کیوں عمل کی تاکید فرمائی گئی تھی۔ پھر ایسا سخت لہجہ ہدایت کیلئے کیوں اختیار کیا گیا تھا۔ کہ رحمۃ للعالمین جیسے باپ پر تکیہ نہ کرنا بلکہ عمل سے توقع رکھنا حضرت معاذؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ کیا ارشاد فرمایا گیا۔ اِعْمَلْ يَا مُعَاذُ وَلَا تَتَّكِلْ عَلٰى شَفَاعَتِيْ (رسمانی) (اے معاذؓ میری شفاعت پر بھروسہ مت کر بلکہ عمل کر)

حیلہ جوئی

جو حیلہ جو اور بہانہ ساز طبائع احکام دین کی تعمیل اور اجتناب منہیات سے بچنے کی اس پردے میں سعی کرتے ہیں اور عملاً اس معیار پر کاربند نہیں ہوتے، وہ خود بھی راہ نجات سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اپنی بری مثالوں سے بھٹکاتے چلے جارہے ہیں، اُن کے سر ایک نہیں دو ذمہ داریاں ہیں۔ وہ اپنے عذرات لنگ سے خدا کو ہرانہ سکیں گے۔ بداعمالی کی سزا پاکر رہیں گے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (عنکبوت) کیا جو لوگ برے عمل کرتے ہیں انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہمارے قابو سے باہر جائینگے

(ایسا سمجھتے ہیں تو) یہ لوگ کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔"

مقتضائے بشریت

کہا جاتا ہے کہ انسان کے خمیر میں خطا و نسیان کا مادہ موجود ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ" انسان سے گناہ کا سرزد ہونا مستبعد نہیں ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ مَعَ الْعِصْیَانِ" بجز اس کے گریز نہیں۔ ع

آنکس کہ گنہ نہ کرد چوں زیست بگو

مگر اس مادہ کو مغلوب اور قوت ایمانی کو اس پر غالب کرتے رہنے کا نام ہی ایمان و اسلام ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات اس مقابلہ میں قصور و خطائے بشریت کو بھی کچھ دیر کیلئے غلبہ ہو جاتا ہے مگر جہاں ایمان کامل ہوتا ہے، وہاں اس قسم کا غلبہ بہت ہوتا ہے اگر احیاناً کبھی ہو بھی جاتا ہے۔ تو ایمانی قوت اس کو بہت جلد زیر کر لیتی ہے۔ اس پر اصرار نہیں ہونے پاتا۔ ایسی اتفاقی لغزشات خدا کی نگاہ میں قابل عفو و درگذر ہیں۔ اس کے فضل و کرم نے ان کی بخشایش کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایسے ناگزیر سوء اتفاق کو اسکی رحمت کے حوالے کیا جا سکتا ہے" نہ یہ کہ ڈھٹائی سے ہر بُرے کام پر کمر باندھ لی جائے۔ کبیرہ کو صغیرہ سے بھی آسان باور کر لیا جائے۔ فرائض و واجبات کو بالائے طاق رکھدیا جائے۔ یہ صورت تو استحقاقِ مغفرت کو ضائع کر کے رہیگی۔ نتیجہ کار بد کا بد ہے ؎

ہر گنہ عذرے و ہر تقصیر دارد توبہ
نیست غیر از زود رفتن عذر بیجا آمدن

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ (نجم)	(نیک عمل کرنیوالوں سے وہ لوگ مراد ہیں) جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی سے بچتے رہتے ہیں مگر چھوٹے گناہ (کہ اُن سے کون بشر بچ سکتا ہے) (اے

رسول کریمؐ) بیشک تمہارے پروردگار کی مغفرت بڑی وسیع ہے" (وہ اپنی رحمت سے نیکو کاروں کے لیے چھوٹے گناہوں کو بخشدیگا)۔"

گناہ کوئی سا بھی ہو، اس کو چھوٹا باور کرنا، پھر کر گذرنا، یہی ضلالت کی ابتدا ہے۔ اس صفت سے صغائر کبائر کی صورت اختیار کرتے ہیں "لَا صَغِیْرَةَ مَعَ الْاِصْرَارِ" آگ کی چنگاری کو بُجھا دینا ہی دانشمندی ہے۔ اگر اس کو سُلگنے دیا گیا بے پروائی کیگئی، تو وہ گھر کی خبر لیگی، زندگانی میں آگ لگا دیگی۔ یہی وجہ تھی کہ بزرگانِ دین چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی کبیرہ تصور کرتے، ڈرتے اور احتیاط کرتے رہتے تھے کہ یہی کمال ایمان ہے۔ علامہ تقی الدین حلبی نزہۃ الناظرین میں شیخ عبد العزیزؒ سے نقل فرماتے ہیں:-

وان یستصغر الذنب فانہ یکبر اللّٰہ علی قدر استصغارہ لہ فان فی تصغیر الذنب تصغیر امر الوب وفی تعظیم الذنب تعظیم الرب سبحانہ وفی الحدیث المومن یری ذنبہ کالجبل فوقہ یخاف ان یقع علیہ والمنافق یری ذنبہ کالذباب وقع علی وجھہ فاطارہ..	اگر کوئی گناہ کو چھوٹا اور حقیر خیال کرتا ہے تو اس سے اس گناہ کی حیثیت اتنی ہی بڑھ جاتی ہے، جتنا کہ اس کو حقیر باور کیا تھا۔ کیونکہ گناہ کو حقیر سمجھنا در حقیقت حکم خدا کی تحقیر کرنا ہے (کہ اُس نے تو اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے مگر مرتکب اسکی کوئی پرواہ نہیں کرتا) اور گناہ کو بڑا سمجھنا (اور اس سے ڈرنا) یہ در اصل خدا تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کرنا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ مسلمان گناہ کو ایک پہاڑ خیال کرتا ہے کہ وہ اسکے سر پر ہے اور گرنے کو ہے۔ اور منافق گناہ کو

یُوں خیال کرتا ہے کہ وہ ایک مکھی ہے جو اُس کے مُنہ پر بیٹھی اور اس نے اُڑا دی"۔ ؎

خورد مشمار گنہ را کہ گناہیست بزرگ ؎
گندمے کرد ز فردوس بروں آدم را

مسلمانان در گور

آہ، نہ اب وہ زمانہ رہا، نہ اسلام کے وہ مبارک نمونے ہی رہے کسی نے سچ کہا ہے کہ "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب" ہمارے پیشوا اسلاف کا کیا حال تھا، اور ہماری آنکھوں پر غفلت کے کیسے پردے پڑے ہیں۔ ان کے اور ہمارے معیار اسلام میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زمین آسمان میں، حضرت ابو سعید خدریؓ ایک تابعی سے فرماتے ہیں:۔

انکم لتعملون اشیاء هی ادق عندکم من الشعر کنا نعدها فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم من الموبقات وهذا لانهم کانوا اکثر تعظیما لجلال الله تعالی۔	تم لوگ کچھ ایسی باتیں کر گذرتے ہو۔ کہ وہ تمہاری نظر میں ایک بال سے بھی ہلکی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر عہد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم انہیں کو مہلک گناہ تصور کرتے تھے۔ اور یہ خیال اسی بنا پر مبنی تھا کہ صحابہ کرام خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا بہت لحاظ رکھتے تھے!"

گویا یہ عملی تفسیر تھی وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ[1] کی۔

یا ناعی الاسلام اقم وانعه
قد زال عرف، و بدا منکرا

خاتمہ بالخیر

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس زندگی دنیا میں انسان کے عزیزان محبوب مال[1] و دولت، اہل[2] و عیال، اعمال[3] و افعال ہیں۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب انہیں کے متعلقات ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان عزیزوں میں سے کون عزیز کہاں تک ساتھ دیتا ہے کیسی رفاقت کہاں تک کام آتی ہے؛ وفی الحدیث:۔

اخلاء ابن آدم ثلاث واحد یتبعه الی قبض روحه والثانی الی قبره، والثالث الی محشره فالذی یتبعه الی قبض روحه ماله والذی یتبعه الی قبره اهله والذی یتبعه الی محشره فعله وعمله (احیاء العلوم)	انسان کے تین دوست ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو قبض روح تک ساتھ دیتا ہے۔ دوسرا قبر تک تیسرا حشر تک؛ قبض روح تک کا ساتھی مال ہے اور قبر تک جو رفاقت دیں گے، وہ اہل و عیال اور دوست و اقارب ہیں؛ اور حشر میں جو کام آئے گا وہ عمل ہے!"

پھر یہ نادانی نہیں تو کیا ہے کہ ہم اپنے عزیز آخرت کے ساتھی اعمال و افعال کی خبر نہیں لیتے۔ اول الذکر دو بیوفا دوستوں کے پیچھے تباہ ہو رہے ہیں۔ وقف غفلت ہو گئے ہیں۔ اپنے مشاغل فانیہ میں ایسے مگن کہ کبھی بھولے سے بھی آخرت کا خیال نہیں، احیاناً کبھی ذکر آبھی گیا تو اس کو باتوں میں اڑا دیا جاتا ہے۔ خیر ہم تو خود فراموش ہو گئے مگر ہمارے فرشتہ ہمارے اعمال سے غافل نہیں ہیں، وہ لکھتے جا رہے ہیں، نوٹ ہوتا جا رہا ہے۔ آخر کو ع رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن!

مرنا تو یقینی ہے۔ اس سے کوئی کیوں انکار کریگا۔ البتہ وقت کا دھوکا ہے۔ اس کا کچھ ٹھیک پتہ نہیں۔ نہ معلوم کس حال میں کب کہاں، وہ بری گھڑی سر پہ آکھڑی ہو۔ پھر ہم دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی مہلت نہ ملیگی اور یہ کہتے ہوئے چل بسیں گے ؎

ما ز یاران چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

(الفیض امرتسر)

[1] یہ حدیث مشکوۃ میں بھی مذکور ہے۔ دیکھو باب موبقات"

مذہبی دنیا پر اسلام کو کیوں غلبہ ہے؟

تمام ادیانِ مختلفہ پر اس کو کس وجہ سے فخر حاصل ہے، اسلام کا یہ کیوں دعویٰ ہے کہ اللہ کا پسندیدہ اور برگزیدہ دین اسلام ہی ہے؟ اسوجہ سے کہ تمام دنیا کی مذہبی افراط و تفریط سے اسلام یکسو منزہ اور مبرا ہے۔ اب ہم تفصیل کے ساتھ دکھاتے ہیں کہ عقائد، عبادات، اخلاق، معاشرت کے متعلق اسلام نے جو اصول و مسائل تلقین فرمائے ہیں، وہ اس قدر کامل اور اعلیٰ درجہ کے ہیں کہ کسی حکیم اور مقنن کے خیال میں آ ہی نہیں سکتے۔ عقائد۔ اسلام سے پہلے جسقدر مذاہب تھے سب میں ائمہ دین کے سوا باقی تمام لوگ تقلید پر مجبور تھے عیسائیوں میں پوپ، یہودیوں میں احبار، پارسیوں میں دستور، ہندوؤں میں رشیوں اور منیوں کے سوا کوئی شخص مذہبی عقیدے کی نسبت کچھ کہہ سکتا تھا، نہ اپنی رائے قائم کرسکتا تھا۔ اسلام نے اس قسم کی تقلید کو شرک قرار دیا۔ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[1] جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل کتاب نے بڑے تعجب سے کہا کہ ہم لوگ احبار و رہبان کو خدا کہاں کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ تم لوگ یعنی پادری جس چیز کو حلال کردیتا ہے حلال ہو جاتی ہے اور جس چیز کو حرام کردیتا ہے حرام ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اس سے آزادی دی صحابہؓ میں گو نہایت اختلاف مراتب تھا لیکن عقائد میں کوئی کسی کا مقلد نہ تھا۔ ایک جاہل بدو بھی عقائد میں اپنی سمجھ سے کام لیتا تھا۔ اسلام کی یہی ہدایت تھی جو ہزار برس کے بعد لوتھر کے خیال میں آئی۔ اور جسکی بنا پر اس نے دنیا کو پوپ کی غلامی سے آزادی دلائی۔ یورپ میں ہر قسم کی مذہبی آزادی کی بنیاد درحقیقت گویا اسلام کی اسی ہدایت پر قائم ہے عقائد میں اہم المسائل توحید کا مسئلہ ہے۔ اسلام نے جس تقدیس و تنزیہہ کے ساتھ توحید کی تعلیم کی ہے۔ آج روئے زمین کے مذاہب میں نہ دیدہ نہ شنیدہ ہے۔ توحید کے بعد نبوت کا درجہ ہے، اس کے متعلق دنیا کا ہر فرقہ و ہر گروہ، انبیاء کرام بلکہ غیروں کو خود خدا یا خدا کا اوتار سمجھتے تھے۔ بانی اسلام نے ایسے ناپاک خیالوں سے لوگوں کو باز رکھا اور صاف لفظوں میں فرما دیا۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ[2] يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ دنیا میں جتنے مذاہب گذرے یا موجود ہیں سب نے خدائی اور نبوت کے ڈانڈے ملا دیئے تھے۔ یا کم سے کم قریب کردیئے تھے صرف اسلام کو یہ عزت حاصل ہے کہ اس نے دونوں کی حدیں بالکل جدا کردیں۔ خوب غور کرو ہم مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے بزرگ و افضل مانتے ہیں، باوجود اس کے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ حضرت موسیٰؑ کو کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کو صرف رسول اللہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ نمازوں میں جب شہادت ادا کرتے ہیں تو رسالت کے اقرار سے پہلے عبدہٗ کا لفظ کہتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یہ کیوں؟ اس لئے کہ خدا کی توحید کا کمال یہی ہے۔ کہ اس کے آگے کوئی شخص گو وہ کسی درجہ کا ہو عبدیت کے درجہ سے بڑھنے نہ پائے۔ چونکہ آنحضرتؐ کو خالص توحید دلوں میں جانشین کرنی تھی۔ اس لئے ضرور تھا کہ خود آنحضرت صلعم کیلئے عبدیت و رسالت کا سادہ لقب اختیار کیا جائے۔ پھر عبادت میں سے ایک ایک عبادت کے الگ الگ نتائج اور فائدے بیان کئے۔ نماز کی نسبت کہا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ[3]۔ روزہ کی نسبت فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[4] حج کی نسبت فرمایا لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ[5] زکوٰۃ کے فوائد محتاج بیان نہیں۔ ان باتوں کے ساتھ تمام عبادات میں اس بات کو ملحوظ رکھا کہ اعتدال سے تجاوز نہ کرنے پائیں اور ان کی ادائی میں کسی قسم کی دقت

---

[1] عیسائیوں اور یہودیوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے احبار اور رہبانوں کو خدا بنا لیا ۱۲ منہ [2] حضور میں نسبت کہ میں بشر ہوں مثل تمہارے وحی کی گئی طرف میری کہ بیشک معبود تمہارا ایک ہی ہے ۱۲ منہ [3] بیشک نماز باز رکھتی ہے بےحیائی و بدکاری سے ۱۲ منہ [4] غالباً تم پرہیزگار ہو جاؤ گے ۱۲ منہ [5] تاکہ اپنے فائدہ کی جگہ کو دیکھیں ۱۲ منہ

اور دشواری نہیں آنے دیتا، فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی تمام ضروریاتِ زندگی کو عبادات قرار دیا اور ان کے ادا و بجا آوری کی تاکید فرمائی۔ تجارت کے متعلق فرمایا۔ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔ اولاد کی خواہش کو صلحا و مقربین کے خصائص میں شمار کیا۔ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ۔ اسی بنا پر تمام صحابہؓ جو اسلام کی اصلی تصویر تھے۔ زندگی کی ضروریات کو سچائی اور دیانتداری سے انجام دینا عبادت سمجھتے تھے۔ آج بھی مسلمانوں کا خیال ہے کہ صحابہؓ کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، نکاح کرنا، خانہ داری کے کاموں کو انجام دینا سب عبادت تھا؛ صحابہؓ کی تخصیص نہیں۔ ہر شخص کے یہ افعال عبادت ہیں بشرطیکہ اسیطرح کئے جائیں جسطرح صحابہ کرتے تھے؛

حقوق انسانی۔ انسان کو مختلف طبقاتِ انسان سے جو تعلقات ہیں وہ ہر انسان پر مختلف حقوق پیدا کرتے ہیں۔ اور یہی حقوق علم الاخلاق اور قانون بلکہ اصول تمدن کی بنیاد ہیں۔ دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں سب نے کم و بیش ان حقوق سے اس حد تک بحث کی ہے جہانتک وہ اخلاق کے دائرے میں آسکتے ہیں۔ بعض مذاہب نے زیادہ وسعت حاصل کی۔ اور نکاح، وراثت، وصیت وغیرہ کو بھی اپنے دائرے میں داخل کرلیا۔ ان تمام مسائل میں اسلامی شریعت میں جو نکتہ سنجی پائی جاتی ہے۔ اسکی نظیر بانیانِ مذاہب اور حکما کسی کے یہاں نہیں ملسکتی اور یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے۔ کہ شارع اسلام نے جو کچھ کہا وہ الہام و وحی تھا۔ ورنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ جن نکتوں تک بڑے بڑے حکماء کی بھی رسائی نہ ہوسکی، وہ ریگستان عرب کے ایک اُمّی کی زبان سے ظاہر ہوتے۔ حقوق انسانی کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ انسان کو خود اپنے آپ پر کیا حق حاصل ہے؛ جہانتک تاریخ سے معلوم ہوتا ہے تمام دنیا میں یہ مسئلہ تعلیم کیا جاتا تھا کہ ہر شخص اپنے نفس کا آپ مالک ہے؛ اسی بنا پر خودکشی کرنا کوئی جرم نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ یونان کے بڑے بڑے حکما، خودکشی کو جائز سمجھتے تھے۔ یہانتک وہاں کے بعض نامور حکماء نے اپنے تئیں آپ ہلاک کرلیا تھا۔ اسلام نے اس نکتہ کو ظاہر کیا اور خودکشی کی ممانعت کی وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ اس بنا پر انسان اولاد کو درحقیقت اپنا ہی ایک دوسرا وجود خیال کرتا تھا لہذا مختلف شکلوں میں قتل اولاد کی بنیاد قایم ہوگئی تھی۔ ہندوستان و کارتھیج میں عین تہذیب و تمدن کے زمانہ میں بھی اولاد کو بتوں اور دیویوں پر نظر چڑھاتے تھے۔ ہندوستان اور خود عرب میں نہایت کثرت سے دختر کشی جاری تھی۔ اسپارٹا اور روما میں بدصورت اولاد کو راستہ پر پھینک دیتے تھے۔ ارسطو اور افلاطون جیسے نامور حکیم اسکو جائز رکھتے تھے کہ ضعیف اولاد ضائع کردیجائے۔ ارسطو کی رائے تھی کہ لنگڑے لڑکے پرورش کے قابل نہیں۔ اسپارٹا میں جب لڑکا پیدا ہوتا تھا تو بزرگان قوم کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اگر وہ تندرست و قوی ہوتا تھا تو زندہ رکھا جاتا تھا ورنہ ٹائیجٹس پہاڑ پر سے اسکو گرادیتے تھے اور بہت سی قوموں میں اس قسم کا رواج تھا۔ اسلام نے اس سے روکا۔ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ۔ **عورتوں کے حقوق۔** عورت جو نوع انسانی کا نصف حصہ ہے۔ اس کے حقوق کی نسبت دنیا کے مختلف ممالک کو فطرت نے خاص خاص خصوصیتوں میں ممتاز پیدا کیا تھا۔ انہیں سے روم کو قانون سے خاص مناسبت تھی جسطرح یونان کا فلسفہ، اٹلی کی مصوری ایران کی نفاست پسندی شہرت عام رکھتی تھی۔ اسیطرح روم کا قانون تمام دنیا میں اعلیٰ اور افضل تسلیم کیا جاتا تھا۔ روم کے قانون آج بھی تمام یورپ کے قوانین کے سنگِ بنیاد ہیں۔ اس اعلیٰ ترین قانون میں عورتوں کے جو حقوق تھے وہ یہ تھے، عورت شادی کے بعد شوہر کی زرخرید جائداد ہو جاتی تھی اسکا تمام مال و متاع خود بخود شوہر کی ملک ہوجاتا تھا۔ وہ جو کچھ زر و مال پیدا کرتی تھی سب شوہر کا مملوکہ ہوجاتا تھا۔ وہ کوئی عہدہ نہیں پاسکتی تھی۔ وہ کسی کی ضامن نہیں ہوسکتی تھی، وہ ملائے شہادت کے قابل نہ تھی وہ کسی سے کوئی معاہدہ نہ کرسکتی تھی۔ یہانتک کہ مرتے وقت کوئی وصیت بھی نہیں کرسکتی تھی (برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا لفظ رومن لا) انگلستان میں ایک مدت تک اسی قسم کے قوانین جاری رہے۔ تیس برس سے کم ہوئے کہ ویمن ایکٹ بنا جس سے ان قوانین میں اصلاح ہوئی۔ تاہم بہت سی بے اعتدالیاں ابتک قائم ہیں۔ یہودیوں کے یہاں درحقیقت نکاح، عورت کا خرید لینا تھا۔ اور اس کی قیمت عورت کے باپ کو ملتی تھی۔ ہندوؤں کے یہاں بعینہ رومن لا کے قواعد تھے یعنی اسکی جائداد شوہر کو ملجاتی تھی وہ کسی قسم کی خودمختارانہ معاملہ و معاہدہ کی مجاز نہ تھی۔ بیوی لڑکی ماں وغیرہ کو میراث کا کوئی حصہ ملتا تھا

سا نہیں کہا [illegible] تھا کہ مذہب میں تیر کرنی ہم کی ہوتی ہو ست دنیا میں حصیل جاذ ادھر خدا کے عطیہ (رزق) کو ڈھونڈ ہوت اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہماری بیویوں سے اور ہمارے

شش جہت میں پرچمِ اسلام لہرائیگا پھر

از جناب چودھری دیو رام صاحب کوثری ساکن لانڈری ضلع حصار

کوئی دن میں دورِ دینِ مصطفےٰ آئیگا پھر
شش جہت میں پرچمِ اسلام لہرائیگا پھر

ملتِ بیضا کی پھر پھیلیگی ہر سُو روشنی
شعلۂ ادیانِ کفر و شرک بُجھ جائیگا پھر

مہدیٔ آخر زماں فرمائینگے آ کر ظہور
صورتِ دجّال مُنہ کی ہر عدو کھائیگا پھر

شرک پر توحید غالب یک بیک آ جائیگی
کُفر پر ایمان فتح آخری پائیگا پھر

ہر طرف ہو جائیگا سارا اندھیرا کُفر کا
آفتابِ دینِ داور جلوہ دِکھلائیگا پھر

ہر طرف امن و اماں ہوگا جہاں میں بیگماں
ظلم و طغیاں کا نشاں فی الفور مٹ جائیگا پھر

خلق میں خیر القروں کا پھر زمانہ آئے گا
مطمئن ہر شخص ہوگا اور نہ گھبرائیگا پھر

ظالموں کو مہدیٔ آخر زماں دینگے سزا
دادِ ہر مظلوم و بیکس بیگماں پائیگا پھر

پھر ہی پھر کے پھیر میں پھرایا ہمکو کس قدر
کوثری جی اسکے دم میں کون اب آئیگا پھر

فلسفۂ نماز

دنیا میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ ذی روح ہیں جیسے انسان یا حیوان۔ یا غیر ذی روح مثلاً آگ پانی مٹی ہوا وغیرہ غیر ذی روح پر حکومت اور قبضہ ذی روح اشیا کا ہے مثلاً کچھ جانور از قسم ماہی وغیرہ پانی میں رہتے ہیں، مرغانِ ذی بال ہوا میں بسیرا لیتے ہیں۔ کچھ جانور مثلاً بھیڑیا لومڑی وغیرہ زمین کے اندر اپنے رہنے کی جگہ بناتے ہیں۔ سمندر آگ میں پیدا ہوتا ہے اور اسی میں رہتا ہے ذی روح اشیاء ذوی العقول اور غیر ذوی العقول میں تقسیم کیگئی ہیں۔ ذوی العقول صرف انسان ہے اور غیر ذوی العقول جمیع حیوانات ہیں۔ جس طرح غیر ذی روح پر ذی روح کا تصرف ہے۔ اسی طرح غیر ذوی العقول پر ذوی العقول کا حکم چلتا ہے۔ ہاتھی گھوڑے سواری کے کام آتے ہیں، گدہے ٹٹو پر بار برداری ہوتی ہے۔ بیل بھینسے زراعت میں مدد دیتے ہیں۔ کتے گھروں کی پاسبانی کے علاوہ شکاریوں کے معین و مددگار رہتے ہیں۔ پرند رزق بنتے ہیں۔ غرض یہ ہر جانور سے انسان اپنی عقل کی بدولت کچھ نہ کچھ کام لیتا ہے۔

اب انسانوں کی دنیا میں آئیے تو یہاں پر بھی یہی حال نظر آئیگا جن لوگوں کو عقل زیادہ ودلیت کیگئی ہے وہ کم عقل والوں اور بے عقلوں کو اپنا فرمانبردار بناتے ہیں۔ ایک فرد دوسرے افراد پر صرف اسی جوہر سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس جوہر کا خزانہ انسانی دماغ میں محفوظ ہوتا ہے۔ اور ساری عقل انسان کو ایک مرتبہ نہیں ملتی۔ بلکہ جس طرح اور قویٰ کا نشو ونما ہوتا ہے اس کا بھی نشو ونما ہوتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں عقل پختہ ہو جاتی ہے یعنی جتنی عقل اس شخص کو ملنے والی ہوتی ہے وہ کامل کر دیجاتی ہے۔ اس کے بعد عقل میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ تجربہ وسیع ہونے کی وجہ سے وہ شخص صاحب الرائے ہو جاتا ہے۔ جو کیفیات ایک شخص پر اسکی زندگی میں پیش آتی ہیں۔ وہی حال قومی زندگی کا ہے۔ قوم کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا گذرنے کے بعد موت کا عمل ہوتا ہے، پرانی قومیں مٹتی ہیں اور نئی پیدا ہوتی ہیں۔ اور نئی قومیں پرانی اقوام کے تجاربے فائدہ اٹھاتی ہوئی شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتی ہیں بعد ازاں اور نئی قوم آتی ہے۔ اور اس سے آگے کو بڑھتی ہے۔ قومیں مٹتی اور بگڑتی ہیں مگر ترقی میں فرق نہیں آتا۔ جو قومیں اب سے کئی ہزار سال پہلے زمین پر متمکن تھیں، وہ ہماری ہمعصر اقوام کی عقل کا ہزارواں حصہ بھی نہ رکھتی تھیں، اُس وقت کے انسان جانوروں سے صرف شکل میں ممتاز تھے۔ رفتہ رفتہ عقل انسانی نے اتنی ترقی کی کہ جو انسان اپنی حفاظت کیلئے غاروں میں گھستا پھرتا تھا، درخت کے پتوں سے تن پوشی کا کام لیتا تھا۔ اب تمام دنیا پر متصرف ہے۔ ہوا اسکی تفریح گاہ، بجلی تابع فرمان، پانی اشاروں پر چلتا ہے، خاک پامال ہے۔ غرض کل موجودات کو اپنا مطیع ومنقاد بنا رکھا ہے۔

اسی عقل انسانی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس کی ابتدائی منازل میں کوئی شئے اسکے حدود میں نہیں آتی۔ جبتک کہ وہ چیز خود یا اس کا نمونہ پیش نہ کیا جائے۔ جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو پہلے انہیں چیزوں کا نام یاد کرتا ہے جو اس کا جزو بدن ہیں یا اس کے ماحول میں جو موجود ہیں۔ اگر کسی ایسی چیز کا ذکر اس کے سامنے کیا جائے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھی تو اس کو وہ نہ سمجھیگا۔ پہلی منزل اسکی یہی ہوتی ہے کہ ان کل اشیا کو یاد کرلے جو اسکے پیش نظر ہیں۔ اسکے بعد انکی شکل اور چیزوں کو سمجھ سکتا ہے اور یہ عمل ابتداءً تصویر سے ہوتا ہے۔ مثلاً ایک بچے نے صرف بلی دیکھی ہے اس کو شیر کی تصویر دکھائی جائیگی اور وہ شیر کو سمجھ سکیگا۔ بعد ازاں چیتے کا تصور بلی اور شیر کی مماثلت اور امتیازات سے کرایا جائیگا۔ بالکل یہی صورت تہذیب نوع انسان کی ابتدائی منازل میں تھی۔ انسان اپنے گرد و پیش کو سمجھ سکتا تھا۔ باقی اسکی عقل سے باہر تھا؛

جس زمانہ میں تن پوشی درختوں کے پتوں سے ہوتی تھی۔ اس وقت کسی چیز کو یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جب انسان فخر
ہاتھ کے بنے ہوئے بلکہ مختلف مشینوں کے بنے ہوئے کپڑوں میں ملبوس ہوگا۔ جب نباتات پر گذارہ تھا اور کھانے کا طریقہ ایجاد نہ ہوا تھا
اُس وقت کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ایک زمانہ میں لوگ عجیب وغریب قسم کے کھانے پکا کر کھائینگے جس زمانہ کا انسان گھوڑے کو رام
نہ کرسکا تھا وہ کب سمجھ سکتا تھا کہ صرف مویشی ہی نہیں بلکہ ایک ایسی چیز ایجاد ہوگی جس کی سرعت کے مقابل گھوڑے ہیچ ہونگے۔ اور وہ خود
بخود حرکت کریگی۔ ارسطو اور افلاطون جیسا حکیم اس بات کا قائل نہ ہوسکا کہ ایک شہر کا انسان دوسرے شہر میں انتظام کیسے کرسکتا ہے۔
چہ جائیکہ دوسرے ممالک میں حکمرانی کرے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ اُسوقت کے تمدن نے اس کی مثال پیش نہیں کی تھی۔ وجہ اس کی یہ ہے۔
نمونہ یا تصویر، تصور کی ابتدائی منزل ہوتی ہے۔ تصور ترقی یافتہ دماغ میں جاگزین ہوتا ہے اور تصویر غیر ترقی یافتہ کی معین ہوتی ہے؛
ماہرین تعلیم نے ادنیٰ، ثانوی، اعلیٰ تین درجوں میں تعلیم کو تقسیم کیا ہے۔ ادنیٰ تعلیم کے لئے تصویر یا نمونہ لازم ہے۔ ثانوی میں تصویر رفتہ
رفتہ کم کی جائے اور تصور اسی نسبت سے بڑھایا جائے کسی شہر کا نقشہ موقلم سے نہیں بلکہ الفاظ میں کھینچا جائے۔ تاکہ طلبہ کے ذہن میں
کم از کم تمثیلی خاکہ کھینچ جائے جنکی مشق تصور پختہ ہوگی۔ وہ اصلی نقشہ سمجھنے میں کامیاب ہونگے۔ ورنہ اپنی غباوت کا خمیازہ بھگتیں گے
ابھی تک تصور سے زیادہ ترقی یافتہ کوئی منزل دماغ انسانی کی تحقق نہیں ہوئی۔

تصور کے بھی مختلف مراتب ہیں مثلاً ایک شخص صرف انہی اشیاء کا تصور کرسکے جو اس نے دیکھی ہیں۔ دوسرا وہ شخص جو ان اشیاء کا تصور بھی
کرسکے جنکی مثل اس نے دیکھی ہیں۔ تیسرا وہ شخص جو صرف حالات سُن کر تصور میں کامیاب ہو۔ چوتھا وہ شخص جو غیر مادی اشیاء کا تصور کرسکے
وقس علیٰ ہذا۔

جو لوگ مذاہب کو منجانب اللہ نہیں ملنتے بلکہ انسانی دماغوں کی غور وفکر کا نتیجہ خیال کرتے ہیں وہ بھی اس امر کو تسلیم کرینگے کہ اسلام
نے جو عبادات فرض کی ہیں۔ وہ دوسرے مذاہب کی عبادات کے مقابلہ میں کیا درجہ رکھتی ہیں۔ قریب قریب کُل موجودہ مذاہب تصویر کو
پیش نظر رکھنا ضروری سمجھتے ہیں، یا اجازت دیتے ہیں۔ برخلاف اس کے اسلام ببانگ دہل تصویر کی مخالفت کر رہا ہے۔ پارسی بغیر
آگ کے عبادت نہیں کرسکتے۔ ہندو بغیر بتوں کے سجدہ روا نہیں رکھتے۔ عیسائی کلیساؤں میں راہبوں کی تصاویر موجود ہیں۔ ان کی
دلیل بجز اس کے کچھ نہیں کہ یکسوئی قلب کا واحد ذریعہ تصویر ہے۔ اسلام کہتا ہے نہیں، تصور! تصور!!

فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی تعلیم فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں۔ تَعْبُدُ كَاَنَّكَ تَرَاهُ یعنے اپنے مولا کی ایسی عبادت
کرو۔ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو یعنی یہ تصور کرلو کہ تم بارگاہِ بے نیاز میں حاضر ہو، اور عرض معروض میں مصروف ہو؛ اگر یہ صورت نہ ہوسکے
تو تَعْبُدُ كَاَنَّهُ يَرَاكَ یعنے عبادت کرتے وقت یہ تو سمجھ لو کہ تمہارا کردگار تمکو دیکھ رہا ہے۔ یہ اُس عبادت کا ذکر ہے جو اسلام کا رکن
اعظم ہے جس کے بغیر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہوانے کا مستحق نہیں جس کے لئے یہ حکم ہوتا ہے۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ [illegible]
یعنے جس نے نماز کو قصداً چھوڑ دیا وہ کافر ہوگیا۔ دوسرا فرمان یہ صادر ہوتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ عِمَادُ الدِّيْنِ [illegible]
الدِّيْنَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ یعنے اسلام ایک عمارت ہے اور نماز اس کا ستون ہے پس جو شخص [illegible] تعمیر اسلام
کو قائم رکھیگا اور جو اس کو چھوڑ دیگا وہ تعمیر اسلام کو منہدم کردیگا؛ نتیجہ یہ نکلا کہ نماز بہترین عبادت ہے اور یہ رکن اعظم اسلام ہے۔ لہٰذا
اسلام تمام مذاہب سے افضل واعلیٰ ہے؛

یہاں پر دو اعتراضات وارد ہوتے ہیں کہ جزو سے کُل کی فضیلت کیونکہ ثابت ہوگی۔ ممکن ہے اسلام کے اور ارکان دیگر مذاہب سے
اچھے نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ نماز صرف تصور نہیں بلکہ اور اعمال جوارح پر بھی مشتمل ہے۔ لہٰذا اس سے گیان اور رہبانیت افضل ہے

اِن دونوں سوالوں کے جواب میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مذہب ایک رابطہ ہے درمیان میں خالق ومخلوق کے؛ اور جو مذاہب اِس رابطہ کو باحسن وجوہ قایم نہیں کرتا۔ وہ مذہب قابل اعتنا نہیں۔ اس ضرورت کو بعون باری مذہب اسلام پورا کرتا ہے اور وُہی حق اور افضل ہے۔ دوسرے اعتراض کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ گیان اور رُہبانیت میں محض تصور ہے جو صرف دماغ کا کام ہے۔ اور اس میں تمام اعضاء معطل کر دیئے جاتے ہیں۔ بخلاف نماز کے جسمیں تمام اعضاء جوارح عبادت باری میں مصروف ہوتے ہیں۔ ہر عضو خود اپنا حق عبادت ادا کرتا ہے۔ ہاتھ ہیں کہ بندھے ہوئے ہیں، زبان ہے کہ ثنا وصفت میں مصروف ہے۔ چشم بصیرت جلوۂ الہٰی میں محو ہے، سر بارگاہِ بے نیاز میں جھکتا ہے۔ ناک رگڑی جاتی ہے۔ پیشانی خاک میں رکھی جاتی ہے۔ پاؤں کھڑے ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر عضو عبادت میں مصروف ہے۔ اور یہ خاص فضیلت ہے جو نماز کو اور صرف نماز کو حاصل ہے۔ ابھی تک کسی نے اس سے بہتر تو کیا اِس قسم کی بھی کوئی عبادت قائم نہیں کی۔ ذٰلك فضل الله یوتیہ من یّشاء؛

جو لوگ اپنے مذاہب کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں یا برابر سمجھتے ہیں؛ وہ تعصب کی عینک آنکھوں سے دُور کریں اور اس امر پر غور کریں۔ تو انشاء اللہ العزیز وہ میری ہمنوائی کرینگے؛ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط المستقیم وھذا آخر الکلام الحمد اللہ الملك العلّام؛

(احقر واقفر بندۂ غضنفر کان اللہ لہٗ امروھوی از میرٹھ)

فلسفہ تعدّدِ ازواج

(از مولوی محمد عبد اللہ صاحب امرتسر)

ہمارے عزیز مولوی محمد عبد اللہ ڈھاب کھٹیکاں امرتسر نے مندرجہ ذیل مضمون کو جس خوبی اور خوش اسلوبی سے سپرد قلم کیا ہے۔ وہ قابل تحسین و آفرین ہے۔ یہ مضمون پڑھ لینے کے بعد ہی اگر کسی بدبخت ازلی کو اسلام یا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر تعدد ازواج کی نسبت کوئی شک و شبہ باقی ہو۔ تو وہ سب سے پہلے ارجن جی کی بیوی درو پدی اور نیوگن دیویوں کے حالات پر غور کرکے اپنے دل میں سوچیں کہ جب عورتیں اپنی نفسانی خواہشات متعدد شوہروں سے پورا کرنیکا حق رکھتی ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ کو قادرِ مطلق متعدد بیویوں کو خوش کرنیکی طاقت عطا فرمائی۔ محروم رہیں۔
(ایڈیٹر)

انسان فطرۃ مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی یہ طبعًا اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اپنے ہم جنسوں سے مل جل کر رہے۔ اکیلا رہ کر اچھی طرح اور شائستگی سے زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ کوئی انسان ایسا نہیں کہ اپنے ابنائے ہم جنس سے اسکے تعلق وابستہ نہ ہوں۔ اور وہ تعلقات دو قسم کے ہوئے ہیں۔ قدرتی۔ مصنوعی۔ اول قسم کے وہ تعلق ہیں۔ کہ جو انسان کے عدم سے وجود میں آتے ہی پائے جاتے ہیں۔ اس میں انسان کو نہ کسی تعلق کے توڑنے کا اختیار ہے۔ اور نہ کسی کو جوڑنے کا جیسے ولدیت و ابنیت قسم ثانی سے وہ تعلقات ہیں جن کی انسان کو بعد پیدائش اس وقت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب اس (تعلق) کی قدرت اس میں ضرورت پیدا جیسے نکاح کہ جب تک بچہ حد بلوغ کو نہیں پہنچتا اسے اس ضرورت کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ مگر جونہی ایک تھوڑا سا فضلہ (جس کو منی یا نطفہ کہا جاتا ہے) پیدا ہوتا ہے اسی وقت اسی ضرورت کو محسوس کرکے اسکو پورا کرنے کیلئے اس تعلق کا متلاشی ہوتا ہے۔ اگر تعلق کو پیدا نکرے اور اس ضرورت طبعی کو پورا نکرے تو اس سے حفظ شخص (جو کہ انسان کے ہر ایک فرد کیلئے نہایت ضروری ہے) اس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اسکی صحت کو نقصان پہنچنے کے علاوہ روحانی قوتوں پر بھی بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور ایک بھاری ضرورت حفظ نوع (انسانی نسل کی حفاظت) کو بھی پورا نہیں کرسکتا۔ اس تعلق کا نام اسلامی اصطلاح میں نکاح ہے۔ اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ نکاح کی اصلی غرض دو بڑی بھاری ضرورتوں کا پورا کرنا ہے۔ پہلی حفظ شخص یعنی انسان کا اپنی قوت جسمانی اور روحانی کو ان مضرتوں سے بچانا جو اس تقاضائے طبعی کو بے محل پورا کرنے سے ہوتی ہیں دوسری حفظ نوع یعنے انسانی نسل بڑھانا دوسرے لفظوں میں اس تقریر کا مطلب یوں سمجھو کہ انہیں دو غرضوں یا ضرورتوں پر نکاح کی بنا رہے۔ پھر اگر کسی نکاح سے یہ دونوں یا ان میں کی ایک پوری نہ ہو تو وہ نکاح کا ہونا اور نہ ہونا یکساں ہے۔ اور حسب ضرورت فسخ کرنا یا توڑنا ہی عین عقل مندی اور انصاف پسندی ہے۔ اسی کو اسلامی اصطلاح میں طلاق کہتے ہیں۔ اور اگر اس کو کسی خاص وجہ سے فسخ نہ کرے تو اسکے قیام میں ایک اور نکاح کرلینا جس سے یہ دونوں غرضیں یا ان میں کی ایک مدنظر ہو۔ نہ صرف جائز بلکہ ضروری اور لازمی ہے۔ اسی واسطے اسلام نے جو کہ ایک فطرتی مذہب ہے۔ تعدد ازواج کو جائز رکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی کوئی ایک غرض حفظ نوع یا حفظ شخص یا دونوں کی دونوں ایک نکاح سے حاصل نہوں۔ مثلاً کسی کی طاقت جسمانی اسقدر بڑھی ہوئی ہے۔ کہ وہ اپنی

سے والہ کتب طب ۱۲

قدرتی ضرورت کو ایک عورت سے پورا نہیں کرسکتا یا اس ایک عورت سے اولاد نہیں ہوتی۔ یا کم ہے یا اولاد نرینہ نہیں یا یہ کہ اولاد تو ہو لیکن سب کی سب درجہ نالائق ہے۔ اور انسان اپنی اقتضاء طبعی سے یہ امید رکھتا ہے کہ شاید جو اولاد آئندہ ہو اچھی نکل آوے اور موجودہ عورت اس قابل نہیں کہ اس سے اولاد ہو تو ایسی یا ان جیسی اور صورتوں میں ایسے شخص کو جائز بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے کہ ایک سے زائد عورتیں ایک ہی وقت میں کرلے۔ بشرطیکہ وہ (شخص) ایک سے زائد عورتوں کی خبرگیری کرسکتا ہو جسمانی و مالی طاقت اس میں اتنی ہو کہ انکی حفاظت کافی طور پر کرسکتا ہو۔ اور طبیعت ایسی مطمئن رکھتا ہو۔ کہ ان بیویوں کے واجبی حقوق میں عدل و مساوات کرسکتا ہو اگر عدل نہ رکھتا ہو یا نہ رکھ سکتا ہو۔ تو قطعاً ایک سے زائد نکاح نہیں رکھ سکتا۔ اگر رکھتا ہے تو ظالم ہے۔

اور چونکہ کثرت سے عورتیں جمع کرنے سے انکی حق تلفی کے علاوہ روحانیت سے غافل ہو کر عیاشی میں پڑنے کا خطرہ بلکہ یقین تھا اور اس سے صحیح الغرض نیک نیت کے عیاشی سے متہم ہونے کا خدشہ تھا نیز شہوت پرستوں کو ایک قسم کی آزادی ہوجاتی تھی اس لئے حکماً بند کردیا۔ کہ کوئی شخص صحیح الغرض ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نہیں کرسکتا۔

دوسری طرح اس کا مطلب یوں سمجھو۔ کہ نکاح کی غرضیں (جیسا کہ لکھا جاچکا ہے) دو ہیں۔ غرض اول (حفظ شخص) کا ایک نکاح سے پورا نہ ہونا محل اشتباہ و نطفہ کذب و تہمت ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے۔ کہ ایک شخص کی یہ غرض ایک ہی عورت سے پوری ہوسکتی ہے۔ مگر وہ محض حسن پرستی و نفس پروری سے متعدد نکاح کرنا چاہتا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ واقعی اس کی غرض ایک عورت سے پوری پوری نہ ہوتی ہو۔ اس لئے طالبان غرض ہذا کے ضروری تھا۔ کہ کوئی ایسی حد مقرر ہو کہ جس سے شہوت پرست بھی بڑھ نہ سکے۔ اور سچا حاجتمند بھی تنگ نہ ہو۔

دوسری غرض کا ایک عورت سے کسی شخص کو حاصل ہونا کس وناکس کو معلوم ہوسکتا ہے۔ مگر یہ گمان باطل کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اسی مرد میں ہے۔ (ابنا برائر تجربہ) نہیں کیا جاسکتا یا کم ہوتا ہے۔ تا وقتیکہ متعدد محلوں میں اس کا امتحان نہ کیا جاوے۔ اس لئے اگر ایک عورت سے اولاد پیدا نہ ہو تو دوسرے نکاح کی دوسرے سے نہ ہو تو تیسرے کی اس سے بھی نہ ہو چوتھے نکاح کی اجازت اس کیلئے صریح انصاف ہے۔ اور چار کے بعد جو اس غرض کے پورا نہ ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ اس وقت یقین یا گمان غالب ہوجاتا ہے۔ کہ یہاں پر قصور میاں ہی کیطرف سے ہے۔ ٹھیک اس کے نطفہ میں قوت تولید نہیں یا اگر ہے تو ایسی کمزور اور مغلوب ہے۔ اس پر قوت منفعلہ بھی غالب آجاتی ہے۔ ایسے نطفہ سے پانچویں یا چھٹے محل میں بھی اسی نتیجہ کی امید ہے۔ تفصیل اسکی یوں سمجھو کہ اس یقین یا غلبہ ظن کیلئے چار درجے یا چار امتحان اس لئے رکھے گئے ہیں کہ جو آزمائش یا امتحان کثرت سے لیا جاوے اس کے نتیجہ پر پورے طور کا اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اور تین کا عدد کثرت کی پہلی حد ہے اور چوتھے درجہ پر پہنچنا گویا اس پر بھی زیادتی ہے۔ جب بہت زیادہ دفعہ اس نطفہ کی بیکاری ثابت ہوئی۔ تو اب آئندہ امتحان کی ضرورت نہیں۔ ممتحن کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین دفعہ امتحان میں فعل نکلے پھر اسکو امتحان میں شامل نہ کرے۔ مگر بانی اسلام چونکہ رحیم و کریم ممتحن ہے۔ اس لئے اس نے تین دفعہ فعل شدہ امیدوار کو چوتھی دفعہ اس کے حق سے بڑھکر ایک اور دفعہ موقع دے دیا اب بھی اگر وہ ایسا ہی نکلا تو پھر آئندہ اسکو اسی حال میں چھوڑ دیا اب اسکو اسی حال میں چھوڑ دیا۔ اب اسکو کسی افسوس کا موقع نہیں۔ کہ اگر اور نکاح کرتا۔ تو شاید اولاد ہوجاتی۔ اب یہ ٹھنڈا ہو کر بیٹھ جاوے کہ قسام ازل نے مری قسمت میں اولاد نہیں رکھی۔

حکمت ثانی۔ مرد اگرچہ عموماً قویٰ جسمانی اور شہوانی میں عورتوں سے بڑھکر ہوتے ہیں۔ لیکن زیادت عموماً چار گونہ سے زیادہ نہیں ہوتی بلکہ تجربہ و مشاہدہ کے بھروسہ پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ نسبت (چار گونہ) آخری حد ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک قوی ہر ضعیف

ـــــ حفظ نوع ۱۲

عورت سے یہی نسبت رکھتا ہے۔ جس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بعض عورتوں سے بعض مرد دس۱۰ حصہ زیادہ قوت رکھتے ہیں۔ بلکہ ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے۔ کہ دونوں جانب میں اکثریت کا لحاظ ہو تو اس نسبت سے بڑھکر زیادہ نہ نکلیگی ایسا مرد غالباً کوئی نہ ہوگا۔ جس کو قوت شہوانی صرف کرنے کیلئے ایک وقت میں چار عورتیں کافی نہ ہوں۔ اگر فرضاً ایسا آدمی بھی ہو۔ اور اسکو پانچویں نکاح کی اجازت دیجاوے۔ تو اس میں گو اس شخص خاص کا فائدہ لیکن اس سے ضرر عام یقینی ہے۔ اور جو حصر بنظر اکثر اشخاص کافی و مناسب ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دیندار بدمعاش عیاش لوگ حیلہ و بہانا سے بہت عورتیں جمع کر کے مخلوق خدا کی حق تلفی کر سکتے ہیں۔[1]

(حکمت ۳) اس چار کی تحدید میں ایک یہ بھی حکمت ہے۔ کہ ہر ایک عورت کی کم از کم تین روز کے بعد باری تقسیم میں آجاوے گی۔ جس سے اسکو سیر چشمی اور طمانیت دل حاصل ہوگی۔ اور زیادتی انتظار سے دل کو رنج نہیں پہنچے گا۔

یہاں کچھ سوال پیدا ہونگے اور انہیں کے دفعیہ کیواسطے اس خدمت کا (جس کا میں اہل نہ تھا۔ بار اٹھایا ہے)

اوّل یہ کہ جب یہ تحدید ان حکمتوں پر مبنی ہے۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں چار سے زائد نکاح کئے؟

دوم کیا آپ کو خدائی ایما ریا اشارہ یا حکم تھا؟ یا صرف اپنی رائے سے اتنے نکاح کئے!

سوم کیا اتنے نکاح کرنے سے صاف سمجھ میں نہیں آتا؟ کہ جو الزامات آریہ اور عیسائی نفس پروری اور شہوت پرستی کے لگاتے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔

بس ان تینوں سوالوں کا جواب دینا اس عاجز کا فرض ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز ثابت کرونگا کہ آپ کی ذات ستودہ صفات پر ان ہر سہ سوالات میں سے ایک بھی وارد نہیں ہوتا۔

جواب نمبر اوّل

اس سوال کا جواب (کہ اپنے خلاف ان حکمتوں کے جو کہ چار کی تحدید میں تھیں کیوں چار سے زائد نکاح کئے۔ وجوہات تحدید پر غور کرنے سے بآسانی حل ہو سکتا ہے۔ اس لئے تحدید کی بنا صرف ظن پر ہے۔ تفصیل یوں سمجھو کہ حفظ نوع کیوجہ سے اگر کوئی نکاح کا طالب ہو چوتھے درجہ پر ظن ہو سکتا۔ یا ہوتا ہے کہ ترقی نوع کا نقص اس مرد کی ذات میں عورتوں کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اور حفظ شخص کی غرض سے طالب تعدد کی نسبت یہ گمان پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ چار سے عدم حصول غرض کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اور اس کا خیال تعدد سے صرف شہوت پرستی اور نفس پروری ہے۔ اور یہ ظن بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہر ایک انسان پر از خطا کثرت ازواج کی حالت میں انصاف اور عدل نہ کرے گا یا نہ کر سکے گا۔ اور جناب فداہ روحی صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ان تمام ظنوں اور برے گمانوں سے پاک اور مبرا ہیں اس لئے آپ کو کئی خاص وجوہات کی بنا پر ایک زیادہ حد تک نکاح کی اجازت ہے۔ اور آپ نے بھی اس اجازت کے ماتحت ہی بہت سے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے زیادہ نکاح کئے پہلا ظن (کہ ترقی نوع کا نقص شاید مرد میں ہو) آپ پر اسواسطے نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ قویٰ جو کہ حفظ نوع کیلئے ضروری ہیں صحیح اور پورے طور پر آپ میں موجود تھے۔ اس کا ثبوت بخاری کی ایک حدیث سے ملتا ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ

ان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یطوف علی نسائہ فی الیلۃ الواحد ولہ یومئذ تسع نسوۃ (بخاری) } نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رات میں اپنی تمام عورتوں پر پھر جایا[2] کرتے تھے۔ اور آپکی بیویاں اسوقت ۹ نو تھیں۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی حدیث سے سوال ہوا کہ آپ اسقدر طاقت رکھتے تھے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا جاتا۔

کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلاثین } کہ وہ (نبی ؐ) تیس مردوں (۳۰) قوت دیئے گئے تھے۔ علامہ حافظ حجر اس حدیث کے نیچے

---

[1] شریعت کی آڑ میں۔ ۱۲ منہ [2] مراد جماع سے ہے۔ ۱۲ منہ۔

لکھتے ہیں۔ ھو دلیل علی کمال النبیۃ وصحۃ الذکوریۃ (فتح الباری صفحہ ۱۹)

حفظ شخص میں کذب کا ظن اور نفس پروری و شہوت پرستی کا خیال بھی آپ جیسی ذات سے محال ہے۔ بڑی بھاری دلیل آپکے شہوت پرست و نفس پرور نہ ہونے کی یہ ہے۔ کہ آپ نے اسوقت جب کہ آپ کیلئے عیش پرستی و نفس پروری کے اسباب اور آسانیاں موجود تھیں کیونکہ آپ شریف اور ذی عزت خاندان سے تھے۔ اور نیک و خوش خلق بھی تھے۔ ایسے موقع پر آپ نے پچیس ۲۵ سال کی عمر میں ایک چالیس ۴۰ سالہ بیوہ سے نکاح کیا اور پھر عین عنفوان شباب کا جو کہ عیش پرستی کا وقت تھا وقت اسی صالحہ بڑھیا سے گذارا[۱] اور اسپر کوئی اور نکاح نہ کیا۔ اسوقت آپ کی عمر پچاس سال کو پہنچ چکی تھی۔ جوانی کا سورج ڈھل چکا تھا۔ قویٰ مضمحل ہو چکے تھے۔ جوانی کی صبح صادق ہو کر سورج چڑھنے کو تھا۔ تو ایسے وقت میں جو کہ عیاشوں نفس پروروں کی توبہ کا وقت ہے۔ اور پہلے کئے ہوئے پر پشیمانی کا موقعہ ہے آپ پر کوئی عقلمند عیش پرستی کا الزام نہیں لگا سکتا۔ اور نہ کوئی دانشمند یہ رائے لگا سکتا ہے۔ کہ آپ میں شہوت پرستی کا خیال بھی تھا۔ اور معاذ اللہ آپ نے متعدد نکاح عیاشی کی وجہ سے کئے تھے۔ ان ھم الا یفترون۔

اگر یہ کہا جاوے کہ جوانی کا وقت آپ کا تنگدستی کا تھا۔ اسلئے آپ نے اور نکاح نہیں کر سکے تو اس کی عقدہ کشائی بھی ادنیٰ تامل سے ہو سکتی ہے۔ اول تو یہ ہے کہ ایک دو جوان عورتوں کے نکاح پر کوئی اتنا مال خرچ نہیں ہوتا خاصکر اس کے لئے جو کہ شریف النسب اور امین کے لقب سے اپنی قوم میں مشہور ہو اور وہ تعلق والے جو کہ بدنامی کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ تمام کے تمام مدح خواں اور ثناگو ہوں اور امور دینوی میں بڑا لائق اور مدبر خیال کرتے ہوں۔ ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا اور آسان ہو جاتا ہے۔

دوسرا تھوڑا بہت مال آپ اسمیں سے خرچ کر سکتے تھے۔ جو سیدۃ النساء خدیجہؓ نے آپ کے سپرد محض آپکی حفاظت کیلئے کیا ہوا تھا۔ یہ بھی نہ سہی جس وقت آپ صاحب سلطنت و حکومت اور روم و شام و عرب و عجم کے مالک و متصرف ہو چلے تھے اس وقت ہی کوئی عیش پرستی کی ہوتی۔ اور اس وقت آپ جوان باکرہ خوبصورت عورتوں سے نکاح کر کے عیش کرتے اور کھانے پینے کے وہ سامان مہیا کرتے جن میں آپکے ہم عصر بادشاہ و سلاطین منہمک تھے مگر آپنے نہیں کیا۔ بخلاف اسکے یہ کیا کہ نکاح کیا تو تینتیس ۳۳ چالیس ۴۰ و پچاس ۵۰ برس کی بیوہ عورتوں سے کیا اور نہ کبھی جو کی روٹی سے دو روز اور گیہوں کی روٹی سے تین روز متواتر پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور مہینوں آپکے دولت خانہ میں چولہا گرم نہ ہوتا۔ صرف نبیذ وغیرہ پر اور کئی دفعہ خالی شکم پر پتھر باندھکر۔ الحمد للہ کہا جاتا اور کئی راتیں آپکے گھر میں دیا بھی نہ جلایا جاتا۔ سونے کا بستر بجائے نرم روئی کے کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تھا۔ وائے دریغ والی روم و فارس کی گذر ہے کہ جب دنیا سے راہی ملک بقا ہوئے۔ تو آپکی درع جنگی بھی اس (ایک یہودی کے پاس رہن تھا جس کے عوض دو من جو لیکر کھائے ہوئے تھے[۲] ومنہ رزقنا ہو ایسا نفس پروری اسی کا نام ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا

اب ہم ان نکاحوں کا نمبروار ذکر کر کے ان اغراض و مصلحتوں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے ہر ایک حق پسند سمجھ لیگا کہ آپ پر شہوت پرستی کا الزام محض متعصبانہ حملہ ہے اگرچہ پہلے یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ہر ایک انسان کیلئے حفظ نوع و حفظ شخص ضروری اور لازمی ہے۔ اور آپ بھی چونکہ انسان تھے۔ بلکہ نوع انسان سے ایک کامل اور اکمل فرد تھے۔ اور تمام جہان کے انسانوں کے لئے نمونہ تھے۔ اس لئے آپ کے لئے ان ضرورتوں کا پورا کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری تھا۔ اور حفظ شخص کو پورا کرنے کیلئے اپنی طبیعت پر اعلیٰ درجہ کا قابو رکھنے والا انسان (جو کہ ہوا ہے کامل انسان کے دوسرا نہیں ہو سکتا) ایک ایسی

---

[۱] زاد المعاد مطبوعہ مصر صفحہ ۲ ۔ ۱۲ منہ [۲] اس وقت کی حالت ہے جبکہ عرب و یمن و شام کا ملک آپکے زیر سلطنت و حکومت تھا ۱۲ منہ

کمی پر بھی اکتفا کرسکتا ہے۔ جو اسکی ضرورت کو کافی نہ ہو[1] لیکن حفظ نوع، ترقی نسل (کی خواہش[عه] ہر ایک انسان کو خواہ وہ کیسا ہی صابر و متوکل کیوں نہ ہو) ہوتی ہے۔ اور ہونی بھی چاہیئے خاص کر اس صورت میں جب کہ دشمن اسلام لفظ ابتر سے بطور طعن یاد کریں[2]۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے آپ نے اکثر نکاح کئے۔ اور ضمناً اور اغراض بھی مضمر تھیں جو کہ پوری ہوئیں۔ ان کا ذکر ہر نکاح کے ساتھ ہی کیا جاویگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

---

[1] اسی بات کیطرف اشارہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام الملک ارب ہیں کہ نبی سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو اور کون رکھ سکتا ہے ۱۲

[2] ان شانئك هو الابتر کی طرف اشارہ ہے۔ جو کہ ابوجہل کے قول کا جواب ہے ۱۲ منہ۔

[عه] اسی خواہش میں سوامی دیانند کو نیوگ کی سوجھی ہے۔ اور اسی اولاد کیلئے اپنی عزیز بیوی کو غیر کے حوالہ کر دینا جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کسی حیاسوز تعلیم ہے۔ اف لکم ولما تعبدون ۱۲ منہ

عشقِ رسولؐ

حکیم خورشید حسن خورشید سہارنپوری

بیاں کیا ہو ضیائے نیّرِ صبحِ ولادت کا،
افق پر حسن کے خورشید چمکا ہے محبت کا

پھلتی ہے دلہن وحدت کی تیور آج کثرت کا
ابھی منہ دیکھتی ہے لے کے آئینہ نبوّت کا

ٹھکانا پوچھتے کیا ہو گنہ گارانِ امت کا
سہارا ہے شفاعت آپکی روزِ قیامت کا

تخیل کو پتہ ملتا نہیں روضہ کی رفعت کا
فلک بھی گنبدِ خضرا بنا ہے انکی تربت کا

قلم نے جھک کے سجدہ میں تمہارا نام لکھا تھا
بہانہ تھا سرِ لوحِ ازل یہ بھی اطاعت کا

لبِ کوثر پلا دیجو کوئی ساغر کرم ہو گا۔
اگر کچھ دھیان آئے چاہنے والیکی چاہت کا

تخیل کا سرِ تسلیم خم ہے ان کی ابرو سے
تصور بھی مرا خوگر ہے محرابِ عبادت کا

قلم نے لوح پر قیمت ترے قامت کی پہچانی
کتابت اس طرح کی ہے الف لکھا قیامت کا

مسجل صفحۂ ہستی ہوا مہرِ نبوت سے
بنا ہر ذرّۂ خاکی بھی اک فرماں شرافت کا،

دنیٰ سے تا بہ دلیٰ قاب قوسین او ادنیٰ تک
ہے اک آوازہ سبحٰن الذی اسریٰ کی نوبت کا

سیاہی نامۂ اعمال کی دب جائے محشر میں
سوادِ زلفِ سرور زور یوں دکھلائے ظلمت کا

خدا کے واسطے خورشید سے ناراض مت ہونا
شکایت آپکی کیا ہے گلہ کرتا ہے قسمت کا

یا ہادی
یا نصیر
قال الله تبارک وتعالیٰ ان الدین عند الله الاسلام
اسلامی مذہبی اور تبلیغی مضامین کا
ماہوار رسالہ
اسلام
امرتسر
جو
ہر مہینے کی ۱۵ تاریخ کو کوچہ دبگراں امرتسر سے شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر محمد مہرالدین
چندہ سالانہ
والیانِ ریاست اور امراء و رؤسا جو عطا فرمائیں
متوسط حال برادران اسلام سے بذریعہ وی۔پی سوا دو روپے (ما عہ)
بذریعہ منی آرڈر دو روپے (عما)
قیمت فی پرچہ چار آنے (۴ر)

فہرست مضامین رسالہ "اسلام"

جلد (۱) امرتسر ماہ فروری ۱۹۱۲ء نمبر (۱)

رسالہ اسلام کی خریداری قبول فرماکر ثواب دارین حاصل کریں اور ہمیں شکریہ کا موقع دیں (مینجر)

مفت

جو اصحاب رمضان المبارک میں رسالہ اسلام کا سالانہ چندہ عنایت فرمائینگے ان کو حسب ذیل انعامات مفت ارسال کئے جائینگے :-

پہلا انعام - الفاروق - جن اصحاب کا چندہ یکم رمضان شریف سے ۵ رمضان شریف تک وصول ہوگا۔ ان کی خدمت میں علامہ شبلی مرحوم کی معرکۃ الآرا تصنیف الفاروق خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لاجواب سوانحعمری مفت نذر کیجاویگی۔

دوسرا انعام - حمائل شریف جن اصحاب کا چندہ ۶ رمضان شریف سے ۱۳ تک وصول ہوگا۔ ان کی خدمت میں ایک نہایت خوشنما خوشخط جیبی حمائل شریف مفت نذر کیجاویگی۔

تیسرا انعام جن اصحاب کا چندہ ۱۴ رمضان شریف سے ۲۰ رمضان شریف تک پہونچیگا۔ ان کی خدمت میں ۱۲ آنہ قیمت کی کتابیں مفت ارسال کی جاوینگی۔

چوتھا انعام ۲۱ رمضان شریف سے ۳۰ رمضان شریف تک جن کا چندہ وصول ہوگا۔ ان کو آٹھ آنہ کی قیمت کی کتابیں مفت ارسال کیجاوینگی۔

مجھے یقین ہے کہ برادران اسلام اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔ اور رمضان شریف میں چندہ بھیجکر ضرور انعامات حاصل کریں گے :

نوٹ

جو اصحاب ہمارے کسی ایجنٹ کو رمضان شریف میں چندہ عنایت فرمائیں گے۔ وہ بھی مندرجہ بالا انعامات کے مستحق ہوں گے۔

نیاز مند :-

مینجر رسالہ اسلام امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلے مجھے پڑھئے

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

بزرگانِ ملت و برادرانِ اسلام۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

"اسلام" مذاہب عالم میں خدائے تبارک و تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب ترین مذہب ہے جس کو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام و بزرگان اسلام نے نہایت محنت اور جانفشانی سے پرورش کیا۔ وہ اسلام جس نے جاہل بدوؤں کو مہذب و متمدن بنانے کے علاوہ تمام عالم کو تہذیب و شائستگی کا سبق سکھایا مگر آہ افسوس آج ہندوستان میں وہی اسلام جس غربت اور کس مپرسی کی حالت میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ چاروں طرف سے اس برگزیدہ مذہب مقدس پر مخالفین پوری کوشش سے حملہ آور ہو رہے ہیں کبھی عیسائیت کی طرف سے اس کو دنیا بھر سے مٹانے کی کوشش ہوتی ہے۔ تو کبھی اس کی مساجد و معابد پر اوم کا جھنڈا لہرانے کا تہیہ کیا جاتا ہے کبھی اسلام کو مطعون کر کے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو کبھی دنیا کے معلمِ اعظم خدا کے محبوب اور مسلمانوں کے جان و دل سے عزیز حضور آقائے دوجہان کی ذات قدسی صفات پر ناپاک حملے کئے جاتے ہیں

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان اس کے مقابلہ میں حفاظت اسلام اور اشاعت مذہب کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ اس کا جواب نہایت حوصلہ شکن اور حالت افسوسناک ہے۔ کیونکہ جدید تعلیم اور سرکاری مدارس نے ملازمتوں کے لالچ سے پرانے اسلامی اور مذہبی نظام تعلیم کو تقریباً نیست و نابود کر کے مسلمانوں کو تعلیم اسلام سے بالکل محروم کر دیا ہے۔ اہل اسلام کا وہ تمام طبقہ جو تعلیم یافتہ کہلاتا ہے۔ صرف سرکاری مدارس کا تربیت یافتہ رہ گیا ہے۔ جو مذہبی علوم اور اسلامی احکام سے بالکل ناواقف اور بے تعلق ہے ساتھ ہی عالم نما جاہلوں نے شکم پروری کی خاطر اصول اور مقصد اسلام کو چھوڑ کر خوشامدانہ پالیسی اختیار کر لی ہے۔ مساجد کے منبروں پر ایسے واعظ جلوہ گر ہو رہے ہیں جو اس مسند مقدس کے سزاوار نہیں۔ ان کی بزدلی، پست ہمتی اور حرص دنیا نے انہیں اسلام کی سچی خدمت سے دور کر دیا ہے مسلمانوں کو نفاق و شقاق اور فرقہ بندی کے جھگڑوں میں دست و گریبان کرنا علماء کا بہترین شغل ہے۔ خدانخواستہ اگر یہی حالت رہی تو اسلام کو ہندوستان سے بہت جلد خیرباد کہنا پڑیگا!

تمام مسلمانوں پر عامل قرآن ہونے کی حیثیت سے یہ مقدس مذہبی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف حفاظت اسلام ہی کی فکر کریں بلکہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ امیر اور غریب اس کی تبلیغ و اشاعت کیلئے بھی ساتھ ہی کوشش کرے۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ کُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ یعنے تم سب سے بہتر امت چنے ہوئے لوگوں سے ہو۔ اس لئے کہ راہ ہدایت کی طرف بلاتے ہو اور گمراہی (برے افعال) سے منع کرتے ہو اور ایمان لائے ہو اللہ پر قرآن مجید کی اس آیت پر غور فرمایئے اور دیکھئے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام کسی خاص شخص یا کسی خاص

جماعت کا فرض نہیں۔ بلکہ خیرالاُمم کے ماتحت ہر مسلمان کو مجبور کیا گیا ہے کہ وہ دینِ حق کا غمگسار بنکر اس کی تبلیغ و اشاعت کا ضروری فرض ادا کرے۔ خیرالاُمم کی سب خیر و برکت اسی بات میں مضمر ہے۔ کیونکہ یہ قوم مسلمان (مرد عورت) محض دعوت الی الخیر کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

ان حالات کو مدنظر رکھکر رسالہ "اسلام" جاری کیا گیا ہے جس کا مقصد اولیٰ تبلیغ و اشاعت اور حفاظت دینِ متین ہے؛ اس لئے ہر مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ خود بھی اس کا مطالعہ فرمائیں اور اپنے علاقہ کے دوسرے مسلمان اصحاب کو بھی اس کے مطالعہ کے لئے پوری توجہ دلائیں۔ تاکہ ہر درجہ اور ہر طبقہ کے مسلمان اصحاب تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے ضروری فرض سے آگاہ ہو سکیں؛

رسالہ اسلام کا یہ پرچہ جناب کی خدمت میں صرف اسی غرض سے پیش کیا جاتا ہے۔ کہ آپ خود بھی اس کی خریداری فرما کر سرپرستی فرمائیں۔ اور اپنے علاقہ کے دوسرے مسلمان اصحاب کو بھی اس کی خریداری پر نہ صرف توجہ دلائیں بلکہ زر چندہ بھجوا کر تعاونوا علی البر والتقویٰ کی تعمیل سے مستحق ثوابِ دارین ہوں۔ جو اصحاب توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرمائیں گے ان کے اسماءِ گرامی نہایت شکریہ سے آئندہ نمبر میں شائع کئے جائیں گے۔

مولانا حافظ عبداللہ صاحب مبلغ آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر کے ساتھ خاکسار کے دیرینہ تعلقات ہیں۔ اس لئے توقع ہے کہ موصوف اس کی اشاعت میں نہایت سرگرمی سے کوشش فرمائیں گے جن بزرگانِ ملت و برادرانِ اسلام کی خدمت میں مولانا موصوف رسالہ کی امداد و سرپرستی کیلئے درخواست فرمائیں۔ وہ تمام اصحاب مولانا ممدوح کو بلا تامل زرِ امداد عطا فرما کر دفتر رسالہ "اسلام" کی مطبوعہ رسید حاصل کر لیں۔ والسلام ؛

چندہ سالانہ

والیانِ ریاست، امراء و رؤساء جو عطا فرمائیں متوسط حال عام برادرانِ اسلام سے بذریعہ منی آرڈر دُو روپیہ (عما) بذریعہ وی پی سوا دو روپیہ (عہ)

خاکسار خادم الاسلام منیجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

رسالہ "اسلام"

کا مقصد اولیٰ صرف تبلیغ اسلام و اشاعتِ توحید و سنت ہے اسلئے آپ اپنے تمام دوستوں کو رسالہ اسلام کی امداد و اعانت اور خریداری کیلئے پوری کوشش اور کامل اثر سے توجہ دلائیں اور ان سے چندہ سالانہ بھجوا کر ثوابِ دارین حاصل فرمائیں ؛ (خاکسار منیجر)

یا ہادی — یا نصیر

قال اللہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد (۱) — نمبر

اسلام امرتسر

فروری ۱۹۲۸ء — شعبان ۱۳۴۶ ہجری

فاتحۃ الکتاب

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین

حمد

از حضرت مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

کاوش میں ہے الٰہی دگدا میں ہے طبیعی
جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا

چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پر دل بندھے ہوئے ہیں
ملنے سے بھی ہوا ہے چھٹنا محال تیرا

گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں
لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا

دل ہے کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھئے
دل ہے سو چیز تیری جاں ہے سو مال تیرا

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جمال تیرا

ان کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جنکے جلال تیرا

پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی
پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں جال تیرا

بیگانگی میں حالی یہ رنگ آشنائی
سن سن کے سر دھنینگے قال اہل حال تیرا

نعتِ شریف رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

وَلَمَّا سَئَلُوْا بَطَرًا وَّ کُفْرًا
اور جب کفار نے انکار اور تکبر سے سوال کیا
اَشَارَ لَهٗ بِاُصْبُعِهِ الْکَرِیْمَةِ
اُس کو اپنی انگلی مبارک سے اشارہ کیا۔
وَلَمَّا اَشْرَفُوْا هَلْکًا لِعَطْشٍ
اور جب لوگ پیاس سے ہلاک ہونے لگے
سَقُوْا اَسْقَوْا اُنَاسًا وَّ الْمَعِیْرَ
آپ نے پیا اور لوگوں کو اور اونٹوں کو پلایا ؛
وَقَدْ اَرْمٰی بِکَفٍّ مِّنْ حَصَاتٍ
اور تحقیق پھینکی حضرت نے ایک مٹھی کنکروں کی
فَمَا زَالَتْ حِدَادُهُمْ کَلِیْلًا
پھر کافروں کے نیزے کند ہو گئے
وَقَدْ نَزَعَ الْمُسَابِقُ مَاءَ بِئْرٍ
اور چاہ حدیبیہ کا پانی پہلے آنیوالے نے نکال لیا
فَاَلْقٰی فَضْلَةً مِّنْ بَعْدِ طُهْرِهٖ
پھر حضرت ؐ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی کنویں میں ڈالا
لَقَدْ اَبْکَی الْحَنَّانَةَ مِنْ فِرَاقِهٖ
تحقیق ستون حنانہ حضرت ؐ کے فراق میں رویا
هُوَ الْمَسْجُوْدُ لِلشَّجَرِ وَّ حَجَرٍ
اُن کو درخت اور پتھر سجدہ کرتے تھے

لِشَقِّ الْقَمَرِ فِیْ عَرْضِ السَّمَآءِ
آسمان پر چاند کے پھٹنے کا
فَصَارَ بِفِلْقَتَیْ نَزَلَ الْحِرَآءِ
پس دو ٹکڑے ہو کر پہاڑ حرا پر اُتر آیا
فَانْفَجَرَتْ اَصَابِعُهٗ بِمَآءٍ
پس آپ ؐ کی انگلیوں سے بکثرت پانی جاری ہو گیا
تَوَضَّئُوْا اغْتَسَلُوْا مَلَئُوا الْاِنَاءَ
سب نے وضو کیا نہائے اور تمام برتن بھر لئے
اَصَابَتْ عَیْنَ کُفْرٍ کَالرِّمَاحِ
وہ کنکر ہر کافر کی آنکھ میں مثل نیزہ کے جا لگے
اُسِرُوْا وَاغُلِّلُوْا اُخِذُوْا جِبَاهَ
قید کئے گئے طوق ڈالے گئے اور پکڑے گئے پیشانیوں سے
رَاَوْا عَجْزًا اَکْثِیْرًا وَ اشْتِکَاءً
لوگ قلت آب سے گھبرا کر پیاس کی شکایت کرنے لگے
لَقَدْ اَسْقَی الْاُلُوْفَ وَّ الْمَآءَ
تحقیق پیا پانی سینکڑوں ہزاروں آدمیوں نے
لَفِیْ کَفِّهٖ یُسَبِّحُهُ الْحَصَاءُ
کنکر حضرت کے ہاتھ خدا کی تسبیح پڑھتے
هُوَ الْمَوْصُوْفُ بِالْوَصْفِ الْعُلَاءِ
وہی موصوف تھے ساتھ صفت اعلیٰ کے

قدامت اسلام

اسلام کوئی نیا یا جدید مذہب نہیں۔ بلکہ یہ وہی قدیم ترین مذہب ہے۔ جس کی تعلیم و تلقین اور تبلیغ و اشاعت کیلئے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اور جب بندگان خدا راہ ہدیٰ سے منحرف ہو کر چاہ ضلالت میں گر رہے تھے۔ ہندوستان میں خدا کی جگہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پوجا کی جا رہی تھی۔ خدا کا وہ کلام جو حضرت موسیٰ و حضرت عیسےٰ علیہما السلام کی وساطت سے دنیا میں پہنچا تھا۔ وہ انسانی کلام سے محرف و مبدل ہو چکا تھا۔ ایران سے خدا پرستی مٹ چکی تھی۔ مصر و شام و دیگر ممالک میں طرح طرح کی برائیاں ہو رہی تھیں۔ اُس وقت عرب کا نمبر ان سب سے اول تھا۔ وہاں کے باشندے چوری قزاقی غارتگری زنا لواطت اور شراب خوری وغیرہ بدیوں اور برائیوں میں تمام جہان سے بڑھے ہوئے تھے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر صدیوں تک کیلئے مشغول جنگ رہتے اور ہزارہا بندگان خدا کو دنیا سے حرف غلط کیطرح مٹا دیتے تھے۔ اپنی قادر الکلامی و فصاحت و بلاغت پر اسقدر نازاں تھے۔ کہ اپنے سوا تمام دیگر ممالک کے باشندوں کو عجم "یعنے بہرے اور بے زبان کہتے تھے۔" آخر غیرت حق جوش میں آئی اور رفع عیسیٰ علیہ السلام کے پانسو انتالیس سال بعد اپریل ۵۶۹ء میں حضور آقائے دوجہان سید الکونین فخر انبیا حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی قدیم ترین مذہب اسلام کی تکمیل و تجدید کے لئے مبعوث فرمایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا) اور عرب کی اس قومی علیحدگی کے برخلاف زبردست آواز اٹھائی۔ سب سے پہلے جو لفظ ایک مسلمان کو سکھایا جاتا ہے وہ رب العزت نے بھی ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی خاص قوم یا فرد اور قبیلہ کا رب نہیں۔ بلکہ وہ تمام نوع انسان اور تمام مخلوقات عالمین کا رب ہے۔

اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ قرار دیگئی۔ کہ انسان نہ صرف اس وحی پر ایمان لائے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے جو دنیا کے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا اُس سب پر بھی ایمان و ایقان رکھے۔ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ (یعنے جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تم پر نازل ہوا۔ پھر جا بجا قرآن مجید و فرقان حمید کی نسبت فرمایا۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (یعنے یہ اسکی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے ہے) مسلمان نہ صرف قرآن کریم کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ پہلی تمام الہامی کتابوں پر بھی انکا ایمان ہے۔ خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں نازل ہوئی ہوں۔ وہ نہ صرف حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیائے سابقین (علیہم السلام اجمعین) کو مامورین خدائے تبارک و تعالیٰ تسلیم کرتے ہیں چونکہ دنیا کے تمام انبیا علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ ان میں سے بعض کا ذکر تمہیں سنایا اور بعض کا ذکر تمہیں نہیں سنایا) اس لئے مسلمان کے اعتقاد کو مندرجہ ذیل وسیع الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (یعنی رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے اس پر جو ان پر نازل ہوا۔ اور مسلمان بھی سب ایمان لائے اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہم اس کے کسی رسول میں فرق نہیں سمجھتے) *

آسمانی صحائف میں
نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئیاں

(از جناب مولانا حافظ محمد عبد اللہ صاحب مبلغ اسلام)

پ۱ تو بہ ع ۱۴۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ اِس آیت میں ایک قوم کا ذکر ہے۔ جسپر خدا نے بڑے بڑے انعام نازل فرمائے تھے۔ یہ وعدہ کی قوم تھی، پہلے اِس قوم کے لئے حضرت ابراہیمؑ سے برکت کا وعدہ خدا تعالیٰ نے فرمایا دیکھو پیدائش ۱۲ باب ۲۔ آیت۔ اور مَیں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا اور تجھکو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا۔ اور تو ایک برکت ہوگا اور اُن کو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت دونگا۔ اور ان کو جو تجھ پر لعنت کرتے ہیں لعنتی کرونگا۔ اور دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پاوینگے؛

اِن آیات میں حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق کی اولاد کی برکت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ قوم جبتک شریعت ربّی کی عامل اور محافظ تھی ہر ایک قسم کی برکت اور اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کی وارث تھی۔ مگر جب شریعت یعنی اتفاق حقوق العباد حقوق اللہ کو ترک کیا یہ بابرکت قوم مصائب و نوائب اور ہر ایک طرح کی ذلت اور خواری کا نشانہ بنگئی۔ اِس سے قوم کے حالات قرآن مجید میں بیان کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ مسلمان عبرت حاصل کریں، نہ بنی اسرائیل کی تاریخ کے ماہر ہوں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بھی گذشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل نہ کی۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں جنکا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ جس کے معنے عبرانی زبان میں اسر = عبدًا اور ایل = اللہ یعنی عبد اللہ کے ہیں۔ حضرت یعقوب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے ہیں اور بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل آپس میں دونوں بھائی بھائی قومیں ہیں جو دونوں حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں۔ اِس جگہ یہ سوال کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کونسے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتا ہے۔ اگر ان کو سرور انبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے تو ان پر وہ انعام جن کا اس آیت میں ذکر ہے نہیں ہوئے اور اگر ان کو جنپر انعام ہوئے تھے تو وہ حضور سرور انبیاء کے وقت میں زندہ موجود نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید تو ایک قوم کو مخاطب فرما کر کہتا ہے آدمی یعنی افراد محض قوم کے اجزا ہوتے ہیں وہ بدلتے رہتے ہیں مگر قوم تو ایک ہی رہتی ہے جسطرح انسان کے جسم کے اجزا بدلتے رہتے ہیں مگر انسان تو وہی رہتا ہے پس حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمکو صرف یہ بتانا چاہتا ہے کہ افراد حقیقت میں قوم کے اجزا ہوتے ہیں۔ جس طرح جسم کے اجزاء الگ الگ ہونے کی صورت میں کوئی قدر و وقعت نہیں رکھتے۔ سوائے اس کے کہ وہ جسم کے بقا کے ممد اور معاون ہوتے ہیں۔ اسی طرح قوم کے افراد بھی متفرق اور الگ الگ رہنے کی حالت میں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ جبتک کہ وہ اپنے آپکو قوم کی بقا میں ممد و معاون نہیں بناتے۔ نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وہ کونسی نعمت تھی، اس کا ذکر خود قرآن مجید نے دوسری جگہ فرما دیا ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا یعنی اِس قوم کے اندر نبیوں کا پیدا ہونا اور ساری قوم کو بادشاہ بنا دینا گویا جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ بنی اسرائیل کو دیگئی تھی؛ اِسی طرح کا عہد خدا نے سب مسلمانوں سے بھی بطور پیشگوئی فرمایا تھا۔ پ۱۸ الجمع ۹

آیت ۴۱۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (پ۱۸ النور) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ (پ۱۰ توبہ) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور مسلمانوں کو بطور پیشگوئی پہلے نبیوں کی زبانی جتلایا گیا تھا کہ جبتک تم خدا کے عہد کے بموجب رہو گے۔ بیت اللہ تمہارے قبضہ میں رہیگا اور تا قیامت قبضۂ کعبہ کسی مشرک قوم کو نہیں دیا جائیگا۔ (پ۱۰ توبہ) یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا (یسعیاہ ۲۱ عرب کی بابت الہامی کلام کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی ۱۷۔ اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے؛

مذکورہ بالا عہد جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ لفظاً بلفظاً پورا ہوا کہ ان میں بہت سے نبی اور بادشاہ گذرے۔ اسیطرح مسلمانوں میں خلفاء راشدین کے علاوہ بہت بادشاہ مجدّد اور قطب گذرے ہیں مگر جب مسلمانوں نے بنی اسرائیل کیطرح عہد ربّی کو توڑا ان کا بھی بطور سزا جو حال گذرا اور جو اس وقت گذر رہا ہے' قابل غور ہے مگر افسوس صد افسوس کہ یہ برگزیدہ قوم یہ خیر الامّت' اور خدا کی طرف سے کُل دنیا کے واسطے نمونہ ایسا بگڑا کہ قرآن مجید کی پیشگوئی وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ کا وقوع ہو گیا؛

جس طرح بنی اسرائیل نے حورب پہاڑ پر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہو کر خدا کے احکام سننے سے انکار کر دیا تھا اور اس انکار کے بدلے خدا نے ان سے نبوت چھین کر بنی اسمٰعیل کے خاندان میں دی اور آئندہ وہ بابرکت قوم ۴۰۰ سو برس فرعون کی غلامی میں رہے اور بعد میں شاہ بابل بنوکدنصر نے حملہ کر کے بنی اسرائیل کو زیر وزبر کر دیا اور ان ذلتوں اور خواریوں کے علاوہ اس قوم کو دس طرح کا سخت عذاب جیساکہ عہدِ عتیق سے ثابت ہے' ہوا۔

اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ۔ یہاں دو عہدوں کا ذکر ہے بنی اسرائیل کا خدا سے اور خدا کا بنی اسرائیل سے؛ ان عہدوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ عہدِ عتیق اور عہدِ جدید وغیرہ میں بار بار خدا نے فرمایا ہے۔ دیکھو استثناء ۲۶ باب ۲۷ و ۱۸ و ۱۹ آیت۔ تو نے آج کے دن اقرار کیا ہے کہ خداوند میرا خدا ہے' اور میں اس کی راہوں پر چلونگا اور اسکی شرعوں اور اس کے حقوق اور اس کے حکموں کی حفاظت کرونگا۔ اور اس کی آواز کا شنوا ہونگا اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھ سے اقرار فرمایا جیساکہ اُس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اُس کی خاص گروہ ہووے اور تو اس کے سب احکام کی حفاظت کرے اور تجھے سارے گروہوں سے جنھیں اس نے پیدا کیا صفت اور نام اور عزت میں بالا کرے' اور تو خداوند اپنے خدا کی مقدس گروہ ہووے خدا کی آواز شنوا ہونے کے متعلق ذیل کے الفاظ کا ملاحظہ ہو اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جو وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سُنیگا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا۔ استثناء ۱۸/۱۹ جہاں وہ سے مراد سرور انبیا عہد کے رسول اور نبی موعود ہیں۔ سو سب سے پہلے بنی اسرائیل کو خدا مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ تم اپنے اُس عہد کو پورا کرو کہ تم میری آواز کو سُنو گے اور وہ آواز اب تمہیں وہی موعود نبی دیتا ہے میں تم کو پھر دنیا میں ایک بڑی قوم بنا دُونگا؟

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ قرآن کریم کو اس بات کا مصدق کہا گیا جو بنی اسرائیل کے پاس تھی۔ ما معکم درحقیقت وہ پیشگوئیاں جو باوجود تورات و دیگر صحفاء انبیاء میں صدہا تغیرات کے ابتک ان کے ہاں محفوظ چلی آتی تھیں۔ اور یہ بھی عجیب قدرت خدائی ہے کہ سرور انبیاء کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں ان کو غیروں کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔ ما معکم اس لئے کہا کہ وہ ان پیشگوئیوں کے مطابق وہ ابتک اس انتظار میں تھے کہ ان کا مصداق ظاہر ہو۔ کیونکہ خدا نے حضرت موسیٰ کی زبانی استثناء ۱۸ باب ۱۵ سے ۱۹ تک کا حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کو حورب پہاڑ پر احکام شریعت نہ سُننے کی سزا سے متنبہ کر دو؛ ۱۵۔ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان

سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اس کی طرف کان دھریو۔ ۱۶۔ اس سب کی مانند جو تو نے خداسے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ ۱۷۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ ۱۸۔ میں اُن کیلئے ان بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اس سے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا۔ ۱۹۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سنیگا تو میں اُس کا حساب اُس سے لونگا۔ ۲۰۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا۔ یا اَور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔ اپنا کلام سے مراد وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى اور قتل نبی وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ خروج ۲۰/۱۹ و استثنا ۵ و ۱۸۔ آیت ۱۶ و ۱۹ کو ملا کر پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوہ سینا پر یا حورب پر جو کوہ سینا کا نام استثنا کی کتاب میں مستعمل ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو بلا کر دس حکم دیئے۔ اور بنی اسرائیل سے ایک نیا عہد نامہ باندھا۔ استثنا ۵ اور کہا کہ اگر وہ ان احکام کے پابند رہیں تو میں انکی قوم کو زندہ رکھونگا۔ اور انکا بھلا ہوگا اور ارض مقدس پر اُن کے قبضہ کی مہلت لمبی ہوتی چلی جائیگی استثنا ۵/۳۳ جس وقت یہ احکام نازل ہو رہے تھے اور خدا کا جلال کوہ سینا یا حورب پر ظاہر ہو رہا تھا خطرناک بجلی چمک رہی تھی۔ اور مہیب آوازیں آرہی تھیں جسے دیکھکر بنی اسرائیل جو دامن کوہ میں کھڑے تھے اور خدا سے عہد باندھنے کیلئے اپنے خیموں سے باہر نکلکر دامن کوہ میں کھڑے تھے سخت ڈر گئے۔ تب انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم اس کلام کو نہیں سنتے تو خدا سے سنکر ہمیں سنا دیا کر ہم ڈرتے ہیں کہ ہم اس کلام کو سنکر مر نہ جائیں۔ خروج ۲۰/۱۹ اس پر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا اچھا کہا۔ جبتک یہ ان احکام پر کاربند ہونگے۔ برکت پائیں گے۔ لیکن آیندہ جب کوئی نبی تیری مانند کھڑا کیا جائیگا (یعنی صاحب شریعت ہوگا)، تو وہ ان کے بھائیوں میں سے ہوگا یعنی اُن میں سے نہ ہوگا۔ گو حضرت موسیٰ نے کہا ہے کہ تم میں سے تمہارے بھائیوں میں سے نبی کھڑا کیا جائیگا استثنا ۱۸/۱۵ اور یہ خدا کے کلام کے خلاف ہے جو اس نے موسیٰ سے کیا کیونکہ اُس میں تم میں سے کا لفظ نہیں ہے بلکہ صرف یہی ہے کہ تیرے بھائیوں میں (۲) یہ فقرہ ہی بے معنی ہے کہ تم میں سے تمہارے بھائیوں میں سے جب اس کلام کے تمام قوم بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا جائیگا کہ تمہارے بھائیوں میں سے نبی کھڑا کیا جائیگا۔ تو وہ بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم میں سے ہوگا۔ نہ کہ ان میں سے اور اگر ان میں سے ہو تو پھر بھائیوں میں سے نہیں کہلا سکتا (۳) بنی اسرائیل کے بھائیوں میں نبی کھڑا کرنا تو سزا کے طور پر تھا اگر ان ہی میں سے نبی ہو تو یہ سزا نہیں رہتی جیسا کہ استثنا ۱۸/۱۶ میں لکھا ہے اس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں اپنے خداوند خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ ۱۷۔ اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ ۱۸۔ میں اُن کیلئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہیگا۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چونکہ بنی اسرائیل نے خدا کا کلام سننے سے انکار کر دیا۔ جو کلام کہ شریعت کے متعلق تھا تو آئندہ خدا نے اُن کے شریعت کا دروازہ بند کر دیا اور کہا کہ جب کبھی کسی ایسے نبی کی ضرورت ہوگی جو موسیٰ کی مانند صاحب شریعت ہو تو وہ ان کے بھائیوں میں سے کھڑا کیا جاویگا۔ (۴) توریت مقدس لفظ بھائی جہاں بنی اسرائیل کے حق میں بولا گیا ہے تو وہ اس کے ساتھ نام بنی اسرائیل کی بھی قید آئی ہے کہ تمام کتب عہد عتیق سے ظاہر مثال کے طور پر چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ استثنا ۲/۴ تم اپنے بھائیوں بنی اسرائیل کے آگے ہتھیار بند ہو گے۔ سلاطین ۱۲/۲۴ اپنے بھائی بنی اسرائیل سے لڑائی نہ کرو۔ ان آیات مذکورہ میں خدا

دو گروہ بنی اسرائیل کو اپنے بھائی دس گروہوں کے ساتھ جو اُن سے ناموافق تھے سلوک کرنے کی سفارش کرتا ہے؛
پیدائش ۱۲/۱۶ کہ اسمٰعیل اپنے بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا۔ ایسا ہی کتاب مذکور ۱۸/۲۵ کہ اُن کا قطع زمین یعنے اسمٰعیل کے بیٹوں کا اپنے سب بھائیوں کے سامنے پڑا تھا۔ اور بنی اسرائیل کو بنی ادوم سے نفرت تھی۔ اس لئے بنی ادوم کے حق میں خدا نے سفارش کی۔ استثناء ۷/۲۳ تو کسی ادومی سے نفرت نہ رکھیو کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔ اور استثناء ۸/۲۳ میں بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے۔ اور گنتی ۱۴/۲۰ اور عبدیہ ۱۰/۱ میں بھی بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے۔ استثنا ۴/۲ نیز کتاب مذکور ۸/۲ میں بھی ان تین قوموں یعنی بنی ادوم بنی اسمٰعیل اور بنی قطورہ کو بھائیوں میں شامل کیا گیا ہے۔ (۵) بھائیوں کا لفظ خدا کے کلام میں نہیں ہے۔ (۶) انجیلوں میں یہ پیشگوئی بار بار دُہرائی گئی ہے۔ ان میں بھی یہ فقرہ نہیں۔ پطرس اعمال ۲۲/۳ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں مجھ سے ایک نبی اٹھا دیگا تم اس کی سنیو۔ استفنس حواری ۳۷/۷ اعمال میں یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں میری مانند ایک نبی اٹھائیگا تم اس کی سنیو۔ ترجمہ سیپٹوا جنٹ سبعین میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ یہ ایک پرانا اور معتبر ترجمہ ہے۔ مسیح سے تقریباً تین سو برس پیشتر لکھا گیا۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح سے تقریباً تین سو برس پیشتر تک یہ فقرہ توریت میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اس ترجمہ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ وہ ۲۸۶ تین سو چھیاسی برس قبل مسیح کے سکندریہ میں ستر یہودی ربیون کی صدر جماعت کی شرکت سے ترجمہ کیا گیا تھا اور اہل کتاب کی یہ رائے تھی کہ یہ ترجمہ الہامی ہے۔ حضرت پولوس نے اپنے جملہ رسائل میں نوّے مقام پر اُس سے نقل کی ہے

اب ان تینوں دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ جملہ "تیرے درمیان" کا صحیح نہیں ہے اور نہ حواریوں کے وقت میں یہ جملہ توریت مقدس میں داخل ہونے پایا تھا۔ اگر داخل ہونے پاتا تو ضرور ہی حواری اس جملہ "تیرے درمیان" کو اپنے بیان میں نقل کرتے۔ حالانکہ نہیں کیا۔ شائد کاتب کی غلطی سے یہ جملہ درج ہوگیا ہے اور حواریوں کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ مخاطبوں کے حق میں صیغہ جمع کا ہے۔ جیسا کہ خدا کے کلام میں صیغہ جمع غائب ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ جملہ "تیرے درمیان" کا صحیح نہیں ہے تو بہر صورت باب مذکور کی ۱۸/۱۵ آیت صحیح قرار پائی اور یہ پیشین گوئی ٹھیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آئی چنانچہ اسی پیشین گوئی کے بموجب جب حضور مکہ میں عہدہ رسالت پر مبعوث ہوئے تو پہلا فرمان الٰہی حضور انور کی زبان سے اپنی نبوت کے دعوے میں ہی نکلا۔ سورہ مزمل۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُولًا

معاصرین کرام

براہ کرم رسالہ "اسلام" پر ریویو فرما کر مشکور فرماویں۔ اور اپنی صحائف گرامی کے ساتھ اس کا تبادلہ فرما کر حق معاصرانہ سے سبکدوشی حاصل فرماویں۔　　خادم منیجر

اہل الرائے بزرگان ملت۔ رسالہ "اسلام" پر اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرماویں۔　　خادم منیجر

عقائد الاسلام

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ؕ(آل عمران ع ۲) (بیشک خدا کے نزدیک اسلام ہی ایک برحق مذہب ہے)۔
مذہب اسلام کی بنائے مقدس پانچ باتوں پر مبنی ہے جنہیں ارکان خمسہ بھی کہا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَحَجِّ الْبَیْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔
(بخاری شریف صفحہ ۶ ومسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قایم ہے اول تو خدائے واحد کے سچے معبود ہونیکی شہادت دینا اور نیز یہ کہ حضرت محمدؐ خدا کے بندہ اور اسکے رسول ہیں دوسرے نماز پڑھنا تیسرے زکوٰۃ دینا چوتھے اگر مقدور ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرنا اور پانچویں رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

تصحیح عقائد کی ضرورت

جب تک عقائد سے واقفیت نہ ہو اور تصحیح عقائد نہ کی جاوے اُس وقت تک تمام اعمال نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ خیرات وصدقات وغیرہ سب رائگان ہیں۔ کیونکہ عقائد ومتقدات اسلامیہ سے ناواقف شخص کفر وشرک سے خود کو نہیں بچا سکتا۔ اور جب کوئی شخص کفر وشرک میں تمیز نہ کرسکے تو دیگر اعمال کی مقبولیت کی بابت کیا امید کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ہ (نساء ع ۱۷، پ ۱۴)

اللہ تعالیٰ اس گناہ کو تو نہیں معاف فرمائیگا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہے معاف کردے اور جس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ راہ راست سے دُور بھٹک گیا۔

اسی بنا پر صحابہ کرام رضؓ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تاکید کے ساتھ عقائد کی آراستگی کی بابت تلقین وہدایت فرمایا کرتے تھے۔ اسی بنا پر سلف صالحین رضؓ اور علمائے اسلام نے نہایت تحقیق وتدقیق کیساتھ فن عقائد اور علم کلام میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن سے ماہرین علوم عربیہ بہرہ اندوز اور مستفید ہوتے ہیں اور اپنے عقائد واعمال ودین اسلام کو درست کرتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُردو دان برادران اسلام اور طلباء انگریزی، اس کے لئے (جنہیں نصاب تعلیم کی تکمیل سے فرصت نہیں ملتی) قرآن شریف واحادیث نبوی نیز کتب عقائد مثلاً شرح مواقف، شرح مقاصد۔ عقائد نسفی۔ عقائد جلالی وغیرہ سے ترجمہ کرکے مختصر طور پر صاف وسلیس عبارت میں عقائد اسلامی کو قلمبند کردیا جائے۔ تاکہ ناواقف حضرات اپنے عقائد کو درست کرکے دین ودنیا میں اعمال صالحہ کی خیر وبرکت اور اجر وثواب سے محروم نہ رہیں۔ وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ؕ

عقائد باللہ

تمام عالم کا بنانیوالا صرف ایک خدائے واحد ہے۔ وہ موجود ہے۔ ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔ ذات وصفات میں اسکا کوئی شریک نہیں اُس کا فنا ومعدوم ہونا محال ہے۔ کوئی چیز اس کی مانند نہیں وہ سب سے نرالا ہے۔ وہ عالم الغیب ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ تمام کمال کی صفتوں سے موصوف ہے۔ نقصان وزوال کی علامات سے پاک ہے۔ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے۔ بغیر کان کے سنتا ہے۔ بغیر منہ کے کلام کرتا ہے۔ وہ زندہ ہے۔ تمام ممکنات ومخلوقات پر اس کو پوری قدرت حاصل ہے۔ اس نے ہی تمام چیزوں کو اپنے ارادے سے پیدا

کیا ہے۔ وہی جلاتا ہے۔ وہی مارتا ہے۔ وہی قابل پرستش اور لائق عبادت ہے۔ وہی روزی دیتا ہے۔ وہی دعا قبول کرتا ہے۔ وہی عزت دیتا ہے وہی ذلت۔ وہی مریضوں کو شفا دیتا ہے۔ وہی مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔ وہی گنہگاروں کو بخشنے والا ہے نیکی بدی بُرائی بھلائی کا پیدا کرنیوالا ہے لیکن نیکی سے راضی اور بدی سے ناخوش ہوتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ وہ عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں۔ نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے۔ اسی نے بندوں کو سمجھ و ارادہ عطا فرمایا جس سے وہ ثواب و گناہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اسی نے سب کو پیدا کیا ہے۔ وہی جب چاہیگا سب کو فنا کر دیگا۔ پھر سب کو قیامت کے دن پیدا کریگا اور حساب و کتاب لیگا۔ نیک بندوں کو جنت میں اور بدوں کو دوزخ میں داخل کریگا۔

عقائد بالملائکہ

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے۔ وہ موجود ہیں مگر ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ وہ معصوم ہیں۔ وہ مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔ خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ بہت سے کام ان کے سپرد ہیں بعض عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں بعض لوگوں کی نیکی بدی لکھتے ہیں۔ بعض صبح و شام نماز کے وقت حاضر ہوتے اور نمازیوں کے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں بعض انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں بعض خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے رہتے ہیں۔ چار فرشتے بہت مقبول و مشہور ہیں۔ اول حضرت جبرئیل امین علیہ السلام (یہ پیغمبروں کے پاس وحی لیکر آیا کرتے تھے) دوسرے اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ تیسرے حضرت میکائیل علیہ السلام جو ہوا، پانی، نلکی، بجلی وغیرہ پر مقرر ہیں۔ چوتھے حضرت عزرائیل علیہ السلام جو روح نکالتے ہیں۔

عقائد بالانبیاء

جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں سب کے سب معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور بزرگ بندے ہیں۔ ان کی رسالت برحق ہے۔ جو احکام وہ لوگوں کو پہنچاتے ہیں وہ سچے ہیں۔ کل پیغمبر آدمی تھے۔ سب انبیاء مرد تھے۔ عورتوں میں کوئی نبی نہیں ہوا۔ کوئی ولی بزرگ غوث صالح نبیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جناب آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ تمام پیغمبروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل و برتر ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیداری کی حالت میں جاگتے ہوئے جسم اطہر کے ساتھ مکہ شریف سے بیت المقدس میں، وہاں سے آسمانوں اور جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لیگئے۔ اس کو معراج کہتے ہیں۔ آپکی شریعت قیامت تک رہیگی۔ آپکی شریعت تمام ادیان کی ناسخ ہے۔ آپکا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہیگا۔

عقائد بالکتب

جس قدر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب سچی اور برحق ہیں۔ جو کچھ ان میں اوامر و نواہی، وعد و وعید، جنت و دوزخ کی بابت احکامات ہیں وہ سب صحیح و درست ہیں۔ اجمالاً سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ توریت، انجیل، زبور، قرآن شریف پر تفصیلی ایمان لانا چاہیئے۔ توریت حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ قرآن شریف حضرت سید الکونین فخر دوجہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا آخری فرمان ہے۔ نزول کے وقت سے لیکر ابتک زیر زبر پیش ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہیگا۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن شریف کا محافظ ہے۔ ارشاد باری ہے:-

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر ع اپ ۱۴) | ہم نے ہی قرآن شریف اُتارا ہے اور ہم ہی بیشک اس کے محافظ و نگہبان ہیں"

توریت عبرانی زبان میں۔ انجیل سریانی میں۔ زبور یونانی میں اور فرقان حمید عربی زبان میں نازل ہُوا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے۔ تمام مخلوقات جن و ملائکہ انسان اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔ کفار نے جب کلام الہٰی سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ وَادۡعُوۡا شُہَدَآءَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ (البقرہ ع ۳۔ پ ۱) | اور ہم نے اپنے بندے پر جو (قرآن) اُتارا ہے اگر تم کو اس (کے کلام الہٰی ہونے) میں شک ہو تو اسی جیسی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے معین و مددگاروں کو بھی بُلا لو"

عقائد بالقبر

آدمی کے مرنے کے بعد اگر دفن کر دیا جائے تو قبر میں اور اگر دفن نہ کیا جائے تو جس حال میں ہو، مُردے کے پاس دو فرشتے منکر و نکیر آتے ہیں اور مُردہ سے یہ سوال کرتے ہیں:

(۱) مَنۡ رَّبُّکَ :۔ تمہارا پروردگار کون ہے؟ (۲) وَمَنۡ نَبِیُّکَ :۔ اور تمہارا نبی کون ہے؟ (۳) وَمَا دِیۡنُکَ :۔ اور تمہارا دین کیا ہے؟

پس اگر مسلمان مومن بندہ ہے تو وہ جواب دیتا ہے:۔

(۱) رَبِّیَ اللّٰہُ :۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے (۲) وَنَبِیِّیۡ مُحَمَّدٌ :۔ اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۳) وَدِیۡنِیَ الۡاِسۡلَامُ اور ہمارا دین اسلام ہے۔

اس کیلئے ہر طرح پر آرام و چین کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں اس کی قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر مُردہ کافر ہوتا ہے تو وہ فرشتوں کے جواب میں ھَاھَا لَا اَدۡرِیۡ (ہا ہا میں نہیں جانتا) کہتا ہے اسپر خدا کا سخت عذاب ہوتا ہے۔ قبر میں جملہ کفار اور گنہگار مومنین کو عذاب ہوتا ہے۔ مومن سے عذاب قبر معاف بھی ہو جاتا ہے۔

مومن مُردہ کیلئے دعا کرنے یا ورثاء کے خیر و خیرات کرنے سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ کافر کو مرنے کے بعد دعا اور خیر و خیرات کچھ نفع نہیں دیتی۔ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ سَبۡعِیۡنَ مَرَّۃً فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ ۝

عقائد بالقیامت والبعث والنشر

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے قیامت کے متعلق جس قدر نشانیاں بتلائی ہیں وہ سب پوری ہونگی۔

مرنے کے بعد مُردوں کا جزاء و سزا کے لئے اُٹھنا ضروری و برحق ہے۔ تمام آدمی حضرت اسرافیلؑ کے صور پھونکنے سے میدان حشر میں جمع ہو جائینگے ۔آسمان و زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ (اور پہاڑ دھنی ہوئی اُون (یا روئی) کیطرح ہو جائینگے)

میدان حشر کی تکالیف اور مصائب سے گھبرا کر سب لوگ پیغمبروں کے پاس سفارش کیلئے درخواست کرینگے مگر بالآخر ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سفارش فرمائیں گے۔ بُرے بھلے سب قسم کے اعمال میزان عدالت (انصاف کی ترازو) میں تولے جائینگے جن لوگوں کا نیکی کا پلہ وزنی ہوگا وہ جنت میں داخل ہونگے۔ اور جن لوگوں کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔

فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَہُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ (القارعہ پ) | جس کے نیک اعمال تول میں زیادہ وزنی ہونگے تو وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا اور جسکے اعمال نیک تول میں کم ٹھہرینگے تو اس کا ٹھکانا دوزخ کا گڑھا ہوگا۔

مومن مسلمانوں کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائینگے اور بدکاروں کافروں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔

مومن مسلمانوں کے ساتھ حساب میں آسانی اور سہولت برتی جائیگی۔ ارشاد باری ہے:۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (انشقاق ع پ)

جسکو اسکا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا تو اُس سے آسانی کیساتھ حساب لیا جائیگا اور وہ خوشی بخوشی اپنے اہل وعیال میں واپس آئیگا ؛

عقائد بالحوض والشفاعة وغیرہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر سے اپنی اُمت کے لوگوں کو پانی پلائیں گے۔ اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا؛

قیامت کے دن پلصراط سے گذرنا ہوگا۔ نیک لوگ عبور کرکے جنت میں جا داخل ہونگے اور بدکردار دوزخ میں گر پڑینگے ؛

دوزخ

دوزخ ایک نہایت مصیبت کا مقام ہے۔ سانپ بچھو اور طرح طرح کے عذاب گناہگاروں کیلئے اس میں مہیا ہیں ؛

جن لوگوں کو ذرہ برابر بھی ایمان نصیب ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہونگے اور جو لوگ مشرک یا کافر ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔

جنّت

ایک عیش وآرام کی جگہ ہے بہشتیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہر طرح کی نعمتیں وہاں موجود ہونگی۔ وہ نعمتیں ایسی ہیں کہ جنہیں آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ اور نہ کانوں ہی نے سنا ہے اور وہ انسان کے خیال میں آبھی نہیں سکتیں۔ یہ جنت محض متقیوں خدا سے ڈرنیوالوں کیلئے بنائی گئی ہے اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدار باریتعالیٰ ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَاهُ ؛

عقائد باطلہ

اشراک فی العلم

کسی پیر فقیر بزرگ مولوی صوفی یا جوگی کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ اس کو بلا اطلاع خداوند عزوجل ہمارے تمام حالات کی خبر رہتی ہے یا نجومی، پنڈت، رمال وغیرہ سے غیب کی باتیں دریافت کرنا۔ یا فال دیکھنا دکھانا اور اس کو حق اور سچ سمجھنا۔ یا سوائے اللہ کے کسی کے نام کا روزہ رکھنا۔ یہ سب کچھ اشراک فی العلم ہے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ (انعام ع، پ)

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور خشکی اور تری جو کچھ ہے اسکو وہی جانتا ہے۔ اور کوئی پتہ تک گرنے نہیں پاتا مگر وہ اس کو معلوم رہتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں جو دانہ ہو اور تر و خشک سب چیزیں واضح کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی موجود ہیں ؛

اشراک فی التصرف

خدائی کارخانہ میں شرکت

کسی پیغمبر۔ ولی۔ غوث۔ قطب۔ امام۔ شہید۔ فرشتے۔ جن۔ پری۔ کو نفع یا نقصان کا مختار کل سمجھکر اس سے روزی۔ اولاد۔ ملازمت اور طرح طرح کی مرادیں مانگنا شرک فی التصرف ہے۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ (مومنون ع ۵ پ ۱۸)

(اے حبیبؐ ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تمکو کچھ سمجھ ہے تو یہ بتلاؤ کہ ایسا قادر مطلق کون ہے جسکے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور جسکو چاہتا ہے پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں اور کسی کو پناہ نہیں دیتا تو یہ لوگ یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں تو اللہ ہی کی ہیں اب ان سے کہو پھر تم کیوں خبطی ہوئے جاتے ہو۔

اشراک فی العبادات

باری تعالیٰ کی عبادت میں شرک

غیر اللہ کو سجدہ کرنا۔ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا۔ چڑھاوے چڑھانا۔ قبروں کا طواف کرنا۔ خدا تعالیٰ کے حکم کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے قول یا رسم کو ترجیح دینا۔ مخلوق کے آگے جھکنا۔ تعزیہ۔ علم۔ چھڑیاں نکالنا۔ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ نالے۔ ندی۔ توپ یا بندوق پر بکرا چڑھانا۔ بھینٹ دینا۔ اٹھتے بیٹھتے کسی انسان کا نام لینا۔ کسی کی دہائی دینا۔ کسی جگہ کی بیت اللہ جیسی تعظیم و تکریم کرنا۔ یہ سب باتیں شرک فی العبادات میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ "سوائے اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کرو"

اشراک فی العادات

عادت میں شرکت

کسی کے نام کا بازو پر پیسہ باندھنا۔ عالم کے کاروبار کو تاروں کی تاثیر سمجھنا (اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا) شگون لینا۔ کسی دن مہینے یا سال کو منحوس سمجھنا۔ کسی بزرگ کے نام کا وظیفہ کرنا۔ یا یوں کہنا اور خدا تیرے آپ ہیں۔ کسی کے نام کی قسم کھانا۔ برکت کے لحاظ سے کسی بزرگ کی تصویر رکھنا۔ ان امور کو شرک فی العادت کہتے ہیں۔ "اور یہ کافر خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ ٹھہرا دیتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اتنا تو خدا کا اور اتنا ہمارے ان شریکوں (بتوں) کا پھر جو ان کے شریکوں کا حصہ ہوتا ہے وہ تو اللہ کو پہنچتا نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ دیکھو یہ لوگ فیصلہ کرتے ہیں وہ برا فیصلہ ہے۔"

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (انعام ع ۱۶ پ ۸)

بدعات القبور

قبروں کی بری رسمیں

قبروں پر دھوم دھام سے میلہ یا تماشہ کرنا۔ عورتوں کا وہاں جاکر چادریں چڑھانا۔ قبر کا طواف و سجدہ کرنا۔ دین و دنیا کے ضروری کاروبار کو ترک کر کر قبروں کی زیارت کیلئے جانا۔ وہاں ڈھولک ناچ گانا بجانا۔ بزرگوں کو راضی کرنیکے خیال سے قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا۔ یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔ "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے [illegible]

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم يَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ [illegible]

مشکوٰۃ [illegible] اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ [illegible]

"بنانا کہ اس کی پرستش (پوجا) کی جاوے۔" وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۔ (محمد عبد الحق ادیب حقی [illegible])

دعا اور وظائف

اس میں شک نہیں کہ خالق اکبر کو جس زبان اور جس طریق سے بھی پکارا جائے، خدائے تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی فریاد ضرور سُنتا ہے مگر بہترین طریق دعا اور الفاظ دعا وہی ہے جو خود سمیع الدعوات قاضی الحاجات نے اپنے برگزیدہ بندوں انبیاء علیہم السلام کو تعلیم فرمایا اور ان دعاؤں سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قرآن کریم مطلع فرمایا۔ اس لئے ہم رسالہ اسلام کی اشاعت امروزہ میں قرآن کریم کی چند دعاؤں کا ذکر کرتے ہیں جنکو خدائے قدوس کے اولوالعزم بندوں نے وقتاً فوقتاً اپنے حالات وضروریات کیلئے ذکر کیا۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی دعا

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ہ (ترجمہ) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آپکو خود تباہ کیا۔ اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کریگا اور ہمپر رحم نہیں فرمائیگا تو ہم بالکل برباد ہوجائینگے"

حضرت نوح علیہ السلام کی دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ہ (ترجمہ) خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو ان ظالموں سے نجات دی)

ایضاً۔ رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ہ (ترجمہ) اے پروردگار مجھکو زمین پر برکت کا اُتارنا اتاریو اور تو سب اتارنے والوں میں بہتر اتارنیوالا ہے" ایضاً۔ رَبِّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ہ (ترجمہ) اے پروردگار میں ایسی جرأت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ جس چیز کی حقیقت مجھے معلوم نہیں۔ اسکی تجھ سے درخواست کروں اور اگر تو میرا قصور نہیں معاف فرمائیگا اور مجھپر رحم نہیں کریگا تو میں بالکل برباد ہوجاؤنگا"

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ (ترجمہ) اے میرے پروردگار مجھکو توفیق کہ جیسے جیسے احسانات تو نے مجھپر اور میرے والدین پر کئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کروں اور زندگی بھر ایسے عمل کرتا رہوں جنکو تو پسند فرمائے اور میرے پیچھے تو مجھکو اپنے کرم سے نیک بندوں میں داخل کر"

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ہ (ترجمہ) اے پروردگار مجھکو اکیلا یعنی بے اولاد نہ چھوڑ اور یوں تو تو سب سے بہتر وارث ہے"

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ہ (ترجمہ) اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ذات ہے میں نے بڑا ظلم کیا"

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا۔ اِنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (ترجمہ) جو کہ یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو (یا اللہ) سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا۔ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (ترجمہ) ہمارا پروردگار علم الہٰی کی رو سے تمام چیزوں پر حاوی ہے ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے اے ہمارے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں جھگڑا پڑا ہے تو ہی اسکا سچا فیصلہ کر اور تو سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے"

متقین کی دعا۔ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ (ترجمہ) اے پروردگار ہم تم پر ایمان لائے تو ہمکو ہمارے گناہ معاف فرما۔ اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا"

نماز

(از جناب سید کرم حسین صاحب۔ تجارہ)

یہ ایک ایسی بابرکت عبادت الٰہی ہے کہ اس سے کسی نبی کی شریعت خالی نہیں رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ادائیگی اس کی فرض تھی۔ اور انکی اُمت بھی ادا کرتی تھی۔ ہمارے حضور پُرنور رحمتِ ربّ غفور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدائے رسالت میں دو وقت ایک صبح اور دوسری مغرب کی ادا اسی طرح صحابہ کرام ادا فرماتے تھے۔ مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمانے سے ڈیڑھ برس پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدائے پاک نے معراج کا رتبہ عطا فرمایا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ۔ براق سواری کیلئے آیا آپ بہمراہی حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس پہونچے اور مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ وہاں پر ایک جگہ حوران جنت کو دیکھا۔ اور انہوں نے یہ ہدیہ پیش کیا۔ السلام علیکم یا سید المرسلین محبوب رب غفور نے فرمایا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے عرض کیا نَحْنُ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ نِسَاءُ قَوْمٍ اَبْرَارٍ یا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ہم نیک لوگوں کی بی بیاں حوران جنت ہیں آج جناب فلک رکاب کے پیچھے نماز ادا کرنے کیلئے ہمارے ذوالجلال والاکرام نے حکم دیا ہے۔ اور تمام مسجد مردوں ان سے بھری ہوئی ملاحظہ فرمائی۔ اور سب ادائیگی نماز میں مصروف تھے۔ حضور نے جبرئیلؑ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرئیلؑ نے تمام انبیاء پاک کے نام بتائے اور نماز عشاء کی ادائیگی کے لئے اذان دی۔ اذان کے ہوتے ہی آسمان سے فرشتے اسقدر نازل ہوئے کہ تمام مسجد بھر گئی۔ جب مسجد میں جگہ نہ رہی تو او رفرشتے ہوا میں معلق نظر آنے لگے۔ اور حضرت جبرئیل نے حضور پُرنور سے عرض کیا کہ آپ ہی امام الاولین والآخرین ہیں مصلے پر تشریف لائیے۔ جبکہ حضور مقدس صفات افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے مصلے پر تشریف ارزانی فرمائی۔ تب حضرت جبرئیلؑ نے تکبیر پڑھی حضورؐ نے دو رکعت نماز دوگانہ ادا فرمایا۔ اور حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ یا حبیبِ خدا اشرف انبیاء اس وقت نماز میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اور تمام ملائکہ آسمان و زمین شامل ہیں۔ ادائیگی نماز کے بعد حضور سراپا نور آسمانوں کو طے فرماتے ہوئے ساتویں آسمان پر پہونچے۔ یہاں بیت معمور فرشتوں کا قبلہ ہے۔ جیسے کہ دنیا میں ہمارا قبلہ مکہ ہے جسکو اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ فرمایا ہے۔ جبکہ یہاں داخل ہوئے تو ایک فرشتہ درگاہ الٰہی سے نازل ہوا جس کو کبھی حضرت جبرائیلؑ نے بھی نہ دیکھا تھا۔ اور اس نے ایسی خوش آوازی سے اذان کہی کہ ساتوں آسمانوں کو وجد آنے لگا۔ اور تمام ملایک جو تسبیح و تحلیل میں مشغول تھے ہر ایک خاموش ہو کر سنتا تھا جس وقت اس نوری فرشتے نے اللہ اکبر کو ادا کیا ہے۔ اللہ برتر کیطرف سے جواب آیا صدق ملکی عند اللہ اللہ اکبر اسی طرح اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ پر جواب آتا رہا۔ جبکہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے الفاظ ادا کئے گئے تو یکایک اس قدر فرشتے جمع ہوئے اور برابر برابر کھڑے ہو کر صفیں باندھنے لگے۔ انکی ایک ایک صف مشرق سے مغرب تک ہوتی تھی۔ صفوں کا شمار پروردگار ہی جانتا تھا۔ حضورؐ سراپا نور سے ان کا شمار ہی نہ ہو سکا۔ حضرت جبرئیلؑ نے یہاں بھی انہیں الفاظ سے یا امام الاولین والآخرین امامت کیلئے عرض کیا۔ بعد نماز آگے بڑھے تو مرتبہ وحدت میں پہونچے۔ آپکی نظر اول توحید افعال پر پڑی اور یہ ایک حجاب ہے اور مانع ترقی۔ تو آپنے رفع حجاب کے لئے عرض کیا۔ اعوذ بعفوك من عقابك یعنے میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو کی تیرے عذاب سے۔ پھر سنی آپ نے آواز قلموں کے چلنے کی۔ اُن سے جاری ہونیوالے کام لکھے جاتے تھے۔ الیٰ ان سمع صریف الاقلام بالامور المقضیۃ۔ پھر یہاں سے ترقی پاکر آپکی نظر توحید صفات پر پہونچی۔ اور یہ دوسرا حجاب ہے تو آپنے یہ دعا رفع حجاب کیلئے مانگی واعوذ برضاك من سخطك

میں پناہ طلب کرتا ہوں تیری رضا کی تیرے غصہ سے۔ رضا و غصہ ہر دو صفت ہیں۔ پھر یہاں سے ترقی فرماتے ہوئے توحید ذاتی میں پہونچے۔ اور ارادہ کیا کہ حمد و ثنا خدائے پاک ادا فرمائیں تو آپنے یہ آواز سنی۔ قف یا محمد فان ربك یصلی۔ ٹھیر و اے محمد پروردگار تمہارا نماز کی ادائیگی میں ہے۔ تو اس وقت آپ پر دہشت جلال کبریائی و عظمت و جبروت خدائی طاری ہوئی۔ اور حکم خداوند عالم صادر ہوا۔ واسجد واقترب تم سجدہ کرو اور ہمارے قریب آؤ۔ معاً سجدہ کیا اور پڑھا سبحان ربی الاعلیٰ اور یہ دعا مانگی۔ اعوذ بك منك لا أحصی ثناء علیك کما اثنیت علیٰ نفسك میں تیری پناہ مانگتا ہوں تجھ سے میں پوری نہیں کر سکتا تیری حمد و ثنا جیسا کہ تو خود ہی اپنی حمد و ثنا کرے یعنی اس مرتبہ میں تو خود ہی حامد ہے اور خود ہی محمود۔ پس تو آپ ہی اپنی حمد و ثنا کر سکتا ہے میری قدرت و مجال نہیں کہ میں تیری تعریف و توصیف کر سکوں۔ پھر آپنے بالہام ربانی التحیات للہ والصلوات والطیبات پڑھی۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے سرافرازی ہوئی۔ السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته! فوراً ہی حضور خدائی نور نے اپنی امت کو یاد فرمایا۔ اور اپنے ساتھ ملایا۔ السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین۔ پھر ملائکہ ملکوت نے جو یہ رتبۂ پر عظمت و پر از مکرمت حبیب رب العزت مشاہدہ کیا تو ملکوت و جبروت سے غلغلہ اس آواز کا ہوا۔ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله پھر تو چاروں طرف سے آپکے گوش حق نیوش (کان مبارک) میں آوازیں آنے لگیں۔ ادن منی یا حبیبی یعنی قریب ہو جا مجھ سے اے حبیب میرے ہزار بار یہی خطاب ہوا اور ہر مرتبہ حضور کو ترقی مراتب ہوتی تھی۔ اور آگے بڑھتے جاتے تھے کہ یکایک اٹھ گئے آپکے لئے پردے راز و نیاز کے۔ واماط له الحجب الانوار الجلالیة اور وہانتک پہونچے جہانتک کسی کا وہم پہونچا نہ گمان پہونچ سکے۔ بلکہ مخلوقات میں سے کسی نے نہ جانا کہ جان کہاں ہے اور جان نے نہ جانا کہ قدم کہاں ہے اور قدم نے نہ جانا کہ نفس کہاں ہے اور دل نے نہ جانا کہ جان کہاں ہے اور جسم نے نہ جانا کہ سر کہاں ہے۔ اسی مقام کو استغراق و عالم جبروت کہتے ہیں۔ یہ وہ مقام ملک العلام ہے کہ جس کا ظاہر کرنا خلاف مصلحت ہے۔ یہاں پر نہ روح ہے نہ جسم ہے نہ میں ہوں نہ تو ہے کوئی نہیں سوائے ذات واجب الوجود کے یہ ایسا مقام مشاہدات باریتعالیٰ کا ہے کہ اس سے نہ کوئی رسول مشرف ہوا ہے اور نہ کسی نبی کو باریابی کا شرف بخشا گیا ہے فرشتوں تک کی رسائی نہیں ہوتی۔ جو اپنے نور ظہور و حبیب لبیب کو عطا فرمایا اور خدائے پاک کی یہی مصلحت تھی۔ کہ حضور پر نور کا جسم مقدس بعنایت الطف نور علیٰ نور بنایا تھا۔ اور سایہ سے خالی تھا۔ اسی واسطے کہ اس مقام کا شرف عطا فرمانا تھا۔ جبکہ حضور سراپا نور کی اس مقام میں داخلی ہوئی تو تمام تجلیات جلالی و جمالی جو بمنزلہ دید و شنید یعنی علم الیقین و حق الیقین میں آئی ہوئی تھی۔ یہاں پر حق الیقین کا مشاہدہ فرمایا وَاَرَاہُ بِعَیْنِی رَاْسِہٖ مِنْ حضرة الرَّبُوبِیَّةِ فلاراہُ اور دکھایا حضور پر نور کے سر مبارک کی دونوں آنکھوں سے اپنی ربوبیت کو جو حق تھا دکھانے کا۔ نقربہ الله تعالیٰ وادناہُ اور قریب اپنے بلایا اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات مقدس صفات کو اپنا عرش پاک میں۔ ۹۰ ہزار گفتگو کا دو بدو ہونا اور فعلمت علم الاوّلین والآخرین یعنی تمام علوم دنیا کے اول سے آخر تک سے سرفراز فرمایا اس نوازش فرمائی پر آپکو جرأت ہوئی تو آپنے دریافت فرمایا کہ اے میرے پروردگار تو مالک لیل و نہار اور ستار و غفار ہے اور تو خود معبود و رب ودود ہے۔ تیرا نماز میں مشغول ہونا کیسا تھا۔ رب العباد نے ارشاد فرمایا یا محمد سبقت رحمتی علیٰ غضبی اے محمد میری رحمت نے سبقت کی ہے میرے غضب پر۔ پس خداوندی ارشاد ہوا اے میرے پیارے حبیب لبیب تمہارا و تمہاری امت پر روزینہ مرہ پچاس وقت کی نماز فرض کیگئی۔ محو دیدار تجلی الٰہی میں مستغرق ہو کر واپسی ہوئی۔ جبکہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ انکی دریافت فرمائی پر انعام الٰہی و اکرام خداوندی کا ظاہر فرمایا۔ اور پچاس وقت کی نماز پڑھنے کا حال سنایا حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب خدا آپ تو اس وقت مولیٰ کا دیدار دیکھ رہے تھے اور آپکی محویت اس میں تھی۔ آپ تو پچاس نہیں ہزار

ادا فرمائیں گے۔ تیری امت دو وقت کی نہ پڑھ سکی۔ آپ کی تمام امت تو محو تجلی خداوندی نہ ہوگی وہ کیسے ادا کریگی۔ آپ اپنی امتِ گنہگار کیطرف سے رؤف و رحیم ہوکر پھر اسی مقام خاص فلک اختصاص میں پہونچے۔ ایک سفید نور جو ابر کیصورت میں تھا۔ اُس نے آپکو اپنے اندر لیا اور آپنے سجدہ کیا۔ اور عرض کیا کہ خداوندا تو دانا و بینا ہے کہ میری اُمت ضعیف و ناتوان ہے اس سے اس قدر بوجھ نہ اُٹھ سکیگا۔ تو اپنی خدائی کے صدقہ میں تخفیف فرما۔ ارشاد ہُوا کہ اچھا پانچ وقت کی نماز کو معاف کیا۔ غرضیکہ خدا کے حضور میں چند بار حاضر ہونے اور التجائیں کرنے پر پینتالیس۴۵ وقت کی نمازیں معاف ہوئیں۔ پانچ باقی رکھی گئیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہُوا کہ مایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید اے میرے حبیب نہ ہمارے احکام بدلے جاتے ہیں اور نہ ہم کسی پر ظلم کرنا پسند کرتے ہیں ہمکو تمہاری خاطر منظور ہے۔ تم اور تمہاری امت پانچ نمازیں پڑھیں ہم پانچ کی وہی پچاس سمجھتے رہینگے۔ آنحضور سراپا نور نہایت دلشاد بامراد واپس تشریف ارزانی فرمائی۔ پہلے صبح اور مغرب کی نماز ادا ہوتی تھی۔ ظہر عصر اور عشا کی یادگار معراج صاحب تاج ہیا اسی واسطے نماز اسلام کا رکن اعظم قرار پایا۔ اور مسلمانوں کا دار و مدار ادائیگی نماز پر ہی رکھا گیا۔ ہر مسلمان جس کو خدا نے عقل دی ہے۔ اور سوچ سمجھ عطا فرمایا ہے۔ ۷ برس کے بعد سے جبتک دنیا میں زندہ رہے۔ پانچ وقت نماز پڑھے۔ امیر ہو یا غریب۔ عورت ہو یا مرد۔ سب کو ادا کرنا ضروری ہے۔ دشمن سے لڑائی ہو رہی ہو اُس وقت بھی نماز پڑھنے کا حکم اس طرح پر ہے کہ کچھ مسلمان دشمنوں سے لڑیں اور کچھ نماز پڑھیں۔ جب پہلے نمازی نماز پڑھ چکیں تو وہ لڑائی میں شامل ہوں۔ جنہوں نے نہ پڑھی ہے پھر وہ پڑھیں۔ عورت کے بچہ پیدا ہونیکا درد ہو رہا ہو جو اُس کے لئے نہایت تکلیف کا وقت ہوتا ہے اُس وقت بھی جسطرح ہوسکے پڑھے۔ یہانتک کہ اگر بچہ کا کوئی حصہ آدھے سے کم اس کے خاص حصہ سے باہر آگیا ہو۔ بشرطیکہ نفاس کا خون نہ آیا ہو۔ اور طوبت نہ خارج ہوئی ہو اور نماز کا وقت آگیا ہو تو نماز ادا کرے۔ جو مسلمان اس کے فرض ہونے کا اقرار نہ کرے وہ یقیناً مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ کس واسطے کہ وہ خدا اور خدا کے رسولؐ کے حکم کو سچا نہیں جانتا اور قرآن شریف کی آیتوں کا انکاری ہے۔ نماز پڑھنے اور اس کے ادا کرنے کی تاکید اور اس کی فضیلتوں سے تمام قرآن مجید اور احادیث حبیب رب مجید کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔ اور کسی عبادت کی ایسی وعید نہیں آئی ہے جیسی کہ نماز کی تاکید ہے۔ تمام جلیل القدر صحابہ و ائمہ نماز نہ پڑھنے والوں کو مسلمان نہیں فرماتے۔ تمام آیات قرآن شریف اور احادیث لطیف متعلقہ نماز ایک جا جمع کی جاویں تو قطعی طور سے یہ نتیجہ ان سے نکلتا ہے۔ کہ نماز نہ پڑھنے والا معتوب بندوں سے ہے۔ دنیوی بادشاہوں اور حکمرانوں کے حکم احکام نہ ماننے والوں کو سزا ملتی ہے تو اُس احکم الحاکمین کا حکم اور رسُول معظم کے نافرمان بندوں اور امتوں کو کیوں نہ اس دنیا میں خرابی اور مکروہات دنیوی میں پریشانی دیکھنے میں آوے اور عاقبت میں اہل محشر کے روبرو روسیاہی اپنے آپ میں پاوے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان نماز پڑھتا رہیگا۔ قیامت میں اُس کے ساتھ ایک نور ہوگا اور وہ نماز اس کے لئے باعثِ نجات ہوگی۔ جو شخص نماز سے غفلت کریگا۔ وہ قیامت میں قارون، فرعون، ہامان، ابی بن خلف جیسے دشمنانِ خدا کے ساتھ ہوگا جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔

جب بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے اور نیت باندھ لیتا ہے تو خداوند کریم سامنے تشریف لاتے ہیں۔ نمازی نماز میں اپنا دل کسی دوسری طرف لیجاتا ہے۔ یا نگاہ کھڑے ہونے میں بجائے سجدہ اور کسی جگہ دیکھتا ہے۔ اور اپنے پڑھنے کیطرف خیال نہیں رکھتا تو وہ مولا جل و علا فرماتا ہے کہ اے بندے میرے ہم تیرے دل میں موجود ہیں تو ہمکو کیوں نہیں دیکھتا۔ کیا کوئی شے ہم سے بھی زیادہ تجھکو پیاری معلوم ہوتی ہے۔ اے محروم القسمت تو اور خیالات کیوں پیدا کرتا ہے۔ ہمارا خیال نہ رکھنے والا فلاح نہیں پاتا۔

یہ حدیث شریف اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سلسلہ بسلسلہ منقول ہے اور اس کو حدیث مسلسل بسلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔

عن جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ زین العابدین عن الحسین شہید کربلا عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الصلوٰۃ مرضات للرب تبارک وتعالیٰ وحب الملائکۃ و سنۃ الانبیاء ونور المعرفۃ واصل الایمان واجابۃ الدعاء وقبول الاعمال وبرکۃ فی الرزق وسلاح علی الاعداء وکراھۃ الشیطان وشفیع بین صاحبہا وبین ملک الموت ونور فی قلبہ وفراش تحت جنبہ وجواب مع منکر ونکیر ومونس فی قبرہ الیٰ یوم القیامۃ فاذا کانت القیامۃ کانت الصلوٰۃ ظلا فوقہ وتاجا علی راسہ ولباسا علی بدنہ ونورا یسعی بین یدیہ وسترا بینہ وبین النار وحجۃ للمومنین بین یدی رب العالمین وثقلا فی المیزان وجوازا علی الصراط ومفتاحا للجنۃ ان الصلوٰۃ تحمید وتسبیح وتقدیس وتعظیم وقرأۃ ودعا وتمجید - روایت امام جعفر صادق نے حضرت امام محمد باقر سے اور انہوں نے حضرت امام زین العابدین سے اور انہوں نے حضرت امام حسین شہید کربلا سے اور انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آں محبوب کبریا صلوٰۃ اللہ وسلامہ نے لوگوں کو نماز حق تعالےٰ کی رضامندی کا بڑا ذریعہ ہے۔ ملائک کی محبت کا وسیلہ ہے۔ نماز طریقہ ہے انبیائے سابقین کا۔ نماز نور ہے معرفت الٰہی کا۔ نماز جڑ ہے اسلام کی۔ نماز سبب ہے دعائے مقبول ہونے کا۔ کل عمل نماز کے سبب مقبول ہوتے ہیں۔ روزی کی برکت نماز میں ہے۔ نفس اور شیطان سے لڑنے کیلئے نماز بڑا ہتھیار ہے۔ نماز موت کے وقت ملک الموت سے نمازی کی سفارش کریگی۔ اور ملک الموت کو بآسانی جان نکالنے کی ہدایت کریگی۔ نماز مومن کے دل کا نور ہے۔ نماز قبر کا بچھونا ہے۔ نماز جواب دیگی منکر نکیر کو قبر میں مُردے کی طرف سے۔ نماز قبر میں قیامت تک مُردے کی مونس بنی رہیگی جب قیامت قایم ہوگی تو نمازی کے سر پر نماز کا سایہ ہوگا۔ نماز سر کا تاج بدن کا لباس ہوگی۔ قیامت کے اندھیرے میں مشعل بنکر آگے آگے چلیگی۔ نماز نمازی کے لئے آڑ ہوگی جہنم سے مسابقہ۔ کتاب کے وقت نماز اللہ کے سامنے بخشوانے کیلئے حجت کریگی۔ میزان عدالت میں نماز کا وزن پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوگا۔ نماز پلصراط کی راہداری کا پروانہ ہے۔ نماز جنت کی کنجی ہے جو جنت کے بند دروازے کو کھولکر نمازی کو داخل کریگی۔ ایک نماز ہزار باتیں نفع کی اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ نماز بہت سی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ اہل اسلام میں نماز کی ترقی یہانتک ہوئی کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اسی حکم خداوندی کے مطابق ادا فرماتے رہے یہانتک کہ دو دو رکعت نماز رات کو پڑھتے پڑھتے صبح ہوجایا کرتی تھی۔ اسیطرح صحابہ کرام و ائمہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین ادا فرمایا کرتے تھے اور اولیاء اللہ علیہم اجمعین نے بھی بہت سی نمازیں بڑھا لیں جن سے صلوٰۃ عشق۔ اشراق۔ چاشت۔ صلوٰۃ التسبیح۔ صلوٰۃ تہجد انہیں نمازوں میں شامل ہیں۔ اور یہ نمازیں ادلیاؤں، عابدوں، زاہدوں کے لئے ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جب ان حضرات کی روحانیت اسقدر ترقی کرگئی کہ نماز فرض پنجگانہ اور سنتوں سے اُن کے دلوں کی سیری نہ ہوئی تو یہ نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ کہ روح کو سیری حاصل ہو۔ چنانچہ صلوٰۃ التسبیح ایک بہت بڑی نماز ہے جو پہر بھر سے زیادہ میں ختم ہوتی ہے۔ ان نمازوں کے ادائی سے مراد یہی ہوا کرتی ہے کہ روح کو مسرت اور دل کو مسرت و اطمینان ہو۔ جس کے لئے ارشاد ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اور تجلیات الٰہی کا مشاہدہ ہو یعنی خدا تعالیٰ کا دیدار دیکھنے میں آئے مسلمانو! سچ جان لو کہ دل اللہ ہی کے ذکر سے چین پاتے ہیں۔ نماز دل سے نہیں پڑہی اسی وجہ سے بیفکری نہیں مسلمانو! نماز اس طریقہ سے پڑہو تاکہ خدا کا دیدار نظر آئے نماز کی ادائیگی جیسا کہ حکم ہے ادا ہوجاوے جب وقت نیت نماز کی کی جاوے تو اس کے ایک ایک لفظ کا خیال رکھئے کہ اب میں نیت میں یہ الفاظ کہہ رہا ہوں۔ اسیطرح جو اور الفاظ پڑھنے میں آئیں مثلاً اعوذ اور بسم اللہ کا ایک ایک حرف کی ادائیگی کا تصور کرے الحمد پھر للہ پڑہے جب اللہ منہ سے نکلے تو پھر رب العلمین کا خیال رکھئے۔ اسیطرح تمام نمازیں تصور کرے اور ذرا بھی خیال

اپنا دوسری طرف نہ جانے دے۔ تو پھر دوسرے خیالوں کیطرف طبیعت ہرگز رجوع نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص معنے بھی جانتا ہے تو وہ الفاظ تو اپنی زبان سے اداکرے اور معنوں کا دھیان یعنی تصور دل میں رکھے تو اس طرح نماز پڑھنے سے پھر چند۔ روز میں یہ تصور ایسا ذہن نشین ہوجائیگا کہ پھر اَور کوئی خیال ہرگز ہرگز نہ آیا کریگا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب کچھ پڑھے تو اس کیطرف اس طرح توجہ کرے کہ جس سے لطف آئے اور رونگٹا رونگٹا شوق سے کھڑا ہوجائے اگر ایسی لذت ملنے لگے تو نمازی کو سمجھ لینا چاہئے کہ نماز کا جو نتیجہ ہے وہ ملنے لگا۔ کیونکہ ہر ایک عبادت کے ارکان دل سے اور غور سے اداکرلینا شریعت ہے۔ اور اس میں لطف و سرور آنا یہ طریقہ طریقت ہے۔ دل لگ جانا اور محویت ہوجانا ایسی بڑی شے ہے۔ اس وقت جو کچھ دعا کی جاتی ہے فوراً قبول ہوجاتی ہے۔ اس سے زیادہ محویت ہوجائے۔ دنیا ومافیہا کی خبر نہ رہے تو یہ حقیقت ہے اور اس کے آگے معرفت ہے جو انسان کو بفکر اور مطمئن کرتی۔ اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ یہی وقت ہے کہ انسان ہر ایک ماسوا سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ اور ایسی حالت میں غرور تکبر خودی اور آنانیت و خودداری دل سے نکل جاتی ہے۔ اور خدا کی ہی لو لگجاتی ہے جس شخص کا نماز میں دل نہ لگے اور اس خیال سے پڑھے کہ اور مسلمان کہینگے کہ یہ نماز نہیں پڑھتا کیسا مسلمان ہے۔ تو ایسی نماز کسی کام نہ آئیگی بلکہ اُلٹی ملتھے ماری جائیگی۔ جس کے لئے خدا نے بھی فرمایا ہے۔ فویلٌ للمصلّین الّذین ھم عن صلوٰتہم ساھون ایسے مسلمانوں کو چاہئے کہ نماز میں دل لگنے کا خیال پیدا کریں۔ پھر اس کی روز بروز ہر طرح کی ترقی ہونے لگیگی۔ مسلمانوں کو لازم ہے۔ کہ نماز میں دل لگایا کریں۔ اور یہ لکھے خیال سے نماز پڑھیں۔ خواہ کتنے ہی دنیوی خیال آتے ہوں۔ اور وسوسے ستاتے ہوں۔ سب محو ہوجائیں گے ؛

اگلے مسلمان ایسی ہی نماز پڑھا کرتے تھے تو ہر طرح کی ترقی پاتے تھے۔ اتفاق تھا اتحاد تھا۔ ایک دوسرے کی ہمدردی کرتا تھا بھائی سے بھائی خوش رہتا تھا۔ ایک شخص کتنوں پر بھاری ہوتا تھا۔ اس وقت میں کروڑوں مسلمان ہیں لیکن اپنی ہی قوم کو تباہ کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو مشرک کافر کہتا۔ کونسی حدیث اور کونسی آیت سے ثابت ہے۔ اصل یہ ہے کہ جیسی نماز دیکھا دیکھی کی رکھی ہے اور جیسی سُستی سے اداکی جاتی ہے ایسا ہی برتاوا خدائی ہے کہ ہر جگہ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان نماز پڑھنا تو درکنار سرے سے نماز ہی میں نقص بتا رہے ہیں۔ پہلے سے ایسے مسلمان ہوتے تو قرآن شریف کہیں دیکھنے میں نہ آتا نہ مسجدیں نظر آتیں ؛

مسلمان اب بھی ہوش میں آجائیں اور خدا سے لو لگالیں تو مَنْ لَّهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلّ خدا تمہارا اور تم خدا کے ہوجاؤ" کی مثال صادق آجائے اور پھر وہی خدا ان کا ہوجائے جس کا فرمان ہے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ تم میری یاد نہ بھولو میں تم کو یاد کروں گا۔ بھلا جس کو خدا یاد کرے۔ اس کا کوئی کیا وصف کرے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ نماز ہماری نماز نہیں ؛

ممتاز اہل قلم اصحاب سے گذارش ہے کہ اغراض و مقاصد رسالہ "اسلام" کو مدنظر فرماکر رسالہ کیلئے بہترین اسلامی مذہبی تبلیغی مضامین بھیج کر رسالہ اسلام کی قلمی امداد سے ثواب دارین کے مستحق ہوں اور ہمیں شکریہ کا موقع عطا فرمادیں۔ (نیازمند ایڈیٹر)

منی آرڈر فارم جن اصحاب کی خدمت میں رسالہ ہذا کے ساتھ ارسال کیا جاتا ہے۔ براہ کرم زر امداد بذریعہ منی آرڈر بھیج کر شکریہ کا موقع عطا فرمادیں۔ اور منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمادیں ؛ (نیازمند مینیجر رسالہ "اسلام")

غفلت کی سرشاریاں

مقدمۂ آخرت کی روئداد

مجرم کی پیشی عدالتِ الٰہی میں

(از جناب مولٰنا ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب بی۔ ڈی۔ ایچ۔ ورنگلی۔ وکیل ہائیکورٹ حیدر آباد دکن ۵)

بے خبری

جرم وگناہ کو آتش جہنم سے ایک فطرتی نسبت ہے جس جسم میں خطاکاری وگنہگاری کا ذائقہ ہوگا۔ نارِ دوزخ کی طلب اسمیں نہاں ہوگی کہ وہ اسکی غذا ہے۔ جرم وعصیاں کی بنیا دغفلت پر قائم ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان خدا کو حاضر وناظر جانتے ہوئے دیدہ دانستہ ہرگز گناہ کا مرتکب نہ ہوگا جس دل پر غفلت مسلط ہے۔ وہاں خوف خدا کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ اور جہاں خوفِ خدا ہے وہاں غفلت نہیں پھٹکتی یہ شتاں بین مشرق ومغرب" دونوں میں بعد المشرقین اور آب وآتش کا تضاد وتباین ہے؛

غافل انسان جانور سے بھی بدتر ہے

یہی وُہ غفلت ہے جو چشم بینا میں خاک جھونک دیتی ہے۔ یہی وہ پنبۂ غفلت ہے جو گوش شنوا کو بہرہ کردیتی ہے۔ یہی غفلت وہ بلائے بیدرماں ہے جو تمیز واحساس کو باطل کرکے آدمی کو دائرۂ انسانیت سے خارج کرتی اور حیوانوں میں جا ملاتی ہے اور جانوروں سے بھی گیا گذرا کردیتی ہے۔ کہ جانور بھی اپنی ضرورت کی حد تک بھلے بُرے کا احساس رکھتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ اسی غفلت کی بدولت انسان کو کل لقمۂ نارِ جہنم بننا ہوگا۔ کہ یہ اصل جرم وگناہ ہے جس میں آتشین جہنم کے شعلوں کیلئے ایک قدرتی کشش موجود ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (اعراف)

اور ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اُن کے دل تو ہیں مگر ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے ان کی آنکھیں بھی ہیں مگر اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور انکے کان بھی ہیں مگر اُن سے سُننے کا کام نہیں لیتے (غرض) یہ لوگ (آدمی نہیں ہیں) چارپایوں کے مثل ہیں بلکہ اُنسے بھی گئی گذرے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو [illegible]

جہنم کی درخواست

اسی مناسبت سے قیامت کے روز دوزخ رب العلمین سے اپنی غذا کا مطالبہ کریگی اور عرض کریگی کہ میں بھی تیری ایک مخلوق ہوں ازل کی بھوکی ہوں۔ اے ربّ النار تیرا وعدہ تھا کہ تو قیامت میں مجھے شکم سیر کریگا۔

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ (ص) | (اے ابلیس) ہم بھی تجھ سے اور جو لوگ تیری پیروی کریں اُن سب سے جہنم کو بھر دینگے۔"

درخواست منظور

یہ درخواست منظور ہوگی مجلس جہنم کے داروغہ" مالک" کے نام حکم صادر ہوگا کہ اس کا پیٹ بھر دیا جائے۔ جب یہ مُنہ کھولکر اژدہے کی طرح مجرمین کو نگلنا شروع کردیگی تو قیدیوں میں ایک شور محشر بپا ہوجائیگا۔ کشتگانِ غفلت واویلا مچائیں گے۔ ارشاد ہوگا؛

اَلْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ (جاثیہ) | اور (اس دن ان سے) کہدیا جائیگا کہ جسطرح تم نے اپنے اس دن کے آنیکو بھلائے رکھا تھا آج ہم بھی تمکو (دیدہ دانستہ) بھلا دینگے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی تمہارا یار (و مددگار) نہیں ہے

انصافِ منتقمِ حقیقی

پھر ارشاد ہوگا۔ ہم نے صاف اور واضح طور پر دنیا میں اپنا اعلانِ الٰہی تم کو سُنا دیا تھا کہ ہمارے احکام کو سنکر اس سے اعراض اور بے پروائی کرنیوالے، غفلت برتنے والے خود اپنے آپ ظالم ہیں اور ہم ایسے مجرموں سے ضرور انتقام لیکر چھوڑیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (سجدہ) | اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا۔ کہ اس کو اس کے پروردگار کی آیتوں کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے اور وہ اُن سے منہ پھیرے، بیشک ہم مجرموں سے بدلا لیکر رہیں گے"

اہل وعیال اور وفاداری

اس دارِ دنیا میں بیوی، بچے، عزیز و اقارب پر انسان فدا رہتا ہے، مرتا ہے۔ انہیں کے پیچھے اپنی عاقبت بگاڑ بیٹھتا ہے، انہیں بیوی بچوں کی خدمتگذاری کے لئے دولتِ دنیا جا و بیجا سمیٹتا پھرتا ہے اور خدا کی راہ میں دینے دلانے سے انہیں کا خیال کرکے رُکتا ہے انہیں کی فکروں میں ایسا مصروف و مشغول ہو جاتا ہے کہ آخرت کی خبر نہیں لیتا۔ غرض یہ بیوی بچے دنیا میں اسکی بہت ہی عزیز چیز ہیں جن پر یہاں تو وہ قربان ہوتا ہے۔ مگر وہاں وہ ایسا مضطر اور مضطرب ہوگا کہ اپنی آئی ہوئی مصیبت پر انکو قربان کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اور بے رحم ہو کر ان بیوی بچوں کو اپنے گناہوں کا فدیہ اور کفارہ بناکر خود عذاب سے چھٹکارا پانے کی تمنا کریگا۔ اور اپنے عوض ان کو جہنم میں دھکیل دینے کی تدبیر سوچیگا!

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ (معارج) | مجرم تمنا کریگا کہ اے کاش اپنے بیٹوں اور اپنی جورو اور اپنے بھائی اور اپنے کنبہ کو جو (وقت پڑے پر) اس کو پناہ دیا کرتا۔ اور روئے زمین کے تمام آدمیوں کو اس دن کے عذاب کے بدلے میں دیدے اور یہ معاوضہ اس کو بچالے"

مگر ایسا نہ ہو سکیگا۔ نارِ جہنم کے شعلے اس کو آ لپیٹیں گے اور اُس کے سر کی کھال تک اُدھیڑ کر رکھدیں گے۔

كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝ (معارج) | یہ تو ہوگا نہیں، دوزخ کی آگ (تو اس بلا کی) لپٹ ہے کہ سر تک کی چمڑی اُدھیڑ کر دھر دیگی (اور) جو دنیا میں حق تعالیٰ سے) روگردانی اور سرتابی کرتے رہے۔ اور (ساری عمر) مال جمع کرکے (راہ خدا میں خرچ نہ کرکے) سینت سینت کر رکھتے رہے، ان سب کو (اپنی طرف کھینچ) بلائے گی"

پھر دوزخ سے پوچھا جائیگا کہ کیوں تیرا پیٹ بھر گیا؟ مگر وہ اپنے نوالوں کو نگلتی جائیگی اور یہ کہتی جائیگی کہ کچھ اور بھی تو لائیے عنایت کیجئے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝ (ق) | اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ تو دوزخیوں سے بھر چکی؟ (یا نہیں) وہ عرض کرے گی کہ کچھ اور بھی ہے"

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

نیکوں کا نتیجہ

اب میدانِ حشر میں متقیوں کی آمد آمد ہے۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں خدا کو بے دیکھے ڈرتے اور اس کے احکام کیطرف دل سے رجوع رہے۔ اگر تقاضائے بشریت کبھی کچھ غفلت ہو بھی جاتی۔ تو فوراً سنبھل جاتے جب کوئی گناہ کی بات درپیش ہو جاتی تو مانا انہیں اس

بات کا خیال آجاتا کہ خدا حاضر و ناظر ہے، اس کے دیکھتے کس طرح ڈھٹائی کی جائے۔ ان تدبیروں سے خود کو معصیت سے بچاتے اور اپنی آپ حفاظت کرتے رہتے تھے۔ اور دل بھی ایسا پایا تھا کہ کسی کے ادنیٰ اشارۂ نصیحت پر فوراً رجوع ہو جاتا۔ اس میں خدا کا زبانی نہیں بلکہ عملی ڈر موجود تھا۔ جو غفلت کو پاس پھٹکنے بھی نہ دیتا تھا۔ اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت غلامی تھی، وہ بھی عاملانہ تھی۔ صرف مُنہ کی بولی نہ تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ کل کو زبانی جمع وخرچ کچھ کام نہ آئیگا۔ ہاں کار آمد ہوگا تو عمل، اور صرف عمل ہی کارگر اور مفید ہوگا۔ یہ محض عمل ہی کی برکت ہوگی کہ جنت خود ان اہل جنت کی طالب ہوگی۔ ان متقیوں کا وہ اعزاز ہوگا کہ جنت خود ان کے استقبال کو آئے گی؛

جنت استقبال کو آتی ہے

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ○ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ○ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۙ (ق)	اور بہشت (اسقدر) پرہیزگاروں کے قریب لائی جائیگی (کہ کچھ بھی) فاصلہ نہ ہوگا۔ (کہا جائیگا) یہی تو وہ (جنت) ہے جس کا تم میں سے ہر ایک (خدا کی طرف) رجوع لانیوالے (اور بُری باتوں سے اپنی) حفاظت کرنیوالے کیلئے وعدہ کیا گیا تھا

(یعنی) جو شخص بے دیکھے (خدائے) رحمٰن سے ڈرتا رہا اور (ایسا) دل (جو خدا کی اطاعت میں) گردیدہ (تھا) لیکر حاضر ہُوا ہو۔"

ان صالحین کی نسبت فرمان صادر ہوگا کہ یہ ہنسی خوشی جنت میں داخل ہو جائیں اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔ جو کچھ بھی وہ چاہتے ہونگے۔ وہ سب نعمتیں انکو عطا ہونگی۔ دلخواہ مرادیں سب پوری ہونگی کسی بات کی حسرت اور تمنا نہ رہجائیگی۔ بلکہ خدا کے خزانہ قدرت میں اس سے کہیں زیادہ نعمتیں موجود ہیں جن کا اہل جنت کو کبھی خیال بھی نہ آیا ہوگا۔ غرض اس شان و شوکت سے اُن کی خاطر و مدارات اور آؤبھگت کی جائے گی؛

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○ (ق)	(ہم ایسے لوگوں سے فرمائیں گے، کہ (سلامتی کے ساتھ اس (جنت) میں جا داخل ہو کہ یہی تو ہمیشہ رہنے کا دن ہے (یعنے آج جو جہاں رہا سو رہا) جنت میں ان

لوگوں کو جو چاہیں گے ملیگا، اور ہماری سرکار میں (تو اس سے بھی کہیں) زیادہ (موجود) ہے"

عبرت و بصیرت

دنیا میں بندوں پر اس آنیوالی مصیبت کو عیاں کر کے، رُوئداد منزل آخرت کو سُنا کر آگاہ کیا جاتا ہے اور کمال رحمت سے کان کھولے جاتے ہیں۔ اس معاملہ میں غور و فکر کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے۔ بندوں کی عادتی غفلت اور دیرینہ بیخبری کو ملحوظ رکھکر بار بار بیدار کرتے اور صاف صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے یہ پند ونصائح اور اس کی تعلیم وتلقین صرف انہیں بندوں کیلئے مفید و کارگر ہوسکتی ہے۔ جن کے پہلو میں دل ہو پھر اس میں خدا کا ڈر ہو۔ قرآن حکیم کی عظمت ہو، اس کے قانون کے برحق ہونے پر اعتماد کلی واعتبار عملی بھی ہو۔ اور انسان اپنے اس نتیجہ کو ہمہ تن متوجہ ہو کر سُنے سمجھے، غور کرے؛

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ○ (ق)	جس شخص کے (پہلو میں) دل ہے یا کان لگا کر حضور قلب سے بات کو سنتا ہے اسکے لئے تو ان باتوں میں (کافی نصیحت (موجود) ہے"

مگر سرکش انسان آخرت کی ان نادیدہ باتوں کو سُنکر عموماً جو جواب دیتا ہے جس شک و شبہ کو دل میں جگہ دیتا ہے اور جس بے توجہی سے پیش آتا ہے اور جس بے پروائی سے اس کان اڑا دیتا ہے اس کے لحاظ سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایما فرمایا جاتا ہے کہ جو دلدادگان غفلت اور ازلی بدبخت ہیں۔ وہ تو کبھی راہ پر آنیوالے نہیں اور آپ ایسوں کے ذمہ دار بھی نہیں ہیں کہ

خواہ مخواہ ان کو مجبور ہی کر کے راہ پر لگایا جائے۔ لہذا ہمارا قرآن صرف انہیں لوگوں کو سنایا اور سمجھایا جائے۔ جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے بھی ہوں مرنا جو برحق ہے۔ تو موت کو بھی ہر آن و ہر لحظہ پیش نظر رکھتے اور اس بہترین واعظ (موت کے خیال) سے صبح و شام سبق حاصل کرتے ہوں؛

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (ق)	یہ لوگ جو (قیامت کی باتوں میں چہ میگوئیاں کرتے) ہم کہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں؛ اور (اے رسول کریمؐ) تم انپر (حاکم) جابر (تو ہو) نہیں (کہ بزور ان کو یقین

دلاؤ) تمہارا کام، تو (یہی ہے کہ) جو شخص ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے اس کو قرآن سنا سنا کر سمجھاتے رہو؛

ایمان کیا ہے

صرف مسلمان کہلانے سے عاقبت بخیر نہیں ہو جاتی جو لوگ عمل کیطرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کا ایمان ہی ایمان نہیں۔ حدیث شریف میں صاف صاف اعلان فرما دیا گیا ہے۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِيْمَانًا بِلَا عَمَلٍ وَلَا عَمَلًا بِلَا اِيْمَانٍ (طبرانی)	خدا تعالیٰ بغیر عمل کے ایمان کو اور بغیر ایمان کے عمل کو قبول نہیں فرماتا۔"

قرآن مجید میں کہیں مجرد ایمان کی جزا جنت نہیں بیان کیگئی ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو ضروری قرار دیا ہے جن مقامات پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ وہاں اٰمنوا کے ساتھ عملوا الصالحات کو لازم و ملزوم حیثیت کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ ایمان و عمل دونوں کے متفقہ نتیجہ کو موجب فلاح آخرت قرار دیا گیا ہے۔ مسلمان کہلانا، مسلمانوں کا سا نام رکھ لینا تو بہت آسان ہے لیکن اس سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ دعویٰ ایمان کا ثبوت جبتک عمل صالح سے نہ دیا جائیگا۔ امتحان عمل میں جبتک کامیابی حاصل نہ کی جائیگی۔ خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل اور منہیات سے جبتک پرہیز نہ کیا جائیگا، اُس وقت تک جنت پرایا گھر ہے۔ ہم کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ اسکو ہم سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس امتحان کی قید اگلوں پچھلوں سب کے ساتھ عام رہی ہے، اسی امتحان عمل کے ذریعہ سچوں کی سچائی اور جھوٹوں کا جھوٹ، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر رہی ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (عنکبوت)	کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ (زبان سے) اتنا کہنے پر چھوٹ جائینگے کہ ہم ایمان لے آئے، اور ان کو آزمایا نہ جائے گا اور ہم نے (تو) اُن لوگوں کو بھی آزمایا تھا جو اُن سے پہلے (ہو گذرے) ہیں۔ تو خدا اُن لوگوں کو ضرور معلوم

کر کے رہیگا جو (اظہار ایمان میں) سچے ہیں۔ اور جھوٹوں کو ضرور معلوم کر کے رہیگا۔"

جو لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے۔ اور تاویلاتِ مضلّہ اور توجیہاتِ رکیکہ سے کام لیتے ہیں۔ انکو اس واقعہ پر بھی نظر رکھکر رائے قائم کرنی چاہئے۔ کہ بضعۃ الرسولؐ سیدۃ النساء خاتون جنت کو کیوں عمل کی تاکید فرمائی گئی تھی۔ پھر ایسا سخت لہجہ ہدایت کیلئے کیوں اختیار کیا گیا تھا۔ کہ رحمۃ للعٰلمین جیسے باپ پر تکیہ نہ کرنا بلکہ عمل سے توقع رکھنا حضرت معاذؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ کیا ارشاد فرمایا گیا:- اِعْمَلْ يَا مُعَاذُ وَلَا تَتَّكِلْ عَلٰى شَفَاعَتِيْ (سمانی) (اے معاذؓ میری شفاعت پر بھروسہ مت کر بلکہ عمل کر)

حیلہ جوئی

جو حیلہ جو اور بہانہ ساز طبائع احکامِ دین کی تعمیل اور اجتناب منہیات سے بچنے کی اس پردے میں سعی کرتے ہیں اور عملاً اس معیار پر کاربند نہیں ہوتے، وہ خود بھی راہِ نجات سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اپنی بُری مثالوں سے بھٹکائے چلے جا رہے ہیں، اُن کے سر ایک نہیں دو ذمہ داریاں ہیں۔ وہ اپنے عذراتِ لنگ سے خدا کو ہرا نہ سکیں گے۔ بداعمالی کی سزا پا کر رہیں گے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (عنکبوت)	کیا جو لوگ بُرے عمل کرتے ہیں انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہمارے قابو سے باہر جائینگے

"ایسا سمجھتے ہیں تو) یہ لوگ کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں"۔

مقتضائے بشریت

کہا جاتا ہے کہ انسان کے خمیر میں خطا و نسیان کا مادہ موجود ہے۔ اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ انسان سے گناہ کا سرزد ہونا مستبعد نہیں ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ مَعَ الْعِصْیَانِ" بجز اس کے گریز نہیں۔ ع

آنکس کہ گنہ نہ کرد چوں زیست بگو

مگر اس مادہ کو مغلوب اور قوت ایمانی کو اس پر غالب کرتے رہنے کا نام ہی ایمان و اسلام ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات اس مقابلہ میں قصور و خطائے بشریت کو بھی کچھ دیر کیلئے غلبہ ہو جاتا ہے۔ مگر جہاں ایمان کامل ہوتا ہے، وہاں اس قسم کا غلبہ بہت ہوتا ہے اگر ایسا ناگہی ہو بھی جاتا ہے۔ تو ایمانی قوت اس کو بہت جلد زیر کر لیتی ہے۔ اس پر اصرار نہیں ہونے پاتا۔ ایسی اتفاقی لغزشات خدا کی نگاہ میں قابلِ عفو و درگذر ہیں۔ اس کے فضل و کرم نے ان کی بخشایش کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایسے ناگزیر سوءِ اتفاق کو اسکی رحمت کے حوالے کیا جا سکتا ہے، نہ یہ کہ ڈھٹائی سے ہر بُرے کام پر کمر باندھ لی جائے۔ کبیرہ کو صغیرہ سے بھی آسان باور کر لیا جائے۔ فرائض و واجبات کو بالائے طاق رکھدیا جائے۔ یہ صورت تو استحقاقِ مغفرت کو ضائع کر کے رہیگی۔ نتیجہ کارِ بد کا بد ہے ؎

ہر گنہ عذرے و ہر تقصیر دارد توبہ

نیست غیر از زود رفتن عذر بیجا آمدن

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ (نجم)

(نیک عمل کرنیوالوں سے وُہ لوگ مراد ہیں) جو بڑے بڑے گناہوں اور بیحیائی سے بچتے رہتے ہیں بجز چھوٹے گناہ (کہ اُن سے کون بشر بچ سکتا ہے) (اے رسول کریم) بیشک تمہارے پروردگار کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔ (وہ اپنی رحمت سے نیکو کاروں کے ایسے چھوٹے گناہوں کو بخشدیگا)"۔

گناہ کوئی سا بھی ہو، اس کو چھوٹا باور کرنا پھر کرتے رہنا، یہی ضلالت کی ابتدا ہے۔ اس صفت سے صغائر کبائر کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ "لَا صَغِیْرَةَ مَعَ الْاِصْرَارِ" آگ کی چنگاری کو بجھا دینا ہی دانشمندی ہے۔ اگر اس کو سُلگنے دیا گیا، بے پروائی کیگئی، تو وہ گھر کی خبر لیگی، زندگانی میں آگ لگادیگی۔ یہی وجہ تھی کہ بزرگانِ دین چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی کبیرہ تصور کرتے، ڈرتے اور احتیاط کرتے رہتے تھے کہ یہی کمال ایمان ہے۔ علامہ تقی الدین حلبی نزہتہ الناظرین میں شیخ عبد العزیزؒ سے نقل فرماتے ہیں:۔

وان یستصغر الذنب فانہ یکبر اثمہ علیٰ قدر استصغارہ لہ فان فی تصغیر الذنب تصغیر امر الرب وفی تعظیم الذنب تعظیم الرب سبحانہ وفی الحدیث المومن یریٰ ذنبہ کالجبل فوقہ یخاف ان یقع علیہ والمنافق یریٰ ذنبہ کالذباب وقع علیٰ وجہہ فاطارہ۔

اگر کوئی گناہ کو چھوٹا اور حقیر خیال کرتا ہے تو اس سے اس گناہ کی حیثیت اتنی ہی بڑھ جاتی ہے، جتنا کہ اس کو حقیر باور کیا تھا۔ کیونکہ گناہ کو حقیر سمجھنا درحقیقت حکم خدا کی تحقیر کرنا ہے (کہ اُس نے تو اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے مگر مرتکب اسکی کوئی پرواہ نہیں کرتا) اور گناہ کو بڑا سمجھنا اور اس سے ڈرنا یہ دراصل خداتعالیٰ کی تعظیم و تکریم کرنا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہُوا ہے کہ مسلمان گناہ کو ایک پہاڑ خیال کرتا ہے کہ وہ اسکے سر پر ہے اور گرنے کو ہے۔ اور منافق گناہ کو یُوں خیال کرتا ہے کہ وہ ایک مکھی ہے جو اُس کے مُنہ پر بیٹھی اور اس نے اُڑا دی"۔ ؎

خورد مشمار گنہ را کہ گناہیست بزرگ

گندمے کرد ز فردوس بروں آدم را

مسلمانان در گور

آہ، نہ اب وہ زمانہ رہا، نہ اسلام کے وہ مبارک نمونے ہی رہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب"۔ ہمارے پیشوا اسلاف کا کیا حال تھا، اور ہماری آنکھوں پر غفلت کے کیسے پردے پڑے ہیں۔ ان کے اور ہمارے معیار اسلام میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زمین آسمان میں، حضرت ابو سعید خدریؓ ایک تابعی سے فرماتے ہیں:۔

انکم لتعملون اشیاء ھی ادق عنکم من الشعر کنا نعدہا فی عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الموبقات وھذا لانھم کانوا اکثر تعظیما لجلال اللہ تعالیٰ۔	تم لوگ کچھ ایسی باتیں کر گذرتے ہو۔ کہ وہ تمہاری نظر میں ایک بال سے بھی ہلکی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر عہد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم انہیں کو مہلک گناہ تصور کرتے تھے۔ اور یہ خیال اسی بنا پر مبنی تھا کہ صحابہ کرام خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا بہت لحاظ رکھتے تھے"۔

گویا یہ عملی تفسیر تھی وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ کی۔

یا ناعی الاسلام قم فانعہ
قد زال عرف و بدا منکرا

خاتمہ بالخیر

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس زندگی دنیا میں انسان کے عزیزان محبوب مالؔ و دولت، اہلؔ و عیال، اعمالؔ و افعال ہیں۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب انہیں کے متعلقات ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان عزیزوں میں سے کون عزیز کہاں تک ساتھ دیتا ہے کیسی رفاقت کہاں تک کام آتی ہے؛ وفی الحدیث:۔

اخلاء ابن ادم ثلاث، واحد یتبعہ الی قبض روحہ والثانی الی قبرہ، والثالث الی محشرہ فالذی یتبعہ الی قبض روحہ مالہ والذی یتبعہ الی قبرہ اھلہ والذی یتبعہ الی محشرہ فعلہ وعملہ (احیاء العلوم)	انسان کے تین دوست ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو قبض روح تک ساتھ دیتا ہے۔ دوسرا قبر تک تیسرا حشر تک؛ قبض روح تک کا ساتھی مال ہے اور قبر تک جو رفاقت دیں گے، وہ اہل و عیال اور دوست و اقارب ہیں اور حشر میں جو کام آئے گا وہ عمل ہے"۔

پھر یہ نادانی نہیں تو کیا ہے کہ ہم اپنے عزیز آخرت کے ساتھی اعمال و افعال کی خبر نہیں لیتے۔ اول الذکر دو بیوفا دوستوں کے پیچھے تباہ ہو رہے ہیں۔ وقف غفلت ہو گئے ہیں۔ اپنے مشاغل فانیہ میں ایسے مگن کہ کبھی بھولے سے بھی آخرت کا خیال نہیں؛ احیاناً کبھی ذکر آ بھی گیا تو اس کو باتوں میں اُڑا دیا جاتا ہے۔ خیر ہم تو خود فراموش ہو گئے مگر ہمارے فرشتہ ہمارے اعمال سے غافل نہیں ہیں، وہ لکھتے جا رہے ہیں، نوٹ ہوتا جا رہا ہے۔ آخر کو ع رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن!

مرنا تو یقینی ہے۔ اس سے کوئی کیوں انکار کریگا۔ البتہ وقت کا دھوکا ہے۔ اس کا کچھ ٹھیک پتہ نہیں۔ نہ معلوم کس حال میں کب؛ کہاں، وہ بُری گھڑی سر پر آ کھڑی ہو۔ پھر ہم دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی مہلت نہ ملیگی اور یہ کہتے ہوئے چل بسیں گے ؎

ما ز یاران چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

(ابو الفیض امرتسری)

۱؎ یہ حدیث مشکوۃ میں بھی مذکور ہے۔ دیکھو باب موبقات ۱۲

مذہبی دُنیا پر اسلام کو کیوں غلبہ ہے؟

تمام ادیانِ ماضیہ پر اس کو کس وجہ سے فخر حاصل ہے، اسلام کا یہ کیوں دعوٰی ہے کہ اللہ کا پسندیدہ اور برگزیدہ دین اسلام ہی ہے؟ اسوجہ سے کہ تمام دنیا کی مذہبی افراط و تفریط سے اسلام یک سُو منزہ اور مبرا ہے۔ اب ہم تفصیل کے ساتھ دکھاتے ہیں کہ عقائد، عبادات، اخلاق معاشرت کے متعلق اسلام نے جو اصول و مسائل تلقین فرمائے ہیں، وہ اس قدر کامل اور اعلیٰ درجہ کے ہیں کہ کسی حکیم اور مقنن کے خیال میں آہی نہیں سکتے۔ عقائد۔ اسلام سے پہلے جسقدر مذاہب تھے سب میں ائمہ دین کے سوا باقی تمام لوگ تقلید پر مجبور تھے عیسائیوں میں پوپ، یہودیوں میں اَحبار، پارسیوں میں دستور، ہندوؤں میں رشیوں اور منیوں کے سوا کوئی شخص نہ مذہبی عقیدے کی نسبت کچھ کہہ سکتا تھا، نہ اپنی رائے قائم کرسکتا تھا۔ اسلام نے اس قسم کی تقلید کو شرک قرار دیا۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[1]۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل کتاب نے بڑے تعجب سے کہا کہ ہم لوگ احبار و رہبان کو خدا کہاں کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ تفرلتی یعنی پادری جس چیز کو حلال کردیتا ہے حلال ہو جاتی ہے اور جس چیز کو حرام کردیتا ہے حرام ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اس سے آزادی دی صحابہؓ میں گو نہایت اختلاف مراتب تھا لیکن عقائد میں کوئی کسی کا مقلد نہ تھا۔ ایک جاہل بدّو بھی عقائد میں اپنی سمجھ سے کام لیتا تھا۔ اسلام کی یہی ہدایت تھی جو ہزار برس کے بعد لوتھر کے خیال میں آئی۔ اور جسکی بنا پر اس نے دنیا کو پوپ کی غلامی سے آزادی دلائی۔ یورپ میں ہر قسم کی مذہبی آزادی کی بنیاد درحقیقت گویا اسلام کی اسی ہدایت پر قائم ہے عقائد میں اہم المسائل توحید کا مسئلہ ہے۔ اسلام نے جس تقدیس و تنزیہہ کے ساتھ توحید کی تعلیم کی ہے۔ آج روئے زمین کے مذاہب میں نہ دیدہ نہ شنیدہ ہے۔ توحید کے بعد نبوّت کا درجہ ہے، اس کے متعلق دنیا کا ہر فرقہ و ہر گروہ، انبیاء کرام بلکہ غیروں کو خود خدا یا خدا کا اوتار سمجھتے تھے۔ بانی اسلام نے ایسے ناپاک خیالوں سے لوگوں کو باز رکھا اور صاف لفظوں میں فرمادیا۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ[2]۔ دنیا میں جتنے مذاہب گذرے یا موجود ہیں، سبنے خدائی اور نبوت کے ڈانڈے ملا دیے تھے۔ یا کم سے کم قریب کردیئے تھے صرف اسلام کو یہ عزت حاصل ہے کہ اس نے دونوں کی حدیں بالکل جُدا کردیں۔ خوب غور کرو ہم مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے بزرگ و افضل مانتے ہیں، باوجود اس کے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کہتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کو صرف رسول اللہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ نمازوں میں جب شہادت ادا کرتے ہیں تو رسالت کے اقرار سے پہلے عَبْدُهٗ کا لفظ کہتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ خدا کی توحید کا کمال یہی ہے کہ اُس کے آگے کوئی شخص گو وہ کسی درجہ کا ہو عبدیت کے درجہ سے بڑھنے نہ پائے۔ چونکہ آنحضرتؐ کو خالص توحید دلوں میں جانشین کرنی تھی اس لئے ضرور تھا کہ خود آنحضرت صلعم کیلئے عبدیت و رسالت کا سادہ لقب اختیار کیا جائے پھر عبادات میں سے ایک ایک عبادت کے الگ الگ نتائج اور فائدے بیان کئے۔ نماز کی نسبت کہا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ[3]۔ روزہ کی نسبت فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[4] حج کی نسبت فرمایا لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ[5]۔ زکوٰۃ کے فوائد محتاج بیان نہیں۔ ان باتوں کے ساتھ تمام عبادات میں اس بات کو ملحوظ رکھا کہ اعتدال سے تجاوز نہ کرنے پائیں اور ان کی ادائی میں کسی قسم کی دقت

---

[1] عیسائیوں اور یہودیوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے احبار اور رہبانوں کو خدا بنا لیا ۱۲ منہ [2] جز این نیست کہ میں بشر ہوں مثل تمہارے وحی کیگئی طرف میری کہ بیشک معبود تمہارا ایک ہی ہے ۱۲ منہ [3] بیشک نماز باز رکھتی ہے بےحیائی و بدکاری سے ۱۲ منہ [4] غالبًا تم پرہیزگار ہوجاؤ گے ۱۲ منہ [5] تاکہ اپنے فائدہ کی جگہ آئیں ۱۲ منہ

اور دشواری نہ پیش آئے، فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی تمام ضروریاتِ زندگی کو عبادات قرار دیا اور ان کے ادا و بجا آوری کی تاکید فرمائی۔ تجارت کے متعلق فرمایا۔
فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔ اولاد کی خواہش کو صلحا و مقربین کے خصائص میں شمار کیا۔ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا
مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ۔ اسی بنا پر تمام صحابہؓ جو اسلام کی اصلی تصویر تھے۔ زندگی کی ضروریات کو سچائی اور دیانتداری سے
انجام دینا عبادت سمجھتے تھے۔ آج بھی مسلمانوں کا خیال ہے کہ صحابہؓ کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، نکاح کرنا، خانہ داری کے کاموں کو انجام دینا
سب عبادت تھا؛ صحابہؓ کی تخصیص نہیں۔ ہر شخص کے یہ افعال عبادت ہیں بشرطیکہ اسیطرح کئے جائیں جسطرح صحابہؓ کرتے تھے؛

حقوق انسانی۔ انسان کو مختلف طبقاتِ انسان سے جو تعلقات ہیں وہ ہر انسان پر مختلف حقوق پیدا کرتے ہیں۔ اور یہی حقوق
علم الاخلاق اور قانون بلکہ اصول تمدن کی بنیاد ہیں۔ دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں سبنے کم و بیش ان حقوق سے اس حد تک بحث کی ہے
جہانتک وہ اخلاق کے دائرے میں آسکتے ہیں بعض مذاہبنے زیادہ وسعت حاصل کی۔ اور نکاح، وراثت، وصیت وغیرہ کو بھی اپنے دائرے
میں داخل کرلیا۔ ان تمام مسائل میں اسلامی شریعت میں جو نکتہ سنجی پائی جاتی ہے۔ اسکی نظیر بانیانِ مذاہب اور حکما کسی کے یہاں نہیں ملسکتی
اور یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے۔ کہ شارع اسلام نے جو کچھ کہا وہ الہام و وحی تھا۔ ورنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ جن نکتوں تک بڑے بڑے حکماء کی
بھی رسائی نہ ہوسکی، وہ ریگستان عرب کے ایک اُمی کی زبان سے ظاہر ہوتے۔ حقوق انسانی کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ انسان کو خود اپنے آپ پر کیا
حق حاصل ہے؛ جہانتک تاریخ سے معلوم ہوتا ہے تمام دنیا میں یہ مسئلہ تعلیم کیا جاتا تھا کہ ہر شخص اپنے نفس کا آپ مالک ہے: اسی
بنا پر خودکشی کرنا کوئی جرم نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ یونان کے بڑے بڑے حکما، خودکشی کو جائز سمجھتے تھے۔ یہانتک وہاں کے بعض نامور
حکما نے اپنے تئیں آپ ہلاک کرلیا تھا۔ اسلام نے اس نکتہ کو ظاہر کیا اور خودکشی کی ممانعت کی۔ ؏ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ اس بنا پر انسان
اولاد کو درحقیقت اپنا ہی ایک دوسرا وجود خیال کرتا تھا لہذا مختلف شکلوں میں قتل اولاد کی بنیاد قایم ہوگئی تھی۔ ہندوستان وکارتھیج میں
عین تہذیب و تمدن کے زمانہ میں بھی اولاد کو بتوں اور دیویوں پر نظر چڑھاتے تھے۔ ہندوستان اور خود عرب میں نہایت کثرت سے دختر
کشی جاری تھی۔ اسپارٹا اور روم میں بدصورت اولاد کو راستہ پر پھینک دیتے تھے۔ ارسطو اور افلاطون جیسے نامور حکیم اسکو جائز رکھتے تھے
کہ ضعیف اولاد ضائع کردیجائے۔ ارسطو کی رائے تھی کہ لنگڑے لڑکے پرورش کے قابل نہیں۔ اسپارٹا میں جب لڑکا پیدا ہوتا تھا تو بزرگانِ قوم کے سامنے
پیش کیا جاتا تھا اگر وہ تندرست و قوی ہوتا تھا تو زندہ رکھا جاتا تھا ورنہ ٹائجیٹس پہاڑ پر سے اسکو گرادیتے تھے اور بہت سی قوموں میں اس قسم کا رواج تھا۔
اسلام نے اس سے روکا ؏ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ۔ **عورتوں** کے حقوق۔ عورت جو نوع انسانی کا نصف حصہ ہے، اس کے حقوق کی نسبت دنیا کے مختلف
ممالک کو فطرتنے خاص خاص خصوصیتوں میں ممتاز پیدا کیا تھا۔ انہیں سے روم کو قانون سے خاص مناسبت تھی جسطرح یونان کا فلسفہ، اٹلی کی مصوری
ایران کی نفاست پسندی شہرت عام رکھتی تھی۔ اسیطرح روم کا قانون تمام دنیا میں اعلیٰ اور افضل تسلیم کیا جاتا تھا۔ روم کے قانون آج بھی تمام یورپ کے
قوانین کے سنگِ بنیاد ہیں۔ اس اعلیٰ ترین قانون میں عورتوں کے جو حقوق تھے وہ یہ تھے، عورت شادی کے بعد شوہر کی زرخرید جائداد ہوجاتی تھی؛ اسکا تمام
مال و متاع خود بخود شوہر کی ملک ہوجاتا تھا۔ وہ جو کچھ زر و مال پیدا کرتی تھی سب شوہر کا مملوکہ ہوجاتا تھا۔ وہ کوئی عہدہ نہیں پاسکتی تھی۔ وہ کسی کی ضامن نہیں ہوسکتی
تھی، وہ ادائے شہادت کے قابل نہ تھی وہ کسی سے کوئی معاہدہ نہ کرسکتی تھی۔ یہانتک کہ مرتے وقت کوئی وصیت بھی نہیں کرسکتی تھی (برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا لفظ روم)
انگلستان میں ایک مدت تک اسی قسم کے قوانین جاری رہے۔ تیس برس سے کم ہوئے کہ ووٗمن ایکٹ بنا جس سے ان قوانین میں اصلاح ہوئی۔ تاہم بہت سی
بے اعتدالیاں ابتک قائم ہیں۔ یہودیوں کے یہاں درحقیقت نکاح، عورت کا خرید لینا تھا۔ اور اس کی قیمت عورت کے باپ کو ملتی تھی۔ ہندوؤں کے یہاں
بعینہ روم لاکے قواعد تھے یعنی اسکی جائداد شوہر کو ملجاتی تھی وہ کسی قسم کی خود مختار نہ تھی معاملہ و معاہدہ کی مجاز نہ تھی۔ بیوی، لڑکی، ماں وغیرہ کو میراث کا کوئی حصہ ملتا تھا

ؐ نہیں کیا تیرے دین نے سمجھ خدا نے نہیں چاہتا کہ مذہب میں تم پر کسی قسم کی دقت ہو۔ ؑ دنیا میں پھیل جاؤ اور خدا کے عطیہ (رزق) کو ڈھونڈو۔ ؔ اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہماری بیویوں سے اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر۔ ؕ تم اپنے تئیں قتل نہ کرو۔ ۵ تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

شش جہت میں پرچمِ اسلام لہرائیگا پھر

از جناب چودھری دِلّو رام صاحب کوثری ساکن لانڈری ضلع حصار

کوئی دن میں دَورِ دینِ مصطفےٰ آئیگا پھر
شش جہت میں پرچمِ اسلام لہرائیگا پھر

مِلّتِ بیضا کی پھر پھیلیگی ہر سُو روشنی
شعلۂ ادیانِ کفر و شرک بُجھ جائیگا پھر

مہدیٔ آخر زماں فرمائینگے آکر ظہور
صُورتِ دجّال مُنہ کی ہر عدو کھائیگا پھر

شِرک پر توحید غالب یک بیک آجائیگی
کُفر پر ایمان فتحِ آخری پائیگا پھر

ہر طرف ہو جائیگا سارا اندھیرا کُفر کا
آفتابِ دین اور جلوہ دِکھلائیگا پھر

ہر طرف امن و اماں ہوگا جہاں میں بیگماں
ظُلم و طغیاں کا نشاں فی الفور مِٹ جائیگا پھر

خلق میں خیر القرون کا پھر زمانہ آئے گا
مطمئن ہر شخص ہوگا اور نہ گھبرائیگا پھر

ظالموں کو مہدیٔ آخر زماں دینگے سزا
دادِ ہر مظلوم و بیکس بیگماں پائیگا پھر

پھر ہی پھر کے پھیر میں پھر آیا ہمکو کس قدر
کوثری جی اسکے دم میں کون اب آئیگا پھر

فلسفۂ نماز

دنیا میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ ذی روح ہیں جیسے انسان یا حیوان۔ یا غیر ذی روح مثلاً آگ پانی مٹی ہوا وغیرہ غیر ذی روح پر حکومت اور قبضہ ذی روح اشیا کا ہے۔ مثلاً کچھ جانور از قسم ماہی وغیرہ پانی میں رہتے ہیں، مرغان ذی بال ہوا میں بسیرا لیتے ہیں۔ کچھ جانور مثلاً بھیڑیا لومڑی وغیرہ زمین کے اندر اپنے رہنے کی جگہ بناتے ہیں۔ سمندر آگ میں پیدا ہوتا ہے اور اسی میں رہتا ہے ذی روح اشیاء، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول میں تقسیم کیگئی ہیں۔ ذوی العقول صرف انسان ہے اور غیر ذوی العقول جمیع حیوانات ہیں۔ جس طرح غیر ذی روح پر ذی روح کا تصرف ہے۔ اسی طرح غیر ذوی العقول پر ذوی العقول کا حکم چلتا ہے۔ ہاتھی گھوڑے سواری کے کام آتے ہیں، گدھے ٹٹو پر باربرداری ہوتی ہے۔ بیل بھینسے زراعت میں مدد دیتے ہیں۔ کتے گھروں کی پاسبانی کے علاوہ شکاریوں کے معین و مددگار رہتے ہیں۔ پرند رزق بنتے ہیں۔ غرض یہ ہر جانور سے انسان اپنی عقل کی بدولت کچھ نہ کچھ کام لیتا ہے۔

اب انسانوں کی دنیا میں آئیے تو یہاں پر بھی یہی حال نظر آئیگا جن لوگوں کو عقل زیادہ ودلیعت کیگئی ہے وہ کم عقل والوں اور بے عقلوں کو اپنا فرمانبردار بناتے ہیں۔ ایک فرد دوسرے افراد پر صرف اسی جوہر سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس جوہر کا خزانہ انسانی دماغ میں محفوظ ہوتا ہے۔ اور ساری عقل انسان کو ایک مرتبہ نہیں ملتی۔ بلکہ جس طرح اور قویٰ کا نشو و نما ہوتا ہے اس کا بھی نشو و نما ہوتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں عقل پختہ ہو جاتی ہے یعنی جتنی عقل اس شخص کو ملنے والی ہوتی ہے وہ کامل کر دیجاتی ہے۔ اس کے بعد عقل میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ تجربہ وسیع ہونے کی وجہ سے وہ شخص صاحب الرائے ہو جاتا ہے۔ جو کیفیات ایک شخص پر اسکی زندگی میں پیش آتی ہیں۔ وہی حال قومی زندگی کا ہے۔ قوم کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا گذرنے کے بعد موت کا عمل ہوتا ہے، پرانی قومیں مٹتی ہیں اور نئی پیدا ہوتی ہیں۔ اور نئی قومیں پرانی اقوام کے تجارب سے فائدہ اٹھاتی ہوئی شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتی ہیں بعد ازاں اور نئی قوم آتی ہے۔ اور اس سے آگے کو بڑھتی ہے۔ قومیں مٹتی اور بگڑتی ہیں مگر ترقی میں فرق نہیں آتا۔ جو قومیں اب سے کئی ہزار سال پہلے زمین پر متمکن تھیں، وہ ہماری ہمعصر اقوام کی عقل کا ہزارواں حصہ بھی نہ رکھتی تھیں، اُس وقت کے انسان جانوروں سے صرف شکل میں ممتاز تھے۔ رفتہ رفتہ عقل انسانی نے اتنی ترقی کی کہ جو انسان اپنی حفاظت کیلئے غاروں میں گھستا پھرتا تھا درخت کے پتوں سے تن پوشی کا کام لیتا تھا۔ اب تمام دنیا پر متصرف ہے۔ ہوا اسکی تفریح گاہ، بجلی تابع فرمان، پانی اشاروں پر چلتا ہے، خاک پامال ہے۔ غرض کل موجودات کو اپنا مطیع و منقاد بنا رکھا ہے۔

اسی عقل انسانی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس کی ابتدائی منازل میں کوئی شئے اسکے حدود میں نہیں آتی۔ جبتک کہ وہ چیز خود یا اس کا نمونہ پیش نہ کیا جائے۔ جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو پہلے انہیں چیزوں کا نام یاد کرتا ہے جو اس کا جزو بدن ہیں یا اس کے ماحول میں موجود ہیں۔ اگر کسی ایسی چیز کا ذکر اس کے سامنے کیا جائے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھی تو اس کو وہ نہ سمجھیگا پہلی منزل اسکی یہی ہوتی ہے کہ ان کل اشیا کو یاد کرلے جو اسکے پیش نظر ہیں۔ اسکے بعد انکی شکل اور چیزوں کو سمجھ سکتا ہے اور یہ عمل ابتداءً تصویر سے ہوتا ہے۔ مثلاً ایک بچے نے صرف بلی دیکھی ہے اُس کو شیر کی تصویر دکھائی جائیگی اور وہ شیر کو سمجھ سکیگا۔ بعد ازاں چیتے کا تصور بلی اور شیر کی مماثلت اور امتیازات سے کرایا جائیگا۔ بالکل یہی صورت تہذیب نوع انسان کی ابتدائی منازل میں تھی۔ انسان اپنے گرد و پیش کو سمجھ سکتا تھا۔ باقی اسکی عقل سے باہر تھا؛

جس زمانہ میں تن پوشی درخت کے پتوں سے ہوتی تھی۔ اس وقت کسی چیز کو یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جب انسان صرف ہاتھ کے بنے ہوئے بلکہ مختلف مشینوں کے بنے ہوئے کپڑوں میں ملبوس ہوگا۔ جب نباتات پر گذارہ تھا اور کھانے کا طریقہ ایجاد نہ ہوا تھا اُس وقت کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ایک زمانہ میں لوگ عجیب وغریب قسم کے کھانے پکا کر کھائینگے جس زمانہ کا انسان گھوڑے کو رام نہ کرسکا تھا وہ کب سمجھ سکتا تھا کہ صرف مویشی ہی نہیں بلکہ ایک ایسی چیز ایجاد ہوگی جس کی سرعت کے مقابل گھوڑے ہیچ ہونگے۔ اور وہ خود بخود حرکت کریگی۔ اور تو اور افلاطون جیسا حکیم اِس بات کا قائل نہ ہوسکا کہ ایک شہر کا انسان دوسرے شہر میں انتظام کیسے کرسکتا ہے۔ چہ جائیکہ دوسرے ممالک میں حکمرانی کرے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ اسوقت کے تمدن نے اس کی مثال پیش نہیں کی تھی۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ نمونہ یا تصویر تصوّر کی ابتدائی منزل ہوتی ہے۔ تصوّر ترقی یافتہ دماغ میں جاگزین ہوتا ہے اور تصویر غیر ترقی یافتہ کی معین ہوتی ہے۔ ماہرین تعلیم نے ادنیٰ، ثانوی، اعلیٰ تین درجوں میں تعلیم کو تقسیم کیا ہے۔ ادنیٰ تعلیم کے لئے تصویر یا نمونہ لازم ہے۔ ثانوی میں تصویر رفتہ رفتہ کم کی جائے اور تصوّر اسی نسبت سے بڑھایا جائے کسی شہر کا نقشہ موقلم سے نہیں بلکہ الفاظ میں کھینچا جائے۔ تاکہ طلبہ کے ذہن میں کم از کم ہنسیلی خاکہ کھینچ جائے جنکی مشق تصوّر پختہ ہوگی۔ وہ اصلی نقشہ سمجھنے میں کامیاب ہونگے۔ ورنہ اپنی غبادت کا خمیازہ بھگتیں گے ابھی تک تصوّر سے زیادہ ترقی یافتہ کوئی منزلِ دماغ انسانی کی تحقق نہیں ہوئی۔

تصوّر کے بھی مختلف مراتب ہیں مثلاً ایک شخص صرف انہی اشیاء کا تصوّر کرسکے جو اس نے دیکھی ہیں۔ دوسرا وہ شخص جو ان اشیا کا تصوّر بھی کرسکے جنکی مثل اس نے دیکھی ہیں۔ تیسرا وہ شخص جو صرف حالات سُن کر تصوّر میں کامیاب ہو۔ چوتھا وہ شخص جو غیر مادی اشیاء کا تصوّر کرسکے وقس علیٰ ہذا۔

جو لوگ مذاہب کو منجانب اللہ نہیں ملنتے بلکہ انسانی دماغوں کی غور وفکر کا نتیجہ خیال کرتے ہیں وہ بھی اس امر کو تسلیم کرینگے کہ اسلام نے جو عبادات فرض کی ہیں۔ وہ دوسرے مذاہب کی عبادات کے مقابلہ میں کیا درجہ رکھتی ہیں۔ قریب قریب کُل موجودہ مذاہب تصویر کو پیش نظر رکھنا ضروری سمجھتے ہیں، یا اجازت دیتے ہیں۔ برخلاف اِس کے اسلام ببانگِ دہل تصویر کی مخالفت کررہا ہے۔ پارسی بغیر آگ کے عبادت نہیں کرسکتے۔ ہندو بغیر بتوں کے سجدہ روا نہیں رکھتے۔ عیسائی کلیساؤں میں راہبوں کی تصاویر موجود ہیں۔ ان کی دلیل بجز اس کے کچھ نہیں کہ یکسوئی قلب کا واحد ذریعہ تصویر ہے۔ اسلام کہتا ہے نہیں، تصوّر! تصوّر!!

فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی تعلیم فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں۔ تَعْبُدُ کَاَنَّکَ تَرَاہُ یعنے اپنے مولا کی ایسی عبادت کرو۔ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو یعنی یہ تصوّر کرلو کہ تم بارگاہِ بے نیاز میں حاضر ہو، اور عرض معروض میں مصروف ہو، اگر یہ صورت نہو سکے تو تَعْبُدُ کَاَنَّہٗ یَرَاکَ یعنے عبادت کرتے وقت یہ تو سمجھ لو کہ تمہارا کردگار تمکو دیکھ رہا ہے۔ یہ اُس عبادت کا ذکر ہے جو اسلام کا رکن اعظم ہے جس کے بغیر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہوانے کا مستحق نہیں جس کے لئے یہ حکم ہوتا ہے۔ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ یعنے جس نے نماز کو قصداً چھوڑ دیا وہ کافر ہوگیا۔ دوسرا فرمان یہ صادر ہوتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ عِمَادُ الدِّیْنِ مَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ یعنے اسلام ایک عمارت ہے اور نماز اس کا ستون ہے۔ پس جو شخص نماز قایم کریگا وہ تعمیر اسلام کو قایم رکھیگا اور جو اس کو چھوڑ دیگا وہ تعمیر اسلام کو منہدم کردیگا۔" نتیجہ یہ نکلا کہ نماز بہترین عبادت ہے اور یہ رکن اسلام ہے۔ لہذا اسلام تمام مذاہب سے افضل واعلیٰ ہے۔

یہاں پر دو اعتراضات وارد ہوتے ہیں کہ جزو سے کُل کی فضیلت کیونکہ ثابت ہوئی۔ ممکن ہے اسلام کے اور ارکان دیگر مذاہب سے اچھے نہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ نماز صرف تصوّر نہیں بلکہ اور اعمال جوارح پر بھی مشتمل ہے۔ لہذا اس سے گیان اور رہبانیت افضل ہے

اِن دونوں سوالوں کے جواب میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مذہب ایک رابطہ ہے درمیان میں خالق ومخلوق کے؛ اور جو مذاہب اِس رابطہ کو باحسن وجوہ قایم نہیں کرتا۔ وہ مذہب قابل اعتنا نہیں۔ اس ضرورت کو بعون باری مذہب اسلام پورا کرتا ہے اور وُہی حق اور افضل ہے۔ دوسرے اعتراض کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ گیان اور رُہبانیت میں محض تصوّر ہے جو صرف دماغ کا کام ہے۔ اور اس میں تمام اعضاء معطل کردیئے جاتے ہیں۔ برخلاف نماز کے جسمیں تمام اعضاء جوارح عبادت باری میں مصروف ہوتے ہیں۔ ہر عضو خود اپنا حق عبادت ادا کرتا ہے۔ ہاتھ ہیں کہ بندھے ہوئے ہیں، زبان ہے کہ ثنا وصفت میں مصروف ہے۔ چشم بصیرت جلوۂ الٰہی میں محو ہے، سر بارگاہِ بے نیاز میں جُھکتا ہے۔ ناک رگڑی جاتی ہے۔ پیشانی خاک میں رکھی جاتی ہے۔ پاؤں کھڑے ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر عضو عبادت میں مصروف ہے۔ اور یہ خاص فضیلت ہے جو نماز کو اور صرف نماز کو حاصل ہے۔ ابھی تک کسی نے اس سے بہتر تو کیا اس قسم کی بھی کوئی عبادت قائم نہیں کی۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یّشاء؛

جو لوگ اپنے مذاہب کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں یا برابر سمجھتے ہیں، وہ تعصب کی عینک آنکھوں سے دُور کریں اور اس امر پر غور کریں۔ تو انشاء اللہ العزیز وہ میری ہمنوائی کرینگے؛ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط المستقیم وھذا اٰخر الکلام بحمد اللہ الملک العلاّم؛

(احقر و افقر بندہ غضنفر کان اللہ لہٗ امروہوی ازمیرٹھ)

رسالہ مہر العلوم امرتسر کا تنقید نمبر جس میں ہندوستان بھر کے اخبارات ورسائل اور اکثر کتابوں پر نہایت منصفانہ ومحققانہ ریویو ہے۔ جو علمی دنیا میں ایک بے مثل تحفہ ہے۔ تسلیم ہوچکا ہے۔ اور علم دوست اصحاب کیلئے ایک قابل دید چیز ہے۔ اگر آپ مفت حاصل کرنا چاہیں تو اپنے علاقہ کے پچیس ۲۵ لکھے پڑھے۔ معزز مسلمان اصحاب کے نام اور پورے پتے خوشخط بھیج کر مفت طلب فرماویں؛

مینیجر رسالہ مہر العلوم امرتسر

فلسفہ تعدد ازواج

(از مولوی محمد عبد اللہ صاحب امرتسر)

ہمارے عزیز مولوی محمد عبد اللہ صاحب کھٹیکاں امرتسر نے مندرجہ ذیل مضمون کو جس خوبی اور خوش اسلوبی سے سپرد قلم کیا ہے۔ وہ قابل تحسین و آفرین ہے۔ یہ مضمون پڑھ لینے کے بعد ہی اگر کسی بدبخت ازلی کو اسلام یا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر تعدد ازواج کی نسبت کوئی شک و شبہ باقی ہو۔ تو وہ سب سے پہلے ارجن جی کی بیوی دروپدی اور نیوگن دیویوں کے حالات پر غور کرکے اپنے دل میں سوچیں کہ جب عورتیں اپنی نفسانی خواہشات متعدد شوہروں سے پورا کرنیکا حق رکھتی ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ کو قادر مطلق متعدد بیویوں کو خوش کرنیکی طاقت عطا فرمائی۔ محروم رہیں۔ (ایڈیٹر)

انسان فطرۃ مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی یہ طبعًا اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اپنے ہم جنسوں سے مل جل کر رہے۔ اکیلا رہ کر اچھی طرح اور شائستگی سے زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ کوئی انسان ایسا نہیں کہ اپنے ابنائے ہم جنس سے اسکے تعلق وابستہ نہ ہوں۔ اور وہ تعلقات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ قدرتی۔ مصنوعی۔ اول قسم کے وہ تعلق ہیں۔ کہ جو انسان کے عدم سے وجود میں آتے ہی پائے جاتے ہیں۔ اس میں انسان کو نہ کسی تعلق کے توڑنے کا اختیار ہے۔ اور نہ کسی کو جوڑنے کا جیسے ولدیت و ابنیت قسم ثانی سے وہ تعلقات ہیں جن کی انسان کو بعد پیدائش اس وقت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب اس (تعلق) کی قدرت اس میں ضرورت پیدا جیسے نکاح کہ جب تک بچہ حد بلوغ کو نہیں پہنچتا اسے اس ضرورت کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ مگر جونہی ایک تھوڑا سا فضلہ (جس کو منی یا نطفہ کہا جاتا ہے) پیدا ہوتا ہے اسی وقت اس ضرورت کو محسوس کرکے اسکو پورا کرنے کیلئے اس تعلق کا متلاشی ہوتا ہے۔ اگر تعلق کو پیدا کرے اور اس ضرورت طبعی کو پورا نکرے تو اس سے حفظ شخص (جو کہ انسان کے ہر ایک فرد کیلئے نہایت ضروری ہے) اس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اسکی صحت کو نقصان پہنچنے کے علاوہ روحانی قوتوں پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور ایک بھاری ضرورت حفظ نوع (انسانی نسل کی حفاظت) کو بھی پورا نہیں کرسکتا۔ اس تعلق کا نام اسلامی اصطلاح میں نکاح ہے۔ اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ نکاح کی اصلی غرض دو بڑی بھاری ضرورتوں کا پورا کرنا ہے۔ پہلی حفظ شخص یعنی انسان کا اپنی قوت جسمانی اور روحانی کو ان مضرتوں سے بچانا جو اس تقاضائے طبعی کو بے محل پورا کرنے سے ہوتی ہیں دوسری حفظ نوع یعنے انسانی نسل بڑھانا دوسرے لفظوں میں اس تقریر کا مطلب یوں سمجھو کہ انہیں دو غرضوں یا ضرورتوں پر نکاح کی بناء ہے۔ پھر اگر کسی نکاح سے یہ دونوں یا ان میں کی ایک پوری نہ ہو تو وہ نکاح کا ہونا اور نہ ہونا یکساں ہے۔ اور حسب ضرورت فسخ کرنا یا توڑنا ہی عین عقل مندی اور انصاف پسندی ہے۔ اسی کو اسلامی اصطلاح میں طلاق کہتے ہیں۔ اور اگر اس کو کسی خاص وجہ سے فسخ نہ کرے تو اسکے قیام میں ایک اور نکاح کرلینا جس سے یہ دونوں غرضیں یا ان میں کی ایک مدنظر ہو۔ نہ صرف جائز بلکہ ضروری اور لازمی ہے۔ اسی واسطے اسلام نے جو کہ ایک فطرتی مذہب ہے۔ تعدد ازواج کو جائز رکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی کوئی ایک غرض حفظ نوع یا حفظ شخص یا دونوں کی دونوں ایک نکاح سے حاصل نہوں۔ مثلاً کسی کی طاقت جسمانی اسقدر بڑھی ہوئی ہے۔ کہ وہ اپنی

سے والہ کتب طب

قدرتی ضرورت کو ایک عورت سے پورا نہیں کرسکتا یا اس ایک عورت سے اولاد نہیں ہوتی۔ یا کم ہے یا اولاد نرینہ نہیں یا یہ کہ اولاد تو ہو
لیکن سب کی سب درجہ نالائق ہے۔ اور انسان اپنی اقتضاء طبعی سے یہ امید رکھتا ہے کہ شاید جو اولاد آئندہ ہو اچھی نکل آوے اور موجودہ
عورت اس قابل نہیں کہ اس سے اولاد ہو تو ایسی یا ان جیسی اور صورتوں میں ایسے شخص کو جائز بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے کہ
کہ ایک سے زائد عورتیں ایک ہی وقت میں کرلے۔ بشرطیکہ وہ (شخص) ایک سے زائد عورتوں کی خبرگیری کرسکتا ہو۔ جسمانی و مالی طاقت
اس میں اتنی ہو کہ انکی حفاظت کافی طور پر کرسکتا ہو۔ اور طبیعت ایسی مطمئن رکھتا ہو۔ کہ ان بیویوں کے واجبی حقوق میں عدل و
مساوات کرسکتا ہو اگر عدل نہ رکھتا ہو یا نہ رکھ سکتا ہو۔ تو قطعاً ایک سے زائد نکاح نہیں رکھ سکتا۔ اگر رکھتا ہے تو ظالم ہے۔

اور چونکہ کثرت سے عورتیں جمع کرنے سے انکی حق تلفی کے علاوہ روحانیت سے غافل ہو کر عیاشی میں پڑنے کا خطرہ بلکہ یقین تھا
اور اس سے صحیح الغرض نیک نیت کے عیاشی سے متہم ہونے کا خدشہ تھا نیز شہوت پرستوں کو ایک قسم کی آزادی ہوجاتی تھی اس لئے
حکماً بند کردیا۔ کہ کوئی شخص صحیح الغرض ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نہیں کرسکتا۔

دوسری طرح اس کا مطلب یوں سمجھو۔ کہ نکاح کی غرضیں (جیسا کہ لکھا جاچکا ہے) دو ہیں۔ غرض اول (حفظ شخص) کا ایک طرح
سے پورا نہ ہونا محل اشتباہ و نطفہ کذب و تہمت ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے۔ کہ ایک شخص کی یہ غرض ایک ہی عورت سے پوری ہوسکتی ہے۔ مگر
وہ محض حسن پرستی و نفس پروری سے متعدد نکاح کرنا چاہتا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ واقعی اس کی غرض ایک عورت سے پوری پوری نہ
ہوتی ہو۔ اس لئے طالبان غرض ہذا کے ضروری تھا۔ کہ کوئی ایسی حد مقرر ہو کہ جس سے شہوت پرست بھی بڑھ نہ سکے۔ اور سچا حاجتمند
بھی تنگ نہ ہو۔

دوسری غرض[1] کا ایک عورت سے کسی شخص کو حاصل ہونا کس و ناکس کو معلوم ہوسکتا ہے۔ گو یہ گمان باطل کہ اولاد نہ ہونے
کا سبب اسی مرد میں ہے۔ (اپنا بر اثر تجربہ) نہیں کیا جاسکتا یا کم ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ متعدد محلوں میں اس کا امتحان نہ کیا جاوے۔ اس لئے اگر
ایک عورت سے اولاد پیدا نہ ہو تو دوسرے نکاح کی دوسرے سے نہ ہو تو تیسرے کی اس سے بھی نہ ہو چوتھے نکاح کی اجازت اس کیلئے
صریح انصاف ہے۔ اور چار کے بعد باوجود اس غرض کے پورا نہ ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ اس وقت یقین یا گمان غالب
ہوجاتا ہے۔ کہ یہاں پر قصور میاں ہی کی طرف سے ہے۔ ٹھیک اس کے نطفہ میں قوت تولید نہیں یا اگر ہے تو ایسی کمزور اور مغلوب کہ
اس پر قوت منفعلہ بھی غالب آجاتی ہے۔ ایسے نطفہ سے پانچویں یا چھٹے محل میں بھی اسی نتیجہ کی امید ہے۔ تفصیل اسکی یوں سمجھو کہ اسکے
یقین یا غلبہ ظن کیلئے چار درجے یا چار امتحان اس لئے رکھے گئے ہیں کہ جو آزمائش یا امتحان کثرت سے لیا جاوے اس کے نتیجہ پر پورے
طور کا اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ اور تین کا عدد کثرت کی پہلی حد ہے اور چوتھے درجہ پر پہنچنا گویا اس پر بھی زیادتی ہے۔ جب بہت زیادہ
دفعہ اس نطفہ کی بیکاری ثابت ہوئی۔ تو اب آئندہ امتحان کی ضرورت نہیں۔ ممتحن کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین دفعہ امتحان میں
فیل نکلے پھر اسکو امتحان میں شامل نہ کرے۔ مگر بانی اسلام چونکہ رحیم و کریم ممتحن ہے۔ اس لئے اس نے تین دفعہ فیل شدہ امیدوار
کو چوتھی دفعہ اس کے حق سے بڑھکر ایک اور دفعہ موقع دے دیا اب بھی اگر وہ ایسا ہی نکلا تو پھر آئندہ اسکو اسی حال میں چھوڑ دیا اب
اسکو اسی حال میں چھوڑ دیا۔ اب اسکو کسی افسوس کا موقع نہیں۔ کہ اگر اور نکاح کرتا۔ تو شاید اولاد ہوجاتی۔ اب یہ ٹھنڈا
ہو کر بیٹھ جاوے کہ قسام ازل نے مری قسمت میں اولاد نہیں رکھی۔

حکمت ثانی۔ مرد اگرچہ عموماً قوی جسمانی اور شہوانی میں عورتوں سے بڑھکر ہوتے ہیں۔ لیکن زیادت عموماً چار گونہ سے زیادہ
نہیں ہوتی بلکہ تجربہ و مشاہدہ کے بھروسہ پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ نسبت (چار گونہ) آخری حد ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک قوی ہر ضعیف

---

[1] حفظ نوع ۱۲

عورت سے یہی نسبت رکھتا ہے جس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بعض عورتوں سے بعض مرد دس[1] حصہ زیادہ قوت رکھتے ہیں۔ بلکہ ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے۔ کہ دونوں جانب میں اکثریت کا لحاظ ہو تو اس نسبت سے بڑھکر زیادہ نہ نکلیگی ایسا مرد غالباً کوئی نہ ہوگا جس کو قوت شہوانی صرف کرنے کیلئے ایک وقت میں چار عورتیں کافی نہ ہوں۔ اگر فرضاً ایسا آدمی بھی ہو۔ اور اسکو پانچویں نکاح کی اجازت دیجاوے۔ تو اس میں ایک شخص خاص کا فائدہ لیکن اس سے ضرر عام یقینی ہے۔ اور جو حصر بنظر اکثر اشخاص کافی و مناسب ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دیندار بدمعاش و عیاش لوگ حیلہ وبہانہ[1] سے بہت عورتیں جمع کرکے مخلوق خدا کی حق تلفی کرسکتے ہیں۔

(حکمت ۳) اس چار کی تحدید میں ایک یہ بھی حکمت ہے۔ کہ ہر ایک عورت کی کم از کم تین روز کے بعد باری تقسیم میں آجاوے گی جس سے اسکو پرچشمی اور طمانیت دل حاصل ہوگی۔ اور زیادتی انتظار سے دل کو رنج نہیں پہنچے گا۔

یہاں کچھ سوال پیدا ہونگے اور انہیں کے دفعیہ کیواسطے اس خدمت کا (جس کا میں اہل نہ تھا۔ بار اٹھایا ہے)

اوّل[1] یہ کہ جب یہ تحدید ان حکمتوں پر مبنی ہے۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں چار سے زائد نکاح کئے ؟

دوم[2] کیا آپ کو خدائی ایما یا اشارہ یا حکم تھا ؟ یا صرف اپنی رائے سے اتنے نکاح کئے !

سوم[3] کیا اتنے نکاح کرنے سے صاف سمجھ میں نہیں آتا ؟ کہ جو الزامات آریہ اور عیسائی نفس پروری اور شہوت پرستی کے لگاتے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔

پس ان تینوں سوالوں کا جواب دینا اس عاجز کا فرض ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز ثابت کردونگا کہ آپ کی ذات ستودہ صفات پر ان ہرسہ سوالات میں سے ایک بھی وارد نہیں ہوتا۔

جواب نمبر اوّل

اس سوال کا جواب (کہ اپنے خلاف ان حکمتوں کے جو کہ چار کی تحدید میں تھیں کیوں چار سے زائد نکاح کئے۔ وجوہات تحدید پر غور کرنے سے بآسانی حل ہوسکتا ہے۔ اس لئے تحدید کی بنا صرف ظن پر ہے۔ تفصیل یوں سمجھو کہ حفظ نوع کیوجہ سے اگر کوئی نکاح کا طالب ہو جو تھے درجہ پر ظن ہوسکتا۔ یا ہوتا ہے کہ ترقی نوع کا نقص اس مرد کی ذات میں عورتوں کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اور حفظ شخص کی غرض سے طالب تعدد کی نسبت یہ گمان پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ چار سے عدم حصول غرض کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اور اس کا خیال تعدد سے صرف شہوت پرستی اور نفس پروری ہے۔ اور یہ ظن بھی ہوسکتا ہے۔ کہ ہر ایک انسان پر از خطا کثرت ازواج کی حالت میں انصاف اور عدل نہ کرے گا یا نہ کرسکے گا۔ اور جناب فداہ روحی صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ان تمام ظنوں اور برے گمانوں سے پاک اور مبرا ہیں اس لئے آپ کو کئی خاص وجوہات کی بنا پر ایک زیادہ حد تک نکاح کی اجازت ہے۔ اور آپ نے بھی اس اجازت کے ماتحت ہی بہت سے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے زیادہ نکاح کئے پہلا ظن (کہ ترقی نوع کا نقص شاید مرد میں ہو) آپ پر اسواسطے نہیں ہوسکتا۔ کہ وہ قوی جو کہ حفظ نوع کیلئے ضروری ہیں صحیح اور پورے طور پر آپ میں موجود تھے۔ اس کا ثبوت بخاری کی ایک حدیث سے ملتا ہے۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ

ان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یطوف علی نسائہ فی اللیلۃ الواحدۃ ولہ یومئذ تسع نسوۃ (بخاری)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رات میں اپنی تمام عورتوں پر پھر جایا[1] کرتے تھے۔ اور آپکی بیویاں اسوقت ۹ نو تھیں۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی حدیث سے سوال ہوا کہ آپ اسقدر طاقت رکھتے تھے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا جاتا۔

کنا نتحدث انہ اعطی قوۃ ثلاثین	کہ وہ (نبی ؐ) تیس مردوں (سی) قوت دیئے گئے تھے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے نیچے

---

[1] شریعت کی آڑ میں۔ ۱۲ منہ [1] مراد جماع سے ہے۔ ۱۲ منہ۔

لکھتے ہیں۔ ھو دلیل علی کمال النبیۃ وصحۃ الذکوریہ (فتح الباری صفحہ ۱۹)

حفظ شخص میں کذب کا ظن اور نفس پروری و شہوت پرستی کا خیال بھی آپ جیسی ذات سے محال ہے۔ بڑی بھاری دلیل آپکے شہوت پرست و نفس پرور نہ ہونے کی یہ ہے۔ کہ آپ نے اسوقت جب کہ آپ کیلئے عیش پرستی و نفس پروری کے اسباب اور آسانیاں موجود تھیں کیونکہ آپ شریف اور ذی عزت خاندان سے تھے۔ اور نیک و خوش خلق بھی تھے۔ ایسے موقع پر آپ نے پچیس ۲۵ سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ بیوہ سے نکاح کیا اور پھر عین عنفوان شباب کا (جو کہ عیش پرستی کا وقت تھا) وقت اسی صالحہ بڑھیا سے گذارا[1] اور اسپر کوئی اور نکاح نہ کیا۔ اسوقت آپ کی عمر پچاس سال کو پہنچ چکی تھی۔ جوانی کا سورج ڈھل چکا تھا۔ قویٰ مضمحل ہو چکے تھے۔ جوانی کی صبح صادق ہو کر سورج چڑھنے کو تھا۔ تو ایسے وقت میں جو کہ عیاشوں نفس پروروں کی توبہ کا وقت ہے۔ اور پہلے کئے ہوئے پر پشیمانی کا موقع ہے آپ پر کوئی عقلمند عیش پرستی کا الزام نہیں لگا سکتا۔ اور نہ کوئی دانشمند یہ رائے لگا سکتا ہے۔ کہ آپ میں شہوت پرستی کا خیال بھی تھا۔ اور معاذ اللہ آپ نے متعدد نکاح عیاشی کیوجہ سے کئے تھے۔ ان ھم الا یفترون۔

اگر یہ کہا جاوے کہ جوانی کا وقت آپ کا تنگدستی کا تھا۔ اسلئے آپ نے اور نکاح نہیں کر سکے تو اس کی عقدہ کشائی بھی ادنیٰ تامل سے ہو سکتی ہے۔ اول تو یہ ہے کہ ایک دو جوان عورتوں کے نکاح پر کوئی اتنا مال خرچ نہیں ہوتا خاصکر اس کے لئے جو کہ شریف النسب اور امین کے لقب سے اپنی قوم میں مشہور ہو اور وہ تعلق والے جو کہ بدنامی کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ تمام کے تمام ہیچ خوار اور ثناگو ہوں اور امور دینوی میں بڑا لائق اور مدبر خیال کرتے ہوں۔ ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا اور آسان ہو جاتا ہے۔

دوسرا تھوڑا بہت مال آپ اسمیں سے خرچ کر سکتے تھے۔ جو سیدۃ النساء خدیجہ رضؓ نے آپ کے سپرد خاص آپکی حفاظت کیلئے کیا ہوا تھا۔ یہ بھی نہ سہی جس وقت آپ صاحب سلطنت و حکومت اور روم و شام و عرب و عجم کے مالک و متصرف ہو چکے تھے اس وقت ہی کوئی عیش پرستی کی ہوتی۔ اور اس وقت آپ جوان باکرہ خوبصورت عورتوں سے نکاح کر کے عیش کرتے اور کھانے پینے کے وہ سامان مہیا کرتے جن میں آپکے ہم عصر رؤسا و سلاطین منہمک تھے مگر آپنے نہیں کیا۔ بخلاف اسکے یہ کیا کہ نکاح کیا تو تینتیس چالیس و پچاس ۵۰ برس کی بیوہ عورتوں سے کیا اور نہ کبھی جو کی روٹی سے دو روز اور گیہوں کی روٹی سے تین روز متواتر پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور مہینوں آپکے دولت خانہ میں چولہا گرم نہ ہوتا۔ صرف نبیذ وغیرہ پر اور کئی دفعہ خالی شکم پر پتھر باندھکر گذارہ کیا جاتا اور کئی راتیں آپکے گھر میں دیا بھی نہ جلایا جاتا۔ سونے بستر جائے نرم روئی کے کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تھا۔ وائے دریغ والی روم و فارس کی گذر ہے کہ جب دنیا سے راہی ملک بقا ہوئے۔ تو آپکی درع آہنی لباس، ملک یہودی کے پاس وہیں تھا۔ جس سے عوض ۔ دو من جو لیکر کھائے ہوئے تھے[2] او منصفو ذرا غور کیا نفس پروری اسی کا نام ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا

اب ہم ان نکاحوں کا نمبروار ذکر کر کے ان اغراض و مصلحتوں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں جن کے دیکھنے کے بعد ہر ایک حق پسند سمجھ لیگا کہ آپ پر شہوت پرستی کا الزام محض متعصبانہ حملہ ہے اگرچہ پہلے یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ہر ایک انسان کیلئے حفظ نوع و حفظ شخص ضروری اور لازمی ہے۔ اور آپ بھی چونکہ انسان تھے۔ بلکہ نوع انسان سے ایک کامل اور اکمل فرد تھے۔ اور تمام جہاں کے انسانوں کے لئے نمونہ تھے۔ اس لئے آپ کے لئے ان ضرورتوں کا پورا کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری تھا۔ اور حفظ شخص کو پورا کرنے کیلئے اپنی طبیعت پر اعلیٰ درجہ کا قابو رکھنے والا انسان اور ہوائے کامل انسان کے دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ایک ایسی

---

[1] زاد المعاد مطبوعہ مصر صفحہ ۲۶ ۱۲ منہ [2] اس وقت کی حالت ہے جبکہ عرب و یمن و شام کا ملک آپکے زیر سلطنت و حکومت تھا ۱۲ منہ

کمی پر بھی اکتفا کر سکتا ہے۔ جو اسکی ضرورت کو کافی نہ ہو[1] لیکن حفظ نوع ترقی نسل (کی خواہش ہر ایک انسان کو خواہ وہ کیسا ہی صابر و متوکل کیوں نہ ہو) ہوتی ہے۔ اور ہونی بھی چاہیئے خاص کر اس صورت میں جب کہ دشمن اسلام لفظ ابتر سے بطور طعن یاد کریں[2]۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے آپ نے اکثر نکاح کئے۔ اور ضمناً اور اغراض بھی مضمر تھیں جو کہ پوری ہوئیں۔ ان کا ذکر ہر نکاح کے ساتھ ہی کیا جاویگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ ؟

شمع مذہب وملت کو بجھانیکی غرض سے الحاد و زندقہ اور کفر و بیدینی کی جو خوفناک آندھی چل رہی ہے کوئی قلب نہیں جو اُسے محسوس نہ کر رہا ہو لیکن ظاہر ہے۔ کہ فقط احساس کافی نہیں۔ تاوقتیکہ اس طوفان بیدینی سے بچنے کی تدابیر اختیار نہ کیجائیں اسلام اور اہلسنتہ کا لباس پہنکر غارتگران مذہب اور دشمنان ملت حق اور باطل کو ملتبس کر رہے ہیں۔ پھر اے پرستاران حق! کیا آپ اسطرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے؟ آپ کے فرض سے کبتک غافل رہنے کا تہیہ کر چکے ہیں؟ بیدار ہو جئے۔ اور

ہفتہ وار اخبار "الفقیہ" امرتسر

کی خریداری قبول فرمائیے۔ جس میں مذہب حنفیہ اہلسنتہ کی صحیح اور سچی تعلیمات شائع ہوتی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی مخالفین وہابی غیر مقلد شیعہ مرزائی عیسائی آریہ وغیرہ کا رد اس خوبی سے ہوتا ہے کہ پرستاران باطل مبہوت ہو کر رہجاتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو آج ہی ہم سے نمونہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت بذریعہ وی پی للعہ بذریعہ منی آرڈر للعہ ششماہی بذریعہ وی پی عا بذریعہ منی آرڈر عہ ملنے کا پتہ

مینیجر ہفتہ وار اخبار "الفقیہ" امرتسر (پنجاب)

---

[1] اسی بات کیطرف اشارہ ہے۔ حضرت عائشہ رضا ایم الملک ار ہیں کہ نبی سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو اور کون رکھ سکتا ہے ۱۲

[2] اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کی طرف اشارہ ہے۔ جو کہ ابوجہل کے قول کا جواب ہے۔ ۱۲ منہ۔

عہ اسی خواہش میں سوامی دیانند کو نیوگ کی سوجھی ہے۔ اور اسی اولاد کیلئے اپنی عزیز بیوی کو غیر کے والہ کر دینا جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کسی حیا سوز تعلیم ہے۔ اف لکم ولما تعبدون ۱۲ منہ

عشقِ رسولؐ

حکیم خورشید حسن خورشید سہارنپوری

بیان کیا ہو ضیائے نیرِ صبح ولادت کا
افق پر حسن کے خورشید چمکا ہے محبت کا

پہنتی ہے دلہن وحدت کی زیور آج کثرت کا
ابھی منہ دیکھتی ہے لے کے آئینہ نبوت کا

ٹھکانا پوچھتے کیا ہو گنہ گارانِ امت کا
سہارا ہے شفاعت آپکی روزِ قیامت کا

تخیل کو پتہ ملتا نہیں روضہ کی رفعت کا
فلک بھی گنبدِ خضرا بنا ہے انکی تربت کا

قلم نے جھک کے سجدہ میں تمہارا نام لکھا تھا
بہانہ تھا سرِ لوحِ ازل یہ بھی اطاعت کا

لبِ کوثر پلا دیجو کوئی ساغر کرم ہو گا۔
اگر کچھ وہیاں آئے چاہنے والی کی چاہت کا

تخیل کا سرِ تسلیم خم ہے ان کی ابرو سے
تصور بھی مرا خوگر ہے محرابِ عبادت کا

قلم نے لوح پر قیمت ترے قامت کی ہچانی
کتابت اس طرح کی ہے الف لکھا قیامت کا

مسجل صفحۂ ہستی ہوا مہرِ نبوت سے
بنا ہر ذرۂ خاکی بھی اک فرمان شرافت کا

دنیٰ سے تا بہ دلّیٰ قابَ قوسین اور ادنیٰ تک
ہے اک آوازہ سبحٰن الذی اسریٰ کی نوبت کا

سیاہی نامۂ اعمال کی دب جائے محشر میں
سوادِ زلفِ سرور زور یوں دکھلائے ظلمت کا

خدا کے واسطے خورشید سے ناراض مت ہونا
شکایت آپکی کیا ہے گلہ کرتا ہے قسمت کا

فتح حقانی

دلچسپ کتابیں
تعلیم الاسلام کا پہلا دوسرا تیسرا چوتھا رسالہ مصنفہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علماء ہند۔ تعلیم الاسلام میں سوائے پہلے نمبر کے ہر نمبر کے دو دو حصے کر دیئے گئے ہیں۔ پہلے شعبہ میں اسلام کے عقائد اور دیگر ضروری معلومات درج ہیں۔ دوسرے شعبہ میں احکام اسلامی بتائے گئے ہیں۔ پاکٹ سائز قیمت پہلا رسالہ ۱؍ دوسرا اور تیسرا ۲؍ چوتھا ۴؍
اسباق القرآن کا مصنفہ ماسٹر طفیل محمد صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول فتحگڑھ بالکل نئی درسی کتاب نصاب کے طریق پر قرآن مجید کی آسان صورتیں سب سے پہلے جسمیں مشکل الفاظ کے معنی پھر سورۃ معہ ترجمہ اس کے بعد سورۃ کا خلاصہ اردو میں۔ لکھائی چھپائی عمدہ سائز پاکٹ۔ ۴؍
ماہ یثرب کا مصنفہ چودھری نواب علی خان لندن حضرت رسول کریم ؐ کے حالات مبارک نہایت آسان عمدہ اور مختصر سائز پاکٹ قیمت ۴؍
فانوس بزم کا مولانا حالی کے شاگرد جناب خادم پٹیالوی کے اردو کلام کا مجموعہ لکھائی چھپائی عمدہ ۸؍
ام القرآن کا ایسے جسمیں لایق مصنف خواجہ عباد اللہ اختر بی اے نے محققانہ طور پر ثابت کیا ہے کہ انسان کا سب سے پہلا مسکن مکہ معظمہ ہے قیمت ۶؍
شعر و ادب کا باتصویر ماہوار رسالہ
چمن امرتسر
ہر مہینے کی ۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے "چمن" علمی ادبی اخلاقی مضامین کا گلدستہ۔ دلچسپ کہانیوں محبت بھرے فسانوں نصیحت آموز ولولہ پھڑکتی ہوئی غزلوں۔ دلکش نظموں پر مذاق لطیفوں صنعتی تجارتی اور دیگر مفید باتوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ نیز شاعری کا سبق (یعنی شاعری کے قواعد و طریقہ مکمل و مفصل) اصلاح اساتذہ کے نمونے اور اصلاح شدہ کلام۔ درج ہوتے ہیں۔ حجم ۲۵ صفحے سالانہ چندہ صرف عہ نمونہ شاہی ۲ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر منگوائیے۔ منیجر رسالہ چمن چوک بجلی امرتسر
سوکھی روٹی کا ٹکڑا۔ خاندان ہیبنہ کے حالات شروع سے اخیر تک عروج و زوال فقر و غنا کے دلچسپ حالات ۶؍
مندرجہ بالا کتاب کا دوسرا حصہ موسوم بہ جشن فیروزی ۶؍
خون شہادت کے دو قطرے۔ منصور و سرمد کے مکمل حالات از مولانا ابو الکلام آزاد ۴؍
باسی ہار (نظم) پژمردہ ہار کی داستان دردانگیز نظم قیمت ۲؍
اتحادی ہنڈیا کا سنگٹھن کی حقیقت نہ ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کا فوٹو شنیدی قابل دید نظم قیمت ۲؍
زہر عشق۔ اصلی مصنفہ نواب مرزا شوق لکھنوی قابل دید قیمت ۴؍
شرح گلستان۔ گلستان کے حصہ کورس کی شرح سب کیلئے مفید ۸؍
فتح اسلام قادیان میں مسلم علماء کی تقاریر کرنا قادیانیوں کا خود ہی قفل بند ہو کر محصور ہو جانا۔ ۴؍
تاریخ مغربی تبت جسمیں علاقہ تبت و لداخ و مفصلات کے تاریخی حالات درج ہیں۔ ۸؍ مصنفہ منشی مولا بخش صاحب کشتہ
ہیر رانجھا جدید کا پنجابی نظم میں بےنظیر کتاب۔ علامہ اقبال چودھری شہاب الدین اور دیگر اہل قلم حضرات اور ملک کے اخبارات و رسائل (اردو و گورمکھی انگریزی) کی پسندیدہ کتاب لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ اعلیٰ۔ قیمت صرف ۱۲؍
گلدستہ کرم۔ مشہور شاعر کرم کے اردو و پنجابی کلام کا مجموعہ
ان کے علاوہ ہر قسم کی اردو۔ عربی فارسی کتب زنانہ کتب طبی مذہبی کتب ملنے کا پتہ:۔
المشتہر:۔ منشی مولا بخش کشتہ اینڈ سنز تاجران کتب و سٹیشنرز چوک بجلی امرتسر (پنجاب)

تفسیر کبیر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۲۶۵
قال اللہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام
اسلامی مذہبی اور تبلیغی مضامین کا ماہوار
رسالہ
اسلام امرتسر
جو
ہر مہینے کی ۲۵ تاریخ کو کوچہ دیگراں امرتسر سے شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر۔ محمد مہر الدین
چندہ سالانہ
والیان ریاست اور امراء و رؤسا جو عطا فرماویں
متوسط حال برادرانِ اسلام سے بذریعہ منی آرڈر دو روپے (عہ) بذریعہ وی۔پی عہ
جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام
مینجر رسالہ "اسلام" امرتسر (پنجاب)
ہونی چاہیئے
قیمت فی پرچہ چار آنے (۴؍)

مندرجہ ذیل طریقوں سے آپ رسالہ اسلام کی مدد فرماویں

محبان اسلام و ہمدردان ملت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے رسالہ اسلام کی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں ذیل میں امداد اسلام کے چند طریقے لکھے جاتے ہیں امید ہے کہ آپ ان طریقوں سے امداد فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرماویں گے تاکہ آئندہ اشاعتوں میں ہم معاونین کرام کے اسماء گرامی شکریہ سے درج رسالہ کر سکیں۔

(۱) رسالہ کی خریداری خود منظور فرماویں۔

(۲) اپنے احباب و آشنا کے نام اور پورے پتہ تحریر فرماویں تاکہ انکی خدمت میں نمونہ مفت بھیجا جاوے اور نمونہ پہونچنے کے بعد آپ ان سے چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں۔

(۳) مریدوں، شاگردوں، معتقدوں اور دوستوں کے نام ایک کھلا خط تحریر فرما کر ہمیں ارسال فرماویں (کہ رسالہ اسلام ایسا رسالہ ہے اور اسلام کی ایسی خدمت کر رہا ہے اسلئے اسکی ضرور خریداری فرماویں) یہ خط قلمی لکھ کر بھیجدیں ہم اس کی نقلیں لکھ کر نمونوں کے ساتھ بھیجدیا کرینگے۔

(۴) علمی مذہبی مجالس اور خطبات و وعظ میں اسلام کی خدمات دینی کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو اسکی خریداری کے لئے رغبت دلاویں۔

(۵) نئے خریداروں کے لئے اپنی طرف سے انعامات مقرر فرماویں۔

(۶) اپنے علاقہ کے لکھے پڑھے معزز مسلمان اصحاب کے نام اور پورے پتہ (زیادہ سے زیادہ تعداد میں جسقدر آپ بھیج سکیں) صاف خوشخط لکھ کر ارسال فرماویں۔

(۷) ملک کے مشہور و معروف ذی علم اصحاب کو رسالہ کے لئے بہترین مضامین لکھنے پر آمادہ کریں۔

(۸) ہر قسم کے تاجروں کو ترغیب دیں۔ کہ وہ اپنے اشتہارات رسالہ اسلام میں چھپوادیں۔ کیونکہ یہ رسالہ کثیر الاشاعت مقبول عام دہر دلعزیز ہے اور دور دراز مقامات پر پہونچتا ہے اور دن بدن اسکا حلقہ اشاعت وسیع ہو رہا ہے؛

نیازمند:-

مینیجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

فہرستِ مضامین رسالہ اسلام امرتسر

جلد ۱	بابتہ ماہ مئی ۱۹۲۸ء	نمبر ۳

ضروری اطلاع

رسالہ اسلام جو جناب کی خدمت میں باتمید سرپرستی و امداد حاضر ہوتا ہے اسکا مقصد اولی تبلیغ و اشاعت اسلام و خدمت دین متین ہے مجھے یقین ہے کہ اس خالص اسلامی و مذہبی رسالہ کی امداد سے جناب کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس لیے براہ مہربانی زر امداد (چندہ سالانہ) بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکر مشکور فرمائیں اور اسلامی آرگن کی امداد سے ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

اگر دو ہفتہ تک جناب کیطرف سے زر امداد مرحمت نہ ہوا تو آئندہ پرچہ بلا کسی دوسری اطلاع کے بذریعہ وی پی حاضر ہوگا۔ زر امداد رؤسا کی خدمت میں ۵ للعہ اور عام برادران اسلام کی خدمت میں ۳ ہے جس کا وصول کرنا آپکا اسلامی فرض ہوگا۔

خدانخواستہ اگر جناب کو اس کی امداد سے کوئی عذر ہو۔ تو بواپسی ڈاک ایک کارڈ لکھکر وی۔ پی سے روک دیں۔ تاکہ وی پی واپس ہونے کی صورت میں غریب اسلام کا ۲ر کا نقصان نہ ہو

نیازمند
مینیجر اسلام امرتسر
(پنجاب)

معذرت:۔ چند خاص رکاوٹوں کے باعث دو ماہ کا رسالہ یکجا شائع ہوا ہے ؎

یا ہادی — یا نصیر

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام امرتسر

جلد ۱ — نمبر ۳

بابتہ مئی ۱۹۲۸ء — ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ

المناجات فی ربّ العباد

من احقر الانام حکیم ابو الفقیر محمد شمس الحق ہمدان حکیم حاذق امرتسر

لَبَّیکَ لَبَّیکَ اَنتَ مَولائی ! — فَارحَم عُبَیداً اِلَیکَ مَلجاہُ
اے مالک حقیقی تیری بارگاہ میں حاضر ہیں۔ — پس اپنے بندوں پر رحم کر جنکی پناہ تیری طرف ہے

یَا ذَا المَعَالِی عَلَیکَ مُعتَمِدِی — طُوبیٰ لِمَن کُنتَ اَنتَ مَولاہُ
اے بلندیوں کے مالک میرا اعتماد تجھ پر ہے — خوشخبری اُن کے لئے جن کا تو مالک ہے

طُوبیٰ لِمَن کَانَ نَادِماً اَرِقاً — یَشکُو اِلیٰ ذِی الجَلَالِ بَلواہُ
خوشخبری اُس کیواسطے ہے جو پشیمان اور بیدار ہوا — شکایت کرتا ہے طرف خدا کے اپنی مصیبت

مَا بِہٖ عِلَّۃٌ وَلَا سَقَمٌ — اَکثَرُ مِن حُبِّہٖ لِمَولاہُ
وہ مرضوں سے پاک ہے — زیادہ کرتا ہوں اس محبت اسکی سے واسطے مولا کے

اِذَا خَلَا فِی الظَّلَامِ مُبتَہِلاً — اَجَابَہُ اللّٰہُ ثُمَّ لَبَّاہُ
جب خلوت کرتا ہے تاریکی میں زاری کرنے والا — خداوند کریم اُس کو قبول کرتا ہے۔

سَأَلتَ عَبدِی وَاَنتَ فِی کَنَفِی — وَکُلُّ مَا قُلتَ قَد سَمِعنَاہُ
اے بندے تو نے سوال کیا اور تو میری امان میں ہے — اور تو نے کہا ہم نے اچھی طرح سن لیا ہے۔

صَوتُکَ تَشتَاقُہٗ مَلَائِکَتِی — فَذَنبُکَ الآنَ قَد غَفَرنَاہُ
تیری آواز فرشتوں کو شوق دلاتی ہے — پس تیرے گناہ کو اب بخش دیا ہے۔

وَجَنَّۃُ الخُلدِ مَا تَمَنَّاہُ — طُوبَاہُ طُوبَاہُ ثُمَّ طُوبَاہُ
بہشت کے باغوں میں جو تو آرزو ہونے کا — خوشخبری ہو خوشخبری ہو پھر خوشخبری ہو

سَلنِی بِلَا حِشمَۃٍ وَلَا رَہَبٍ — وَلَا تَخَف اِنَّنِی اَنَا اللّٰہُ
بدون شرم اور خوف کے سوال کر — اور مت ڈر تحقیق میں خدا ہوں

نعت شریف

فکر تازہ اعلیٰحضرت سکندر صولت دارا شوکت ہز اگزالٹڈ ہائینس نواب
میر عثمان علیخان بہادر فرمانروائے دولت حیدرآباد دکن

ہے فخر رسل انجمن آرائے مدینہ
مولائے جہاں ہے مرا مولائے مدینہ

زاہد کو ہوائے چمن خلد مبارک!
ہم جان سے رکھتے ہیں تمنائے مدینہ

آنکھوں میں کھنچے عالم لاہوت کا نقشہ
دیکھے جو کبھی دل سے تماشائے مدینہ

اے اہل نظر غور سے دیکھو تو ذرا تم!
تصویر کا عالم ہے سراپائے مدینہ

ہے طائر سدرہ بھی ہوا خواہ ہمارا
جس روز سے ہم ہو گئے شیدائے مدینہ

کیا آنکھ پڑے گلشن ہستی کی فضا پر
ہے اپنے مقابل رخ زیبائے مدینہ

اک سلسلہ گیسوئے محبوب ہے یہ بھی
رہتا ہے مرے سر میں جو سودائے مدینہ

غیرت دہ صد برق تجلی گل طیبہ!
رشک شجر طور شجرہائے مدینہ

ہر دم دل مشتاق رہے محو نظارہ
اے کاش یہ سینہ مرا بنجائے مدینہ

یثرب کے ہر اک ذرہ میں محبوب کا دیدار
دیکھوں جو مقدر مجھے دکھلائے مدینہ

اے باد صبا خاک کو عثمان کی پس مرگ
لیجا کے اڑا دے سر صحرائے مدینہ

بشاراتِ احمدیہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

از مولوی محمد عبید اللہ صاحب مبلغ اسلام

تشریح بشارت اوّل

واضح ہو کتاب پیدائش (۱۲/۲ و ۱۲/۱۴ و ۱۶/۱۲ و ۱۷/۱ و ۱۸/۱۸ و ۲۱/۱ و ۲۲/۱۷) میں خداوند کریم نے حضرت ابراہیم سے اور اس کی اولاد سے بابرکت اور سودمند ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میں تجھکو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ اور تجھ سے اور تیری نسل سے دنیا کی تمام قومیں برکت پاویں گی۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت ابراہیم کی تین بیویاں تھیں۔ ان تینوں بیویوں سے چار قومیں پیدا ہوئیں اوّل حضرت بی بی ہاجرہ سے ایک قوم بنی اسمٰعیل دوم حضرت بی بی سارہ سے دو قومیں جو بنی اسرائیل اور بنی روم کے نام سے موسوم ہیں۔ سوم حضرت بی بی قطورہ سے ایک قوم جو بنی قطورہ کے نام سے موسوم ہے۔

ان چار قوموں میں سے اوّل قوم بنی قطورہ کی بابت پیدائش ۲۵/۱ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے اسحاق کے پاس پورب کی زمین میں حضرت اسحاق کے پاس بھیجدیا تھا۔ تمام بائیبل میں اس کے سوا بنی قطورہ کا اور کوئی حال نہیں ملتا۔ دوم قوم بنی روم ان کا حال تمام بائیبل کے مطالعہ سے یہی ملتا ہے۔ کہ یہ بنی اس قوم بنی روم نو مغضوب قوم لیکے زیر عتاب الٰہی ابد تک نیست و نابود ہو گئے بیان فرماتے ہیں اور بس۔ سوم قوم بنی اسرائیل برومند بابرکت ہوئے جن میں سے حسب وعدہ خدائے قادر مدت دراز تک بادشاہ اور نبی ہوتے رہے چنانچہ عہد عتیق وجدید یعنی تمام بائیبل سے پورا پورا پتہ لگتا ہے مگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے سوائے صاحب شریعت اور کوئی نبی ان میں پیدا نہیں ہوا۔ جب قوم بنی اسرائیل نے توریت مقدس کی حفاظت ترک کر دی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد سے منہ موڑ کر بت پرستی شروع کی تب ان سے شریعت اور نبوت چھین لی گئی۔ قرآن مقدس (پ ۴۲) میں خدا حضرت موسیٰ کی زبانی فرماتا ہے ترجمہ جب حضرت موسےٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اے قوم خدا کی وہ نعمتیں یاد کرو جو تیرکیں تم میں سے بہت سے انبیاء پیدا کئے اور بہت لوگ تمہاری قوم کے بادشاہ بنائے گئے غرض دنیا میں تمکو وہ وہ نعمتیں عطا کیں جو اور کسی قوم کو تمہاری زوالی اور بربادی سے پہلے نہیں دیں۔

پ بنی اسرائیل ۳۱/۱ وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا ۝ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝ وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ

ہم نے موسیٰ کو (توریت) دی اور اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت نامہ بنایا اور حکم دیا۔ کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بناؤ تم ان لوگوں کی نسل ہو جنکو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کرایا تھا۔ بے شک نوح بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔ اور ہم نے

بنی اسرائیل کو آگاہ کر دیا تھا۔ اسی کتاب (توریت) میں کہ تم ضرور ضرور دو مرتبہ زمین پر فساد کرو گے اور ضرور بڑی سرکشی کرو گے۔ پھر جب پہلا موقع آیا۔ تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندوں کو مبعوث کر دیا جو بڑے جنگ جو تھے۔ پھر وہ شہروں میں پھیل گئے۔ اور خدا کا وعدہ پورا ہونے والا ہی تھا۔ پھر ایک بار ہم نے تم کو ان پر فتح دی اور تمہارے مال و اولاد کو بڑھایا۔ اور تمہاری جمعیت کو زیادہ کیا۔ اگر تم نیک کام کرو گے تو اپنی ذات کے لئے۔ اور اگر بدی کرو گے تو اسکا وبال بھی تم پر ہی ہوگا۔ پھر جب دوسرا وعدہ آئیگا۔ تمہارے بڑے آدمیوں کو ذلیل کر دیا جائے گا۔ اور وہ مسجد میں اسی طرح داخل ہو جاوینگے جیسے پہلی مرتبہ ہوئے تھے۔ اور جس چیز پر غلبہ پاوینگے اسے برباد کر دیں گے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے گا۔ اور اگر تم (بدی کی طرف) پھرے تو ہم بھی وہی معاملہ کریں۔ اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ تفسیر وہ لوگ جو نادانی سے حضور کی ہجرت مکہ سے مدینہ کو ناکامیابی قرار دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سمجھانے کے لئے اس جگہ حضرت موسیٰ کو کتاب توریت کا دیا جانا اور اس کو بنی اسرائیل کا ہدایت نامہ قرار دینا اسی طرح پر یہ ہجرت حضور سرور انبیاء کی تھی۔ ایسے نادانوں کے واسطے حضرت موسیٰ کا واقعہ پیش کیا ہے کہ حضور سرور انبیاء کی طرح ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی۔ اگرچہ حضرت موسیٰ کا ذکر یہاں اس لئے بھی کیا ہے چونکہ ہجرت کے بعد یہود مدینہ سے واسطہ پڑتا تھا۔ اور ان پر اتمام حجت اون کے مسلمات کے رو سے کرنی ضروری تھی نیز اس میں ایک راز الٰہی بھی نہاں ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی ترقیات اور سلسلہ نبوت ہی ایک ہجرت کے بعد شروع ہوا تھا۔ جب کہ وہ مصر سے نکل بھاگے تھے۔ پھر اگر بھاگنا اور نکلنا کوئی عیب ہو سکتا ہے تو پھر حضرت موسیٰ پر بھی یہ عیب لگ سکتا ہے ہرگز نہیں یہ تو ایک نشان الٰہی ہے کہ جسکو ناکامی سمجھتے ہے خدا اسی کو کامیابی کا ذریعہ ثابت قرار دیتا ہے علاوہ بریں یہودیوں کے واسطے واٰتینا موسیٰ الکتٰب میں اتمام حجت ہے کہ اسی توریت میں آنحضرت صلعم کی پیشینگوئیاں موجود ہیں۔

غرض انہیں بتایا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو توریت دی تھی۔ اور وہ بنی اسرائیل کا ہدایت نامہ تھا۔ یہ مثیل موسیٰ اسی توریت کے پیشینگوئیوں کے موافق آیا ہے اس عہد کے رسولؐ کا انکار کرنا سخت ذلت اور عذاب کا باعث ہوگا۔ توریت بھی شرک کو مٹانے کے لئے آئی تھی۔ اور اسکی یہی تعلیم تھی۔ کہ میرے سوا کسی دوسرے کو کارساز نہ بناؤ۔ اور قرآن مقدس بھی اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ پھر اسے ساکی اولاد سنو ذریۃ من حملنا مع نوح الایۃ میں اہل عرب ہی کو مخاطب فرمایا ہے کیونکہ وہ سام کی اولاد ہیں انہ کان عبداً شکوراً۔ تمہارا باپ نوحؑ شکرگذار بندہ تھا۔ تم بھی شکرگذار بنو۔ اور ناشکری نہ بنو خدا نے اپنے فضل خاص سے ایک نبی کو برگزیدہ کیا ہے اس کی مخالفت اسی طرح ہلاک کر دیگی۔ جس طرح حضرت نوحؑ کی مخالفت نے انکے دشمنوں کو طوفان سے غرق کر دیا۔ اور جنہوں نے حضرت نوحؑ کی تابعداری کی وہ طوفان سے بچائے گئے۔ اسطرح پر اہل مکہ کو خدا نے سمجھایا ہے اور آنیوالے عذاب سے ڈرایا ہے اور ان کے گھر کے واقعات بیان فرماتے ہیں۔ اب اس کے بعد اسی غرض کے لئے کہ اہل مکہ عبرت پکڑیں قوم بنی اسرائیل کے واقعات کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے۔ وقضینا الیٰ بنی اسرائیل فی الکتٰب الایۃ بنی اسرائیل کو یاد دلایا گیا ہے کہ اب پھر یہ موقع تمکو دیا جاتا ہے اور اس سے پیشتر وعدہ الٰہی کے مطابق تم دو دفعہ مغلوب ہو چکے ہو اور تمہارا مغلوب اور معتوب ہونا اللہ کے اوامر کی نافرمانی کا نتیجہ تھا۔ اب پھر تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین سرور انبیاء جو سچی نبی ہے اس کی تابعداری کرو تب تمہاری رستگاری ہوگی اگر تم نے اب بھی مخالفت کی تو اسکا نتیجہ غضب الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ اور یہ مضمون متفرق طور پر عہد عتیق میں کتاب یسعیاہ اور یرمیاہ، حزقیل، ہوسیع، عاموس، میکا، اور حبقوق، اور موسیٰ کی کتاب استثنا میں پایا جاتا ہے ؏

یہود پر پہلا حملہ

پہلی دفعہ بنی اسرائیل کی بداعمالی اور طاغوت پرستی کی سزا کے واسطے خدا نے بخت نصر شاہ بابل کو مسلط فرمایا۔ جس نے

بیت المقدس پر بار بار حملے کرکے قوم بنی اسرائیل کو تاخت و تاراج کرکے نہایت کمزور کردیا۔ آیت ذیل میں اسی طرف اشارہ ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا الایۃ اس میں جو عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ ہے یہی بابلیوں کے لوگ تھے جن کے سپاہ سالار شاہ بابل بخت نصر تھا جس کو عرب لوگ (سابور ذی الاکتاف) کہتے ہیں۔ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ سے یہ مراد ہے کہ وہ لوگ ملک کے اندر گھس گئے۔ اور یہ معنی بھی ہیں۔ کہ بابلیوں نے بنی اسرائیل کے شہروں کے شہر ہلاک اور برباد کرڈالے غرض بخت نصر نے بنی اسرائیل کو اس پہلی جنگ میں ایسا ننگ خوار اور کمزور کردیا۔ کہ خدا کی پناہ اور بیت المقدس کو بالکل ایک اجاڑ کر دیا۔ اور یقیناً ایسا ہی ہونا تھا۔ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ان کے اعمال بد کی بنا پر خدا کے دربار سے بیت المقدس کی تباہی قوم بنی اسرائیل کی وجہ سے مقرر تھی۔

یہود پر دوسرا حملہ

حملہ دوئم۔ پھر اس کے بعد قوم بنی اسرائیل پر مبتلا یا۔ اور فارس کے بادشاہ خورس نے حملہ کر دیا۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ الایۃ بنی اسرائیل کی اس تباہی کے بعد خدا نے پھر ان پر اپنا فضل اور رحم فرمایا۔ کہ ان کے مال اور اولاد میں برکت دی اس طرح ان کو بتلادیا کہ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ الایۃ یعنی اگر تم نیک کام کرو گے تو اپنی ذات کے لئے اور اگر بدکاری کرو گے تو اس کا بدلہ بھی تم کو ملے گا۔ مگر قوم بنی اسرائیل نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور اس حکم کو پس پشت ڈال دیا۔

یہود پر تیسرا حملہ اسلام

یہ وہ موقع تھا جب انہوں نے حضرت عیسٰےؑ کی تکذیب کی اور حضرت عیسٰےؑ کو طرح طرح سے دکھ دیئے پھر تیسری دفعہ یہ نتیجہ ہوا۔ کہ خدا نے شہزادہ روم طیطس کے ہاتھ سے قوم بنی اسرائیل کو ایسا تباہ و برباد کرایا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور شہزادہ مذکور نے بیت المقدس کو آگ لگادی اور جلا کر خاک سیاہ کردیا۔ اور بیت المقدس میں ہیکل جلا کر اس پر ایک بت خانہ بنوایا۔ اسطرح بنی اسرائیل پر ان کی گندی کرتوتوں کے سبب سے ان پر عذاب آیا۔ اور ان حملہ آوروں نے قوم بنی اسرائیل کو مار مار کر شکلیں بگاڑ دیں لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ الایۃ یا یہ کہو کہ قوم بنی اسرائیل کے بڑے بڑے آدمیوں کو بے عزت اور ذلیل کردیا خدا فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم ہمارے احکام کو اپنا طریق عمل بنالو پھر ہم بھی تم سے تمہارے باپ دادوں کا عہد قائم رکھیں گے کہ آنحضرت محمد الرسول اللہ کے ذریعہ پھر تم پر برکت اور فضل و رحم ہوجاویگا۔ تم اس سچی نبی پر ضرور ایمان لے آؤ۔ مگر شرط یہ ہے وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اگر تم نے پھر وہی بدکرداری شروع کردی تو ہم بھی تم کو اسی طرح کا عذاب دینگے کیونکہ ہم نے دوزخ کافروں کے واسطے تیار کر رکھا ہے یہ مندرجہ بالا آیات ایک طرف تو بنی اسرائیل کو اُن کے گذشتہ واقعات ظاہر فرماتی ہیں۔ اور حقیقت میں پیشنگوئی کے رنگ میں مسلمانوں کی حالت کا نقشہ ہی ہیں۔ اور یہود مدینہ کے لئے بطور پیش بندی مدینہ منورہ میں یہ آیات سنائی گئی تھیں (عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ) یعنی اگر تم حضور سرور انبیاء کی اطاعت اختیار کرلوگے۔ تو خدا تم رجوع برحمت فرمائیگا اور مسلمان ہوکر پھر بیت المقدس کے فاتح کہلاؤ گے۔ لیکن اگر تم اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو پھر اسکا نتیجہ تمہارے حق میں نہایت بد ہوگا۔ یعنی جو پہلے ہوچکا ہے اور حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سچی نبی ہیں چنانچہ عبرانیوں کا خط باب ۸ میں بھی یہودیوں کی بابت پیشنگوئی موجود ہے کہ اگر تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی مکرم نیک اعمال کئے تو تمہارے لئے سکھ اور آرام ہوگا۔ ورنہ بوجہ بد اعمالی اور سچی نبی کے انکار کے ابد تک ملعون ہو گے اور اسے پیشنگوئی کے مطابق اقوام یہود یعنی بنو قریظہ، بنو نظیر اور بنی قینقاع اور یہود باشندگان خیبر جلاوطن اور قتل ہوگئے یہ زبردست پیشنگوئی قران مقدس کی وہ پیشنگوئی ہے جو حضور محمد الرسول اللہ کی نبوت حق پر روشنی ڈالتی ہے اور حضور کی نبوت پر ایک زبردست دلیل ہے نیز ان واقعات میں جو یہود کے متعلق بیان ہوئے

مسلمانوں کے واسطے بھی آنے والے خطرات سے عبرت ہے
اور پھر اسیطرح کے واقعات مسلمانوں پر بھی کچھ گذر چکے ہیں اور
حضور سرور کے ذریعہ مسلمانوں پر قوم بنی اسرائیل اور قوم
یہود سے کہیں بڑھ چڑھ کر برکتیں اور فضل الٰہی ہی نازل ہوئے
چنانچہ آناً فاناً صحابہ کبار خلفاء راشدین کل روئے زمین میں
سے ۳/۴ حصہ کے خلیفہ اور بادشاہ اور قرب الٰہی میں بنی اسرائیل
کے نبیوں کے مساوی ہوگئے۔ اور آجتک مسلمانوں میں کروڑ
بادشاہ ولی مجدد اور قطب ہوئے بلکہ مسلمانوں کو وہ سلطنت
عطا ہوئی جو حضرت داؤد اور سلیمان علیہ السلام کو نہیں ملی۔
مگر افسوس مسلمانوں نے عمل قرآن کو ترک کر دیا کاش کہ
مسلمان قوم بنی اسرائیل کی زندگی سے عبرت حاصل کریں۔

یہود پر چوتھا حملہ

اب پھر چوتھا حملہ بنی اسرائیل پر شاہ مصر سیساق
نے کیا۔ اس حملہ سیساق نے یروشلم کی تمام چاندی اور سونے
کی نوادرات قیمتی چیزیں لے لیں۔ یہ جنگ چار سو برس تک قوم
بنی اسرائیل کی یہود و سلطنتوں میں ہوتی رہی جس سے بنی اسرائیل
بہت ذلیل ہوگئی۔ مختصر ۴۳۰ برس تک فرعون شاہ مصر کی
غلامی قابل عبرت ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو مروا ڈالتا
تھا۔ اور لڑکیاں زندہ رکھتا تھا۔

چہارم۔ قوم بنی اسمٰعیل یہ قوم بھی قوم بنی اسرائیل کی طرح
برومند اور خدا کی طرف سے برکت کے وعدے کی قوم تھی جیسا
کہ عہد عتیق اور زبور اور انجیل کی ذیل کی پیشینگوئیوں سے ظاہر
ہے پیدائش ۱۶/۱۰ پھر خداوند کے فرشتہ نے اسے کہا میں تیری
اولاد کو بہت بڑھاؤنگا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے (۱۱) اور خداوند
کے فرشتہ نے اسے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنیگی اسکا نام
اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا (۱۲) وہ وحشی آدمی
ہوگا اس کے ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف
ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بودوباش کرے گا
(۱۳) اور اس نے خداوند کا نام جو اس سے ہمکلام تھا یوں لیا
کہ اے خداوند تو مجھ پر نظر کرنیوالا ہے کہ وہ بولی کہ میں یہاں دیکھنے
کے بعد دیکھتی ہوں (۱۴) اس سبب سے اس کوئے کا نام بیر لحی
رائی دکھاوہ قادس اور برد کے درمیان ہے (۱۵) اور ہاجرہ ابراہام
کے لئے بیٹا جنی اور ابراہام نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی اسمٰعیل
رکھا۔ (۱۶) اور جب ابراہیم کے لئے ہاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہوا۔
تب ابراہیم ۸۶ برس کا تھا۔

پیدائش ۱۷/۲۰ اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھو
میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا۔ اور اسے بہت
بڑھاؤنگا۔ اور اس سے ۱۲ سردار پیدا ہونگے۔ اور میں اسے
بڑی قوم بناؤں گا۔

پیدائش ۲۱/۱۲ خدا نے ابراہام سے کہا کہ وہ بات اس لڑکے اور
تیری لونڈی کی بابت تیری نظر میں بری نہ معلوم ہو ہر ایک
بات کے حق میں جو سارہ نے تجھے کہی اسکی آواز پر کان رکھ کیونکہ
تیری نسل اضحٰق سے کہلائیگی۔ (۱۳) اور اس لونڈی کے بیٹے
سے بھی میں ایک قوم پیدا کرونگا۔ اس لئے کہ وہ بھی تیری نسل
ہے (۱۴) تب ابراہام نے صبح سویرے اٹھکر روٹی اور پانی
کی ایک مشک لی اور ہاجرہ کو اس کے کاندھے پر دھر دی اور
اس لڑکے کو بھی اور اسے رخصت کیا وہ روانہ ہوئی اور بیر سبع
کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی (۱۵) اور جب مشک کا پانی
چک گیا تب اس نے اس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے
ڈالدیا۔ (۱۶) اور آپ اس کے سامنے ایک تیر کے ٹپے پر دور
جا بیٹھی کیونکہ اس نے کہا کہ میں لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں سو وہ
سامنے بیٹھی اور چلا چلا کے روئی (۱۷) تب خدا نے اس لڑکے
کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا
اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا۔ کہ اس لڑکے کی آواز
جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی (۱۸) اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور
اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا
(۱۹) پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک
کنواں دیکھا۔ اور جا کر اس مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو

پلایا۔(۲۰) اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا۔ اور تیر انداز ہوگیا۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ اور اس کی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اس سے بیاہنے کو لی۔

پیدائش ۲۲/۱۰ اور ابراہام نے اپنا ہاتھ بڑھا کے چھری لی۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے (۱۱) وہیں خداوند کے فرشتہ نے اسے آسمان سے پکارا کہ اے ابراہام اے ابراہام وہ بولا میں حاضر ہوں (۱۲) پھر اس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا اور اسے کچھ مت کر اب میں نے جانا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے اس لئے کہ تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے کو مجھ سے دریغ نہ کیا۔(۱۳) تب ابراہام نے اپنی آنکھیں اٹھائیں اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہیں تب ابراہام نے جا کر اس مینڈھے کو لیا اور اسکو اپنے بیٹے کے بدلے میں سوختنی قربانی کے لئے چڑھایا۔ اور ابراہام نے اس مقام کا نام یہوواہ یری رکھا چنانچہ یہ آج تک کہا جاتا ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر دیکھا جائیگا (۱۵) تب خداوند کے فرشتہ نے دوبارہ آسمان سے ابراہام کو پکارا اور کہا کہ (۱۶) خداوند فرماتا ہے اس لئے کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا بیٹا ہاں اپنا اکلوتا بیٹا بھی دریغ نہ کیا۔ میں اپنی قسم کھاتا ہوں (۱۷) کہ میں برکت دیتے ہی تجھے برکت دونگا اور بڑھاتے ہی تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور دریا کے کنارے کی ریت کی مانند بڑھاؤنگا اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازہ پر قابض ہوگی۔ (۱۸) اور تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پاوینگی کیونکہ تو نے میری بات مانی۔ اب قوم بنی اسرائیل کی برومندی اور برکتوں کا حسب وعدہ خدا نے اپنا عہد پورا کیا جس کے متعلق ناظرین نے تمام مندرجہ بالا پیشگوئیاں پڑھ لی ہیں چنانچہ قرآن مجید بھی جابجا قوم بنی اسرائیل کی برکتوں اور نعمتوں کا ذکر فرماتا ہے۔ پ۶ مائدہ ع۴ ایت ۲۰ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم خدا کی وہ برکتیں اور نعمتیں جو تمپر خدا نے کیں۔ یاد رکھو کہ تم میں بہت سے نبی پیدا کئے اور بہت سے بادشاہ بھی غرض تمکو وہ برکتیں دیں جو تمہارے زمانہ میں اور کسی کو نہیں دیں۔ چونکہ خدا نے تمکو میری معرفت شرعی احکام عطا کرنیکو تمکو کوہ سینا یا حورب پہاڑ بلایا گیا تھا۔ تم نے شرعی حکم سننے سے انکار کر دیا۔ اسواسطے حضرت موسےٰ کے وقت بنواسحاق میں سے بنواسرائیل کے ساتھ ایک نیا عہد باندھا گیا یہ عہد ایسا مشہور و معروف ہے کہ خود بائیبل میں بیسیوں جگہ اس کا ذکر آتا ہے اور بار بار اسے عہد کے نام سے پکارا گیا ہے۔

خروج ۱۹/۲ تمام اور استثناء ۵ باب و ۱۸ باب ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ اور ۱۸ و ۱۹ آیت ان ہر دو مقامات کو ملا کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ سینا پہاڑ پر یا حورب پر جو نام کوہ سینا کا کتاب استثناء میں مستعمل ہے خدا نے حضرت موسےٰ کو بلا کر دس حکم دئیے اور بنی اسرائیل سے ایک نیا عہد باندھا استثناء باب ۵/۲ اور کہا کہ اگر وہ ان احکام کے پابند رہیں تو میں ان کی قوم کو زندہ رکھوں گا۔ اور ان کا بھلا ہوگا اور ارض مقدس پر ان کے قبضہ کی مہلت لمبی ہوتی چلی جائیگی۔ استثناء ۵/۲۴ جسوقت یہ احکام نازل ہو رہے تھے۔ اور خدا کا جلال کوہ سینا یا حورب پر ظاہر ہو رہا تھا خطرناک بجلی چمک رہی تھی۔ اور نہایت خوفناک آوازیں آ رہی تھیں جسے دیکھکر بنی اسرائیل جو دامن کوہ میں کھڑے تھے اور خدا سے عہد باندھنے کے لئے اپنے خیموں سے باہر نکلکر دامن کوہ میں کھڑے تھے ڈر گئے۔ اور انہوں نے حضرت موسےٰ سے کہا کہ ہم اس کلام کو نہیں سنتے تو خدا سے سنکر ہمیں سنا دیا کر۔ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم اس کلام کو سنکر کہیں مر نہ جائیں خروج باب ۲۰ اور آیت ۱۹ اس پر خدا نے حضرت موسےٰ سے کہا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اچھا کہا ہے اب جب تک یہ ان احکام پر کاربند ہوں گے۔ برکت پاوینگے لیکن آئندہ جب کوئی نبی اے موسیٰ تیری مانند صاحب شریعت کھڑا کیا جاویگا تو وہ ان کے بھائیوں میں سے کھڑا کیا جائیگا۔ اور عہد بنواسرائیل کی پیشقدمی کا ایک ابدی عہد اس سے پہلے خدا نے حضرت ابراہیم سے ہی باندھا تھا چنانچہ پیدائش باب

یعنی یہ عہد ہمیشہ کے لئے ختنہ کا عہد مشہور ہے۔ جو دل کی پاکیزگی کی ظاہری علامت تھے۔ اور اس عہد پر قائم رہنے پر انکی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کے ساتھ بڑے بڑے وعدے کئے گئے تھے اور ابراہیمؑ کی برکات حاصل کرنے کے واسطے یہ عہد شرط قرار دیا گیا تھا۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے یہود نے اس عہد کی ظاہری صورت تو قائم رکھی مگر روحانی صفائی جو اصل مقصود تھی ترک کر دی آگے عیسائیوں نے اس عہد ابدی ابراہیمی کی ظاہر اور باطنی دونوں صورتوں کو بالکل چھوڑ دیا۔ اور یہ دونوں قومیں اس وعید میں آگئیں کہ وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ جو عہد ابدی ہے نہ کیا جاوے وہ اپنے لوگوں میں سے کٹ کیا جاوے کہ اس نے میرا عہد توڑا۔ پیدائش ۱۷/۱۴

لفظ بھائیوں پر بحث

اوّل حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کے چاروں قوموں یعنی بنی اسمٰعیل۔ بنی اسرائیل۔ بنی ادوم۔ بنی قطورہ۔ کو توریت سے صاف معلوم ہوتا ہے ایک قوم کو دوسری قوم کا بھائی بتلایا گیا ہے جہاں بنی اسرائیل کا نام بھائیوں کے مقابلہ پر توریت میں آیا ہے بھائی کے لفظ کے ساتھ بنی اسرائیل بھی بیان کیا گیا ہے چنانچہ توریت کے چند مقامات ناظرین کے ملاحظہ کیواسطے درج ذیل ہیں۔ توریت کی وہ آیت جس پر بحث ہے بوج ذیل ہے۔ ۱۸ باب کی ۱۸ آیت میں ہے میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کرونگا۔ یہ تو خدا کا کلام ہے اور اسی کلام کو حضرت موسےؑ نے بنی اسرائیل قوم کو مخاطب کر کے یوں بیان فرمایا ہے ۱۸/۱۵ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا۔ تم اس کی طرف کان دھریو یہاں حضرت موسےؑ کے کلام میں دو اختلاف پائے جاتے ہیں۔ خدا کے کلام میں ضمیر جمع غائب کی ہے اور موسےؑ کے کلام میں ضمیر واحد مخاطب ہے۔ خدا کے کلام میں تیرے درمیان کا جملہ نہیں ہے موسےؑ کے کلام تیرے درمیان کا جملہ ہے یہاں ہمکو مفرد اور جمع میں کلام نہیں کیونکہ بہت جگہ توریت میں لفظ بھی جمع پر حاوی ہوا ہے۔ جیسا کہ اے اسرائیل یا اے بنی اسرائیل لیکن جملہ تیرے درمیان پر بحث ہے کہ جملہ غلط ہے یا صحیح ہے تو اس جملہ کی تردید مندرجہ ذیل دلائل بطور تردید درج کئے جاتے ہیں۔

(اوّل) اول پطرس حواری نے اسی پیشگوئی کو اپنے زمانہ نبوت میں یوں بیان فرمایا ہے اعمال ۳/۲۲ کیونکہ موسےؑ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے مجھسا ایک نبی اٹھادیگا۔ تم اس کی سنیو۔ اور دوم استفنس حواری عیسےؑ نے بھی اپنے زمانہ نبوت میں اسے پیشینگوئی کو اپنے وعظ یوں بیان فرمایا ہے۔ اعمال ۷/۳۷ یہ وہی موسیؑ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے لئے تمہارے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی اٹھادیگا۔ تم اس کی سنیو۔ سوم توریت مقدس کا سب سے پرانا ترجمہ جو سپٹوا جنٹ یعنی کہلاتا ہے اسمیں بھی یہ جملہ تیرے درمیان کا نہیں ہے ترجمہ مذکور یونانی زبان میں ہوا تھا اور یہ ترجمہ نہایت قدیم اور پرانا ترجمہ معتبر ترجمہ ہے جس میں تیرے درمیان کا جملہ نہیں ہے یہ ترجمہ حضرت عیسےؑ سے بھی تین سو برس پیشتر لکھا گیا تھا۔ یہ ترجمہ دو سو چھیاسی قبل حضرت عیسےؑ سکندریہ میں یہودی ربیوں نے صدر جماعت کے ستر آدمیوں کی شرکت سے کیا گیا تھا۔ حضرت عیسےؑ کے حواریوں نے اکثر اسی ترجمہ سے نقل کیا ہے یہاں تک کہ اصل عبرانی ترجمہ کی حواریوں نے مخالفت کی ہے اور اس ترجمہ کو الہامی ترجمہ خیال کیا جاتا ہے جس میں یہ جملہ تیرے درمیان کا دو حواریوں یعنی حضرت پطرس اور حضرت استفنس نے جملہ تیرے درمیان کا تحریر نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ یا تو غلطی سے درج ہو گیا ہے یا ارادۃً محرف کرنیکی غرض سے یہ جملہ تیرے درمیان کا درج کیا گیا ہے حضرت پولس نے اپنے خطوط میں کہیں ۴ جگہ اسے ترجمہ سے نقل کیا ہے۔ چہارم کو حضرت موسےؑ نے کہا ہے تم میں سے تمہارے بھائیوں میں

سے نبی کھڑا کیا جاوے گا۔ استثناء ۱۸: ۱۵ لیکن یہ خدا کے کلام کے خلاف ہے جو اس نے موسیٰ سے کیا کیونکہ اس میں تم میں سے کا لفظ نہیں ہے بلکہ صرف یہی ہے کہ تیرے بھائیوں میں سے

پنجم یہ فقرہ ہی بے معنی ہے کہ تم سے تمہارے بھائیوں میں سے جس حالت میں کہ اس کلام کے سب بنی اسرائیل مخاطب تھے تو پھر تم میں سے کہکر تمہارے بھائیوں میں سے کہنا نہایت برا لغو ہے جب بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا جائیگا کہ تمہارے بھائیوں میں سے نبی کھڑا کیا جاوے گا۔ تو وہ بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم میں سے ہوگا نہ کہ بنی اسرائیل میں سے اور اگر ان میں سے ہوگا۔ تو پھر بھائیوں میں سے ہرگز نہیں کہلا سکتا

ششم بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے نبی کھڑا کرنا تو شریعت حاصل نہ کرنے کے انکار پر بطور سزا کے بنی اسرائیل سے نبوت بند کر کے بھائیوں نبی کھڑا کرنا تھا۔ اگر انہیں میں سے نبی کھڑا کئے جاتے تو یہ پھر سزا نہیں رہتی جیسا کہ استثنا ۱۸: ۱۶ میں لکھا ہے اس سب کی مانند جو تو نے خداوند اپنے خدا سے حورب یعنی کوہ سینا میں مجمع کے دن مانگا۔ اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں ۱۸: ۱۶ اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا ۱۸: ۱۷ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کر دیگا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا اس تمام عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ قوم بنی اسرائیل نے خدا کے کلام کو سننے سے صاف انکار کر دیا۔ جو کلام کہ شریعت کے متعلق تھا۔ تو سابقہ بداعمالیوں کی وجہ سے اور نیز اس صاف شریعت سننے سے انکار کر نیمیں یہ سزا مقرر کی کہ آئندہ تم میں سے کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ہفتم قرآن پاک میں حضور سرور انبیاء کا یہ دعویٰ ہے کہ میں مثل موسیٰ کے نبی ہوں سورۃ مزمل آیت ۱۶ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ پ ۲۶ الاحقاف ع ۱ آیت ۹، ۱۰ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ پ ۳ ال عمران ع ۷ آیت ۲، وَلَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰى اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اول آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور انبیاء نے اپنی بعثت کے وقت پہلے پہل ہی خدا کے حکم کے بموجب اعلان فرمایا تھا۔ میں مثل موسیٰ رسول ہوں دوسری آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ نے وہ پیشینگوئی جو استثناء ۱۸: ۱۵ توریت میں فرمائی قرآن پاک بھی اس پر صاف روشنی ڈالتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضور سرور انبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق خوب زور کے ساتھ بتلا دیا کہ میری مانند خاتم النبیین جو یہ صفات موجود ہونگے کہ ان کے منہ میں خدا کا کلام ڈالا جاویگا جیسا کہ پ ۲۷ نجم آیت ۳ میں حضور کی صفت خدا نے بیان فرمائی ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ ان آیات میں خدا نے منہ میں کلام ڈالنے کی تفسیر فرمائی کہ ہمارے اس کلام کے سوا جو شدید القویٰ یعنی حضرت جبرئیل کے ذریعے ان کے منہ میں ڈالا جائیگا۔ وہی لوگوں کو فرمائیں گے اور اپنی خواہش سے ایک لفظ تک نہیں بیان فرمائیں گے۔ کیونکہ خاتم النبیین میں ہم نے یہی تعریف رکھی ہے کہ وہ حرکتاً قولاً فعلاً ہمارے ایسے کلام کو ہماری مخلوق کی کان تک پہنچا دینگے۔ جو ہم ان کے منہ میں بذریعہ وحی جبرائیل ڈالینگے۔ اور استثناء ۱۸: ۲۰ کہ اگر وہی نبی اپنی خواہش سے کوئی بات کہے جس کے

کہنے کا خدا نے حکم نہیں دیا تو وہ قتل کیا جاوے قرآن مجید اس
پیشینگوئی کی تصدیق ان الفاظ میں فرماتا ہے فی الحاقہ آیت ۴۵
وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۔ اور اگر وہ نبی کوئی ایسی بات کہے
جس کے کہنے کا ہم نے حکم نہیں دیا۔ تو ہم اس کا داہنا بازو پکڑ لینگے
اور اس نبی کی شاہ رگ کاٹ ڈالیں گے۔ گویا یہ توریت کی پیشینگوئی
کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ ہمارا نبی سچا نبی ہے اور یہ جھوٹے نبی
کی پہچان ہے کہ جھوٹا نبی جو خدا کی طرف سے نہیں خواہش کی پیروی
کرے گا۔

ہشتم توریت مقدس میں لفظ بھائی جہاں بنی بنی اسرائیل
کے حق میں آیا ہے تو وہاں اس کے ساتھ بنی اسرائیل کے لفظ
کی قید ضرور آئی ہے جیسا کہ استثناء ۳/۱۸ تم اپنے بھائیوں بنی اسرائیل
کے آگے ہتھیار بند ہو گے۔ سلاطین ۱۲/۲۴ اپنے بھائی بنی اسرائیل
سے لڑائی مت کرو اب ان آیات میں خدا وہ گروہ بنی اسرائیل
کو اپنے بھائی دس گروہ کے ساتھ جو ان سے برسر خاش تھے۔

اچھا سلوک کرنیکی سفارش کرتا ہے۔ پھر پیدائش ۱۶/۱۲ اسمٰعیل
اپنے بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا۔ نیز پیدائش ۲۵/۱۸ انکا
قطعہ زمین اپنے سب بھائیوں کے سامنے پڑا تھا۔

استثناء ۲۳/۷ تو کسی ادومی سے نفرت نہ رکھیو کیونکہ وہ تیرا بھائی
ہے۔ استثناء ۲/۴ میں بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا ہے
گنتی ۲۰/۱۴ و عبدیہ نبی ۱/۱ میں بھی بنی ادوم کو بنی اسرائیل کا بھائی
کہا گیا ہے استثناء ۱۵ و ۱۸ ان تین قوم یعنی بنی ادوم و بنی اسمٰعیل
و بنی قطورہ کو بھائیوں میں شامل کیا گیا ہے یعنی ان آیات میں
قوم بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی ہے کہ ان سے نیک سلوک
کریں۔ کتب بائیبل کے مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا
کہ پادری فنڈر صاحب کا یہ دعویٰ کہ بھائی کا لفظ توریت کی
عام اصطلاح ہے جس سے بنی اسرائیل کی قوم مراد ہے غلط ثابت
ہوا جو انہوں نے اپنی کتاب میزان الحق کے صفحہ ۸۱
مطبوعہ ۱۸۶۹ء میں کیا ہے۔

ہندو مذہب میں قربانی گاؤ

ایک مشہور ہندو عالم کی تحقیقات

ہندوؤں کو دعوےٰ ہے کہ ان کے مذہب میں گائے کو بڑی
عظمت حاصل ہے اور اس کی قربانی سے ان کے مذہبی
جذبات کو سخت صدمہ پہنچتا ہے لیکن ارباب تحقیق سے یہ بات
پوشیدہ نہیں ہے کہ قدیم زمانہ کے ہندو گائے کی قربانی کو جائز
رکھتے تھے اور ان کے نزدیک گائے کا گوشت اسی طرح حلال
تھا جس طرح مسلمانوں کے ہاں سمجھا جاتا ہے اس کے متعلق
ہندو علما کی تحریریں جو اکثر شائع ہوتی رہی ہیں۔ لیکن آج ہم
بنگال کے مشہور ماہر آثار قدیمہ ہندو راجہ راجندر لال متر ایل
ایل۔ ڈی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کتاب [illegible] صاحب کے
باب ہشتم کا اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں۔ جس سے قارئین کرام کو
معلوم ہوگا کہ ذبح گاؤ کے متعلق اصلی ہندو دھرم کی تعلیم کیا ہے
یہ امر ملحوظ رہے کہ راجہ صاحب آنجہانی بنگال کے وشنو خاندان
سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اپنی مذکورہ بالا کتاب میں انہوں نے
قدیم ہندو تہذیب کو بہترین سلیقہ کے ساتھ پیش کیا ہے
وہ لکھتے ہیں :۔

اس مضمون کا عنوان ہی میرے بہت سے اہل وطن کو

متوحش کر دیگا مگر مجھے بھروسہ ہے کہ ہم کو کوہ ہمالیہ سے اس
پار آنیوالی آریہ قوم کی ابتدائی تمدنی زندگی کے متعلق تحقیقات
کرنے سے دلچسپی ہے وہ اس بحث کے لئے کافی عذر ہوگی۔ گائے
یعنی بھاگوتی دیوی کی ارضی مثال کے گوشت کو غذا بنانا
ایک ایسا فعل ہے جس کے محض تخیل ہی سے ہندوؤں کے جذبات
مجروح ہو جاتے ہیں ہزاروں لاکھوں راسخ العقیدہ ہندو اپنی
زبان سے گئو اس کا لفظ بھی نکالنا پسند نہیں کرتے ہمارے
ملک میں محض گائے کے خون پر سخت فساد ہو گئے ہیں مگر اسکے
باوجود ایک زمانہ تھا جب صرف یہی نہیں کہ جانوروں کے ذبح
کرنے سے کوئی نفس متحرک نہ ہوتا تھا۔ اور صرف یہی نہیں کہ
ان کا ذبح کرنا مہمان نوازی کی علامت سمجھا جاتا تھا بلکہ راسخ العقیدہ
ہندوؤں کے نزدیک سفر آخرت میں ہر ہندو کے ساتھ گائے کے
گوشت کا توشہ بھیجنا ضروری سمجھا جاتا تھا اور مردے کے ساتھ
ایک گائے بھی چتا میں جلائی جاتی تھی[1] اس حقیقت کا اظہار
ان انگریزوں اور ہندوستانیوں کے لئے سخت حیرت انگیز
ہوگا جو ہندوؤں کے موجودہ جذبات سے واقفیت رکھتے ہیں
لیکن واقعہ یہ ہے کہ میرا یہ بیان ایسی کتابوں پر مبنی ہے۔
جن کے استناد و اعتبار میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا۔

پروفیسر ولسن کی تحقیق

میرے ہموطنوں میں جو لوگ زیادہ تعلیم یافتہ ہیں
انہیں معلوم ہے کہ ویدوں میں "گومیدہ" نامی ایک رسم کا
بھی ذکر ہے جس سے مراد مویشیوں کی قربانی ہے وہ اس قربانی
کو تمثیلی پیرایہ میں سمجھتے ہیں۔ اور اس پر رموز و اسرار کی ایسی
تہ چڑھا دیتے ہیں۔ کہ اصل حقیقت چھپ کر رہ جاتی ہے اور لوگ
یہ سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ یہ قربانی عملی نہیں تھی چنانچہ اول اول جب
پروفیسر ولسن کا ذہن اس مضمون کی طرف منتقل ہوا۔ تو
معمہ سازی کی اس کوشش نے ان کو بھی مذبذب کر دیا تھا
لیکن ان جیسے فاضل کی نظر سے حقیقت کا پوشیدہ رہنا مشکل
تھا وہ میگبہ دت کے ترجمہ پر ایک جگہ اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔
"گھوڑے یا گائے کی قربانی گومیدہ یا اشوامیدہ ہندو
مراسم کے ابتدائی دور میں عام تھی کہا جاتا ہے کہ یہ قربانی حقیقی
نہ تھی۔ بلکہ محض تمثیلی تھی اور یہ کہ جانور پر محض قربانی کی علامت
بنا کر اسے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ مگر اس عبارت کے الفاظ اس
خیال کی تائید نہیں کرتے کیونکہ گائیوں کے خون کا دریا
بہانا یقینی طور پر یہ معنی رکھتا ہے کہ فی الحقیقت ان کا خون
بہایا گیا اصلی کتاب کی عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ کہ
"سور ابھی کی بیٹیوں کے خون سے یہ نکلا" "سور ابھی کی بیٹی"
ایک عام استعارہ ہے جو گائے کے لئے مستعمل ہوتا ہے"

فاضل پروفیسر کے استدلال کی طرف ان سے پہلے بھی
لوگوں کا ذہن منتقل ہو چکا ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے
کہ اس عبارت میں خون کا لفظ محض قربانی کے استعارہ کو مکمل
کرنے کے لئے مستعمل ہوا ہے بعض اور لوگوں نے الفاظ کا تو اصلی
مفہوم لیا ہے مگر تاویل میں حد سے زیادہ جسارت برتی ہے
وہ کہتے ہیں کہ قربانی دینے والوں نے اپنی زبردست روحانی
قوت سے اس قربانی کئے ہوئے جانوروں میں دوبارہ جان
ڈال دی تھی۔

وششٹھ رشی کی ضیافت

یہ جواب دیندار عوام کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہو تو ہو
مگر وہ عقل و دلیل کے دائرہ سے اس قدر بعید طور پر خارج
ہو گیا۔ کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت ہے لیکن ایک راسخ العقیدہ
ہندو ان سے پوچھ سکتا ہے کہ یہ والمیکی (مشہور شاعر اور
درویش) کو کیا ہو گیا تھا۔ کہ انہوں نے وششٹھ رشی جیسے شخص
کی ضیافت میں جو اصلی سمرتیوں میں سے ایک کے مصنف
تھے اور ویدوں کی ممتاز شخصیتوں میں شامل تھے۔

[1] اس کے لئے "قدیم ہندوؤں کے مراسم تجہیز" پر مصنف کا مضمون ملاحظہ کیجئے

ایک پور، گلہ بچھڑوں کا ذبح کر ڈالا؟ اگر اس معاملہ میں بھی دوبارہ جان ڈال دینے کی تاویل پیش کی جائے تو اس سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے کہ مہمانوں نے ذبح شدہ جانوروں کا گوشت ضرور کھایا تھا؟ وشسٹھ رشی کے استقبال میں والمیکی کے اہتمام کا ذکر۔ اترام چرت کی جس عبارت میں ہے وہ اتنی مشہور ہے کہ میں اسکو بیان بجنسہٖ نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ منظر والمیکی کے جائے قیام سے قریب ہی پیش آیا تھا۔ اور اس موقع پر رشی کے دو چیلوں کے درمیان ایک طویل مکالمہ ہوا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سادہ تکی نے اپنے ساتھ بھنڈاین سے پوچھا کہ آج کونسا مقدس بیل آرہا ہے جس کے استقبال کی یہ تیاریاں ہو رہی ہیں؟ بھنڈاین نے جواب دیا کہ "مذاق نہ کرو آج وشسٹھ رشی ہمارے گورو کے پاس وسرتھ کی رانیوں کو لا رہے ہیں" سادہ نے کہا "میں معافی چاہتا ہوں میں تو سمجھا تھا کہ کوئی بھیڑیا یا شیر آنیوالا ہے" بھنڈاین نے پوچھا "تم یہ کیونکر سمجھے تھے؟ سادہ نے جواب دیا اور کیا سمجھتا؟ یہ موٹے تازے بچھڑے جو ذبح کئے جا رہے ہیں" اس پر بھنڈاین نے کہا "کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہمارے مقدس ویدوں میں میزبان کو تاکید کی گئی ہے کہ جب دہرم کا کوئی عالم مہمان ہو کر آئے تو وہ اس کو شیرین غذا کھلائے اور اس کے ساتھ بیل یا بچھڑے یا بہیڑ کا گوشت پیش کرے اور اسی طرح مہمان بھی میزبان کی ضیافت کرے۔"

رشیوں کی دعوت میں گائے کا گوشت

وشسٹھ رشی نے بھی جب وشوامتر، جنک، ست آنند، جام دگنیہ اور دوسرے رشیوں اور دوستوں کی دعوت کی تو اسمیں ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کیا مہاویر چرت میں جام دگنیہ کو شرکت ضیافت پر آمادہ کرنے کے لئے کہانیکی لذت کا لالچ دیتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"بچھیا ذبح ہونیوالی ہے اور کھانا گھی میں بھونا جا رہا ہے تم ایک عالم ہو اس لئے ایک عالم کے مکان پر آؤ اور دعوت میں شریک ہو کر) ہم پر احسان کرو" اس میں شک نہیں کہ یہ حوالے صریحاً افسانوں سے ماخوذ ہیں مگر یہ ایک لمحہ کے لئے بھی فرض نہیں کیا جا سکتا کہ ان قصوں کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں یہ جانتے ہوئے ان کو لکھنے کی جرأت کی ہوگی کہ ان کے عام ناظرین کے جذبات کو ان سے صدمہ پہنچے گا۔

مہمانوں کی تواضع

کول بروک نے ایک مستقل مضمون ہندوؤں کے مذہبی رسوم پر لکھا ہے اس میں وہ لکھتا ہے:۔

قدیم زمانہ میں یہ عام رسم تھی کہ مہمان کی آمد پر ایک گائے ذبح کی جاتی تھی اور اسی لئے مہمان کو "گوگھن" یعنی گاؤ کش کہا جاتا تھا۔"

شادی کے موقع پر گائے ذبح کرنے کے متعلق جو منتر ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے۔

"اس عبارت کے ترجمہ میں جس شارح کی فرہنگ کا اتباع کیا گیا ہے وہ اس کی اتباع میں کہتا ہے کہ باعزت خیر مقدم کے قابل مہمان گورو، پرہت، سنیاسی، راجہ، دولہا، دوست، اور مختصراً وہ تمام لوگ ہیں جن کے اعزاز میں ذبح کرنے کے لئے ایک گائے باندھی جاتی ہے اسی بناء پر مہمان کو "گوگھن" یعنی گاؤ کش کہتے ہیں۔"

منوسمرتی میں گائے کا گوشت

منو گوشت کھانے کی ہر حال میں اجازت دیتا ہے اور صرف اتنی شرط لگاتا ہے کہ کھانے سے پہلے ایک بوٹی (یا ٹکڑا) دیوتاؤں یا بزرگوں کی ارواح یا مہمانوں کی نذر کیا جائے وہ لکھتا ہے۔

جو شخص گوشت خرید کر یا دوسرے کی مدد سے حاصل کر کے دیوتاؤں یا ارواح کی پوجا کرنے کے بعد کھاتا ہے وہ کوئی گناہ نہیں کرتا۔ (۳۲۱۵)

اگرچہ منو نے صاف طور پر گائے کے گوشت کو بحیثیت ایک

غذا کے پیش نہیں کیا ہے تاہم اس نے انسانی غذا کے قابل جانوروں کی جو فہرست دی ہے اس میں وہ کہتا ہے۔

خارپشت اور سیہ، گوہ (گوان) گینڈا، کچھوا، خرگوش ان جانوروں کو داناد ہری لوگوں نے ناجائز غذا قرار دیا ہے اور چارپایہ جانوروں میں اونٹ کے سوا تمام وہ جانور جائز ہیں جن کے دانتوں کی صرف ایک قطار ہوتی ہے (۱۸۱۵)

ظاہر ہے کہ اس میں گائے بھی شامل ہے کیونکہ منو سے یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ گائے کے دانتوں کی بھی صرف ایک ہی قطار ہوتی ہے اگر منوجی اس کو حرام قرار دینا چاہتے تو ضرور اونٹ کیا اس کو بھی استثنا میں شامل کر دیتے لیکن صرف سیاق عبارت ہی سے یہ نتیجہ نکالنا کافی نہیں ہے ہم کو منو کا مدعا زیادہ صراحت کے ساتھ اس مقام پر مل جاتا ہے جہاں وہ برہم چاری کو اس کے گھر واپس آنے کے موقع کے لئے ہدایات دیتا ہے وہ لکھتا ہے:۔

اپنے فرائض کو ٹھیک ادا کرنے سے جائز طور پر شاد کام ہو کر اور اپنے فطری یا روحانی باپ سے ویدوں کا مقدس تحفہ حاصل کر کے وہ ایک نفیس پھولوں سے سجے ہوئے بچھونے پر بیٹھے اور اسکی رسوم شادی سے پہلے اس کا باپ اس کو مدھوپرکہ کی رسم کے مطابق ایک گائے انعام میں دیکر سرفراز کرے۔ (۳-۳)

بعد کی ایک عبارت میں وہ راجہ یا دوسرے معزز مہمان کی ضیافت کے لئے "مدھوپرکہ" یعنی طعام شیریں کیا تھا گائے کا گوشت تجویز کرتا ہے۔

اشوک مہابھارت اور رامائن

اشوک اپنے پہلے شاہی فرمان میں ذکر کرتا ہے کہ پہلے اس کے باورچی خانہ اور مندر میں ہزاروں لاکھوں جانور کھانے کے لئے ذبح ہوتے تھے۔ اگرچہ اس میں ان جانوروں کی تفصیل نہیں دی گئی جو ذبح کئے جاتے تھے۔ تاہم اس بنا پر کہ وہ اپنی گوشت خوری کے زمانہ میں ہندو تھا اور شاستر کے احکام پر عمل کرتا تھا۔

ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس نے اپنے آپ کو صرف بھیڑ بکری تک محدود نہ رکھا ہوگا۔

مہابھارت اور رامائن میں بھی گومیدھ یعنی جانوروں کی قربانی کا ذکر موجود ہے مگر ان میں تفصیلات بیان نہیں کیگئیں اور نہ یہ تصریح کی گئی ہے کہ گائے کا گوشت غذا کے طور پر مستعمل ہوتا تھا یا نہیں۔

ویدک طب میں گائے کا گوشت

تاہم قدیم طبی کتابیں اس معاملہ پر زیادہ صاف ہیں چرک سنہتا جو سنہ یا سنہ قبل مسیح کی تصنیف ہے ایک مستقل باب میں غذا کے مسئلہ پر بحث کرتی ہے ایک جگہ اس میں لکھا ہے۔

گائے بھینس اور سور کا گوشت روز نہیں کھانا چاہیئے۔

اس فقرہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گائے اس زمانہ میں کھائی تو جاتی تھی مگر اس کا گوشت اتنا مقوی سمجھا جاتا تھا۔ کہ روزمرہ کھانے کی اجازت نہ دی گئی۔ دوسری جگہ اسی کتاب کا مصنف حاملہ عورتوں کے لئے گائے کا گوشت تجویز کرتا ہے کیونکہ اس کی رائے میں وہ جنین کے لئے قوت بخش ہے۔

سسرت غذا کے متعلق اپنے ایک باب میں ایک خاص بیماری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کے دوران میں گائے کے گوشت سے پرہیز کرنا چاہیئے دوسری طبی کتابوں میں بھی اسی قسم کی ہدایات مذکور ہیں۔ مگر کسی جگہ گائے کے گوشت سے بکلی اجتناب کا حکم نہیں ہے ازمنہ وسطی کی بعض طبی کتابوں میں غشی کے دوروں سے افاقہ ہونے کے بعد خصوصیت کے ساتھ گائے کے گوشت کی یخنی بتائی گئی ہے۔

ویدوں اور سوتروں کی تصریحات

کلپہ اور گرہیہ دونوں سوتروں اور خود ویدوں میں اس سے بھی زیادہ صاف تصریحات ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ گائے کا گوشت غذا کے طور پر مستعمل ہوتا تھا اور تفصیل کیا تھ

وہ مواقع بھی معلوم ہوتے ہیں۔ جن پر مویشیوں کو ذبح کرنا اور
ان کا گوشت کہانا ضروری تھا۔ گو بھلا گائے کے گوشت کو شرادھ
کے لئے تجویز کرتا ہے۔

کالی یجر وید کا برہمن جو ویدک مراسم عبادت کا سب
سے زیادہ زبردست ذخیرہ ہے اور قدیم ہندوستان کی
مذہبی زندگی کا پورا نقشہ کھینچ دیتا ہے ایسی عبادتوں کے ذکر
سے مملو ہے جن میں جانوروں کا گوشت ایک لازمی جزو تھا
اور اس میں تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس دیوتا کو
خوش کرنے کے لئے کس جانور کا گوشت ہونا چاہئے چنانچہ کامیہ
اشٹی یعنی مخصوص دعاؤں کے ساتھ ادنیٰ قسم کی قربانیوں کے
سلسلہ میں ہم کو یہ تفصیلات ملتی ہیں۔

ایک ٹھگنا بیل وشنو کے لئے۔

ایک ٹیڑھے سینگوں والا بیل اندر کے لئے قربانی کے موجد
یا ورتیر کے قاتل کی حیثیت سے ایک موٹے پاؤں کی گائے۔

(پریشنکتھ) اندر کے لئے ہواؤں کے حاکم کی حیثیت سے
ایک سپید نشان والا ٹیڑھے سینگوں والا بیل اندر کے لئے
دشمنوں کے برباد کرنے والے یا بجلی کڑکانے والے کی
حیثیت سے

ایک بانجھ گائے وشنو اور وارونا کے لئے

ایک گائے جس کا تازہ تازہ اسقاط حمل ہوا ہو لوشدلیہ
کے لئے

ایک بیل جو شادی یا کسی دوسری رسم میں پوتر کیا جا چکا ہو
اندر اور اگنی کے لئے

ایک بدھیا بیل برہما پتی کے لئے

ایک کالی گائے پوشن کے لئے

ایک گائے جو صرف ایک دفعہ بیائی گئی ہو وایو کے لئے

اور ایک بھورا بیل اندر کے لئے جو ہماری قوتوں کا
بڑھانیوالا ہے۔

ایک چتکبرا یا داغدار بیل ساوت کے لئے

ایک دو رنگ والی گائے مترا اور وارونا کے لئے

ایک سرخ رنگ کی گائے رودرا کے لئے

ایک سپید بانجھ گائے سوریہ کے لئے

ایک سپید مترا کے لئے۔

ایک گائے جس کا حمل بے موقع بیل سے جفتی کہانے کے باعث
ساقط ہو گیا ہو وایو کے لئے۔ ایک بچھیا جو بیانے کے قابل
ہو گئی ہو بھاگ نہ کے لئے۔

زیادہ اہم مراسم مثلاً راجسویہ، واجپیہ، اور اسوامیدھ،
میں جانوروں کی قربانی کو بیش بہا فضیلت حاصل تھی۔ پہلی
دو رسموں کا ایک لازمی جزو گوسو بھی تھا۔ اور یہ خیال کیا جاتا
تھا کہ جو اس کو ادا کرے گا۔ وہ اس دنیا میں مستقل حکومت
کا مالک ہوگا۔ اور آئندہ زندگی میں اس کو ایسی آزادی ہوگی
جیسے گائے جنگل میں آزاد پھرتی ہے تیترے برہمن میں اسوامیدھ
کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ۱۸۰ جانوروں کے نام گنائے
گئے ہیں جن کی قربانی کی جا سکتی ہے اور ان میں گھوڑا، بیل،
گائے، بکری، ہرن، اور نیل گاؤ بھی شامل ہیں۔ (۲-۶-۱۵) اس
کتاب میں ان جانوروں کی تعداد تصریح نہیں کی گئی ہے۔ مگر
محض رسمی نذر کے لئے یہی ایک یا دو گائیں کافی نہ تھیں
کل ۱۸۰ جانور مطلوب تھے جن میں مختلف عمروں اور رنگوں
کے متعدد بیلوں گایوں اور بچھیاؤں کا ہونا ضرور تھا۔

یہی کتاب ایک دوسری رسم کا ذکر کرتی ہے جس کا
نام پنچ سرادیہ ساد ہے قدیم ہندوستان میں اس رسم
کی وہی حیثیت تھی جو آجکل ہندوؤں میں درگا پوجا کی
ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے وہ پانچ برس
تک ہر سال تھی۔ اور ودیا کھ کے مطابق قمری مہینے کی
ابتدا سے پانچ دن تک جاری رہتی تھی۔ اس رسم کا
سب سے اہم جزو یہ تھا کہ پانچ پانچ سال کی عمر کے ٹھنگنے
۱۷ بیل اور اتنی ہی تعداد میں تین تین سال کی گائیں بچھائیں
بیلوں کو نذر چڑھا کر آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ اور گایوں کو ضروری

دعاؤں اور رسموں کے بعد قربان کر دیا جاتا وید کے ایک
قصہ کے مطابق اس رسم کی ابتداء پرجاپتی سے ہوئی تھی
ایک مرتبہ دولتمند اور بڑا رئیس بننے کی فکر میں اس کا
ذہن پیغ سراویہ کی طرف منتقل ہوا اور اس خیال کو لیکر
اس نے جب یہ رسم ادا کی تو وہ امیر کبیر بن گیا۔ وید کہتی ہے
کہ جو شخص اس کو ادا کرے گا وہ یقیناً بڑا آدمی بن جائے گا۔

کباب

گریہیہ سوتروں میں ایک اور قسم کی قربانی کا ذکر ہے۔
جس کا نام "سولا گو" یعنی بھنی ہوئی گائے یا "کباب لحم بقر"
ہے اس رسم میں گائے درکار ہوتی تھی جو گلہ میں سب سے
بہتر ہو اور بادامی رنگ کی نہ ہو اس کے رنگ کی متعدد
شرطیں تھیں اور جب کوئی گائے ان شرطوں کے ساتھ دستیاب
ہو جاتی تھی تو اس کو جو اور وہاں جوش کئے ہوئے پانی سے
نہلا کر ... ادا کی ندر کر کے باندھ دیا جاتا یہاں تک اس
کے تمام دانت نکل آتے پھر تب وہ مقررہ عمر کو پہنچ جاتی تو ایک
برہمن پروہت جو قربانی کے تمام مراسم سے خوب واقف ہوتا
ضروری منتر پڑھ کر اور آگ میں مقررہ اشیاء ڈال کر اس
گائے کو اس خاص طریقہ پر تیار کی ہوئی جگہ پر لیجاتا اور اسے
عام قاعدہ کے مطابق ذبح کرتا پھر اس کا جگر ایک برتن میں
رکھکر شِو کے ۱۲ نام لیتے ہوئے اسے آگ پر رکھ دیتا اس کے
بعد کوساگھاس کے چار پتے بچھا کر تھوڑے سے پکے ہوئے
چاول اور گائے کے گوشت کا کچھ حصہ اس پر رکھکر رودرا کی
نیاز دی جاتی (زیادہ قدیم زمانہ میں اس کی ہڈیاں اور گوبر
اور کھال سب کو آگ میں ڈالدیا جاتا تھا لیکن بعد میں سبتیہ رشی
نے تجویز کیا کہ کھال جیسی مفید چیز کو ضائع کرنے کے بجائے اس
کے جوتے وغیرہ بنانے چاہئیں) اس کے بعد پروہت شمال کی
طرف منہ کر کے اور منہ ڈھک کر کھڑا ہو جاتا۔ اور کچھ منتر پڑھتے
ہوئے اس گائے کا خون ان سانپوں کی ندر کرتا جن کی
ملک وہ رقبۂ زمین سمجھا جاتا تھا ان سب مراسم کے بعد آخری
رسم (سُوشتاکرت) ادا کی جاتی اور گائے کے سینہ میں سے
سیخ نکال لی جاتی اب جو گوشت نذر نیاز سے باقی بچ رہتا
اس کے متعلق سوتر کاروں میں اختلاف ہے بعض اس کو کہانے
کی عام اجازت دیتے ہیں اور بعض صرف قربانی کرنے والوں
کے لئے اس کا کہانا جائز رکھتے ہیں۔

اس قربانی کے ادا کرنے والے کو طویل عمر، دولت، اعلیٰ
پوزیشن، خاص مذہبی عزت اور اولاد اور مویشیوں کی کثرت
کی امید دلائی گئی ہے اور ہر گرہستی کے لئے عمر میں کم از کم
ایک مرتبہ اسے ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن افسوس
ہے کہ گریہیہ سوتروں میں یہ تفصیلات کرنے کے باوجود یہ نہیں
بتایا گیا کہ اس قربانی کی گائے کا گوشت کس طرح پکایا جاتا تھا
تاہم سیخ یا سلاخ کا ذکر اور اختتام رسم کے بعد ذبیحہ کے سینہ
میں سے اس کا نکالا جانا اس کے طریق کو صاف بتاتا ہے۔

قربانی کی ایک اور رسم

ایک دوسری رسم کا نام "گومانئن" یعنی "قربانی گاؤ" تھا۔ یہ
رسم ماگھ کی آٹھویں تاریخ سے چار دن تک ادا کی جاتی تھی۔
اس کا طریقہ تقریباً "پشو بندھ" نامی قربانی سے مشابہ تھا جس کا
ذکر آگے آتا ہے اس کے علاوہ دوسری رسموں میں گائے کا گوشت
ضروری تھا۔ مثال کے طور پر "اشٹ" نامی رسم کی تشریح کرتے
ہوئے "کبتاں" کہتا ہے کہ اس میں ایک بانجھ گائے اگر میسر
ہو تو زیادہ بہتر ہے ماردت کی اور ۱۷ سیاہ رنگ شاخ دار بیل
پرجاپتی کی نذر چڑھانے چاہئیں۔

"نروڈ پشو بندھ" کی تفصیلات "پریوگ" کے تین نسخوں میں
ملتی ہیں جو میرے پیش نظر ہیں ان تین نسخوں سے ایک قلمی
نسخہ سنسکرت کالج کلکتہ کی لائبریری میں موجود ہے اور اسی
میں اس رسم کی پوری تفصیل نقل کرتا ہوں۔

(یہاں مصنف نے قربانی کے ابتدائی مراسم کی بہت طویل

کیفیت درج کی ہے جس سے قارئین کرام کو دلچسپی نہ ہو گی۔
اس لئے ہم اس حصہ کو حذف کر کے خاص قربانی کے موقع کی
طرف رجوع کرتے ہیں۔)

اب قربانی کرنے والا گوساد گھانس) کے پولے کھول کر
بچھائے اور اس پر گائے کو اس طرح لٹادے کہ سر مغرب کی
طرف اور پاؤں شمال کی طرف رہیں پھر اسے ذبح کرے اور آخر
میں یہ الفاظ کہے "وہ ذبح ہو گئی" اس کارروائی کے دوران میں
تمام پروہت وغیرہ منہ پھیر کر بیٹھ جائیں تاکہ اس خونی کام کو دیکھ نہ
سکیں۔ اور رسم کا منتظم پروہت ان بد اثرات کے دفعہ کے لئے
خاص دعائیں پڑھے جو مراسم کے دوران میں گائے کے جھٹک
جانے یا تڑپنے یا بھاگ جانے یا طبعی اسباب سے مرجانے
کے باعث پیدا ہوں کتاب میں رگ وید اور یجروید کے بہت
سے منتروں اور ذبح کے بعد ادا کرنے کے لئے بہت سی نذروں
اور چڑھاووں کا ذکر کیا ہے مگر یہاں ان سب کو نقل کرنا غیر
ضروری ہے جن لوگوں کو اس بیان پر تعجب ہو وہ اصل قلمی
نسخہ سنسکرت کالج لائبریری میں پوری تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔

قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت

اب یہ امر کہ اس گائے کو ذبح کرنے سے مقصد اس کا گوشت
کھانا تھا خود اسولین سوتر کی ہدایت سے ظاہر ہے جن میں قربانی
کا گوشت کھانے کی واضح طور پر اجازت دی گئی ہے لیکن تمام ممکن
شبہات کو دور کرنے کے لئے میں تیترے براہمن کی ایک اور
عبارت نقل کرتا ہوں۔

"گائے کو اسطرح لٹاؤ کہ پاؤں شمال کی طرف اور آنکھیں
سورج کی طرف رہیں اس کی کھال اسطرح اتارو کہ کہیں سے
کٹ نہ جائے اس کا پیٹ پھاڑنے سے پہلے چربی اتار لو اس کا
منہ باندھ دو کہ ہوا اندر رکی رہے اس کا سینہ اس طرح چاک
کرو کہ پر پھیلائے ہوئے عقاب کی طرح معلوم ہونے لگے پائے
دست رانیں سب الگ الگ کر لو پھر ایک ایک کر کے پوری
چھبیسوں پسلیاں الگ کر لو اور پھر جسم کے ہر حصہ کو اس طرح
قطع کرو کہ وہ اپنی قدرتی جسامت سے کم زیادہ نہ ہو ایک گڑھا
کھود کر آلائش کو اس میں دفن کر دو اور خون راکشسوں کے لئے
چھوڑ دو جسم کے اس حصہ کو سالم نکال کر لو جو الو کی شکل کا ہے
(یعنی معدہ) اگر ان ہدایات کے مطابق تو تمہاری اور اولاد کی
اولاد خوش رہے گی اور کبھی نہ روئے گی اور جانور ذبح کرنیوالے
وہ ہر گو! اس کام کو تو اوروں کے مطابق پورا کر۔

اس طرح جسم کے حصے کرنے کے بعد کیا کیا جائے اس کے
متعلق "تیترے براہمن" خاموش ہے لیکن اتھروید کے گوپتھ براہمن
میں پوری تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ کونسا حصہ کون لے
اس کی ہدایت کے مطابق گائے کے پورے جسم کو ۳۶ حصوں
میں قطع کیا جائے اور پھر اسطرح تقسیم کیا جائے۔

پرستونہ کو کلے اور زبان پرتی ہرت کو گلا اور لپتت اوگت کو
عقابی شکل کے بازو یعنی سینہ ادھوریو کو ریڑھ کے دائیں جانب
کا گوشت برہما اور راتھیہ کی بیوی کو دائیں پٹھے کا گوشت
برہمچنیسی کو سرین اور اس کے اطراف کا گوشت پوٹا کو ران ہوتا
کو بائیں پٹھے کا گوشت صاحب خانہ کو بیٹھا اور پچھلے حصہ کا گوشت
اس کی ... بیوی کو کمر کا گوشت وہ کسی برہمن کی نذر کر دے
اگنی دھر کو معدہ دل گردے انترئیے بائیں ٹانگ قربانی ادا کرنیوالے
شخص کو دونوں دائیں پاؤں اس کی بیوی کو دونوں بائیں
پاؤں اور دونوں کو ملا کر اوپر کا ہونٹ گائے کو قربانی گاہ تک
لانے والے شخص کو ریڑھ کی تین ہڈیاں اور [illegible]
کا نصف حصہ اور اس شخص کو جو سوما کی قربانی کے لئے دعوت
دے پوری کھال۔

ذبح کرنے کا طریقہ

سوتر کاروں نے ذبح کرنے کے عام قواعد بھی بتا دئیے
ہیں اسوالین اپنی گرہیہ سوتر کے گیارھویں باب میں کہتا ہے
کہ پہلے قربانی کی آگ میں گھی وغیرہ ڈالنے کے بعد اس کے

شمال میں کھانا پکانے کے لئے چولہا بنایا جائے پھر جس جانور کو ذبح کرنا ہو اسے پیٹ بھر کر پانی پلادیں اس کے بعد اسے نہلائیں اور مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑا کر دیں اور ایک ہری ٹہنی سے اس کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ "فلاں اور فلاں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے میں تجھے ذبح کرتا ہوں" پھر چند اور مراسم کے بعد اسے قربانی کی آگ کے گرد تین چکر دیئے جائیں اور پھر اسے چولہے کے قریب لیجا کر کسا گھانس پر اسطرح لٹا دیا جائے۔ کہ سر مغرب یا مشرق کی طرف رہے اور پاؤں شمال کی طرف اور اسی حالت میں اسے ذبح کیا جائے آلہ ذبح کیمتعلق کوئی تشریح نہیں کی گئی ہے کہ وہ چھرا ہو یا ایک سخت سلاخ جیسے دل پر مارکر جانور کو ہلاک کیا جائے دونوں طریقے مختلف مقامات پر بیان کئے گئے ہیں۔

مدہوپرکہ

کسی محترم مہمان کے اعزاز میں جب ضیافت دیجاتی تو اس کے لئے جداگانہ رسمیں تھیں اصطلاح میں اس ضیافت کو "مدہو پرکہ" یعنی "شیریں غذا" کہتے ہیں، رشی راجہ، دولہا، وید کے طالبعلم (جبکہ وہ فارغ التحصیل ہو کر گھر واپس ہوں) اچاریہ اور گرو (جبکہ وہ ایک سال تک غائب رہنے کے بعد حاضر ہوں) خسر چچا اور عموماً تمام شرفا و معززین اس ضیافت کے مستحق تھے جب کوئی ایسا مہمان کسی کے ہاں آتا تو میزبان کا فرض تھا کہ پہلے سلام کر کے اسے مسند پر بٹھائے پھر اس کے پاؤں دھوئے پھر تھوڑا سا پانی، عطر، پھول، صندل، وغیرہ اس کے سامنے پیش کرے اور منہ دھونے کے لئے الگ پانی حاضر کرے اس کے بعد مدہو پرکہ لائے جس میں دہی شہد یا شہد نہ ہو تو گھی شامل ہو اور مہمان منتر پڑھتے ہوئے ان دونوں چیزوں کو اپنی انگلی سے ملا دے بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ مہمان اس مرکب میں سے تھوڑا سا حصہ دیوتاؤں کو نذر کرنے کے بعد باقی سارا کا سارا خود پی لے اور بعض کہتے [illegible] تھوڑا سا

پیکر باقی کسی برہمن کے لئے چھوڑ دے (آج کل کے زمانہ میں ایک برہمن کے لئے یہ انتہائی توہین ہے کہ کوئی شخص اپنا جھوٹا کھانا اس کے لئے چھوڑ دے لیکن قدیم زمانہ کے ہندوؤں میں یہ کوئی توہین نہ تھی۔) اس کے بعد میزبان کا فرض تھا۔ کہ ایک گائے لاکر مہمان کے سامنے پیش کرے اور میزبان اسے قبول کر کے کہے۔

"میرا گناہ دہل گیا۔ دہل گیا میرا گناہ"

پھر مہمان "اوم کرو" کے الفاظ کہکر اس گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیدے اور میزبان مہمان کے حکم کے مطابق اسے ذبح کر دے لیکن اگر مہمان ذبح کرنے کا حکم نہ دے تو پھر اس گائے کو بن کر دینا چاہیئے۔

کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ مدہو پرکہ میں گوشت نہ ہوتا تھا سوائین نے تاکید کے ساتھ لکھا ہے کہ "مدہو پرکہ" کی کوئی ضیافت گوشت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی اور اس کے شارح گرگا نارائن نے صاف تصریح کی ہے کہ:-

"اگر میزبان کی اجازت سے وہی گائے ذبح کی گئی ہو تو اسکا گوشت ضیافت میں شامل ہونا چاہیئے لیکن اگر وہ بن کر کے چھوڑ دی گئی ہو تو کسی اور ذریعہ سے گوشت حاصل کر کے کھانے میں شامل کرنا چاہیئے بہرحال کوئی ضیافت گوشت سے خالی نہ ہونی چاہیئے۔

منو کے صریح احکام

اس قول میں مصنف نے منو کے احکام کی پوری تقلید کی ہے منو کہتا ہے کہ جو شخص صحیح طریقہ سے مدہو پرکہ یا دوسری رسم ادا کرنے کے ساتھ گوشت نہ کھائیگا وہ ۲۱ مرتبہ جانور کی جون میں جائیگا۔ (منو ۵: ۳۵) نیز وہ کہتا ہے کہ برہما نے جانوروں کو قربانی کے لئے پیدا کیا ہے وید کے مطابق رسوم میں ان کو ذبح کرنا بیدار ساتی نہیں ہے حیوانات، چرندے، پرندے حشرات الارض اور درخت جب مقدس رسوم میں کاٹے اور ہلاک

گئے جاتے ہیں تو وہ دوبارہ اپنے درجہ سے بلند درجہ میں جنم لیتے ہیں (منو ۵: ۲۹۴)

قدیم ہندوؤں میں قصائیوں کا وجود

مدھو پرکہ کی رسم محض بڑے پیمانہ کی ضیافتوں کے لئے تھی عام لوگ جو اس کے عادی ہوں اتنا خرچ نہ کر سکتے کہ روز مرہ اس کے لوازم مہیا کر سکیں اس لئے منو نے تصریح کر دی ہے کہ قصائی کی دوکان سے خریدا ہوا گوشت پاک ہے اور دہرمی لوگ اس کو کھا سکتے ہیں منو کے اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوؤں میں قصائی موجود تھے اور قربانی کی رسوم میں ان کی اسیطرح ضرورت ہوتی تھی جس طرح آج کل مسلمانوں میں ہوتی ہے اس زمانہ میں دکان سے خرید کر گوشت کھانیوالے کے لئے صرف یہ شرط تھی کہ وہ اس کو پکانیکے بعد اس کا کچھ حصہ دیوتاؤں' یا ارواح' یا مہمان' یا فقیروں کی نذر کر دے۔

ناجائز طریقہ سے گائے کو ہلاک کرنے کی سزا

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ جانوروں کو شرارتاً ہلاک کرنا بڑے جرائم میں شمار نہ ہوتا تھا۔ بلکہ یگن والکیہ نے اس کو خفیف جرائم میں شامل کیا ہے ایک برہمن اگر شراب پی لے تو وہ پگھلی ہوی دہات پیکر خودکشی کئے بغیر اپنے اس گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا لیکن اگر وہ گائے کو مار ڈالے تو رام ورت کے حکم کے مطابق اس کو صرف پندرہ دن تک جو دودھ دہی اور گھی بقدر سدرمق کھا جانا چاہیئے برہمنوں کو ضیافت دینی چاہیئے اور ایک گائے دان دینی چاہیئے۔ یگن والکیہ اس میں تھوڑا سا اضافہ کرتا ہے وہ کہتا ہے ایسے شخص کو گائے کے پانچوں فضلات کہانے چاہئیں ایک گائے جہاں جہاں جائے اس کے پیچھے پھرنا چاہیئے اور ایک مہینہ تک جانوروں کے بندھنے کی جگہ سونا چاہیئے اور یہ مدت ختم ہونے کے بعد ایک گائے دان دینی چاہیئے یا ہلاک شدہ گائے کی قیمت کے برابر اپنی کوئی چیز برباد کر دینی چاہیئے۔

ہندوؤں کے موجودہ عقائد کی ابتداء کب سے ہوئی

نرسنیہہ پریوگ پریجت کے مصنف نے مدھو پرکہ میں گائے کا گوشت کھانے کی متعلق اسوالین کے احکام لفظ بلفظ نقل کئے ہیں مگر اس کے بعد ادینیہ پران کا یہ حکم لکھ دیا ہے۔ کہ موجودہ کل یگ میں مدھو پرکہ کی رسم گائے ذبح کئے بغیر ادا کرنی چاہیئے اس عبارت کو پرسر ہمدردی دوسرے مولفین نے بتفصیل نقل کیا ہے اور ذیل میں میں بھی اس کو نقل کرتا ہوں۔

"طویل مدت کا برہمچریہ بھیک مانگنے کا کشکول لیجانا۔ دیور سے نیوگ کرنا۔ بیوہ لڑکی کی شادی کرنا۔ دوجیوں کا غیر ذات میں شادی کرنا۔ لڑائی میں برہمنوں کو قتل کرنا۔ قرض یا ملازمت یا وید کی تعلیم کے لئے ماتم کے ایام میں تخفیف کر دینا۔ برہمن کا ایسا کفارہ ادا کرنا۔ جس میں جان چلی جائے مجرموں کیساتھ معاشرت پر سزا دینا۔ مدھو پرکہ میں جانور ذبح کرنا۔ صلبی یا گود لی ہوئی اولاد کے سوا دوسروں کو بیٹا بنانا۔ دوجیوں کا غیر دوجیوں کے ساتھ کھانا کھانا۔ دور دراز مقامات پر جاترا کے لئے جانا۔ برہمنوں کے لئے شودر سے کھانا پکوانا۔ گناہ سے پاک ہونے کے لئے بلندی سے کود کر جان دینا۔ یا بڑھاپے سے نجات حاصل کرنے کے لئے خودکشی کرنا یہ اور ایسے ہی دوسرے طریقے کل یگ کی ابتداء میں اہل علم نے موقوف کر دیئے ہیں۔ مقدس بزرگوں کا عمل ویسا ہی واجب التعمیل ہے جیسا ویدوں کا حکم ہے۔

در ہمن راد یہ پران میں کچھ اور افعال کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

مثلاً پانی میں ڈوب کر خودکشی کر لینا۔ شرادھ میں گوشت کہانا انسان یا گھوڑے کی قربانی لیکن یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان تمام امتناعی احکام میں یہ نہیں کہا گیا ہے۔ کہ یہ افعال

کلیتہً حرام ہیں۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ بزرگوں نے ان سے اجتناب کیا ہے اور بزرگوں کا عمل بھی ویدوں کے حکم طرح محترم ہے اس لئے ان سے پرہیز کرنا چاہئیے مگر ان کتابوں کی تصنیف کا زمانہ گیارہ بارہ سو برس سے زیادہ قدیم نہیں ہے اور پروفیسر ولسن کی تحقیق کے مطابق تو آپ برانیں بارہویں صدی عیسوی سے زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے احکام کی ہندوؤں میں کوئی خاص وقعت بھی نہیں ہے ویدوں اور سمرتیوں اور سوتروں کے مقابلہ میں ان کو راسخ العقیدہ ہندوؤں نے کبھی ترجیح نہیں دی خود پریوگ پریکیت کا مصنف کہتا ہے کہ:۔

"جب سروتی اور سمرتی میں اختلاف ہو تو سروتی کو ترجیح دی جائیگی سمرتیاں پرانوں سے زیادہ وقعت رکھتی ہیں۔ اور سمرتیوں میں منو سب سے زیادہ معتبر ہے۔

گائے کے متعلق موجودہ عقیدہ کی اصلیت

پواستیہ جو خود ایک بڑا سمرتی کار ہے یہ رائے دیتا ہے کہ منو کے مقابلہ میں کلپ سوترین زیادہ قابل ترجیح ہیں کیونکہ وہ براہ راست ویدوں سے ماخوذ ہیں۔ اور سمرتیوں سے زیادہ مستند ہیں پھر یہ بھی مسلم ہے کہ آپ پران کا درجہ پرانوں سے بھی ادنیٰ ہے اور اس ترتیب کے لحاظ سے پہلا درجہ سروتی اور ویدوں کا ہے دوسرا درجہ سوتر کا تیسرا درجہ سمرتی کا۔ چوتھا درجہ پرانوں کا ہے۔ اور پانچواں درجہ آپ پران کا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ گائے کے معاملہ میں سب سے ادنیٰ درجہ کی کتاب کو سب سے اعلیٰ درجہ کی کتابوں پر فضیلت دی گئی ہے اور بعض لوگوں نے تو ادنیٰ درجہ کی کتابوں کو بھی چھوڑ کر گمنام کتابوں سے استناد کیا ہے۔

چنانچہ "ترنایہ سندھو" کا مصنف ایک کتاب کے حوالہ سے جس کا وہ نام بھی نہیں لیتا۔ یہ کہتا ہے۔ کہ:۔

"جو کام بہشت کی طرف نہیں لیجاتے اور جنہیں عام رائے ناپسند کرتی ہے انہیں نہیں کرنا چاہئیے اس لئے وید کے عالم برہمنوں کی خاطر بڑے بیلوں اور بڑی بھیڑیوں کو ذبح نہیں کرنا چاہئیے کیونکہ عام رائے اسے پسند نہیں کرتی گو مذہباً اس کی اجازت ہے"

اگر گائے نہ ذبح کرنے کی وجہ صرف یہی ہے تو سوال یہ ہے کہ آخر وہ رائے عام کہاں سے پیدا ہو گئی جو ویدک احکام کو برا سمجھتی ہے۔

ہندو مذہب پر بودھ مذہب کا اثر!

اس کا جواب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ جب برہمنوں نے بودھ مذہب کو مٹانا چاہا تو انہوں نے دیکھا کہ جانوروں کی قربانی کے خلاف بودھ مذہب نے جو جذبات پیدا کر دیئے ہیں اور حیوانی زندگی کے احترام (اہنسا) کے جس عقیدہ کا اس نے پرچار کیا ہے وہ عام رائے پر اسطرح چھایا ہوا ہے۔ کہ اسے دور کرنا ناممکن ہے تو انہوں نے اس عقیدہ کو قبول کر کے خود اپنی شاستروں میں ترمیم کر لی انہوں نے ایسے خیالات کی اشاعت شروع کر دی جو تمام جانداروں کے احترام پر مبنی ہیں۔ اور اس طرح قربانی کے طریقہ کو کلیتہً موقوف کر دیا ہندو مذہب میں اس قسم کی ترمیم و تنسیخ آج بھی مسیحیت سے متاثر ہو کر کی جا رہی ہے چونکہ ہندو دماغ بودھ مت کی ترقی کے زمانہ میں بودھ مبلغین کا اثر قبول کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس لئے یقین وایمان اور محبت و فدویت کے خیالات کو حیوانی قربانی کے بجائے ویدک احکام کی جگہ رائج کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی یہ ترمیم و تنسیخ ابتداً محض اختیاری تھی۔ لیکن بعد میں کچھ تو جذبات رحم کی عام اشاعت کے باعث اور کچھ بودھ ہمسایوں کے احساسات کی رعایت کے سبب اس نے ایک عالمگیر صورت اختیار کر لی بالکل اسی طرح جس طرح آجکل بنگال کے بعض حصوں میں مسلمان اپنے ہندو ہمسایوں کی خاطر گائے کی قربانی چھوڑ رہے ہیں۔ *[1]

*[1] اور اس سے ایک طبقہ ایسا پیدا ہو رہا ہے جو کہتا ہے کہ اب قربانیوں سے روحانی ترقی حاصل کرنے کا زمانہ گذر گیا یہی خیالات جب زیادہ پھیل جائینگے [illegible]

تڑپا رہی ہے حسرتِ دیدارِ مصطفےٰ

فرقت میں جاں بلب ہے یہ بیمارِ مصطفےٰ
کاش آئے ہاتھ شربتِ دیدارِ مصطفےٰ

کس سے رُخِ حضور کو تشبیہ دیجئے
شمس و قمر سے بڑھکے ہیں رخسارِ مصطفےٰ

ہونٹوں کو وصفِ پاک سے فرصت نہیں ذرا
آنکھیں ہیں محوِ جلوۂ دیدارِ مصطفےٰ

ہر دائرہ چمک کے بنا رشکِ مہر و ماہ
لکھی جو مدح روئے پُر انوارِ مصطفےٰ

طیبہ کی سیر دیکھئے کب تک نصیب ہو
تڑپا رہی ہے حسرتِ دیدارِ مصطفےٰ

کٹتی ہے زندگی تہ شمشیر آج کل
ہے دیں عشقِ ابروئے خمدارِ مصطفےٰ

کچھ آفتابِ حشر سے مجھکو نہیں ہراس
بیٹھا ہوں زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفےٰ

کیونکر نہ عاشقوں کا معطر دماغ ہو
پھیلی ہوئی ہے نکہتِ گلزارِ مصطفےٰ

ہے اوجؔ تشنہ کام کی یارب یہ التجا
جلدی پلا دے شربتِ دیدارِ مصطفےٰ

حافظ محمد یعقوب اوجؔ گیاوی

فلسفہ تعدد ازواج

(گذشتہ سے پیوستہ)

نکاح ام المؤمنین حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

اسی سال ۳ھ ہجری میں نکاح ام سلمہ سے قریباً آٹھ نو ماہ بعد[1] آپ نے حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ سے نکاح کیا ان کا خاوند عبد اللہ بن جحش جنگ احد میں قتل ہو گیا تھا۔ اور ان کے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ بال بچہ کی حالت کو دیکھ کر اور بھی دل گھبرایا۔ کہ ان کے سر پر والد کی جگہ اب کون ہوگا۔

تو ان حالات پر نظر کر کے غریبوں کے والی اور یتیموں کے مولیٰ نے اس بیوہ کو نکاح کیا اور یتیم اولاد کی کفایت اپنے ذمہ لی یہ بیوی صرف دو یا تین ماہ آپ کے گھر رہکر جناب کی حیواتی میں ہی نوت ہو گئی تھی [2]

نکاح ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ابھی تک آپکی غرض حفظ نوع بھی (جو کہ منجملہ اغراض تعدد سے ہے) پوری نہ ہوئی تھی کہ ۵ھ ہجری میں نبوت کے اٹھارہویں سال (جبکہ عمر شریف آپ کی اٹھاون برس کو پہنچ چکی تھی) ایک اور معاملہ ایسا پیش آیا کہ آپ کو زینب بنت جحش سے نکاح کر لنے کے لئے مامور کیا گیا۔ اسکی تفصیل اس طرح پڑ ہے کہ مشرکین عرب نسب پر بہت فخر کیا کرتے تھے لیکن اسلام کو یہ پسند نہیں کوئی شخص نسب پر فخر کر کے کسی دوسرے کو حقیر جانے اسی سلئے ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ الآیہ (سورہ حجرات)	کہ تمہاری ذاتیں اور

برادریاں محض تعارف (دنیوی) کے لئے بنائی ہیں۔ ورنہ اصل بزرگی و شرافت کا موجب پرہیزگاری ہے (اور بس)

اس لئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح زور دیکر زید بن حارثہ[3] سے کرا دیا۔ اور وہ (زید) پسندیدہ خصائل تھا مگر خوبرو نہ تھا اس لئے یا کسی اور وجہ سے جو کہ میاں بیوی کے سوا کوئی اور پورے طور پر سمجھ نہیں سکتا۔ دونوں میں کھٹا پٹی رہا کرتی تھی۔ آخر جب زید نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے بجھانے پر بھی طلاق دے ہی دی تو آپ نے زینب کے زخم کا علاج (جو کہ فطرۃً ایسے موقع پر عورتوں کے دل پر لگتا ہے) بجز اس کے اور نہ سوچا کہ اسے حرم محرم بنایا جاوے کیونکہ اسوقت کسی مسلمان عورت کی عزت اس سے زیادہ نہ تھی۔ اور نہ ہی اب ہے۔ کہ پیغمبر کی بیوی ہو تو اس ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے کے لئے آپ نے اس سے نکاح کیا۔ اور ساتھ ہی اس قبیح

---

[1] کیونکہ جنگ احد (جسمیں عبد اللہ (خاوند زینبؓ) شہید ہوئے) ماہ شوال میں ہوا تھا شمامہ عنبریہ ص۳ اور بعد اختتام عدت آپ نے نکاح کیا ہوگا۔

[2] استیعاب ص۷۵۳ ج ۲

[3] آنحضرت صلعم کا آزاد کیا ہوا غلام تھا۔ اور آپ کے پاس ہی مثل بیٹوں کے رہتا تھا اس لئے لوگ اسکو زید بن محمدؐ (محمد کا لے پالک بیٹا) کہا کرتے تھے۔ ۱۲ منہ

رسم کا قلع قمع بھی کر دیا جو کہ عرصہ سے ملک عرب میں جاری تھی۔ یعنی لے پالک بیٹے کی بیوی مثل صلبی (سگے) بیٹے کے سمجھتے تھے۔

مذہب اسلام کے آنے کی چونکہ غرض ہی یہ تھی کہ تمام ان رسوم قبیحہ کا ستیاناس کرے اور رسوم حسنہ کو جاری کرے اس لئے بانی اسلام نے قوم کے ریفارمر (مصلح) کو اس بات کے لئے حکم کیا کہ آپ ہی اس رسم کی بنیاد اکھاڑ دو تاکہ کسی نیک فطرت آدمی کا ایسا کرنے سے دل تنگ نہ پڑے اور بلا کھٹکے ایک جائز کام کو عمل میں لائے۔ لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاءھم الآیۃ (احزاب) اس نکاح کے متعلق جو اکثر مفسرین نے قصہ نقل کیا ہے کہ زید کے نکاح کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایکدن اتفاقیہ زینبؓ پر نظر پڑ گئی تو جناب کو معاذ اللہ اس کی شکل پسند آگئی اور آپ کے منہ سے اس کی تعریف نکل گئی زید نے یہ خبر پا کر بپاس خاطر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زینب کو طلاق دینی چاہی لیکن آپ نے اس کو ظاہر طاہر روکا مگر دل میں خیال تھا کہ اگر طلاق ہو جاوے تو نکاح کر لیں۔ یہ قصہ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے اور محض بے اصل و بے ثبوت ہونے کے علاوہ قرآن کے بھی سخت مخالف ہے قرآن نے مخلص بندوں کو اغوائے شیطانی سے محفوظ کہا ہے(۵۶)

دوسرا یہ کہ عقلمند انسان سوچ سکتا ہے کہ زینب آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھی اور صغرسنی سے ہی جناب کے سامنے رہتی تھی اس کے اچانک دیکھنے کے کوئی معنی نہیں تیسرا اگر آپ ایسے ہی نعوذ باللہ عاشق مزاج ہوتے تو پہلے خود ہی نکاح کر لیتے غلام کے ساتھ نکاح کرنے پر حضرت زینب اور اسکی ماں اور بھائی کو فہمائش و تکرار کر کے راضی نہ کرتے اس وقت آپ کی عمر بھی کل پنتالیس۴۵ سال کی تھی۔ پھر کیا یہ عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ ابتداء شباب سے پنتالیس سال کی عمر تک رات دن کے دیکھنے سے آپ زینب کے حسن پر فریفتہ نہ ہوں اور اٹھاون سال کی عمر میں پہنچ کر ایک روز اتفاقیہ دیکھکر اسیر عاشق ہو جاویں(۵۵) سبحان اللہ ھذا بہتان عظیم سو صحیح اور اصل بات یہی ہے جو لکھی گئی ہے اس کی تائید اگر دیکھنی ہو۔

اس نکاح میں ایک خاص بات قابل ذکر ہے کہ یہ نکاح دنیا پر حسب دستور ہوا تھا۔ یا حرف آسمان پر ہی نکاح ہو کر حضرت زینب جناب (فداہ روحی) کے گھر آباد ہو گئیں تھیں اس کا جواب محققانہ طور پر یہی ہے کہ یہ نکاح بھی حسب دستور شرعی دنیا پر ہوا قرآن پاک میں ارشاد ہے فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا یعنے جب زید اپنی منکوحہ سے کلیتہً حاجت پوری کر چکا۔ یعنے اس سے بے تعلق ہو چکا تو ہمنے آپ (نبی) کو نکاح کر لینے کی اجازت دیدی امام فخر الدین رازی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ یہ نکاح بعد طلاق وعدۃ حسب دستور شرعی وقوع میں آیا تھا چنانچہ لکھتے ہیں۔

فلما قضی زید منھا وطرا ای لما طلقھا زید وانقضت عدتھا وذلك لان الزوجۃ مادامت	کہ جب زید نے (زینب) کو طلاق دیدی اور اس کی عدت بھی پوری ہو چکی تو

(۵۶) الا عبادك منھم المخلصین الآیۃ ۱۲

(۵۵) اس قصہ کا ثبوت کہیں نہ تو قرآن میں نہ حدیث رسول اللہ میں بلکہ مسند طور پر کسی صحابی سے بھی ضروری نہیں صرف کسی دشمن اسلام کا افتراء ہے جو کہ سیدھے سادھے مفسروں نے اس قصہ کے بے دین بانیوں کی چال کو نہ سمجھتے ہوئے درج کر دیا ہے اور جنہوں نے اس چال کو سمجھا ہے انہوں نے خوب تردید کی ہے ۱۲ منہ

فی النکاح الزوج فهی تدفع حاجته وهو محتاج الیها فلم یقض منها الوطر بالکلیة ولم یستغن وکذلك اذا کان فی العدة له بها تعلق لامکان شغل الرحم فلم یقض منها بعد وطره واما اذا طلق وانقضت عدتها استغنی عنها ولم یبق له معها تعلق فیقضی منها الوطر وهذا موافق لما فی الشرع لان التزوج بزوجة الغیر او بمعتدته لا یجوز فلهذا قال فلما قضی الآیہ کبیر صفحہ ۵۹ ج ۶ مطبوعہ مصر

(اسوقت آپ نے نکاح کیا) اس لئے کہ جب تک عورت خاوند کے نکاح میں ہو وہ اس کی حاجت کی دافعہ اور خاوند اسکی طرف محتاج ہوتا ہے پس وہ کلی طور پر اسی (عورت) سے مستغنی نہیں کہلا سکتا اس طرح عدت میں بھی ایک گونہ تعلق رہتا ہے لیکن جب طلاق ہوکر عدت بھی پوری ہوجاوے تو اسوقت وہ اس سے بالکلیہ مستغنی کہلا سکتا ہے اور اسوقت اس عورت سے اسکا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا تو اسی وقت قضائے وطر ہوگی اور یہی قانون شرعی کے موافق ہے اس لئے کہ منکوحہ یا معتدہ غیر سے نکاح کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

اس طریقہ سے صاف ثابت ہوگیا۔ کہ یہ نکاح بعد طلاق و انقضائے عدت حسب دستور شرع زمین پر مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ اور حضرت زینب کا بھائی ابو احمد اسکی طرف سے حسب دستور شریعت ولی مقرر تھا چنانچہ تاریخ میں بھی صاف لفظوں میں آیا ہے۔

تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم زینب بنت جحش وزوجه ایاها اخوها ابو احمد بن جحش و اصدقها رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعمائة درهم (سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ زاد المعاد ج ۲)

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب سے نکاح کیا اور اس کی طرف سے موافق دستور شریعت) اس کا بھائی ابو احمد ولی تھا اور حضرت زینب کا مہر چار سو درہم تھا جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا۔

اور حافظ ابن حجر رح اصابہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت زینب) سے سنہ ۳ ہجری یا سنہ ۵ ہجری میں نکاح کیا۔

تزوجها النبی صلی الله علیه وسلم سنة ثلث وقیل سنة خمس (اصابہ جلد)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ نکاح بھی دنیا پر حسب دستور تھا اور لیس هذا ما عندی والله اعلم اور زوجنا کہا کا (جیسا کہ لکھا جاچکا ہے) مطلب یہ ہے کہ ہم نے اجازت دیدی تھی کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے لہذا اس رسم قبیحہ کو جو مدت سے ملک میں جاری ہے اس کا قلع قمع کردو اور اسکو عملی جامہ پہنانے کے واسطے سب سے پہلے خود ہی تیار ہوجاؤ اور لوگوں کے لئے نمونہ بن جاؤ کیونکہ جسوقت کوئی رسم کسی قوم میں ایسی مستحکم ہوچکی ہو کہ لوگ اس کو دین سمجھنے لگ جاویں۔ تو اس رسم کو تباہ کرنیکو اپنے زبان کے بولے ہوئے الفاظ کو عملی جامہ بھی خود ہی پہنائے تاکہ جو طبائع میں حجاب پیدا ہوچکے ہیں وہ اس نیک چلن کے عمل کی طرف دیکھکر طبیعتوں سے اٹھ جاویں۔

نکاح ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اس کے بعد سنہ ۵ ہجری میں جب کہ عمر شریف آپ کی ۵۹ سال کی تھی آپ نے جویریہ رض بنت حارث سے نکاح کیا اس نکاح سے بھی علاوہ حفظ نوع کے عاجزوں کی دست گیری اور اسیروں کی مخلصی مد نظر تھی یہ (جویریہ رض) غزوہ بنی مصطلق میں قید ہوکر آئی تھی اور تقسیم غنیمت کے وقت ثابت بن قیس صحابی کے حصہ میں پڑگئی تو ان سے مکاتبت کی ٹھیری تو حضرت جویریہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمدلی کا خیال کرکے آپ سے مالی امداد طلب کی اور اپنے عجز کا اظہار

جناب نے اس کی حالت پر شفقت کرکے آزاد کروادیا اور اس کی مرضی سے نکاح کرلیا اس نکاح کا فائدہ عظیم یہ ہوا کہ بنی مصطلق کے جتنے قیدی تھے لوگوں نے سب کے سب رہا کر دیئے اور خیال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سسرال کے رشتہ دار ہیں۔ ہم انکو قید غلامی میں نہیں رکھ سکتے اور[۱] اس آزادی کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جویریہ رضہ کے والد اور دو بھائی اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے۔

نکاح ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے پورے ساٹھ سال گذر چکے لیکن ابھی تک آپ کے ہاں کوئی نرینہ اولاد (بعد فوتیدگی عبداللہ و قاسم) پیدا نہ ہوئی تھی۔ تو ۷ھ ہجری میں آپ نے حضرت صفیہ رضہ سے نکاح کیا اور اس نکاح کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ یہ (صفیہ) بنی نضیر کے ایک سردار کی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی جنگ خیبر کے بعد قیدیوں میں سے ایک لشکری (وحیہ قلبی) کے قبضہ میں پہنچیں تو بعض لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں اور قوم میں تفرقہ کا خوف ہوا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مصلحتاً بعض نے رائے دی کہ حضرت صفیہ کو آپ ہی اپنے قبضے میں رکھیں آپ نے اس کو عین مصلحت اور صفیہ کی قدر و منزلت خیال کرکے اس کو اپنے قبضہ میں کیا اور اس کے عوض صاحب سہم کو جسطرح وہ راضی ہوا راضی کیا بعد ازاں حضرت صفیہ کو قید غلامی سے آزاد کرکے ان کو اختیار[۱] دیدیا مگر انہوں نے اسی بات میں عزت سمجھی کہ آپ کی خوشدامنہ کہلاویں چنانچہ آپ نے اسکی خواہش منظور فرماکر ان سے نکاح کرلیا جس اعزاز و اکرام کے لئے آپ نے یہ نکاح کیا تھا۔ اس کا ذکر جناب پیغمبر علیہ نے ایک موقع پر خود ہی کیا ہے جیساکہ مروی ہے کہ ایکدفعہ آپ صلعم کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھی۔ آپ کے وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے کہا حفصہ اور عائشہ مجھے کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ کے قدیمی تعلق دار اور اس کی بیویاں ہیں واسواسطے ہمیں تجھ پر فضیلت ہے جناب نے فرمایا کہ تو نے یوں کیوں نہیں کہدیا۔

کیف تکن خیرا منی	کہ تم کیسے مجھ سے اچھی ہوسکتی ہو حالانکہ میرا باپ
وابی ھارون وعمی	ہارون ع (نبی) اور چچا موسیٰ (کلیم اللہ)
موسیٰ	اور
وزوجی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (استیعاب ص۷۶۳ ج۲)	خاوند (خاتم النبیین) محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے ؛

(باقی)

[۱] استیعاب ص۷۳۶ ج۲ و ابوداؤد ص۱۹۲ قسطلانی ص۲۵۰ ج۴ عون الباری ص۱۱۰ ج۲ ص۷۲۵ مدارج النبوۃ ص۱۰ھ

ہماری غفلت

(از جناب مولانا مولوی ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب پی۔ ڈی۔ ایچ وکیل ورنگل حیدرآباد دکن)

غفلت کا برا ہو کہ یہی ایک ہماری خانہ بر انداز دشمن ہے مذہب کی باتوں پر ہمارا اعتقاد نہیں جتنا اس کان سنتے ہیں تو اس کان اڑا دیتے ہیں۔ ہماری نظریں مادیات کی خوگر ہو گئی ہیں۔ مذہب کی پابندی کا حاصل فی الوقت جو نظر نہیں آتا تو اسکو لاحاصل ہی باور کئے جاتے ہیں۔ مذہب کیا ہوا مفت کا دردسر یا شغل بیکاری۔

اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون ما یاتیهم من ذکر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون (انبیاء) (ترجمہ) "باوجود یکہ لوگوں کا حساب اعمال (یعنی اس کا وقت) قریب آلگا اس پر بھی وہ غفلت میں پڑے کو منہ کیے چلے جا رہے ہیں ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے جو نیا حکم آتا ہے بس ایسے (بے پرواہ ہو کر) سنتے ہیں کہ (اسکا) جیسی کھیل بناتے ہیں۔"

یہ ایسا وقت جس سے بزرگان دین نے ہم کو ڈرایا ہے اور خود بھی تادم مرگ سہمے رہے بڑا کٹھن وقت ہے حیات انسانی میں وہ ایک بہت بڑا انقلاب ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن حکیم نے بار بار بندوں کو اس طرف متوجہ کرنے کا ماینبغی اہتمام فرمایا ہے ساری نیکیوں کا راز اسی میں مستتر اور ساری برائیاں پر غور کر لے کا نتیجہ ہیں۔

یا ایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیء عظیم یوم ترونها تذهل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملها وتری الناس سکاری وما هم بسکاری ولکن عذاب الله شدید (حج)۔ (ترجمہ) لوگو اپنے پروردگار (کے عذاب) سے ڈرو کیونکہ قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (سخت) مصیبت ہوگی جس دن وہ تمہارے سامنے آموجود ہوگی ہر دودھ پلانے والی مارے ڈر کے اپنے دودھ پیتے (بچے) کو بھول جائیگی اور جتنی حمل والیاں ہیں سب کے حمل گر پڑینگے اور (مارے بدحواسی کے) لوگ متوالے دکھائی دینگے حالانکہ وہ متوالے نہیں بلکہ خدا کا عذاب بڑا سخت ہے (جس کے ڈر سے لوگ بدحواس ہو رہے ہونگے) ؎

آنکہ مصرف می کند بیجا [illegible] وزرہ کاش نقد وقت اہم بصر بیدار کند [illegible]

یہ دنیا کے دھندے نہ کبھی ختم ہوئے ہیں نہ ہونگے اس دلدل میں انسان جیسے جیسے آگے قدم بڑھاتا جائیگا ویسے ویسے زیادہ پھنستا جائیگا جب تک ہم خود ان سے فرصت حاصل نہ کرنا چاہیں یہ کاروبار خود ہم کو دم لینے نہ دینگے یہ سلسلہ لامتناہی ہے ؎ کار دنیا کسے تمام نہ کرد

پس اسی فرصت حاصل شدہ سے ہم کو آخرت کے واسطے بھی وقت نکالنا چاہیئے اگر ایسا نہ ہوا وقت ہاتھ سے نکل گیا اور بعد از وقت آنکھیں کھلیں تو بجز حسرت و یاس کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ [illegible] کا افسوس اور عذر خواہی کچھ فائدہ نہ دے گی۔

ولو تری اذ المجرمون ناکسو رءوسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون۔

فرمایا ہے (رسول کریم) کاش مجرموں کو دیکھو کہ قیامت میں حساب اعمال کے وقت اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہیں۔) کہ اے ہمارے پروردگار (اب) ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھلے تو ہم کو (ایک بار) پھر (دنیا میں) بھیج کہ ہم نیک عمل کریں (اور اب) ہم کو عاقبت کا

پورا پورا) یقین (آگیا) ہے اس کا صاف صاف جواب یہ ہوگا۔
اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر (فاطر)
(ترجمہ) اور ہم ان کو جواب دیں گے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی
عمر نہیں دی تھی۔ کہ جس کو سوچنا (منظور) ہو تو وہ اتنی عمر میں
(اچھی خاصی طرح) سوچ لیتا اور (اس کے علاوہ) تمہارے
پاس (ہمارے اس عذاب سے) ڈرانیوالا رسول بھی پہنچا)
انسانی زندگی کے لئے کسب معاش اور کاروبار لابد
کی ضرورت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا لیکن ہر حالت کی ایک
حد بھی ہوا کرتی ہے خیال جب حد سے بڑھ جاتا ہے مشاہدتاً
ہے ایک مسلمان کی زندگی دنیا ہی کے لئے وقف نہیں ہوسکتی
اس کے اوقات میں اس کے دین کا بہت بڑا حصہ ہے) اسلامی
تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کی دنیا اس کے دین کیلئے
ہے اس حیات دو روزہ میں اسکا نصب العین آخرت ہی
ہے اور ہر آن و ہر لحظہ یہی اس کے پیش نظر رہنا چاہئے جب
یہ اصل مقصود اس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو پھر کوئی
مسلمان نہیں رہ سکتا۔ انما الدنیا خلقت لکم وانکم
خلقتم للآخرۃ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت
کے لئے اس مرکز سے ہٹ جانا ہی تباہی ہے جب دنیا طلبی
اور کسب معاش کے افکار اس مقصود مطلوب پر غالب
آجاتے ہیں۔ تو مسلمان خدا کی بندگی سے نکل جاتا ہے اور بندۂ
دینار و درہم بن جاتا ہے یہی ہلاکت و تباہی ہے ؎

سامان دہر را ہمہ اسباب غم شمار ۔ ہر چیز کز تو فوت شود نعمتش شمار

تعس عبد الدینار وتعس عبد الدرہم (الحدیث) } بندہ دینار ہلاک ہوا اور بندہ درہم تباہ ہوا۔

جب انسان صرف ایک ہی راہ کسب معاش میں جادہ
پیما و تکاثر مال و منال کے درپے ہو جاتا ہے جب رشتہ حرص
و آز اس طرح دراز ہو جاتا ہے کہ اس کے اوقات ان مشاغل
کے لئے وقف ہو جاتے ہیں تو ان سے جو کیفیت و حالت پیدا
ہوتی ہے اس کا نام غفلت ہے اور جب یہ مسلط ہو جاتی
ہے تو قبر میں پہنچا کر ہی پیچھا چھوڑتی ہے اس کے زہر کا اثر
موت کے گھاٹ اتار کر ہی اترتا ہے۔

الهکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون (تکاثر)
(ترجمہ) لوگو! کثرت (مال و اولاد) کی حرص تمکو (ساری عمر
پردہ غفلت میں ڈالے رہتی ہے یہانتک کہ جب تم قبر میں
آتے ہو تو تب کہیں تمہاری آنکھیں کھلتی ہیں تو اچھی طرح
سن رکھو کہ آگے چل کر تمکو (اس غفلت کا انجام) معلوم ہو جائیگا۔

ہر موئے بر تنم بشود آہ حسرتم ؎ آگہ اگر شوم کہ چہ مقدار غافلم

ہمارے ہادی برحق (فداہ امی وابی) نے ہماری دنیا کا جب
ہم سے تعارف کرایا ہے۔ تو اس کی تعریف میں صرف دو لفظ
فرمائے ہیں جن کی تشریح و توضیح میں آج تک ہزاروں دفتر
لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں۔ اگر ہم نے اسلامی تعلیمات
سے صرف ان دو لفظوں ہی کو سمجھ لیا اور اس کی ماہیت
کو دلنشین کر لیا تو ہم بہت سی کتابوں کی ورق گردانی سے
مستغنی ہو جائیں گے۔ ایک مسلمان کی دنیا کی جو حقیقت
اور جس حد تک اس کو اس کی ضرورت ہے اس کی وضاحت
کے لئے زبان حدیث نے یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔
الدنیا مطیۃ المؤمن (دنیا مسلمان کی سواری ہے)
ظاہر ہے کہ سوار اپنی سواری کی جو کچھ قدر کرتا ہے وہ منزل
ہی کے واسطے ہوتی ہے وہ اس کی خوبی میں منزل ہی کی
خوبی کو دیکھتا ہے اس کے نقصان میں منزل کے کھوئے
ہونے کا خوف لگا رہتا ہے اس کی خدمت و نگرانی سے غرض
یہی ہوتی ہے کہ منزل آسان ہو جائے اس کی تازگی و توانائی
میں منزل کی راحت مستور ہوتی ہے پس ساری دنیا اور
اس کے متعلقات منزل عقبیٰ ہی کے لئے ہوئے مقصود
اصلی آخرت ہی ٹھہری ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردنست

لیکن یہ کیسی نادانی و زیانکاری اور نقصان
شعاری ہوگی کہ ہم اپنی سواری کے سنوارنے میں ہی

مصروف ہو جائیں کہ منزل کا خیال ہی جاتا رہے جس کو اسطرح کچھ چھوڑیں کہ منزل ہی کھوٹی ہو جائے بلکہ اس کی دولتیاں کھا کھا کر ایسے زخمی ہو جائیں کہ گرتے پڑتے پیدل بھی منزل پر پہنچنے کے قابل نہ رہیں ہمارے اہل وعیال ومنال ہمارے لئے اسوقت تک رحمت ہیں جب تک کہ وہ منزل آخرت کو آسان کرنے میں ہمارے ممد ومعاون ہوں اگر ایسا نہ ہوا یہ جنجال اور دنیا کے دہندے اس مقصد عظیم میں مانع ومزاحم ہوئے اور ہم کو ان مصروفیتوں نے آخرت سے غافل کر دیا تو ہمارے لئے زحمت مصیبت اور آفت ہیں۔

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذٰلک فاولٰئک ہم الخٰسرون (منافقون)

(ترجمہ) مسلمانو تم کو تمہارے مال یاد خدا سے غافل کرنے پائیں اور تمہاری اولاد اور جو ایسا کریگا تو وہی لوگ (آخر کار) گھاٹے میں رہیں گے"

اس قسم کی دنیا اور اس کے متعلقات سے دوستی زیبا نہیں پرہیز وکنارہ کشی چاہیئے کہ یہ ہمارے دشمن ہوئے یا ایہا الذین اٰمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدواً لکم فاحذروہم (مسلمانو! تمہاری بیبیوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دین کے دشمن ہیں پس ان سے احتیاط کرتے رہا کرو) انما اموالکم واولادکم فتنۃ ط واللہ عندہٗ اجر عظیم (تغابن) (تمہارے مال اور تمہاری اولاد (یہ) نرا جنجال ہے اور اللہ کے ہاں ان بکھیڑوں میں دین پر ثابت قدم رہنے والوں ہی کے لئے بڑا اجر ہے"

اس سراب بقیعۃ میں تشنہ لب ہوا وہوس کے لئے بہت بڑا دھوکا ہے یہ سب دنیا کے جھوٹے چھلاوے ہیں اس کا حاصل ہیچ اور "لم یجد شیئاً" ہے اور اس دو روزہ خواب کی تعبیر اللہ بس باقی ہوس ہے" اعمال کی ذمہ داری سر پر اور اپنا کیا اپنے گلے کا ہار ہے۔ والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء حتیٰ اذا جاءہٗ لم یجدہ شیئاً ووجد اللہ عندہٗ فوفّٰہ حسابہ ط واللہ سریع الحساب ۵ لا (سورہ نور)

اور جو لوگ منکر ہیں ان کے اعمال نرے دھوکے کی ٹٹی ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا اسکو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہانتک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا (اور پیاسا تڑپ تڑپ کر مر گیا) اور (دیکھا) تو خدا کو اپنے پاس موجود پایا اور اس نے اس کے (اعمال کا) حساب پورا پورا چکا دیا۔ اور اللہ لحظ بھر میں حساب کر لینے والا ہے"

ہم کو خدائے عزوجل سے کم از کم اتنا تو ڈرنا چاہیئے جتنا دنیا کے مجازی حاکم سے عموماً ہم ڈرا کرتے ہیں۔اس کی تعزیرات قرآنی کا اتنا خوف تو ضرور ہو جتنا کہ تعزیرات آصفیہ و تعزیرات ہند کا اس کے مجلس جہنم کے عذاب الیم سے اتنی وحشت تو دل میں رہے۔ جتنی دنیا کی بیڑیوں اور ہتکڑیوں کی ہوا کرتی ہے۔ انہ من یات ربہ مجرماً فان لہ جہنم ط لا یموت فیہا ولا یحییٰ ۵ (اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص مجرم ہو کر اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہوگا اس کے لئے دوزخ ہے جس میں نہ تو وہ مرے ہی گا اور نہ زندہ رہے گا (بلکہ پڑا سسکیگا)

جائے غور ہے کیا کل خدائی عدالت میں کھڑے ہونے کی اتنی ہیبت بھی ایک گنہگار کو نہ ہونی چاہیے جتنی کہ آج ایک مجرم کو دنیا کی عدالتوں میں ہوتی ہے اور پھر وہ بھی ایسی بدحواسی ہوتی ہے کہ دیکھنے والوں کو ترس آجاتا ہے کو عدالت عالیہ محشر کے مقدمات کی کارروائی سے ان دنیا کے مقدمات کو کوئی نسبت نہیں ہے خدا مجرم کا جو برا حال ہوگا اس کے اظہار میں زبان قلم قاصر ہے۔ ان بطش ربک لشدید (بروج) اس کی پکڑ بڑی سخت پکڑ ہے اور اس کی کارروائی دنیا کی کارروائیوں سے زیادہ مستحکم اور اس کا انصاف سب سے اعلیٰ وارفع ہے ولا یظلمون فتیلا کہ وہ کسی کے ساتھ ایک بال برابر بھی ناانصافی کو پسند نہیں فرماتا اس کے قانون نے یہ منادی کر رکھی ہے کہ ہر شخص پر اپنے۔۔۔ اعمال کی جوابدہی لازم ہوگی ہر نفس اپنے کردار بد میں گرو اور رہن رہیگا کہ جب تک وہ اس کا خمیازہ بھگت نہ لیگا چھٹکارا نہ پاسکے گا۔ یعنی گناہ ایک زہر ہے کہ وہ متاثر کئے بغیر نہ چھوڑے گا۔

کل نفس بما کسبت رہینۃ ؕ کل امری بما کسب رہین (طور)
ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے ہر شخص اپنے عمل کے
بدلے میں گروی ہے خدائے رحیم و کریم خود کسی پر ذرہ برابر بھی
ظلم نہیں کرتا یہ بندے ہی ہیں جو اپنی بد اعمالیوں سے اپنے ہاتھوں
آپ اپنے اوپر ظلم کر لیتے ہیں۔ وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا
انفسھم یظلمون ۔ فاصابھم سیأت ما عملوا وحاق بھم ما کانوا
بہ یستھزءون اور خدا نے انپر (فدا بھی) ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنے اوپر آپ
خود ظلم کرتے رہے انجام یہ ہوا کہ (جیسے برے عمل کرتے رہے
ویسے ہی) ان کے عملوں کے برے نتیجہ ان کو ملے اور جس عذاب
کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ وہ انپر نازل ہو کر رہا۔
آخرت کے معاملے میں شبہ کرنیوالے علی یقین نہ رکھنے والے اس
دن کی جوابدہی سے غافل دبے پردا بندے اپنے پیروں آپ
دوزخ میں چلے جائینگے دوزخ میں ایک مقناطیسی اثر ہوگا۔ کہ
وہ گنہگار وجود کو خود بخود اپنی طرف کھینچ لیگا۔ ان جھنم کانت
مرصادا للطاغین مآبا ؕ بیشک دوزخ گھات میں لگی ہوی ہے
(اور وہی) سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔
ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن
من الخاسرین ؕ

قابل توجہ معاصرین کرام

جن محترم معاصرین نے اپنی صحائف گرامی کا رسالہ اسلام کے ساتھ تبادلہ منظور فرماکر اپنی محبت اسلامی اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم ان کے بے حد ممنون و مشکور ہیں جزاھم اللہ

اور جن اصحاب نے اپنی صحائف و جرائد سے باوجود بار بار توجہ دلانے کے ابھی تک تبادلہ منظور فرماکر ہمیں شکریہ کا موقع نہیں دیا۔ ان سے درخواست ہے۔ کہ وہ تمام اصحاب بھی رسالہ اسلام کے ساتھ تبادلہ منظور فرماکر حق معاصرانہ سے سبکدوشی حاصل فرماویں اور ہمیں شکریہ کا موقع عطا فرماویں۔

ہمیں یقین ہے کہ تمام اصحاب جن کی خدمت میں رسالہ اسلام بغرض تبادلہ حاضر ہوگا بہت جلد اپنی جرائد گرامی سے تبادلہ منظور فرماویں گے اور رسالہ اسلام پر اپنی پاکیزہ خیالات کا اظہار (اپنی صحائف کے زیر طبع اشاعت میں) فرماکر مشکور فرماویں ؕ

خاکسار:-

ایڈیٹر اسلام امرتسر

تقدیس رسول

از

طعن مجہول

(جناب مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر کے قلم سے)

کتاب ینابیع الاسلام کے صفحہ ۹۹ پر پادری ولیم سینٹ کلیر ٹسڈل۔ ایم۔ اے لکھتا ہے:

"مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ آئے جس وقت آنحضرت علیہ السلام سورۃ نجم پڑھ رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے "تم نے دیکھا لات اور عزا کو اور منات تیسرے پچھلے کو" (آیت ۱۹-۲۰) تو شیطان نے ان کی منہ یعنی تلاوت میں یہ الفاظ ڈالدیئے "یہ بت نازک بدن بلند مرتبہ ہیں اور بہ تحقیق ان سے شفاعت کی امید رکھنا چاہیئے۔ پھر جب سورت ختم ہوئی تو آنحضرت نے سجدہ کیا اور ان کیساتھ مشرکین نے بھی سجدہ کیا کیونکہ ان لوگوں کو گمان گزرا کہ آپ نے ان کے بتوں کو تعریف کے ساتھ یاد کیا" الخ

نیز اسی کتاب "ینابیع الاسلام" کے صفحہ ۱۰ کے حاشیئے پر پادری اکبر مسیح لکھتا ہے :۔

اسی طرح اس کی اصل کے ثابت ہونے پر شیخ الاسلام اور حافظ ابو الفضل عسقلانی نے تاکید کی ہے پس کہا ہے کہ روایت کی ہے ابن ابی حاتم اور طبری اور ابن منذر نے کئی طریقوں سے شعبہ سے انہوں نے ابو بشر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے کہا کہ پڑھا رسول اللہ صلعم نے مکہ میں سورہ نجم پس جب پہنچے آیت افرایتم پر تو شیطان نے آپ کی زبان پر ڈال دیا کلمہ "تلک الغرانیق العلیٰ" کو پس مشرک بولے آج سے پہلے انہوں نے ہمارے دیوتاؤں کو کبھی بھلائی کے ساتھ یاد نہیں کیا تھا پس آنحضرت نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی وما ارسلنا من قبلک ۔

پنڈت لیکھرام آریہ اپنی کتاب تکذیب براہین احمدیہ جلد اول کے صفحہ ۲۰ (کلیات آریہ مسافر حصہ سوم صفحہ ۲۸۴) پر لکھتا ہے۔

"سورۃ النجم۔ افرایتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثہ الاخریٰ تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتہن لترتجیٰ[1] ۔ (ترجمہ) تم دیکھتے ہو لات اور عزیٰ اور منات بتوں کی ..... یہ تینوں بت بڑے بزرگ ہیں اور ان کی شفاعت کی امید رکھنی چاہیئے۔ وقت نزول سورہ نجم کے محمد صاحب کعبہ میں (جن دنوں کعبہ میں بت تھے اور پرستش ہوتی

[1] نقل مطابق اصل۔

تھی۔ بیٹھ کر سورہ نجم سنا رہے تھے اس وقت وہاں بہت کافر اور مسلمان ملے ہوئے طواف کر رہے تھے جب تمام سورہ پڑھ چکے تو مسلمانوں اور کافروں سب نے اکٹھا سجدہ کیا اور لوگ نہایت خوش ہو گئے کہ اب محمدؐ انصاف پر آ گیا اور جس طرح ہم بتوں کو شفیع جانتے ہیں اسی طرح قرآن میں بھی یاد کیا۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ابن عباس و محمد بن کعب القرظی اور سوائے ان کے جماعت مفسرین نے کہا کہ جب محمد صاحب نے دیکھا کہ ان کی قوم قرآن کو تسلیم نہیں کرتی تو انہوں نے اپنے دل میں تمنا کی کہ خدا کی طرف سے کوئی ایسی آیت قرآن میں نازل ہو جائے کہ جو مابین ان کے اور قوم کے دوستی پیدا کرے پس ایسا ہی ہوا کہ ایک دن محمد صاحب جب مجلس قریش میں حاضر تھے کہ خدا نے سورۃ والنجم نازل کی پس رسول اللہ نے اس کو پڑھا جب کہ محمد صاحب اس سورۃ کے اس قول افرایتم سے الاخرے تک پہنچے شیطان نے ان کی زبان پر وہ بات ڈالدی جس کی وے تمنا کرتے تھے۔ یعنی یہ فقرہ تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتهن لترتجیٰ۔ یعنی بت بڑے بزرگ ہیں اور تحقیق ان سے شفاعت کی امید رکھنی چاہئے پس قریش یہ سنتے ہی خوش ہو گئے۔

بت پرستی اور بتوں کی تعریف خدا کی جانب سے قرآن میں موجود ہے جس سے یقین غالب ہے کہ قرآن حق کی طرف سے نہیں ہے بلکہ محمد صاحب کا طبعزاد ہے یقین واثق اور امر محقق ہے کہ قرآن بت پرستی کی تعلیم ضرورت کے وقت ضرور دیتا ہے" (نیز دیکھو آریہ گزٹ جلد ۲۸ نمبر ۳ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۷)

اقول (۱) سورۃ نجم۔ جزء ۲۷ کے رکوع ۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"قسم ہے تارے کی جب گرے نہیں بہک گیا یار تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا۔ اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے نہیں وہ مگر وحی بھیجی جاتی ہے سکھلایا اس کو سخت قوتوں والوں نے .... کہ پس پورا نظر آیا اور وہ بیچ کنارے بلند کے تھا۔ پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا پس تھا قدر دو کمانوں کے یا زیادہ نزدیک پس وحی پہنچائی طرف بندے اپنے کے جو وحی پہنچائی نہیں جھوٹ بولا دل نے جو کچھ کہ دیکھا۔ کیا پس جھگڑتے ہو تم اس سے اوپر اس چیز کے کہ دیکھا ہے اور البتہ تحقیق دیکھا ہے اس نے اس کو ایک بار اور۔ نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک اس کے ہے جنت الماویٰ جس وقت کہ ڈھانک رہی تھی نہیں کجی کی نظر نے اور نہ زیادہ بڑھ گئی۔ تحقیق دیکھا اس نے نشانیوں پروردگار اپنے کی سے بڑی کو۔ کیا پس دیکھا تم نے لات اور عزیٰ کو اور مناۃ تیسرے پچھلے کو کیا واسطے تمہارے بیٹے ہیں۔ اور واسطے اس کے عورتیں۔ یہ اس وقت بانٹنا ہے بہت برا نہیں ہے مگر نام کہ مقرر کر لیے ہیں ان کو تم نے اور باپوں تمہارے نے نہیں اوتاری اللہ نے بیچ اس کے کچھ دلیل نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی اور اس چیز کی کہ چاہتے ہیں جی اور البتہ تحقیق آئی ان کے پاس پروردگار ان کے کی طرف سے ہدایت"

نوٹ:۔ پنڈت لیکھرام (مقتول) آریہ "کلیات آریہ مسافر" کے صفحہ ۴۹۴ پر لکھتا ہے کہ

"افرءیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتهن لترتجیٰ۔

(ترجمہ) تم دیکھتے ہو لات اور عزیٰ اور منات بتوں کو یہ تینوں بت بڑے بزرگ ہیں اور ان کی شفاعت

کی امید رکھنی چاہیئے"۔

حالانکہ قرآن مجید میں الفاظ (تلك الغرانق العلیٰ و ان شفاعتهن لترتجیٰ) نہیں ہے بلکہ سورہ نجم پارہ ۲۷ میں یوں لکھا ہے:۔

"اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى۔ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى۔ اِنْ هِیَ اِلَّا اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ"

(ترجمہ) کیا پس دیکھا تم نے لات عزیٰ کو اور مناۃ تیسرے پچھلے کو۔ کیا واسطے تمہارے مرد ہیں اور واسطے خدا کے عورتیں۔ یہ اسوقت بانٹنا ہے بہت برا نہیں یہ نام کہ مقرر کر لیا ہے ان کو تم نے اور باپوں تمہارے نے نہیں اتاری اللہ نے ساتھ اس کے کچھ دلیل۔

(۲) سورۃ نجم میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یوں بیان فرماتے ہیں۔

(۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (ترجمہ) نہیں بہک گیا یار تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا۔

(ب) وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى (ترجمہ) اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔

(ج) عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى (ترجمہ) سکھلایا اسکو سخت قوتوں والے نے۔

(د) فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (ترجمہ) پس وحی پہنچائی طرف بندے اپنے کے جو پہنچائی

(ہ) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (ترجمہ) نہیں کجی کی نظر نے اور نہ زیادہ بڑھ گئے

(و) لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (ترجمہ) تحقیق دیکھا اس نے نشانیوں پروردگار اپنے کی طرف سے بڑی کو۔

(۳) واضح ہو کہ سورۃ النجم شہر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھی۔ اور ہجرت شریف (یعنی ۶۲۲ء) سے پہلے اتری تھی اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (جن سے ابن ابی حاتم و طبری و ابن المنذر روایت کرتے ہیں) کی پیدائش ۴۵ ہجری کے قریب ہوئی ہے اور وفات ۹۵ھ میں۔ حالانکہ یہ سورۃ مکہ شریف میں حضرت سعید بن جبیر کی پیدائش سے ۴۸ سال پہلے نازل ہوئی تھی پس یہ روایت مرفوع متصل نہ ہوئی اور نہ ہی صحیح ٹھیری۔

(۴) یہ قصہ محض غلط اور سرے سے فضول نیز ناولوں کی من گھڑت اور ہمدخوں کی بیہودہ تراش خراش ہے محققین مفسرین اور صحابہ کرام سے یہ قصہ بایں الفاظ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اور باوصف ثابت نہ ہونے بلکہ محض باطل ہونیکے علما و محققین نے کتاب اللہ سے اس کے تغلیط اور ابطال کیا ہے اور چند قطعی نصوص اس کے بے سروپا ہونے پر قائم کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین۔ یعنی اگر محمد کوئی بات دل سے گھڑ کر کہدیتے کہ یہ بھی کلام خدا ہے تو ہم اس کا دایاں (ہاتھ) پکڑ لیتے اور پھر ان کے دل کی رگ یا گردن کاٹ ڈالتے منجملہ ان کے ایک یہ کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى یعنی ہمارا پیغمبر اپنے دلی چاؤ نفسانی خواہش سے کچھ نہیں کہتا منجملہ ان کے ایک یہ کہ ولولا ان ثبتناك لقد کدت ترکن الیهم یعنی اے پیغمبر اگر ہم تمہیں ثابت قدمی اور استقلال عنایت نہ کرتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ہی ہو جاتے پس ان آیات اور قطعی نصوص سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بات سے بالکل پاک اور معصوم تھے اور آپ کی شان نبوت کوسوں اس سے دور تھی اور اگر ایسا ہوتا تو عصمت نبوت بالکل چھو چھری ہو جاتی۔ اور منصب رسالت میں بڑا فتور پڑتا یہ نصوص تھیں جو اس قصہ کے بطلان پر پیش کی گئیں۔ اب ہم علماء سلف

کے وہ چند اقوال ذکر کرتے ہیں جن سے اس قصہ کا بے اصل ہونا ثابت ہوتا ہے امام بزارؒ جو ایک بڑے محدث ہو گزرے ہیں فرماتے ہیں

ھذا الحدیث لا نعلمہ یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باسناد متصل۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:۔ ھذہ القصۃ غیر ثابتۃ من جھۃ النقل

امام الائمۃ ابن خزیمۃ کا قول ہے کہ یہ قصہ زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔ قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں۔ کہ تمام امت کا اس پر اتفاق و اجماع ہو چکا ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلاف واقع کے خبر دینے سے معصوم اور پاک ہیں آپ سے نہ تو کبھی عمداً اور قصداً ہی خلاف ہو سکتا ہے نہ سہواً اور غلطاً ہی۔ امام رازیؒ و قاضی بیضاویؒ و صاحب مدارک وغیرہ محققین نے بھی اس قصہ کو باطل اور موضوع بتایا ہے (اعظم التفاسیر حصہ ہفتدہم صفحہ ۲۰۳)

فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۹ صفحہ ۲۵۷ اور

(۵) فیض الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۹ وان صفحہ ۵۱ پر لکھا ہے۔

"امام بزارؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند میں کلبی ہے اور کلبی متروک ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ اور نحاسؒ نے اس کو اور سند سے روایت کیا ہے اور اس میں واقدی ہے اور روایت کیا اس کو ابن اسحاق اور طبری وغیرہ نے کئی طریقوں سے اور سب طریق اس کے سوائے طریق سعید بن جبیر کے یا ضعیف ہیں یا منقطع............ اور رد کیا ہے اس حدیث کو ابن عربیؒ اور عیاضؒ نے اور کہا ابن عربیؒ نے کہ بزارؒ نے اسمیں بہت روایتیں ذکر کی ہیں لیکن وہ باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں اور کہا عیاض نے کہ نہیں نکالا اس حدیث کو کسی نے صحت سے اور نہیں روایت کیا اس کو کسی ثقہ نے ساتھ سند سلیم متصل کے باوجود ضعیف ہونے راویوں کے اور مضطرب ہونے روایتوں کے اور منقطع ہونے سند اس کی کے اور کسی مفسر اور تابعی نے اس کو مرفوع نہیں کیا اور اکثر طرق اس کی ضعیف اور واہی ہیں اور البتہ بیان کیا ہے بزار نے کہ نہیں پہچانی جاتی کسی طریق جائز سے اور اگر یہ بات واقع ہوتی تو بہت مسلمان مرتد ہو جاتے۔"

(۶) تفسیر ابن کثیر جلد چھٹی کے صفحہ ۵۲ اور فتح البیان جلد ۶ صفحہ ۲۰۱ اور تفسیر ترجمان القرآن کی جلد آٹھ کے صفحہ ۲۷۷ پر لکھا ہے:۔

"یہ قصہ جن طرق سے مروی ہے سب کے سب مرسل ہیں۔ میں نے کسی صحیح طریق سے اسی کو مسند نہیں پایا"

(۷) تفسیر فتح البیان کی جلد ۶ کے صفحہ ۲۰۰ اور ترجمان القرآن کی جلد ۸ کے صفحہ ۲۷۷ پر ہے۔

"اور یہ قصہ بالکل غلط ہے کسی طرح سے ثابت نہیں اور باوجود نہ صحیح ہونے کے بلکہ باطل ہونے اس قصہ کے محققین نے اس کو کتاب اللہ سے رد کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (اور اگر بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اس کا داہنا ہاتھ پھر رگ کاٹ ڈالتے اس کے دل کی رگ) اور فرمایا (اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے) اور فرمایا۔ (اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو ٹھیرا رکھا ہے تو تو لگ ہی جاتا جھکنے ان کی طرف) پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جھکنے کے پاس جانے کی بھی نفی کر دی۔ چہ جائیکہ ان کی طرف جاویں۔ امام بزارؒ نے فرمایا۔ ھذا الحدیث لا نعلمہ یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم باسناد متصل اور امام بیہقیؒ نے فرمایا ھذہ القصۃ غیر ثابتۃ من جھۃ النقل پھر بیہقیؒ نے اس میں کلام کرنی شروع کی کہ اس قصہ کے راویوں میں طعن ہے اور امام الائمۃ ابن خزیمۃؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ زنادقہ کا بنایا ہوا ہے قاضی عیاضؒ نے شفاء میں کہا کہ کل امت مرحومہ نے اجماع کیا ہے اس امر پر کہ جو چیز اللہ کی طرف سے پہنچانی فرض ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معصوم ہیں اس سے کہ خلاف واقع کی خبر دیں
نہ قصداً اور عمداً سے اور نہ سہو اور غلط سے
خلاف ہو سکتا ہے امام رازی نے کہا کہ یہ قصہ
باطل ہے موضوع اس کا قائل ہونا ہرگز جائز نہیں۔
(نوٹ) ان کے علاوہ تفسیر کبیر (یعنی مفاتیح الغیب) کی
جلد ۶ کے صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶ و تفسیر ابی السعود جلد ۶ صفحہ ۳۸۸
تفسیر بیضاوی کی جلد ۲ صفحہ ۵۵ ۔ تفسیر صاحب الرحمٰن جلد ۱۷
کے صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۲ ۔ عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۵۱۰ و ۵۱۱ ۔
عمدۃ القاری جلد ۹ صفحہ ۱۷۴ ۔ نووی شرح صحیح مسلم جلد اول
کے صفحہ ۲۱۵ ۔ شرح الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ پر اس کے متعلق
بہت کچھ محققانہ طور پر لکھا ہوا ہے اس کے بعد سورۃ الحج (پارہ
۱۷) کی آیت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔

آیات قرآنی

سورۃ الحج پارہ ۱۷ کے رکوع ۱۳ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔
وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى
اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ
مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ
قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ
شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝
الآیۃ

(ترجمہ) اور جن لوگوں نے کوشش کی ہے ہماری آیتوں
میں عاجز کرنے کے لئے یہ لوگ دوزخی ہیں۔ اور نہیں بھیجا ہم نے
تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت آرزو کرتا تھا
ڈال دیتا تھا شیطان اس کی آرزو میں پس اللہ دور کرتا ہے۔ جو
کچھ ڈالا ہے شیطان نے پھر محکم کرتا ہے اللہ اپنی آیتوں کو اور اللہ
جاننے والا حکمت والا ہے۔ تاکہ کر دیوے اس چیز کو کہ ڈالتا ہے
شیطان آزمائش واسطے ان لوگوں کے کہ ان کے دلوں میں مرض
ہے اور جو کہ سخت ہیں دل ان کے اور تحقیق ظالم البتہ بیچ خلاف
دور کے ہیں اور تاکہ جانیں وہ لوگ کہ دیئے گئے علم یہ کہ وہ سچ ہے
تیرے رب کی طرف سے پس ایمان لاویں ساتھ اس کے پس
عاجزی کریں واسطے اللہ کے دل ان کے اور تحقیق اللہ راہ
دکھانے والا ہے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں۔ طرف
راہ سیدھی کے۔"

(باقی)

غلافِ خانۂ کعبہ کی تاریخی اہمیت

تحائف کعبہ کعبہ معظمہ کا نام ہمیشہ بیت اللہ تھا اسی لئے
اس کی عظمت و حرمت کی طرف ہمیشہ قلوب
بنی آدم کا میلان رہا۔ چنانچہ اپنی اس عقیدت کا اظہار دنیا کے اکابر
و اعیان نے چڑھاوے چڑھا کر کیا ہے سب سے پہلے کعب بن مرہ
نے سونے اور چاندی کی دو تلواریں بطور زیور آویزاں کیں اس کے
بعد سلاطین عجم نے سونے کا ہرن بنا کر کعبہ کے لئے پیش کش

کیا لیکن ایام جاہلیت کے تحائف سے قطع نظر کر کے عہد اسلام
پر نظر ڈالئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خزانہ کعبہ یہی نہیں کہ عہد رسالت
اور خلفائے راشدین میں محفوظ رہا۔ بلکہ جب کوئی نادر شے مسلمانوں
کے ہاتھ آئی تو خانہ کعبہ پر چڑھا دی گئی چنانچہ خزانہ کسریٰ کے جواہرات
کے دو ہلال جبکہ فاروق اعظمؓ کے سامنے منجملہ دیگر سامان پیش
ہوئے تو آپ نے انہیں کعبہ میں آویزاں فرما دیا۔ پھر خلیفہ سفاح

عباسی نے ایک زمرد کی رکابی بھیجی متوکل نے ایک طلائی کلس موتی اور جواہرات سے مرصع بھیجا جسے طلائی زنجیر میں دروازہ سے مقابل آویزان کیا گیا اس طرح جہاں جہاں اسلام کا قدم پہنچا وہاں سے کعبہ کے لئے بیش قیمت ہدیہ آتا رہا لیکن اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے آئے کہ جب انہیں ضرورت پیش آئی تو خانہ کعبہ یا اس کا کوئی چڑھاوا اپنے صرف میں لے آئے

اس بیان سے مقصد یہ ہے کہ کعبہ کی یہ بھی تعظیم ہے۔ کہ اس پر کچھ چڑھایا جاوے بس اسوقت سب سے بہتر اور سب سے خوبصورت چڑھاوا اہل مکہ کی خدمت گزاری یہ ہے یہ کہ جہاں تک ہوسکے فقراء و غرباء مساکین مجاورین کی خدمت کی جائے۔ کمی کا لحاظ نہ ہو خوش دلی اخلاص سے جو ہو سکے وہ اسی طرح تھوڑا تھوڑا بہت ہاتھوں سے جب پہنچتا رہے گا تو بہت ہو جائیگا۔

غلاف کعبہ

غلاف خانہ کعبہ اس کے احترام کی دوسری دلیل ہے بعثت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہزار برس بیشتر یمن کے بادشاہ تبع حمیری نے یمنی چادر کا غلاف کعبہ پر چڑھایا۔

اسوقت سے برابر کوئی نہ کوئی بادشاہ یا رئیس غلاف بھیجتا رہا جب مکہ فتح ہوا۔ تو خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یمنی چادر کا غلاف کعبہ کو پہنایا آپ کے بعد عمر فاروق و عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما نے مصری کپڑے کا غلاف چڑھایا پھر حضرت امیر معاویہ نے کسی موقعہ پہ دیبا کسی سال مصری اور کبھی یمنی چادر کا۔ پھر یہ دستور رہا کہ آٹھویں ذوالحجہ کو سادہ غلاف کعبہ پر ڈالتے دسویں ذوالحجہ کو اسپر ایک اور چادر ڈالدی جاتی جو ماہ مبارک رمضان تک رہتی آخر رمضان میں چادر اتار کر ایک اور غلاف ڈالدیتے خلفائے عباسیہ کے خلیفہ مامون عباسی کے عہد تک یہ معمول رہا کہ سال میں تین غلاف چڑھائے جاتے ایک سرخ دیبا کا آٹھویں ذوالحجہ کو مصری کپڑے کا پہلی رجب کو سفید دیبا کا عید الفطر کے موقعہ پر لیکن نیا غلاف چڑھاتے وقت پہلا غلاف اتارا نہیں جاتا تھا تہہ پر تہہ پہنائی جاتی تھی خلیفہ مہدی عباسی جبکہ ادائے حج کیلئے آیا تو خدام مکہ نے شکایت کی کہ غلاف کی تہیں اتنی چڑھ گئی ہیں کہ ان کے بوجھ سے دیوار کے گرنیکا اندیشہ ہے خلیفہ نے حکم دیا اور غلاف علیحدہ کئے گئے۔ دیوار کعبہ خوشبو عرقیات سے دھو کر مشک عنبر و زعفران سے لیپا گیا پھر تین غلاف ایک مصری دوسرا حریر تیسرا دیبا کا کعبہ پر چڑھائے گئے

مصر میں غلاف کے لئے خاص اوقات

جب خلافت عثمانیہ میں ضعف آگیا تو پھر خلافت چڑھانے کا یہ التزام باقی نہ رہا اور کبھی یمن سے غلاف آگیا اور کبھی مصر سے یہاں تک کہ سلطان مصر نے ایک علاقہ خاص غلاف کے لئے وقف کردیا اس موقوفہ قریہ کا نام بیسوس ہے لیکن جبکہ اس کی آمدنی ناکافی ثابت ہوئی تو ایک اور گاؤں جس کا نام سندبیس ہے وقف کیا گیا اور دونوں گاؤں صوبہ قلیوبیہ میں ہیں۔

پھر جب حکومت خاندان عثمان کی قائم ہوئی اور مصر بھی انہیں کے زیر نگیں ہوا۔ تو اب پھر غلاف کی خدمت خادم الحرمین سلاطین عثمانیہ کے متعلق ہوگئی سلیمان خان عثمانی نے یہ قرار دیا کہ غلاف سیاہ رنگ کا خانہ کعبہ کے لئے ہر سال روانہ ہوا در مدینہ طیبہ اور اندرون کعبہ کا غلاف ہر بادشاہ کی تخت نشینی پر بھیجا جائے اندرون کعبہ کا غلاف سرخ رنگ کا مدینہ طیبہ کا سبز رنگ کا اور بیرون کعبہ کا غلاف سیاہ رنگ کا۔

مدینہ طیبہ اور اندرون کعبہ کا غلاف تخت نشینی کے موقعہ پر چونکہ بھیجا جاتا تھا اس لئے اس کا صرف سلطنت ترکیہ کے ذمہ تھا اور اب ایک عرصہ سے تخت نشینی کا اسلوب کچھ اور ہے اسلئے یہ دونوں غلاف بدلے نہیں گئے سلطان عبد الحمید خان کی تخت نشینی کے موقعہ پر جو آئے تھے وہی ہیں۔ لیکن بیرون کعبہ کا سیاہ غلاف جائداد موقوفہ مصر سے متعلق تھا۔ اس لئے وہ برابر آتا رہا۔ بعض مورخین کا یہ خیال ہے۔ کہ سیاہ غلاف خلفائے عباسیہ کی تجویز ہے لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ تجویز قرارداد سلطان سلیمان خان عثمانی کی ہے؛

غلاف کعبہ کی نوعیت

غلاف کعبہ کی نوعیت یہ ہے کہ آٹھ پردے سیاہ حریر کے ہوتے ہیں۔ جن میں ہر جگہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بنا ہوتا ہے کعبہ کی چھت پر حلقے نصب ہیں۔ اور نیچے شاذروان میں بھی حلقے پڑے ہوئے ہیں کعبہ کی ہر سمت دو دو پردے ڈالے جاتے ہیں چھت اور شاذروان کے حلقوں میں اوپر نیچے پردوں کو باندھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد ٹکنوں سے ایک پردہ کو دوسرے سے ایسا ملا دیتے ہیں۔ اس کی ہیبت ایک مربع قمیص کی ہو جاتی ہے پردہ لگانے کے بعد ثلث حصہ کے نیچے ایک حزام گردا گرد غلاف کے لگاتے ہیں یہ حزام سنہرے مقیش کا ہوتا ہے جس پر خط نسخ میں قرآن مجید کی آیات تین طرف اور سلاطین عثمانیہ کا اسما چوتھی جانب کڑھے ہوئے ہیں۔

غلاف کا وہ حصہ جو خانہ کعبہ کے دروازے کے رخ پر پڑتا ہے اس پر بعد بسم اللہ آیہ کریمہ وجعلنا البیت سے انک انت التواب الرحیم تک اور حجر اسود کے رخ کے سامنے بعد بسم اللہ قل صدق اللہ سے من کل فج عمیق تک اور اس جانب جو مقام ملکی کے مقابل ہے لیشھدوا منافع لھم سے ولیطوفوا بالبیت العتیق تک چوتھی طرف جس رخ باب رحمت واقع ہے سلاطین کے اسماء

غلاف مصر سے داخل مکہ معظمہ ہو کر شیبی صاحب کے حوالہ کر دیا جاتا اور دسویں ذوالحجہ کو بعد نماز صبح پرانا غلاف اتار کر نیا چڑھا دیا جاتا ہے زائرین حرام شریف صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے اور سیاہ غلاف شیبی صاحب کا حق ہے اسے زائرین کو دے دیتے ہیں فروخت کرتے ہیں لیکن اگر حج جمعہ کے روز ہو تو زائرین حرام سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔

غلاف کعبہ کے اخراجات

الرحلات الحجازیہ جو خدیو مصر حلمی پاشا کا سفر نامہ حجاز ہے اس میں غلاف کی تیاری کا صرف اور روانگی کا خرچ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے غلاف کی تیاری چونکہ خدیو سے ہی متعلق ہے اس لئے ان کی تحریر سے زیادہ مستند اور کوئی تحقیق نہیں ہو سکتی اس لئے اس کا ذکر کرنا مناسب نہ ہو گا۔

(۱) سنہرہ مقیش چودہ ہزار نوسو پینتیس مثقال (۱۴۹۳۵) زرد پہلا مقیش تین ہزار آٹھ سو پانچ مثقال (۳۸۰۵) اس مجموعہ کی قیمت پانچ سو پندرہ (۵۱۵) گنی مصری (۲) زرکشی کا کام کرنیوالوں کی اجرت جن کی تعداد ۷۰ نفر ہوتی ہے ایک ہزار چھ سو چونسٹھ (۱۶۶۴) گنی مصری (۳) حریر کی قیمت اور بننے والوں کی اجرت جن کی تعداد ستر نفر ہے ایک ہزار ایک سو گیارہ (۱۱۱۱) گنی مصری (۴) کام کرنیکے آلات کی قیمت دو سو گنی (۲۰۰) (۵) شب مہرجان یعنی جس رات غلاف کے جلوس کا جلسہ ہوتا ہے ۱۰ گنی (۶) تیاری غلاف کے آخر میں کام کرنے والوں کی اجرت ۲۰ گنی (۷) دفتر غلاف کے متعلقین اور کارخانہ کے مستقل ملازمین کی تنخواہ ۵۰ گنی۔

جملہ صرف یعنی میزان کل چار ہزار پانچ سو پچاس گنی مصری۔

محمل شریف

اونٹ کا کجاوا اگر ادنیٰ مرتبہ کا ہے تو اسے شبری اوسط کو شقدف اعلیٰ کو حیزران کہتے ہیں لیکن اگر ہودج اور اس کے پردے میں نفاست کی گئی ہو پھر اس کا مصرف یہ ہو کہ مکہ معظمہ یا مدینہ کو ہدایا لے جائے تو اسے محمل کہیں گے تاریخوں میں محمل عراقی اور محمل یمنی کا جو ذکر آتا ہے ان سے وہی اونٹ مراد ہیں جن پر مکہ معظمہ کے ہدایا ہودج میں پردے ڈال کر بھیجے جاتے تھے مصر سے غلاف کعبہ مع دیگر ہدایا اور تحائف ایک چوبی گنبد نما ہودج میں آتا ہے جسے محمل کہتے ہیں۔

مصر سے اس کی روانگی کا دن خاص رونق کا دن ہوتا ہے۔ خدیو مصر ایک وسیع مقام پر جسے مصطبہ کہتے ہیں وزرا اعیان دولت اور ارکان سلطنت کے ساتھ بیٹھتے ہیں علما اور سادات صوفیہ بھی اس مجمع میں ہوتے ہیں۔

اب محمل عظیم الشان جلوس کے ساتھ جس میں فوجی سوار اور پیدل فوج محمل کے خدمت گذار اور دیگر شہر کا قافلہ وغیرہ سب کے آگے امیر الحج ہوتا ہے اپنے محمولی دورہ کرتا ہوا خدیو

مصر کے مصطبہ کے پاس آتا ہے مہتمم غلاف کے ہاتھ میں محمل کی تکمیل ہوتی ہے جسے حاضر ہو کر خدیو کے ہاتھ میں دیتا ہے خدیو مصر اپنے ہاتھ میں لے کر امیر الحج کے حوالہ کرتے ہیں امیر الحج عموماً کوئی فوجی پادشاہ ہوتا ہے جس کا تعین پہلے سے کر دیا جاتا ہے اس رسم کے بعد توپوں کی سلامی ہوتی ہے اس کے بعد فوج پھر محمل ہی کے آگے امیر الحاج محمل پیچھے محالی پھر شتربان پھر نقارچی امیر الحج کی سپردگی میں علاوہ غلاف دیگر ہدایا اور زرنقد بھی ہوتا ہے جن کی میزان کل پچاس ہزار گنی مصری ہوتی ہے اگر غلاف کی تیاری کی رقم اس کے ساتھ جمع کر لی جائے تو پھر چون ہزار پانسو پچاس گنی کی میزان آئیگی۔

سال قبل تک یہ رسم جاری تھی لیکن اب کیا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔ اس کا علم الغیب مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کو ہے۔

سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین ؛

خانہ کعبہ کا غسل اور صفائی

سال میں دو مرتبہ خانہ کعبہ کی زمین کو غسل دیا جاتا ہے والی اور اعیان مکہ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں دروازہ کھلنے پر سب سے پہلے شریف مکہ داخل ہوتا ہے۔ اس کے بعد والی مکہ اس کے بعد اکابر و اعیان مکہ اس خدمت مقدسہ میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے شریف مکہ خانہ کعبہ میں داخل ہو کر پہلے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے پھر کھجور کی چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں سے چاہ زمزم کے پانی سے زمین کو دھوتا ہے زمزم کے بعد گلاب سے دھوتا ہے پانی نکلنے کے لئے خانہ کعبہ کی چوکھٹ میں ایک سوراخ بنا ہوا ہے غالہ اسی سوراخ سے نکل جاتا ہے۔

غسل کے بعد قسم قسم کے عطریات سے زمین کو اور خانہ کعبہ کی دیواروں کو جہاں تک کہ ہاتھ پہنچ سکتا ہے معطر کرتا ہے اس وقت ایک انبوہ عظیم حجاج و زائرین کا دروازہ کعبہ پر قابل دید نظارا رکھتا ہے خوشبو کی لپیٹ جو مقدس گھر سے باہر آتی ہے بجو دل و دماغ کے علاوہ ایمان کو بھی تازہ اور معطر کرتی ہے۔

ان کاموں سے فارغ ہو کر شریف باہر آتا ہے اور ان جھاڑوؤں کو حجاج زائرین کے انبوہ کی طرف پھینکتا ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے ہر شخص ایک خاص جوش کے ساتھ سعی بلیغ کرتا ہے۔

اٹھائیس ذوالقعدہ کو خانہ کعبہ کے بیرونی غلاف سے تقریباً دو گز غلاف ہر چہار سمت سے نیچے کی جانب سے کاٹ کر سفید لٹھا کا تھان گرد کعبہ کے لپیٹ دیا جاتا ہے اسی کو مکہ معظمہ کے رہنے والے احرام کعبہ کہتے ہیں۔

یہ حال کی ایجاد ہے ؛

(منادی)

جاں نثاران سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے

خوشخبری

یہ طے کیا گیا ہے کہ ربیع الاول میں اسلام کا ایک شاندار اور خاص الخاص نمبر شائع ہوگا جس میں تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر بہترین مضامین نظم و نثر ہونگے۔

یہ خاص الخاص نمبر سیرت پاک فخر لولاک پر ایک بہترین اور لاجواب ضخیم کتاب ہوگی جس کی قیمت باوجود گرانبہا مصارف کے صرف ایک روپیہ ہوگی اور خریداران اسلام کو اور جن اصحاب کا چندہ ربیع الاول سے پہلے وصول ہو جاویگا انکو یہ خاص نمبر بلا قیمت دیا جائیگا

محبان حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین فرض ہے کہ وہ اس نمبر کو ہر مسلمان تک پہنچانے کی کوشش فرماویں اور اپنی احباب و آشنا کو بطور تحفہ دینے کے لئے اس نمبر کی کثیر التعداد کاپیاں طلب فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں۔

اہل قلم اصحاب

۱۵ر جولائی تک مضامین نظم و نثر ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں

خاکسار

ایڈیٹر رسالہ اسلام امرتسر

صبح کی اذان

(از جناب مولانا سیماب صاحب اکبرآبادی)

(۱۵ رمضان المبارک کو علی الصبح اسوقت لکھی گئی جبکہ دہلی کی جامع مسجد میں اذانیں ہو رہی تھیں)

وقت سحر ہے کیا روح پرور — دہندلائے تارے فلک پر
آسودہ منزل ہے ماہ انور — لیلیٰ شب کی سمٹی ہے چادر
باغوں میں چمکے پھولوں کے زیور — خوشبو سے مہکی شاخ گل تر
وہ مرغوں کے ٹاپوں کے اندر — مسجد میں گونجی وہ بانگ برتر

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

ٹھنڈا سماں ہے ٹھنڈی ہوا ہے — اک نور تازہ پھیلا ہوا ہے
تارا سحر کا قبلہ نما ہے — مطلق سکوں ہے ساکت فضا ہے
آنکھوں میں کیا کام اب نیند کا ہے — اٹھ بیٹھنا ہی اب تو روا ہے
وقت نماز اور وقت دعا ہے — بندوں کی جانب چشم خدا ہے

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

اچھی نہیں ہے غفلت کی مستی
شیطان کی ہے یہ پیش دستی
غفلت کدہ ہے دنیا کی بستی،
ہر سانس میں ہے پستی ہی پستی،
کر مسجدوں میں بیدار ہستی
رحمت وہاں ہے ہر دم برستی،
طاعت کے بدلے جنت ہی سستی،
لازم ہے تجھ کو وحدت پرستی

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

سونا ہے تیرا ہر وقت ممکن،
حاصل نہیں کچھ سونے سے لیکن
اسوقت شور عالم ہے ساکن،
وقت سحر ہے تسکین کا ضامن
کیونکر نبھیگی یاد خدا بن،
ہونے کو ہے اب ظاہر نیا دن
وہ مسجدوں میں بولے موذن
پیغام باری سن مرد مومن،

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔

بیدار ہو کر عظمت اذان کی،
لے اپنے دل میں لذت اذان کی
واجب ہے تجھ پر حرمت اذان کی
چھائی ہے رحمت اذان کی
پھیلی ہوئی ہے وسعت اذان کی
اٹھ اور لے لے نعمت اذان کی
ہے یہ غنیمت ساعت اذان کی
رگ رگ میں بھر لے قوت اذان کی

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

تحریک تبلیغ اور اس کی کامیابی کا راز

(از جناب مولانا محمد طیب صاحب فاضل دیوبندی)

رسائل واخبارات کی کثرت نے وسائل اشاعت کو عام بنا دیا ہے ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے خیالات کی تبلیغ بآسانی کر سکتا ہے ہندوستان کے کسی ایک خطہ سے اگر ایک آواز اٹھائی جائے تو وہ چند دنوں بلکہ چند گھنٹوں میں ملک کے اس کونہ سے اس کونہ تک پہنچائی جا سکتی ہے ان وسائل کی کثرت اور اشاعت و تبلیغ کی آسانیوں سے پہلا وہ جذبہ جو کسی انسان کے دل میں موجزن ہوتا ہے اور پہلی وہ طلب جو اس کے پہلو سے سر نکالتی ہے یہ ہوتی ہے کہ اس کی ہر ایک صدا اور ہر ایک قول بجلی کی رو کی طرح ملک کے ہر ہر خطہ میں دوڑ جائے ہر شخص جب کسی مدرسہ یا کالج کی چہار دیواری سے نکلتا ہے تو یہی عمومی ذوق اس کو برانگیختہ کرتا ہے کہ وہ اپنے علمی اندوختہ سے ابنائے وطن کو مستفید کرے اور اس کی زبان سے زیادہ تبلیغ میں بلیغ جد و جہد کرے گویا وہ چاہتا ہے کہ اس کے خیالات محض شخصی رہ جانے کے بجائے آل انڈیا ہو جائیں؛ یہ جذبہ ایک حد تک مستحق تھا لیکن اس آل انڈیا جذبہ نے عام جذبات پر جو مہلک آثار پیدا کر دیئے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر محرک اپنی تحریک کو اس سے پہلے ہی تمام ملک میں عام بنا دینا چاہتا ہے کہ وہ خود بھی عملاً اس سے متاثر ہو۔ کوئی خصوصیت پیدا کرلے تو اپنے خیالات سے دنیا کو اس سے پہلے متاثر کرنے کی سعی شروع کر دیتا ہے کہ اولاً خود بھی ان سے متاثر ہو یعنی عموماً جلد باز انسان عالم کی اصلاح کی فکر میں اپنی اصلاح کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں اور اس لئے وہ آل انڈیا تحریک بجائے اس کے کہ ہمہ گیر اصلاح کرتی شاید ایک نفس انسانی بھی اس سے اصلاح پذیر نہیں ہوتا۔

افسوس ہے کہ کوئی تبلیغ اور کسی جماعت کی تبلیغی جماعت کی تبلیغی جد و جہد اصول تبلیغ کے ماتحت جاری نہیں ہوتی - تبلیغ کی وہ طبعی چال جس کو فطرت الٰہی نے تدریج اور ترتیب منازل کے ساتھ دنیا میں اتارا موجودہ تبلیغوں کو میسر نہیں اس لئے وہ ناکام ہی نہیں رہتیں بلکہ معکوس اثر پیدا کر دیتی ہیں جب ایک مسافر نے راستہ ہی غلط اختیار کر لیا تو یہی نہیں کہ وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچیگا - بلکہ رفتار میں جتنی سعی کریگا مقصد سے اتنا ہی دور بھی ہوتا جائیگا۔

ہر تحریک کی طبعی چال یہ ہے کہ وہ مرکز سے چلتی ہے اور محیط کی طرف پھیلتی جاتی ہے یعنی ہر کامیاب تحریک کا محرک سب سے پہلے خود اس سے متاثر ہوتا ہے پھر اس کا گھرانا پھر اسکے قبیلے اور پھر اس کا شہر و قریہ یہاں تک کہ سب سے آخر میں وہ تمام ملک میں پھیل جاتی ہے اور ابنائے وطن اس پر لبیک کہتے ہیں اسی لئے کہتے ہیں کہ محرک کی نہ صرف قولی بلکہ عملی جد و جہد سے اس کی تحریک کے فوائد و عواقب دنیا کے سامنے آجاتے ہیں تو ناچار ایک سچی حقیقت کے سامنے دنیا کو سر جھکا دینا پڑتا ہے کوئی تبلیغی جد و جہد جب اس راہ کو چھوڑ کر بلند پروازی کرے گی تو کس طرح کامیابی کا چہرہ دیکھ سکتی ہے

آج ہر ایک مبلغ یا محرک ایک زبانی دعویٰ لے کر کھڑا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ پہلے ساری دنیا اسے تسلیم کرلے اور اسپر عمل کرے اور سب سے آخر میں اور میرا قبیلہ اس پر عمل پیرا ہوا۔ اور اس طرح میں ایک کامیاب محرک ثابت ہوں۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے کیونکہ اس کا زبانی قول اس کا دعویٰ ہے اور اس کی دلیل صرف اس کا عمل ہے دنیا کا کوئی

مرد بھی کسی دعوے کو بلا دلیل تسلیم نہیں کر سکتا آج ہر ایک آدمی کی خواہش ہے کہ میری تحریک عملاً محیط سے چلے اور مرکز پر آکر ختم ہو لیکن کب ممکن ہے کہ پیروں سے چلنے والی چیز سر کے بل چل کر منزل مقصود تک پہنچ جائے اور کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ فطرت کے خلاف چال چلنے میں کوئی فطری نتیجہ برآمد ہو۔

آج دنیا کو تنظیم اور وحدت عامہ کی تبلیغ کی جارہی ہے اس قسم کی تحریکات کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوئیں اس لئے کہ دنیا کو تنظیم کی دعوت دینے والے کثرت سے وہی ہیں جو باہم منظم نہیں ہیں ہزاروں رزولیوشن اور تجاویز ہیں جو عمل کی معیت سے محروم ہیں کیونکہ پیشتر ان کو پاس کرنے اور ملک میں عام بنانیکے خواہشمند وہی ہیں جو خود عمل سے دستبردار ہیں پھر کثرت سے خدا اور رسول کا پیغام حق سنانے والے وہی ہیں جو عملاً اس پیام سے الگ ہیں ؎

ہر یکے ناصح برائے دیگراں

اس لئے اس پیام میں کوئی اثر نہیں گویا محرکوں کی جماعت اپنی تحریک پر عمل پیرا ہونے کے لئے دنیا کے عمل کی منتظر رہتی ہے اس لئے وہ سب سے اپنا پیام بجائے اپنے تئیں سنانے کے عالم کو سناتے ہیں اور ابتداً ہی ہر تحریک و تبلیغ "آل انڈیا" بن جاتی ہے انصاف سے بتلاؤ کہ کیا سچی تبلیغیں دنیا میں اسیطرح کامیاب ہوئی ہیں۔ اور کیا کوئی محرک جب تک قول سے پہلے عملی نمونہ بنکر نہیں ظاہر ہوا ہے کسی نے اس کی آواز پر کان دھرا ہے؟ کبھی نہیں!

دنیا کی سب سے زیادہ زبردست، سب سے زیادہ عالمگیر اور سب سے زیادہ کامیاب تبلیغ مذہب اسلام کی تبلیغ ہے یہی تحریک تیرہ صدی پیشتر اٹھی جس کا ہمہ گیر سیلاب خشک و تر کو بہالے گیا کیونکہ دنیا میں اسلام اسی لئے آیا تھا کہ دنیا پر چھاجائے ساری کائنات پر محیط ہو جائے اور سارے قلوب اس کے زیر نگیں آجائیں اس کی تحریک آل انڈیا یا آل حجاز تحریک نہ تھی بلکہ آل ورلڈ، تمام دنیا کی تحریک تھی اور وہ جس درجہ کی تحریک تھی اسی درجہ میں کامیاب بھی ہوئی اس نے سلطنتوں کو تہ وبالا کر ڈالا متکبروں کے غرور توڑ دیئے خود سروں کے دماغ ڈھیلے کر دیئے دنیا کا کوئی بیت مدر اور وبر خالی نہ رہا کہ اسلام کی آواز وہاں تک نہ پہنچی ہو اور آئندہ پہنچ نہ جائے لیکن اس تحریک کو ایسی محیر العقول کامیابی کس طرح حاصل ہوئی۔

اس طرح کہ تبلیغ اپنی طبعی چال چلی جس طریق پر فطرت الٰہی نے اس کے لئے کامیابی رکھی تھی اسی طریق پر چل کر اس نے کامیابی کو پکڑا۔

یہ تبلیغی کامیابی اور تحریکی فتحمندی ہم کو اسوۂ نبوت میں ملتی ہے۔ تبلیغ اور اس کے مراتب۔ تحریک اور اس کا پرواز اصولاً وفروعاً ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی زندگی میں دستیاب ہوتا ہے؛

اسلام کی زبردست تحریک عالمگیر اور ساری دنیا کی تمام سے عام تحریک ہونے کے باوجود کس طرح شروع ہوئی؟ اس طرح پر نہیں کہ آپ نے مبعوث ہوتے ہی ایک دم ساری دنیا کو للکارا پوسٹر شائع کئے اور بیک آن سارے عالم کو اپنی تحریک پر مطلع فرمایا ہو، نہ بعثت کے دوسرے ہی دن مخلوق یہ دیکھا کہ آپ نے ایک سفر ہندوستان کا اور ایک سفر ایران کا فرمایا جہاں پتھر اور آتش کے پوجاریوں نے تاریکی میں بیش از بیش اضافہ کر دیا تھا نہ آپ نے مصر و سوڈان کی طرف کوچ کیا جہاں دہریت و الحاد کی سمی ہواؤں نے فضائے انسانی کو تیرہ و تار بنا دیا تھا اور نہ دنیا کے اور مختلف خطوں میں راہ پیمائی فرمائی جو مختلف روحانی امراض میں دم توڑ رہے تھے۔ حالانکہ آپ مبعوث ہوتے ہی سارے عالم کی طرف مبعوث تھے اور ابتداء ہی سے دعوت عام لیکر دنیا میں تشریف لائے تھے؛

(۱) نہیں بلکہ سب سے پہلے آپ نے باوجود فطرتی اور وہبی کمالات نبوت کے اس کی تاسی کے لئے چالیس سال کا زمانہ اپنی ذات مبارک وہ گذرا کہ جس میں تعبد۔ زہد و ورع اور

تقوٰی اور حب الٰہی اور عشق ربانی کے دریا اپنے اندر جذب فرما لئے گویا اسوقت آپ کے کمالات لازمی تھے متعدی نہ تھے چالیس سال کے بعد آپ کو جس عظیم الشان تحریک کا محرک بننا تھا قدرت نے سب سے پہلے اس تحریک سے خود آپ کو متحرک بنایا جس قرآن کی تبلیغ آپ کو سپرد کیجانیوالی تھی اس قرآن کو اخلاق وملکات کی شکل میں سب سے پہلے آپکے قلب میں پیوست کر دیا گیا تاکہ جس وقت درکو بھی آپ اپنے قلبی علوم کی تبلیغ فرمائیں اُس کو ماننے سے اسلئے چارہ نہ رہے کہ آپ خود اس سے متاثر اور مستفید ہیں۔ خلقہ القرآن

کسی تحریک یا تبلیغ کا یہ پہلا درجہ ہے کہ محرک پہلے اپنے تئیں اپنی تحریک کا مخاطب بنائے اور عملاً اسپر لبیک کہے کیونکہ محرک کے ذاتی عمل اور اس کے عمل کے پاک نتائج دیکھکر ہی کوئی دوسرا اس تحریک کو قبول کر سکتا ہے۔

(۲) جب کہ ایک محرک اپنی پاک تحریک سے خود متاثر ہو جائے تو اب بیشک اس کو حق ہے کہ وہ اُس تحریک کی تبلیغ کرے اور دوسروں کو بھی اس صداقت سے متاثر ہونے کا موقعہ دے لیکن ابتداً ایک محرک جس کو تبلیغ کریگا وہ فطرةً وہی ہونا چاہیئے جو محرک کے بہت زیادہ قریب اسکا ہم آہنگ اس کی معاشرت اور دلیل ونہار کی زندگی کا شریک ہو۔ اور یقیناً کسی آواز کو سب سے پہلے وہی سن سکتا ہے جو آواز دینے والے سے سب سے زیادہ قریب ہو اس قرب وقرابت کے درجہ میں یہ درجہ صرف انسان کی بیوی کہتی ہے اور اس سے ہرگز بڑھکر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے سرتاج کے مشورہ پر بطوع ورغبت لبیک کہہ اٹھے پس قرآن کریم نے تبلیغ کا دوسرا درجہ اپنے مبلغ اول کو تلقین فرمایا ہے۔

وامر اھلک بالصلوٰة واصطبر علیہا اور حکم کیجئے اپنے گھروالوں کو نماز کا اور صبر کیجئے اوپر اس کے۔

اور جب یہ کہ دو درجے اصلاح نفس واصلاح اہل ہم لازم وملازم تھے اور تبلیغ میں طبعاً یہی ترتیب فطری تھی تو قرآن کریم نے عام مسلمانوں کو اسی ترتیب سے تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا :-

یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا۔

(اے ایمان والو بچاؤ اپنے کو اور اپنے لوگوں کو آگ سے)

(۳) جب کہ ایک گھرانے میں خاوند بیوی ملکر ایک نظام عمل پر کاربند ہو گئے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ سارا گھرانہ اسی مشرب کے دائرہ میں آگیا کیونکہ گھر کے اندرونی اور بیرونی سلطان یہی دو نفر ہیں۔ باقی سب اہل خانہ ان کی رعیت ہیں اور الناس علی دین ملوکہم اور جب کہ ایک پورا گھرانہ ایک صداقت کا عملی نمونہ بن گیا تو اس گھرانہ کے اور قریبی عزیز واقارب کو بہت جلد اس تحریک سے متاثر کیا جاسکتا کیونکہ اقربا میں کسی تحریک کی ناکامی محرک یا اس کے گھرانے کی بے عملی سے پیدا ہوتی ہے پس قرآن نے اپنی تبلیغ کا ایک قدم اور بڑھایا۔ اور آپ کو امر کیا گیا کہ قریب کے رشتہ داروں میں اپنے دین کی تبلیغ فرماویں۔ وانذر عشیرتک الاقربین۔

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نسلی اور قریبی رشتہ داروں کو جمع فرمایا اور ہر ایک کا نام لیکر عذاب آخرت سے ڈرایا کچھ بختور جھک گئے اور کچھ بدبخت انکار کر گئے۔

(۴) بہر حال جب کہ خود محرک ومبلغ۔ اس کا گھرانہ اور اس کا خاندان ایک راہ پر آجائے تو اب اس کامیاب تبلیغ کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ پورے اور اس کے نواحی واطراف تک پھیلائی جاسکے چنانچہ قرآن نے ارشاد فرمایا :-

وکذلک اوحینا الیک قراناً عربیاً لتنذر ام القری ومن حولہا۔ (اور اسی طرح وحی کیا ہم نے آپکی طرف قرآن عربی تاکہ ڈرائیں آپ مکے والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو)

چنانچہ آپ نے تبلیغ عام فرمائی اور ام القریٰ کی سعید وپاک بازروحوں نے بتدریج لبیک کہنا شروع کر دیا۔

(۵) پس جو تبلیغ اپنے گھر میں کامیاب ہوئی پس ایک خاندان میں اور پھر اپنے پورے شہر اور اس کے ماحول پر نتائج خیز شکلوں میں فتحیاب ہوئی تو اب فطرۃً اس کے لئے نہایت آسان ہے کہ وہ محرک کی پوری قوم کو اپنے نذیر نگیں لے آئے اور طبعاً بھی اب اس کے لئے یہی درجہ ہے کہ وہ پوری قوم پر حاوی ہو سکے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہی حکم ہوا کہ اب اپنی ساری قوم کو للکار کر خدا کا پیام سُنا دو۔

لتنذر قوماً ما انذر اباءھم فھم غفلون تاکہ تم اس پوری قوم کو ڈراؤ کہ جن کے آباؤ نہیں ڈرائے گئے وہ غفلت میں ہیں۔

چنانچہ آپ نے عربوں کی قوم میں اپنی اس تحریک صداقت کو عام کرنا شروع فرمایا اور اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہونے شروع ہو گئے اور کیسے داخل نہ ہوتے جب کہ عمل کی روشنی خود محرک اس کے گھرانے اور اس کے خاندان اور اس کے شہر و دیہات سے پھوٹ پھوٹ کر عالم میں پھیل رہی تھی اسی روشنی نے بڑھ کر پوری قوم کی ظلمت کو کافور کر دیا اور رانجم کا ذب ابلیس حجاز کی سرزمین سے مایوس ہو گیا۔

(۶) اب غور کرلو کہ جب ایک قوم کی قوم علمی روشنی سے آفتاب و ماہتاب بن جائے عرب کا سارا آسمان چھوٹے اور بڑے ستاروں سے چمک اٹھے اور پھر ساتھ ہی آفتاب بھی نور پاشی فرمائے تو کیا وجہ ہے کہ ساری دنیا کی ظلمت و تاریکی نہ مٹے اور کیا وجہ ہے کہ اس عالمگیر روشنی کو کسی ایک خطہ میں بند کر کے دوسرے خطوں کو تاریکی میں چھوڑ دیا جائے۔

چنانچہ اس نور اور کتاب مبین کی ضیا بار تبلیغ کا اب فطرۃً یہ درجہ آن پہنچا کہ وہ صرف قوم عرب کے لئے مخصوص نہ رہے بلکہ اس کی تبلیغ سے دنیا کی تمام اطراف اور زمین کا چپہ چپہ منور ہو جائیں اور ضرور ہے کہ جو تبلیغ اس طرح درجہ بدرجہ کامیاب ہوتی آتی تھی وہ سارے عالم پر بھی کامیاب ہو جائے چنانچہ آپ کو یہ امر فرمایا گیا:۔

لیکون للعلمین نذیرا ہ

اور فرمایا

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

یہ ہے تحریک کی طبعی رفتار اور کامیاب طریقہ اسلام کی تحریک حالانکہ ابتدا ہی سے عالمگیر تھی مگر اس کے لئے یہ تدریج ایسی ہی فطری تھی جیسے تکوینیات میں ایسے انسان کو بتدریج شیر خواری سے کہولت تک پہنچایا جاتا ہے۔

جس طرح ایک حقیر اور ننھی کونپل کو بتدریج تناور درخت بنایا جاتا ہے جس طرح آفتاب دوار کو بتدریج عروج اور بتدریج نزول دیا جاتا ہے جس طرح قمر کو بتدریج ہلال سے بدر بنایا جاتا ہے اور جس طرح تشریعیات میں دین اسلام کو بتدریج آدمؑ سے چلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکر مکمل اور نوجوان کیا جاتا ہے۔

پس جسطرح دنیا و دین کے تمام ظاہری و باطنی حسی و معنوی امور میں اللہ کی فطرت تانی و تدریج رکھی اور اس پر عالم کے نظام کو دائر کر دیا ٹھیک اسی طرح تبلیغ بھی ایک معنوی جذبہ ہے جو ہر انسان میں اپنے خیالات کے لئے پیدا ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ ان خیالات کو عام بنائے پس اسکی سخت غلطی ہو گی اگر وہ تبلیغ کی اس تدریجی رفتار کو بھول جائے اور بجائے اپنے سے ابتداء کرنے کے اپنی عام قوم سے ابتداء کا طالب ہو۔

پس میرے خیال میں کسی تحریک کا ابتدائً "آل انڈیا" بنا دیا جانا اس کی ناکامی کی روشن دلیل ہے اگر اسلام جیسی عالمگیر تحریک جس سے دنیا کا کوئی خطہ مستثنےٰ نہیں کیا جا سکتا اس رفتار کی پابندی ہے تو خاص خاص قومی، وطنی، اور مقامی تحریکات کیوں اس تدریج و تانی کے دائرہ

سے الگ رہیں گی اور اگر رہیں گی تو بیشک ناکام بھی ہونگی
پس جس طرح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود نمونہ عمل
بنکر سب سے پہلے اپنے قریہ اور اس کے ماحول میں ہداۃ
اور مبلغین کی ایک جماعت تیار کر دی جس نے قول سے
نہیں بلکہ عمل سے اپنا اور اپنی تحریک صداقت کا اقرار کرایا
اسی طرح اور اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ آج بھی
اگر کوئی مبلغین کی کوئی جماعت کسی تحریک کو لے کر اٹھے
تو اس کا اولیں فرض ہے کہ وہ نمائش قول نہیں بلکہ نمونۂ
عمل بنکر اٹھے تاکہ دنیا اس کی تحریک پر سر جھکا لینے کے لئے

مجبور ہو جائے کیا خوب کہا گیا ہے۔
قلب الاحمق فی فیہ ولسان (احمق کا دل اسکے منہ میں ہوتا ہے
العاقل فی قلبہٖ (یعنی وہ ہر جذبہ کا اظہار قول سے کرتا ہے) اور زبان
عقلمند کی اس کے قلب میں ہوتی ہے (یعنی وہ جذبات کا اظہار زبان سے
نہیں بلکہ عمل سے کرتا ہے۔ پس دنیا میں ناکام اور نکمے ہونے کے
علامت ہی قول ہے جو عمل سے پہلے ہو۔ یاایھا الذین امنوا لم
تقولون مالا تفعلون ہ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا
مالا تفعلون ہ

وادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ٭ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی
(پیشوا)

"السلام علیکم"

(از جناب مولانا محمد عظیم صاحب)

یہ امر قدرتی طور پر مروج ہے کہ ہر مذہب و ملت کے
لوگ جب ملتے ہیں تو پہلے اظہار مطلب کے لئے کچھ نہ
کچھ کلمات منہ سے کہا کرتے ہیں یہ قاعدہ آجکل اور بھی
وسعت پکڑ گیا ہے حتیٰ کہ وہ ملک اور قومیں بھی اس سے
مستثنٰے نہیں کہ جو اپنے آپ کو تمام دنیا سے بہتر اور
مہذب مانتی ہیں سلام کے بعض طریقے تو مذہبی ہیں۔ مگر
اکثر لوگوں کے ایجاد کردہ ہیں سناتن دہرم پر اپنے ہندوؤں
کا رواج ہے کہ وہ بوقت ملاقات رام رام یا جے ہری اور
پنجاب کے پیریں پونا' یا پاؤں پڑے' کہا کرتے ہیں، آریہ ست
والے لوگ ملتے وقت نمستے کہا کرتے ہیں جس کے معنے ہیں
ہیں تیری تعظیم کرتا ہوں سکھوں کا سلام ملتے وقت "واہگورو
جی کی فتح" کہنا مذہبی طریق سمجھا جاتا ہے عیسائیوں میں مختلف
طریق پائے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ ملتے وقت ٹوپی اتار لیتے

ہیں اور زبان سے کچھ نہیں کہتے یہ رواج اکثر انگریزوں
میں ہے دوسرا طریق جو عام طور پر دیسیوں اور انگریزوں
میں ہے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہیں اور تکمیل اس کی مصافحہ
سے ہوتی ہے تیسرا طریق ہے کہ منہ سے گڈ مارننگ کہتے ہیں
جس کا ترجمہ یہ ہے "صبح اچھی" جس سے غالباً ایک تفاول
ہوتا ہے کہ زمانہ موافق رہے عجب نہیں کہ یہی طریق عیسائیوں
کا مذہبی ہو۔ اسلام کا مذہبی طریقہ سلام ملتے وقت "السلام علیکم"
کہنا ہے جسکے معنی ہیں کہ تم پر ہر طرح کی سلامتی ہمیشہ رہے
یہ اسلامی شعار ہے اور یہی ہر مسلمان پر سنت ہے۔
اگر ایک عقلمند انسان اور سلیم الفطرت آدمی ان تمام
طریقوں پر غور کرے تو اسے اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ بھی مشکل نہیں
کہ اسلام کا ہر ایک حکم دوسرے مذہبوں پر ترجیح رکھتا ہے۔
مگر افسوس ہے کہ مسلمان ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور

اسلامی طریقوں کو چھوڑ کر اندھا دھند دوسروں کی تقلید کرنے لگتے ہیں اور تماشہ یہ کہ پھر اتراتے بھی ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں اور ہم بڑے مہذب آدمی ہیں۔

اگر کوئی منصف مزاج شخص اس پر غور کریگا کہ ان طریقوں میں سے کونسا طریق بہتر اور بوقت ملاقات انسانی طبیعت کے مناسب ہے تو اسے ماننا پڑیگا کہ صرف السلام علیکم ہی ہے کیونکہ جس قدر اور طریقے ہیں وہ سب کے سب بے معنی اور مہمل ہیں یا کم از کم اس خیر و برکت اور خوبی اور عمدگی کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو اس پاک کلمہ السّلام علیکم میں موجود ہے ہندؤں کا پاؤں پڑے اور آریوں کا نمستے تو کسی قدر قریب قریب ہیں اس لئے کہ پاؤں پڑے سے وہی مراد ہے جو نمستے سے ہے یعنی مخاطب کی عزت کرنا یہی وجہ ہے کہ ہندوں کے پنڈت نمستے کہلانے کا صرف اپنے آپ کو مستحق جانتے ہیں اور خود دوسروں کے لئے یہ کلمہ کہنا پسند نہیں کرتے بہرحال ان دونوں میں کوئی بڑا فرق نہیں ایسا ہی سکھوں کے واگرو جی اور ہندؤں کے جے ہری ایک ہی معنے رکھتے ہیں یہ کلمات قطع نظر مشرکانہ ہونے کے ایسے مہمل ہیں کہ ایک مخالف بھی مخالف سے کہہ سکتا ہے مثلاً میں تیری تعظیم کرتا ہوں ایک معمولی بات ہے جس سے مخاطب کے لئے کوئی فائدہ متصور نہیں ہو سکتا ایسا ہی سکھوں اور ہندؤں کا واگرو جی کی فتح اور رام رام یا جے ہری وغیرہ کہنا گو ایک طرح سے مدد فتح کی درخواست ہے لیکن خاص مخاطب کے لئے نہیں ایک دشمن اپنے جی میں عداوت چھپاکر بھی یہ کلمات کہہ سکتا ہے یہی حال عیسائیوں کے گڈ مارننگ کا ہے وہ بھی مثل الفاظ مذکورہ کے مخاطب کے لئے بالخصوص کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ مخاطب کا اس میں کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی مخاطب کا صیغہ ہے۔

برخلاف ان سب کے اسلامی سلام ایسا جامع و کامل سلام ہے کہ جس پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں کسقدر خیر و برکت ہے اس میں خاص طور پر مخاطب کے لئے صحت و عافیت مطلوب ہے جس کا ہر ذی حیات محتاج ہے اور ساتھ ہی اس کے آپس میں ایک طرح سے گویا دوستانہ وعدہ ہے کہ ہماری آپس میں صلح ہے کیونکہ متکلم مخاطب کو سلامتی کا عہد دیتا ہے اور مخاطب اسے تسلیم کر کے وعلیکم السلام کہتا ہے جس کے معنی ہیں "تمپر بھی ہر طرح سے صحت اور سلامتی ہمیشہ رہے پس گویا ہر دو جانب سے باہمی سلامتی کا وعدہ ہو گیا اگر ایک دشمن بھی یہ سمجھکر دشمن کو سلام کریگا۔ تو اسے بھی آئندہ عہد شکنی کے خیال سے دشمنی کرتے ہوئے شرم آئے گی۔

مگر افسوس ہے کہ مسلمان نہ تو اس سلام کو سمجھتے ہیں۔ اور نہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں دن میں بیسوں دفعہ السّلام علیکم کہیں گے۔ مگر باہمی عداوت نہیں چھوڑینگے سو اس کا وبال انہیں لوگوں پر ہے اسلام اس کا ذمہ دار نہیں اسلام کا سلام امن و سلامتی کا ذمہ دار ہے۔

السّلام علیکم اسلام کی نشانی ہے!

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ (سریہ کی لڑائی سے واپس آتے ہوئے راستہ میں) ایک شخص بکریوں کا ریوڑ چرا تا ہوا ملا اور اس نے ان مسلمانوں کو دیکھکر السلام علیکم کہا انہوں نے (کافر سمجھکر) قتل کر دیا اور اس کا ریوڑ لے لیا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقَىٰ اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (پ ۵)

یہ قتل کرنے والے مقدادؓ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اسامہ بن زید تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ماجرا سنا تو مقدادؓ سے فرمایا کہ قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ کا کیا جواب دیگا مطلب یہ کہ بعد کلمہ کہنے کے تو نے اسے قتل کر دیا۔ (بخاری شریف)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کبھی تم پکتے مسلمان نہ ہوگے۔

جب تک کہ تم آپس میں محبت نہ کرو گے اور محبت پیدا کرنے
کا ذریعہ یہ ہے کہ آپس میں ملتے وقت السلام علیکم کہا کرو۔
(مسلم شریف)

ایک اور جگہ فرمایا کہ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر
چھ حقوق ہیں (۱) بیماری میں خبر لینا (۲) مرنے پر جنازہ
کی نماز پڑھنا (۳) دعوت کرے تو قبول کرنا (۴) اسے چھینک
آئے اور الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہنا (۵) سامنے اور
پس پشت اس کی خیر خواہی کرنا (۶) اور بڑی بات یہ ہے
کہ ملاقات کے وقت السّلام علیکم کہنا (نسائی شریف)

الغرض السلام علیکم کا رواج دینا ہے مگر مسلمانوں میں
ایک اور خرابی پیدا ہو گئی ہے اور یہ خرابی ان لوگوں میں
بھی موجود ہے کہ جو السّلام علیکم کہنے کے عادی ہیں اور
وہ یہ ہے کہ جب تک کوئی جان پہچان نہ ہو یا اس سے کسی
قسم تعلق اور راہ و رسم نہ ہو السّلام علیکم نہیں کہتے حالانکہ
حضرت نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ السّلام علیکم میں
پہچان کی ضرورت نہیں حضرت عبد بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک
شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا اسلام
(کاکام) بہتر ہے (یعنی مسلمان کی کونسی صفت اسلام بہتر
ہے) حضور نے فرمایا تیرا کھانا کھلانا اور پہچان و غیر پہچان
والے کو سلام کرنا (بخاری شریف)

یہاں یہ عذر بھی کافی نہیں کہ ہم بڑے آدمی ہو کر کیوں
چھوٹوں کو سلام کرتے پھریں کیونکہ اسلام میں شرافت
اور بڑائی کا معیار
صرف تقویٰ ہے ابی امامہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اَولی الناس باللّٰہ من بدأ بالسلام۔
اللہ کے ہاں سب سے بڑھکر اسی کی عزت ہے کہ جو پہلے السلام
علیکم کہتا ہے بلکہ حکم ہے کہ غریب کو بڑا امیر آدمی خود سلام
کرے خود حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ حکم ہوتا ہے
جن سے بڑھکر کوئی بزرگی کا مدعی نہیں ہو سکتا ہے چنانچہ
لکھا ہے کہ عتبہ بن شیبہ بن ربیعہ اور مطعم بن عدی وغیرہ
سرداران قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ
درخواست کی تھی کہ غریب لوگ مثل بلال و عمار بن یاسر
وغیرہما (رضی اللہ عنہ) آپ کے پاس سے اٹھا دیئے جایا کریں
تو ہم بیٹھا کریں گے اسوقت بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی تھی
کہ تھوڑی دیر کے واسطے اپنے لوگوں کے اٹھا دینے میں کچھ
مضائقہ نہیں تاکہ اسی طریقہ سے شاید ہدایت پر آجائیں تب
خدائے تعالیٰ نے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی فرمایا کہ اے خدا
کے رسولؐ اور اے مدعیان دولت و حکومت!
واذا جاءك الذين يؤمنون بآياتنا فقل
سلام علیکم (الآیۃ) (جب غریب مومن لوگ تمہارے پاس (ملاقات
کیلئے) آیا کریں تو تم انہیں خود سلام کیا کرو (لباب جلد اول ص۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی عادت تھی کہ بغیر کسی کام کے بھی
بازار چلے جاتے ایک روز کسی نے ان سے پوچھا کیا وجہ کہ آپ
بغیر کسی مطلب دنیاوی کے بھی بازار میں پھرتے ہیں انہوں نے
کہا میں اسواسطے بازار میں پھرتا ہوں کہ لوگوں سے ملکر السلام
علیکم کہوں۔ اور اگر کوئی مجھے سلام کرے تو میں جواب دوں
تاکہ مجھے ثواب حاصل ہو۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ
بخیل وہ شخص ہے جو السّلام علیکم سے بخل کرتا ہے یعنی وقت
ملاقات السّلام علیکم نہیں کہتا۔

یہ بھی آپ کا ارشاد ہدایت بنیاد ہے کہ جب کوئی شخص
کسی مکان پر جائے تو پہلے السّلام علیکم کہے پھر بعد میں اجازت
لےکر اندر جائے اندر جاکر پھر السّلام علیکم کہے جب واپس
ہو تو بھی السّلام علیکم کہکر آئے (مشکوٰۃ شریف)

نیز فرمایا کہ جو شخص السلام علیکم نہ کہے اسے اندر آنے کی
اجازت نہ دو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تم اپنے گھروں
میں داخل ہوا کرو تو گھر والوں کو السّلام علیکم کہا کرو۔ وہ
سلام تمہارے اور تمہارے گھر کے لئے موجب برکت ہو گا۔

بلکہ فرمایا کہ جو کوئی السلام علیکم کہکر گھر میں داخل ہوتا ہے خدا اس کے گھر میں صلح اور صفائی کا ذمہ دار ہے یعنی اس کے گھر میں فساد نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف)

غرض السّلام علیکم وہ با برکت صلح، امن کا پیغام ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی مروجہ اور مخترعہ سلام نہیں کر سکتا مگر مسلمانو کی بدبختی دیکھیئے کہ وہ اسکو چھوڑ کر "آداب عرض" "تسلیمات" وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں پس ایسے مسلمانوں کو اپنے دل میں شرمندہ ہو کر آئندہ کے لئے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہئیے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى یعنی جب تم گھروں میں اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ جانے لگو تو سلام کہو اپنے مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً (پ نور ع ۹) اپنے پر (یہ) نیک دعا ہے اللہ کے ہاں سے برکت اور ستھرائی لئے ہوئے۔

اور حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ نے اس کی تشریح ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یَا بُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَھْلِكَ اے لڑکے جب تو اپنے گھر فَسَلِّمْ تَكُوْنُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰی جایا کرے تو گھر والوں کو السّلام اَھْلِ بَيْتِكَ (ترمذی باب التسلیم علی الاہل)

علیکم کہا کر تجھپر اور تیرے گھر والوں پر برکت ہوگی۔

حیرت ہے کہ ایسے ایسے فائدے ہوتے ہوئے اب لوگ سلام علیک کرتے ہوئے شرماتے ہیں پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ رسمی جھوٹی شرم کو چھوڑ دیں اور اس سنت کو جاری کریں چھوٹے بڑے کی کچھ خصوصیت نہیں مثلاً گھر میں آئے۔ وہاں اپنی بیوی یا اپنی اولاد یا چھوٹے بھائی بہن ہیں یا اپنے نوکر چاکر خدمتگار ہیں تو یہ شرم نہ کرنی چاہئیے کہ میں ان کو السلام علیکم کس طرح کروں جو مجھ سے چھوٹے درجے والے ہیں بلکہ ضرور السّلام علیکم کہے اگر ایسا کیا جائیگا تو علاوہ سلام کا ثواب حاصل ہونیکے اس سنت کو زندہ کرنے کا ثواب بھی ہوگا جو اس ثواب سے بہت بڑا ہوگا۔

اخیر میں یہ کہدینا بھی خالی از فائدہ نہوگا کہ السلام علیکم صرف اسی دنیا ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ عالم آخرت یعنی جنت میں بھی یہی سلام مقرر ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (پ یونس) جنت میں جنتی آپس میں السلام علیکم کہا کرینگے جن لوگوں کو یہاں السلام علیکم کی عادت نہیں ان کے لئے وہاں بہت مشکل پیش آئیگی۔ اگر مسلمان اب بھی شرم نہ کریں۔ تو انکا خدا حافظ!

والسّلام من اتبع الھدیٰ:

تفسیر کبیر

رئیس المفسرین و امام المناظرین حضرت امام محمد (ملقب بہ فخر الدین) بن ضیاء الدین عمر خطیب رازی رحمۃ اللہ علیہ کی عالی شخصیت اور بلند پایہ علمی قابلیت سے اسلامی دنیا ناواقف نہیں۔ تفسیر کبیر آپ ہی کی تصنیفات میں سے ہے۔ جو علوم قرآنی کا ایک بیش بہا خزانہ اور مطالب و معانی کلام الہٰی کا لاجواب آئینہ ہے۔ اس میں امام موصوف نے ہر قسم کے مسائل دینی نہایت واضح طور پر بیان فرمائے ہیں۔ صرف الحمد شریف ہی میں سے چھ ہزار مسائل کا آپنے استخراج کیا ہے۔ تفسیر کبیر چونکہ فلسفیانہ رنگ میں ہے۔ اسلئے موجودہ زمانہ کیلئے بیحد مفید ہے۔ مگر عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے علماء کے سوا عام مسلمان اس کے فیوض و برکات سے بالکل محروم ہیں۔ ہم نے قرآن کریم کی اس خدمت کو انجام دینے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اور تفسیر کبیر کے اُردو ترجمہ کے لئے ایک لایق عالم کی خدمات حاصل کرلی ہیں جو پوری محنت اور شوق سے اس قرآنی خدمت کو انشاء اللہ انجام دینگے۔ ترجمہ میں خاص خوبیاں ہونگی:۔ (۱) اصل تفسیر کا ترجمہ لفظ بلفظ ہوگا۔ انتخاب اور اختصار یا کانٹ چھانٹ سے اصل تصنیف میں کسی قسم کا تصرف یا دست اندازی نہ ہوگی۔ (۲) اگر کسی مسئلہ میں مترجم کو دوسرے مفسرین کی رائے ظاہر کرنا مطلوب ہوگا تو وہاں اس تفسیر کا نام جلی لکھنے کے بعد اُردو میں ہی لکھا جائیگا۔ (۳) آیات قرآن مجید نہایت جلی خط میں خوبصورت لکھی جائینگی اور ترجمہ میں دوسرے مقامات کی آیات قرآنی جہاں کہیں بطور استدلال ہونگی وہ با اعراب لکھکر ان کا بھی اُردو ترجمہ لکھا جائیگا (۴) ہر آیت کی تفسیر میں جس قدر مسائل بیان ہونگے۔ ان کے عنوان قائم کئے جائیں گے۔ غرضیکہ تفسیر کبیر کا یہ لاجواب ترجمہ تمام اُردو دان برادران اسلام کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگا! (۵) ترجمہ کی خوبیوں کے علاوہ کتابت و طباعت وغیرہ کے ظاہری حسن سے انشاء اللہ پسندیدہ و دلفریب ہوگا۔ سردست پارہ اوّل کا پہلا ربع انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع کیا جائے گا جو اصحاب شائع ہونے سے پہلے اپنا نام اور پورا پتہ درج رجسٹر کرا لیں گے۔ ان کو چوتھائی قیمت کی رعایت دیجائیگی۔ دوسرے اصحاب سے پورا ہدیہ لیا جائیگا۔ اس لئے ہر مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ وہ اشاعت تفسیر کبیر کے لئے اپنے علاقہ میں پوری کوشش فرمائیں۔ اور کلام الہٰی کی اس خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹا کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔ اس لئے آپ پوری کوشش فرماکر اپنے احباب و آشنا کے نام (معہ پورا پتہ کے) بھی اپنے نام کے ساتھ درج رجسٹر ہونے کے لئے بھجوا دیں

ھدیہ ربع اوّل صرف عہ علاوہ محصول ڈاک۔

نوٹ:۔ نام درج رجسٹر کرانیوالے اصحاب سے کوئی رقم پیشگی نہیں لی جائیگی۔ صرف نام اور پورا پتہ خوشخط ہونا چاہئیے۔

خط و کتابت کا پتہ:۔

مینجر رسالہ "اسلام" امرتسر (پنجاب)

راست گفتار الیکٹرک پریس [illegible] امرتسر میں باہتمام شیخ عبد المجید پرنٹر کے چھپا اور [illegible] پبلشر نے [illegible] امرتسر سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۲۶۵

قال اللہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام

اسلامی مذہبی و تبلیغی مضامین کا ماہوار

رسالہ

اسلام امرتسر

جو

ہر مہینے کی ۲۵ تاریخ کو کوچہ دبگراں امرتسر سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر۔ محمد مہر الدین

چندہ سالانہ

والیان ریاست اور امراء و رؤسا جو عطا فرماویں

متوسط حال برادران اسلام سے بذریعہ منی آرڈر دو روپے (عہ) بذریعہ وی۔پی عہ؍

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

مینیجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

ہونی چاہیئے

قیمت فی پرچہ چار آنے (۴؍)

مندرجہ ذیل طریقوں سے آپ رسالہ اسلام کی مدد فرماویں

محبان اسلام و ہمدردان ملت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے رسالہ اسلام کی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں ذیل میں امداد اسلام کے چند طریقے لکھے جاتے ہیں امید ہے کہ آپ ان طریقوں سے امداد فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرماویں گے تاکہ آئندہ اشاعت میں ہم معاونین کرام کے اسماء گرامی شکریہ سے درج رسالہ کر سکیں۔

(۱) رسالہ کی خریداری خود منظور فرماویں۔

(۲) اپنے احباب و آشنا کے نام اور پورے پتہ تحریر فرماویں تاکہ انکی خدمت میں نمونہ مفت بھیجا جاوے اور نمونہ پہونچنے کے بعد آپ ان سے چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں۔

(۳) مریدوں، شاگردوں، معتقدوں اور دوستوں کے نام ایک کھلا خط تحریر فرما کر ہمیں ارسال فرماویں (کہ رسالہ اسلام ایسا رسالہ ہے اور اسلام کی ایسی خدمت کر رہا ہے اسلئے اسکی ضرور خریداری فرماویں) یہ خط قلمی لکھ کر بھیجدیں ہم اس کی نقلیں لکھ کر نمونوں کے ساتھ بھیجدیا کرینگے۔

(۴) علمی مذہبی مجالس اور خطبات و وعظ میں اسلام کی خدمات دینی کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو اسکی خریداری کے لئے رغبت دلادیں۔

(۵) نئے خریداروں کے لئے اپنی طرف سے انعامات مقرر فرماویں۔

(۶) اپنے علاقہ کے لکھے پڑھے معزز مسلمان اصحاب کے نام اور پورے پتہ (زیادہ سے زیادہ تعداد میں جسقدر آپ بھیج سکیں) صاف خوشخط لکھ کر ارسال فرماویں۔

(۷) ملک کے مشہور و معروف ذی علم اصحاب کو رسالہ کے لئے بہترین مضامین لکھنے پر آمادہ کریں۔

(۸) ہر قسم کے تاجروں کو ترغیب دیں کہ وہ اپنے اشتہارات رسالہ اسلام میں چھپوا دیں۔ کیونکہ یہ رسالہ کثیر الاشاعت مقبول عام و ہر دلعزیز ہے اور دور دراز مقامات پر پہونچتا ہے اور دن بدن اسکا حلقہ اشاعت وسیع ہو رہا ہے۔

نیازمند۔

مینجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

فہرست مضامین رسالہ اسلام امرتسر

جلد (۱)	بابتہ ماہ جولائی سنہ ۲۸ء	نمبر (۵)

ضروری اطلاع

رسالہ اسلام جو جناب کی خدمت میں بااُمید سرپرستی وامداد حاضر ہوتا ہے اسکا مقصد اولی تبلیغ و اشاعت اسلام و خدمت دین متین ہے مجھے یقین ہے کہ اس خالص اسلامی و مذہبی رسالہ کی امداد سے جناب کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس لئے براہ مہربانی زر امداد (چندہ سالانہ) بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماکر مشکور فرمائیں اور اسلامی آرگن کی امداد سے ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

اگر دو ہفتہ تک جناب کیطرف سے زر امداد مرحمت ہوا تو آئندہ پرچہ بلا کسی دوسری اطلاع کے بذریعہ وی پی حاضر ہوگا۔ (امراء و رؤسا کی خدمت میں ؂ اور عام برادران اسلام کی خدمت میں ؏) جس کا وصول کرنا آپکا اسلامی فرض ہوگا۔

خدانخواستہ اگر جناب کو اس کی امداد سے کوئی عذر ہو تو بواپسی ڈاک ایک کارڈ لکھکر وی پی سے روک دیں۔ تاکہ وی پی واپس ہونے کی صورت میں غریب اسلام کا ۲/ کا نقصان نہ ہو۔

نیازمند

مینجر اسلام امرتسر

(پنجاب)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قال اللّٰہ تعالیٰ ان الدین عند اللّٰہ الاسلام

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ الکریم

جلد (۱۱) — نمبر (۴)

رسالہ اسلام امرتسر

محرم الحرام ۱۳۸۲ھ — جولائی ۱۹۶۲ء

حمد

(از جناب مولانا ابو ناظم محمد کاظم صاحب بسراج گنج)

انت خلاق الثریا والثریٰ !	انت رزاق الذی ذی روح الوریٰ
انت لولائی ولی مالکی !	انت منجی انت محی ھالکی
انت وھاب کریم ناظر	انت تواب سمیع حاضر
انت محصٍ انت عبدٍ قابض	انت باقٍ انت ھادٍ خافض
انت حق انت حی رافع	انت بر انت خیر نافع !
انت معطٍ انت مغنٍ منعم	انت والٍ انت عالٍ مکرم
انت قدوس قدیر لایزال !	انت سبوح نصیر ذوالجلال
انت شافٍ ومعافٍ للانام	انت دفاع البلایا والسلام
انت کافٍ انت قاضٍ فی الامور	انت ربی انت حسبی فی الخطور

نعت شریف

(از ہز ایکسیلنسی یمین السلطنت مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب صدر اعظم مملکت دکن)

بلوائیں مجھے شاؔد جو سلطان مدینہ
جاتے ہی میں ہو جاؤنگا قربانِ مدینہ

روکینگے نہ دربان مین جانیکے لئے شاؔد
پہچانتے ہیں سب مجھے دربانِ مدینہ

لے جاؤنگا مین ساتھ فقط عشق محمدؐ
تحفہ ہے میرے پاس یہ شایانِ مدینہ

دیکھے جو تحیر کو میرے عشق نبیؐ مین
سکتے مین ہے نرگس بستانِ مدینہ

کھولے درِ جنت کو یہی کہتا ہے رضوان
بے خوف چلے جائیں غلامانِ مدینہ

نشہ ہے وہ اُن کو جو اُترتا ہی نہیں ہے
توحید کی مے پیتے ہیں مستانِ مدینہ

خاکِ رہِ یثرب کو بناؤنگا مین سرمہ
دیکھوں گا ان آنکھوں سے جو میدانِ مدینہ

اللہ دکھاوے تو مجھے روضۂ اقدس
باقی کہیں رہ جائے نہ ارمانِ مدینہ

کیوں میری شفاعت مین بھلا دیر لگیگی
کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطانِ مدینہ

کافر ہوں کہ مومن ہوں خدا جانے مین کیا ہوں
پر بندہ ہوں انکا جو ہیں سلطانِ مدینہ

کیا مجھ سے ثنا ہو سکے اک مور ہوں ادنیٰ
اعلیٰ ہیں وہی جو ہیں سلیمانِ مدینہ

مومن جو نہیں تو میں کافر بھی نہیں شاؔد
اس رمز سے آگاہ ہیں سلطانِ مدینہ

اسلام امرتسر پیمبر نمبر

محبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مژدہ جانفزا سن کر خوش ہونگے کہ ہم نے ماہ ربیع الاول میں رسالہ اسلام کا ایک خاص نمبر شائع کرنے کا انتظام کیا ہے جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک پر ملک کے ممتاز اہل قلم اصحاب کے بہترین مضامین نظم و نثر ہونگے جو کثیر الحجم ہونگے باوجود اعلیٰ کتابت و طباعت سے مزین ہونگا اور سنت نبوی کا شائق دو عالم کے لئے ایک بہترین تحفہ ہوگا یہ خاص نمبر خریداران اسلام ہی کو بلاقیمت دیا جاویگا۔

باقی تمام اصحاب ایک پیسہ فی کاپی مل سکیگا۔ البتہ جو اصحاب اپنے احباب آشنا کو بطور تحفہ دینے یا غربا و مساکین کو بغرض حصول ثواب تقسیم کرنے کیلئے متعدد کاپیاں طلب فرما دینگے انہیں خاص رعایت کی جاویگی۔

ہر دردمند اسلام کا فرض ہے کہ وہ اسکی کثیر التعداد کاپیاں طلب فرما کر ثواب دارین حاصل فرمادیں۔

اور دوسرے مسلمان اصحاب کو بھی یہ تحفہ دیکر سعادت اخروی کے مستحق بنیں۔

اہل قلم اصحاب کی خدمت میں گذارش

ملک کے تمام مسلم و غیر مسلم اہل قلم اصحاب کی خدمت میں گذارش ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک پر بہترین مضامین نظم و نثر تحریر فرما کر ہم کارکنان اسلام کو شکریہ کا موقع عطا فرمادیں اور تمام مضامین ۱۵ اگست سنہ ۳۰ء سے قبل دفتر رسالہ اسلام امرتسر میں ارسال فرما کر ممنون و مشکور فرمادیں۔

تمام مضامین مندرجہ ذیل ابواب کے ماتحت مختلف عنوانات ہونے چاہئیں۔

(۱) بعثت شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ممالک عالم خصوصاً عرب کی مذہبی اخلاقی اور تمدنی حالت کیسی تھی اور تعلیم نبوی کے اثر سے اسمیں کیا تبدیلی واقع ہوئی۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت انبیائے سابقین کتب سماوی اور علمائے یہود و نصاریٰ کی پیشگوئیاں و بشارتیں۔

(۳) آپ کی دیانت و امانت تقویٰ پرہیزگاری اور راست گوئی پر کفار عرب کی شہادتیں۔

(۴) آپ کی نسبت محققین عالم کی رائیں۔

(۵) آپ کی نبوت اور ذات گرامی صفات پر مخالفین کے اعتراضات کے دندان شکن مگر مہذبانہ جوابات

(۶) آپ کی عظمت و شان میں مسلم و غیر مسلم شعرائے ماضی و حال کا کلام

محترم معاصرین کرام سے استدعا ہے کہ اس نوٹ کو اپنے جرائد و صحائف کی زیر طبع اشاعت میں (بعینہٖ یا مختصر) درج فرما مشکور فرمادیں:

خاکسار ایڈیٹر رسالہ اسلام امرتسر

حضرت عبداللہ بن سلام کا مشرف بہ اسلام ہونا

عبداللہ بن سلام کہتے ہیں۔ کہ جب میں نے حضور کے اوصاف حمیدہ سنے اور آپ کا نام نامی و اسم گرامی مجھے معلوم ہوا تو مجھے نہایت خوشی ہوئی جب آنحضور مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور آپ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہری اس وقت میں اپنے باغ میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کچھ کام کر رہا تھا۔ میری پھوپھی خالدہ بنت حرث نیچے بیٹھی تھی ایک شخص نے آکر حضور کی تشریف آوری کا بیان کیا میں نے یہ خبر سنتے ہی نہایت زور سے تکبیر کہی میری پھوپھی نے حیران ہوکر کہا۔ واللہ اگر تو موسیٰ بن عمران کے آنیکی خبر سنتا تو بھی اسقدر خوش نہ ہوتا۔ میں نے کہا۔ خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ کے بھائی ہیں اور انہی کے دین پر ہیں۔ جسطرح موسیٰ کو خدا نے مبعوث فرمایا تھا۔ اسی طرح ان کو مبعوث کیا ہے۔ اسنے کہا کیا یہ وہی نبی آخر الزمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے قریب قیامت مبعوث ہونیکی ہمیں خبر دیگئی ہے میں نے کہا ہاں یہ وہی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر وہ حضور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئی اور اپنی گھر میں آکر سب کو مسلمان ہونیکا حکم کیا چنانچہ میری پھوپھی کے گھر کے سب چھوٹے بڑے مسلمان ہوگئے مگر میں نے اپنی مسلمان ہونیکا راز یہودیوں سے مخفی رکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ کہ میری قوم یہود کے لوگ بڑے مفتری ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے مکان میں پوشیدہ کرلیں اور جب وہ لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں تو میری نسبت انسے دریافت فرمادیں کہ وہ میری نسبت کیا کہتے ہیں کیونکہ ان کو میرے اسلام کی ابھی خبر نہیں اگر ان کو خبر ہوجاویگی تو مجھ پر طرح طرح کے الزام و بہتان باندھینگے اور عیب لگائیں گے۔

حضور نے میری گذارش منظور فرماکر مجھے مکان کے اندر داخل فرمالیا۔ پھر میری قوم یہود کے لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے کچھ سوالات اور باتیں کرنے لگے حضور نے فرمایا۔ حصین (عبداللہ بن سلام کا پہلا نام ہے) کون شخص ہے انہوں نے عرض کی ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے بہت بڑا عالم اور عابد ہے۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب وہ تعریف کرچکے تو میں نے باہر نکلکر ان سے کہا۔ اے گروہ یہود خدا سے ڈرو اور اس دین کو قبول کرو جو دین یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں واللہ تم جانتے ہو یہ خدا کے رسول ہیں ان کے نام اور ان کی صفات کو تم نے توریت میں لکھا ہوا پڑھا ہے۔ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ خدا کے رسول نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں ان پر ایمان لے آیا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں کہ یہ وہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے یہود نے کہا تو جھوٹا ہے اور وہ مجھے بُرا بھلا کہنے لگے۔ میں نے حضور سے عرض کیا۔ کہ میں حضور میں عرض کرتا تھا یہ لوگ بہت بڑے بہتان باز اور کذاب ہیں

(اقتباس)

غرضیکہ عبداللہ بن سلام نے اس کے بعد اپنے متعلقین اور احباب میں ظاہر کردیا۔

بشاراتِ احمدیہ صلعم

(گذشتہ سے پیوستہ)

دوسری بشارت

چنانچہ عہد عتیق میں ملاکی نبی کی کتاب کے باب ۳ میں ہے۔ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آویگا دیکھو وہ یقیناً آویگا رب الافواج فرماتا ہے (۲) پھر اس کے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکے گا اور جب وہ نمودار ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابن کی مانند ہے اور وہ روپے کا میل کاٹتا ہوا اور اسے خالص کرتا ہوا بیٹھیگا۔

تیسری بشارت

یسعیاہ میں ۵۶ باب ۵ میں انہیں کو اپنے گھر میں اور اپنی چار دیواری کے بیچ یادگاری کا ایک نشان اور ایک نام جو بیٹوں اور بیٹیوں کے نام سے نہایت بہتر ہے بخشونگا میں ہر ایک کو ابدی نام دونگا جو کبھی مٹایا نہ جائے گا۔

چوتھی بشارت

پیدائش ۱۲ باب ۲ اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ اور تجھکو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا اور تو ایک برکت ہوگا (۳) اور انکو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت دوں گا اور اس کو جو تجھ پر لعنت کرتا ہے لعنتی کروں گا اور دنیا کی سب گھرانے تجھ سے برکت پاویں گے۔

پیدائش ۱۲ باب اور ابرام اس ملک میں سکم کی بستی اور مورہ کے بلوط تک گذرا اور اسوقت ملک میں کنعانی تھے (۷) تب خداوند نے ابرام کو دکھلائی دیکے کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دونگا اور اس نے وہاں خداوند کیلئے جو اس پر ظاہر ہوا ایک قربانگاہ بنائی اور وہاں سے روانہ ہوکے اس نے بیت ایل کے پورب سے ایک پہاڑ کے پاس اپنا ڈیرا کھڑا کیا بیت ایل اس کے پچھم اور عی اس کے پورب تھا۔

پانچویں بشارت

پیدائش ۱۶ باب خداوند کے فرشتہ نے اسے کہا میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جاوے (۱۰) اور خداوند کے فرشتہ نے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنیگی اس کا نام اسمٰعیل رکھنا (خدا سنیگا) کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا (۱۱) وہ وحشی آدمی ہوگا اس کے ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا (۱۲) اور اس نے خداوند کا نام جو اس سے ہمکلام تھا یوں لیا کہ اے خدا تو مجھ پر نظر کرنیوالا ہے کہ وہ بولی کیا میں یہاں دیکھنے کے بعد دیکھتی ہوں (۱۳) اس سبب سے اس کوئے کا نام بیرلحی روئی رکھا وہ قادس اور برد کے درمیان ہے (۱۵) اور حاجرہ ابرام کے لئے بیٹا جنی اور ابرام نے اپنے بیٹے کا نام جو حاجرہ جنی اسمٰعیل رکھا (۱۶) اور جب ابراہیم کے لئے حاجرہ سے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابراہیم ۸۶ برس کا تھا۔

چھٹی بشارت

پیدائش ۱۷ باب ۱ ابرام ننانوے برس کا ہوا تب خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں تو میرے حضور میں چل اور کامل ہو (۲) اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد کرتا ہوں کہ میں تجھے نہایت بڑھاؤں گا۔ (۳) تب ابرام منہ کے بل گرا اور خدا اس سے ہمکلام ہو کر بولا (۴) کہ دیکھ میں جو ہوں میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور تیرا نام پھر ابرام نہ کہلایا جائیگا بلکہ تیرا نام ابرہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرایا (۶) اور میں تجھے بہت برومند کرتا ہوں اور قومیں تجھ سے پیدا ہونگی اور بادشاہ تجھ سے نکلیں گے (۷) اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ایکی پشت در پشت کیلئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہو کرتا ہوں کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہونگا۔ (۸) اور میں تجھکو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کیلئے ملک ہو اور میں ان کا خدا ہونگا (۹) پھر خداوند نے ابرہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں۔ اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جاوے (۱۱) اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے (۱۲) تمہاری پشت در پشت ہر لڑکے کا جب وہ آٹھ روز کا ہو ختنہ کیا جائیگا گھر کا پیدا کیا یا پردیسی سے خریدا ہو جو تیری نسل کا نہیں (۱۳) لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کا ختنہ کیا جاوے اور میرا عہد تمہارے جسموں میں ابدی ہوگا (۱۴) اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں سے کٹ جائیگا کہ اس نے میرا عہد توڑا (۱۵) اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تیری جورو سری جو ہے سو اسکو سری مت کہا کر بلکہ اس کا نام سرہ ہے (۱۶) اور میں اسے برکت دونگا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشونگا یقیناً میں اسے برکت دونگا کہ وہ قوموں کی ماں ہوگی اور ملکوں کے بادشاہ اس سے پیدا ہونگے (۱۷) تب ابرہام منہ کے بل گرا اور ہنس کے دل ہی کہا کہ کیا سو برس کے مرد کو بیٹا پیدا ہوگا اور کیا سرہ جو نوے برس کی ہے جنیگی (۱۸) اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش کہ اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے (۱۹) تب خدا نے کہا کہ بیشک تیری جورو سرہ تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اس کا نام اسحٰق رکھنا اور میں اس سے اور بعد اس کے اسکی اولاد سے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہے قائم کرونگا (۲۰) اور اسمٰعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا۔ اور اسے برومند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤنگا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا۔

ساتویں بشارت

پیدائش ۱۸ باب ۱۸ ابرہام تو یقیناً ایک بڑی اور بزرگ قوم ہوگا اور زمین کی سب قومیں اس سے برکت پاویں گی (۱۹) کیونکہ میں اسکو جانتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں کو اور اپنے بعد اپنے گھرانے کو حکم کریگا۔ وے خداوند کی راہ کی نگہبانی کرکے عدل اور انصاف کرینگے تاکہ خداوند ابرہام کے واسطے جو کچھ کہ اس نے اس کے حق میں کہا ہے پورا کرے۔

پیدائش ۲۱ باب ۱ اور خداوند نے جیسا کہ اس نے فرمایا تھا سرہ پر نظر کی اور خداوند نے جیسا کہ کہا تھا سرہ کیلئے کیا (۲) چنانچہ سرہ حاملہ ہوئی اور ابرہام کے لئے بڑھاپے میں اسی مقرر وقت پر جو خدا نے اسے کہا تھا ایک بیٹا

جنی (۴) اور ابرہام نے اپنے بیٹے کا نام جو اس سے پیدا ہوا جو سرہ اسکے لئے جنی اسحاق رکھا اور ابرہام نے جیسا کہ خدا نے اسے حکم دیا تھا اپنے بیٹے اسحاق کا جب وہ آٹھ دن کا ہوا ختنہ کیا۔

آٹھویں بشارت

پیدائش ۲۱/۱۲۔ خدا نے ابرہام سے کہا کہ وہ بات اس لڑکے اور تیری لونڈی کی بابت تیری نسل اسحاق سے کہلائیگی (۱۳) اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کرونگا اس لئے کہ وہ بھی تیری نسل ہے (۱۴) تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھکر روٹی اور پانی کی ایک مشک اور حاجرہ کو اس کے کاندھے پر دھر کر دی اور اس لڑکے کو بھی اور اسے رخصت کیا وہ روانہ ہوئی اور بیر سبع کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ (۱۵) اور جب اور جب مشک کا پانی ختم ہوگیا۔ تب اس نے اس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈالدیا (۱۶) اور آپ اس کے سامنے ایک تیر کے ٹپے دور جا بیٹھی کیونکہ اس نے کہا کہ میں لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں سو وہ سامنے بیٹھی اور چلا کے روئی (۱۷) تب خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے حاجرہ کو پکارا۔ اور اس سے کہا اے حاجرہ تجھ کو کیا ہوا مت ڈر (۲) لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی (۱۸) اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا (۱۹) پھر خدا نے اسکی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اس مشک کو بھر لیا اور لڑکے کو پلایا (۲۰) اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا اور تیر انداز ہوگیا اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اور اسکی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اس سے بیاہنے کو لی۔

پیدائش ۲۲/۱۰ اور ابرہام نے اپنا ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے (۱۱) وہیں خداوند کے فرشتہ نے اسے آسمان سے پکارا۔ اے ابرہام وہ بولا میں حاضر ہوں (۱۲) پھر اسنے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر مت بڑھا اور اسے کچھ مت کر کہ اب میں نے جانا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے۔ اسلئے کہ تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے کو مجھ سے دریغ نہ کیا (۱۳) تب ابرہام نے اپنی آنکھیں اوٹھائیں اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہیں تب ابرہام نے جا کر اس مینڈھے کو لیا۔ اور اسکو اپنے بیٹے کے بدلے میں سوختنی قربانی کے لئے چڑھایا (۱۴) اور ابرہام نے مقام کا نام یہوواہ یری رکھا چنانچہ یہ آج تک کہا جاتا ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر دیکھا جائیگا (۱۵) تب خداوند کے فرشتہ نے دوبارہ آسمان پر سے ابرہام کو پکارا اور کہا کہ (۱۶) خداوند فرماتا ہے اس لئے کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا بیٹا ہاں اپنا اکلوتا ہی بیٹا دریغ نہ کیا میں نے اپنی قسم کھائی (۱۷) کہ میں برکت دیتے ہی تجھے برکت دونگا اور بڑھاتے ہی تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور دریا کے کنارہ کی ریت کی مانند بڑھاؤنگا اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازہ پر قابض ہوگی (۱۸) اور تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پاوینگی کیونکہ تو نے میری بات مانی

نویں بشارت

استثناء ۳۲/۲۱ انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالونگا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا (۲۰) اور اس نے یہ فرمایا کہ میں ان سے اپنا منہ چھپاؤنگا تاکہ میں دیکھوں کہ ان کا کیا انجام ہوگا اس لئے کہ وے کج نسل ہیں ایسے لڑکے جن میں امانت نہیں۔

دسویں بشارت

استثناء ۳۳/۲ اور وہ یہ برکت ہے جو موسےٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت انکے لئے تھی۔

اعمال ۳/۱۹ توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جاویں تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آدیں (۲۰) اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جسکی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی (۲۱) ضرور ہے کہ آسمان اُسے لئے رہے اسوقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آدیں۔ (۲۲) کیونکہ موسےٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھا دیگا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو (۲۳) اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سنے وہ قوم میں سے نیست کیا جائیگا (۲۴) بلکہ سب نبیوں نے سموایل سے لیکر پچھلوں تک جتنوں نے کلام کیا ہے ان دنوں کی خبر دی ہے (۲۵) تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے ہو جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے جب ابرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کی ساری گھرانے برکت پاویں گے۔

اعمال ۷/۳۷ یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی ظاہر کریگا اسکی سنو (۳۸) یہ وہی ہے جو بیابان میں مجلس کے درمیان اس فرشتہ کے جو اس سے سینا کے پہاڑ پر بولا اور ہمارے باپ دادوں کے ساتھ تھا اسی کو زندگی کا کلام ملا کہ ہم کو پہنچا دیوے۔

گیارھویں بشارت

حبقوق ۳/۲ اے خداوند میں نے تیری خبر سنی اور ڈر گیا اے خداوند تو برسوں کے درمیان اپنے کام کو نئے سر سے رونق بخش برسوں کے درمیان اسے شہرت دے قہر کے درمیان رحم کو یاد کر (۳) خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں۔ پر وہاں بھی اس کی قدرت در پردہ تھی۔ (۵) مری اس کے آگے آگے چلی اور اس کے قدموں پر آتشی دبا روانہ ہوئی (۶) وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزا دیا اُس نے نگاہ کی اور پراگندہ کر دیا اور قدیمی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور پرانی پہاڑیاں اس کے آگے دھس گئیں اس کی قدیم راہیں یہی ہیں۔

بارھویں بشارت،

یسعیاہ ۵۲/۱۳ دیکھو میرا بندہ اقبالمند ہوگا اور ستودہ ہوگا اور نہایت بلند ہوگا (۱۴) جسطرح بہتیرے تجھے دیکھکے دنگ ہو گئے۔ کہ اس کے چہرہ ہر ایک بشر سے زائد اور اس کی ہیکل بنی آدم سے زیادہ بگڑ گئی۔ (۱۵) اسی طرح وہ بہت سی قوموں پر چھڑکے گا اور بادشاہ اس کے آگے اپنا منہ بند کرینگے کیونکہ وے وہ کچھ دیکھینگے جو ان سے کہا نہ گیا تھا اور جو کچھ انہوں نے نہ سنا تھا وہ دریافت کرینگے۔

یسعیاہ ۱/۲ سن اے آسمانوں اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ لڑکوں کو میں نے پالا اور پوسا پر انہوں نے مجھ سے سرکشی کی (۳) بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدہا اپنے صاحب کی چرنی کو بنی اسرائیل نہیں جانتے میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے ہیں (۴) خطاکار گروہ ایک قوم جو گناہ سے لدی ہوئی ہے بدکاروں کی نسل خراب اولاد کہ انہوں نے خدا کو ترک کیا اسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اس سے بالکل پھر گئے۔

یسعیاہ ۲/۹ اور کم قدر آدمی جھکایا جاویگا اور عالی قدر پست ہوگا اور مغروروں کی آنکھیں نیچے ہو جاویں گی۔ اور

رب الافواج عدالت میں سربلند ہوگا اور خدا قدوس کی تقدیس صداقت سے کی جاویگی تب برے جہاں جی چاہے چرینگے اور دولتمندوں کے ویران پردیسیوں کے گلّے کھائینگے

یسعیاہ ۹/۶ کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوتا اور ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے (عجیب) مشیر خدائے قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شہزادہ (۷) اسکی سلطنت کی اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔

یسعیاہ ۲۱/۱۳ عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کاٹوگے اے ددانیوں کے قافلو (۱۴) پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنیوالے کے ملنے کو نکلو (۱۵) کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں (۱۶) کیونکہ خداوند نے مجھکو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی (۱۷) اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔

یسعیاہ ۲۸/۱۶ باوجود اس کے خداوند یہوا یوں فرماتا ہے دیکھو میں صیہون میں بنیاد کے لئے ایک پتھر رکھونگا ایک آزمایا ہوا پتھر کونے کے سرے کا ایک مہنگ مولا ایک مضبوط نیو والا پتھر اس پر جو ایمان لاوے شرمندہ نہ ہوگا۔

یسعیاہ ۲۹/۱۱ اور ساری رویا تمہارے نزدیک ایسی ہو گئی جیسا اس کتاب کا مضمون ہو جسے لوگ ایک پڑھے لکھے کو دیں اور کہیں آپ اسے پڑھیے اور وہ کہے میں پڑھ نہیں سکتا کیونکہ سربمہر ہے اور پھر وہ کتاب ایک ان پڑھ کو دیں اور کہیں آپ اسے پڑھیے اور وہ کہے میں ناخواندہ ہوں پڑھ نہیں سکتا۔

یسعیاہ ۴۲/۶ میں خداوند نے تجھے صداقت کے لئے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے لئے تجھے دونگا (۷) تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور غلاموں کو قید سے نکالے اور انکو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑاوے (۸) یہوا میں ہوں یہ میرا نام ہے اور اپنی شوکت کا گھر دوسروں کو نہ دوں گا اور وہ ستائش جو میرے لئے ہوتی ہے کھودی ہوئی مورتوں کے لئے ہونے نہ دونگا دیکھو تو سابق پیشینگوئیاں بر آئیں اور میں نئی باتیں بتلاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو اور اے جو تم اس میں بستے ہو اے بحری ممالک اور ان کے باشندو تم زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے سلع کے سننے والے ایک نیا گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے (۱۲) وے خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بڑے ممالک میں اس کی ثناخوانی کرینگے (۱۳) خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اکسائیگا وہ چلائیگا ہاں وہ جنگ کے لئے بلائیگا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کریگا۔ (۱۴) میں بہت مدت سے چپ رہا میں خاموش ہو رہا۔ اور آپکو روکتا رہا پر اب میں اس عورت کیطرح دردزہ ہو چلاؤنگا اور ہانپونگا اور زور زور سے ٹھنڈے سانس بھی لوں گا (۱۵) میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا اور ان کے سبزہ زاروں کو خشک کروں گا اور ان کی ندیاں بسنے کے لایق زمین بناؤنگا اور تالابوں کو سکھا دوں گا (۱۶) اور اندھوں کو اس راہ سے کہ جسے وے نہیں جانتے لے جاؤنگا میں انہیں ان رستوں پر جن سے وے آگاہ نہیں ہیں لے چلونگا میں ان کے آگے

تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو میدان کرونگا میں اُنسے
یہ سلوک کرونگا اور انہیں ترک نہ کرونگا (۱۷) وے پیچھے
ہٹیں اور نہایت پشیمان ہوں جو کھودی ہوئی مورتوں کا
بھروسہ رکھتے اور ڈھلے ہوئے بتوں کو کہتے ہیں کہ تم ہمارے
اللہ ہو (۱۸) سنو اے بہرو اور تاکو اے اندہو تاکہ تم دیکھو (۱۹)
اندہا کون ہے مگر میرا بندہ اور کون ایسا بہرہ ہے جیسا میرا
رسول جسے میں بھیجونگا اندہا کون ہے مگر میرا بندہ اور کون
ایسا بہرہ ہے جیسا میرا رسول جسے میں بھیجونگا۔ اندہا کون ہے
جیسا وہ جو کامل ہے اور عبداللہ کی مانند اندہا کون ہے (۲۰)
تو نے بہت چیزیں دیکھی ہیں پر ان پر لحاظ نہیں رکھا اور کان
تو کھلے ہیں پر کچھ نہیں سنا (۲۱) خداوند اپنی صداقت کے سبب
راضی ہوا وہ شریعت کو بزرگی دیگا اور اسے عزت بخشیگا۔

یسعیاہ ۳۵ بیابان اور ویرانہ ان کے سبب شادمان
ہونگے اور دشت خوشی کریگا اور نرگس کی مانند شگفتہ ہوگا
(۲) وکثرت سے کلیاں لائیگا اور شادمان ہوکے اور نعرہ
مار کے خوشی کریگا لبنان کی شوکت اور کرمل اور سرون کی
شرافت اسے دیجاویگی وے خداوند کا جلال ہمارے خدا
کی حشمت دیکھینگے (۳) کمزور ہاتھوں کو زور دو اور ناتوان گھٹنوں کو
پائیداری بخشو (۴) انکو جو کچدے ہیں کہو ہمت باندہو مت
ڈرو دیکھو تمہارا خدا سزا اور جزا ساتھ لئے ہوئے آتا ہے ہاں خدا
ہی آئیگا اور تمہیں بچائے گا (۵) اسوقت اندہوں کی آنکھیں
وا کی جائینگی اور بہروں کے کان کھولے جائیں گے (۶) تب
لنگڑے ہرن کی مانند چوکڑیاں بھرینگے اور گونگے کی زبان
گائیگی کیونکہ بیابان میں پانی اور دشت میں ندیاں پھوٹ
نکلینگی (۷) بلکہ صحرا تالاب ہوجائیگا اور پیاسی زمین پر
کے چشمے ہوں گے بھیڑیوں کے مسکنوں میں جہاں
ہر ایک پڑا اٹھاتے اور نل کا ٹھکانا ہوگا (۸) اور وہاں اونچی
کی ہوئی راہ اور ایک شاہ راہ ہوگی اور وہ راہ مقدس
راہ کہلائیگی وہ جو ناپاک ہے اس پر گذر نہ کریگا وہ انہیں کیلئے
ہے مسافر اگرچہ ناواقف ہووے اس میں گمراہ نہ ہوں گے
(۹) وہاں شیر نہ ہوگا اور نہ کوئی درندہ اس پر چڑھیگا وہ
وہاں نہ ملیگا مگر وے جو چھوڑائے ہوئے ہیں وہاں سیر کرینگے
ہاں خداوند کے چھوڑائے لوٹینگے اور صیہون میں گاتے ہوئے
آوینگے اور ابدی سرور ان کے سروں پر ہوگا وے خوشی
اور شادمانی حاصل کریں گے اور غم اور آہ سرد دفع کیجائیگی

یسعیاہ ۴۰ بیابان میں ایک منادی کرنیوالے کی آواز تم
خداوند کی راہ درست کرو صحرا میں ہمارے خدا کے لئے
ایک مستقیم راہ تیار کرو ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے اور
ہر ایک کوہ اور ٹیلا پست کیا جائے اور ہر ایک ٹیڑھی چیز
مستقیم اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں (۵) اور خداوند کا
جلال آشکارا ہوگا اور سب بشر ایک ساتھ اُسے دیکھیں گے
کہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا (۶) ایک آواز ہوئی کہ منادی
کر اور میں نے کہا میں کیا منادی کروں سب بشر گھاس ہیں
اور ان کی ساری رونق میدان کے پھول کی مانند ہے۔
گھاس مرجھاتے ہیں پھول کملاتے ہیں کیونکہ خداوند کی
ہوا اس پر بہتی ہے یقیناً لوگ گھاس ہیں (۸) ہاں گھاس
مرجھاتے ہیں پھول کملاتے ہیں پر ہمارے خدا کا کلام ابد
تک قائم ہے (۹) وے تو جو صیہون کو خوشخبریاں سناتی ہے۔
اونچے پہاڑ پر چڑھ جا ای تو جو یروسلم کو بشارت دیتی ہے۔
زور سے اپنی آواز بلند کر خوب پکار اور مت ڈر یہوداہ
کی بستیوں سے کہہ دیکھو اپنا خدا (۱۰) دیکھو خداوند خدا
زبردستی کے ساتھ آویگا اور اس کا بازو اپنے لئے سلطنت
کریگا دیکھو اس کا صلہ اس کے ساتھ ہے اور اس کا اجر اسکے
ساتھ ہے اور اس کا اجر اُسکے آگے (۱۱) وہ چوپان کی مانند اپنا
گلہ چرادیگا وہ برّوں کو اپنے ہاتھ سے فراہم کریگا اور اپنی گود
میں اٹھاکے لے چلیگا۔

یسعیاہ ۴۲ بحری ممالک میرے آگے چپ ہو رہو اور
قومیں جو ہیں سو اپنے سرنو زور پیدا کریں وے نزدیک

آویں۔ تو عرض کریں آؤ ہم ایک ساتھ عکمہ میں داخل ہوویں (۲) کس نے اس .... کی طرف سے برپا کیا اور اپنی ماؤں کے پاس بلایا اور امتوں کو اس کے آگے دھر دیا اور اسے بادشاہوں پر مسلط کیا کس نے انہیں خاک کی مانند اس کی تلوار کے اور اڑتی بھوس کی مانند اس کی کمان کے حوالے کیا (۳) اس نے ان کا پیچھا کیا اور جس راہ پر کہ پیشتر قدم نہ مارا تھا۔ سلامت گذر گیا (۴) کس نے یہ کام کیا ہے اور اسے انجام دیا۔

یسعیاہ ۲۸/۴۰ کیا تو نے نہیں جانا کیا تو نے نہیں سنا خداوند سو ابدی خدا ہے زمین کے کناروں کا پیدا کرنیوالا وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا اور اس کے فہم کی تھاہ نہیں ملتی (۲۹) وہ تھکے ہوؤں کو زور بخشتا ہے اور ناتوانوں کی توانائی کو زیادہ کرتا ہے (۳۰) کیونکہ نوجوان تھک جائینگے اور ماندہ ہو جاوینگے اور خاصے جوان گر پڑینگے (۳۱) لیکن وے جو خداوند کی راہ تکتے ہیں سر نو زور پیدا کریں گے وے عقابوں کی مانند بال و پر سے اڑینگے وے دوڑینگے اور نا تھکینگے وے چلینگے اور سست نہ ہو جاویں گے۔

یسعیاہ ۱۵/۵۱ میں خداوند تیرا خدا ہوں جو سمندر کو تھما دیتا ہونگا جس وقت اس کی لہریں جوش ماریں اس کا نام رب الافواج ہے (۱۶) اور میں نے اپنی باتیں تیرے منہ میں ڈالی اور تجھے ایک ہاتھ کے سائے تلے چھپا رکھا تاکہ افلاک کو برپا کروں اور زمین کی بنیاد ڈالوں اور صیہونوں کو کہوں کہ تو میری گروہ ہے۔

یسعیاہ ۷/۵۲ پہاڑوں کے اوپر کیا ہے خوشنما ہیں اسکے پاؤں جو بشارتیں دیتا ہے اور سلامتی کی منادی کرتا ہے۔ اور خیریت کی خبر لاتا ہے اور نجات کا اشتہار دیتا ہے۔ جو صیہونوں کو کہتا ہے کہ تیرا خدا سلطنت کرتا ہے (۸) تیرے نگہبان اپنی آواز بلند کرینگے وے آوازیں ملا کے گائینگے کہ جب خداوند صیہونوں کو بحال کرے گا تب وے دیکھینگے۔

حبقوق ۳ حبقوق نبی کی دعا شجیونوت سر پر (۲) اے خداوند میں نے تیری خبر سنی اور ڈر گیا اے خداوند تو برسوں کے درمیان اپنے کام کو نئے سر سے رونق بخش برسوں کے درمیان اسے شہرت دے قہر کے درمیان رحم کو یاد کر (۳) خدا تیمان سے آیا اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی (۴) اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھا اسکے ہاتھ سے کرنیں نکلیں پر وہاں بھی اس کی قدرت درپردہ تھی (۵) مری اس کے آگے آگے چلی آ۔ر اس کے قدموں پر آتشی و بار روانہ ہوئی۔ (۶) وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزا دیا اس نے نگہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا اور قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور پرانی پہاڑیاں اس کے آگے دھس گئیں اوسکی قدیم راہیں یہی ہیں۔ گرے پڑتے دے بادشاہوں کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں

تیرا تخت اے خداوند ابدالآباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو صداقت کا دوست شرارت کا دشمن ہے اس سبب خدا تیرے خدا نے تجھکو خوشی کے تیل سے (۷) میں نے دیکھا کہ کوشان کے خیموں پر تھی اور زمین مدیان کے پردے کانپ جاتے تھے۔ ۴۵ زبور۔ آیت ۲ تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف بتایا گیا ہی اس لئے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری ہے حمائل کرکے اپنی ران پر لٹکا اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبالمندی آگے بڑھ اور تیرا داہنا ہاتھ تجھکو مہیب کام سکھلا دیگا تیرے تیر تیز ہیں لوگ تیرے نیچے غزل الغزلات ۱۰/۵ میرا محبوب سرخ و سفید ہے دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے (۱۱) اس کا سر ایسا ہے جیسا چوکھا سونا اس کی زلفیں پیچ در پیچ ہیں اور کوے سی کالی ہیں (۱۲) اس کی آنکھیں کبوتروں کی

مانند ہیں جو لب دریا دودھ میں نہا کے تمکنت سے بیٹھے ہیں (۱۳) اس کے رخسارے پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاری کی مانند ہیں اسکے لب سوسن ہیں جنسے بہتا ہوا مر ٹپکتا ہے اس کے ہاتھ ایسے ہیں جیسے سونے کی کڑیاں جنمیں ترسیس کے جواہر جڑے گئے اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا سا کام ہے جس پر نیلم کے گل بنے ہوں (۱۵) اسکے پیر ایسے جیسے سنگ مرمر کے ستون جو سونے کے پائیوں پر کھڑے کئے جاویں۔ اس کی قامت لبنان کی سی وہ خوبی میں رشکِ سرو ہے (۱۶) اس کا منہ شیرینی ہے ہاں وہ سراپا محمدؐ ہے اے یروسلم کی بیٹیو یہ میرا جانی ہے۔

یسعیاہ ۵۵/۳ کان جھکاؤ اور مجھ پاس آؤ سنو تاکہ تمہاری جان زندہ رہے میں تم سے ابدی ماند ہونگا اور داؤد کی سچی نعمتیں تمہیں دونگا دیکھو میں نے اسے قوموں کے لئے گواہ مقرر کیا ہے بلکہ لوگوں کا ایک پیشوا فرماں روا۔ (زبور ۱۱۱)

متی ۱۲/۱۷ تاکہ وہ جو لیسعیاہ نبی نے کہا تھا پورا ہو کہ (۱۸) دیکھو میرا خادم جسے میں نے چنا اور میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے میں اپنی روح اس پر ڈالونگا اور وہ غیر قوموں سے شرع بیان کریگا۔ (۱۹) وہ جھگڑا اور شور نہ کریگا اور بازار میں کوئی اسکی آواز نہ سنیگا وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور دھواں اٹھتی ہوئی سن کو نہ بجھاویگا جب تک انصاف کو غالب نہ کراوے (۲۱) اور اس کے نام پر غیر قومیں آسرا رکھینگے

متی ۲۱/۴۲ یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب (۴۳) اسلئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاویگی اور ایک قوم کو جو اسکی میوہ لاوے دی جائیگی (۴۴) جو اس پتھر پر گریگا چور ہو جائیگا۔ پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالیگا۔

جسمِ انسان اور وجودِ باری پر دو مستحکم دلیلیں

از ابن مسعود عبدالرشید محمود الانصاری .... الگنگوھی

سطحی نظر سے اگر دیکھا جائے تو انسان اس سے قبل کہ وہ آسمان، اور زمین، سمندر، اور جبال میں قدرت خداوندی کا نمونہ دیکھکر وجود باری کا قائل ہو صرف اپنے جسم کی ترتیب باطنی اور ترکیب عناصر سے اس شان کو نمایاں محسوس کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا قفس عنصری جن چار اشیاء سے مرکب ہے وہ اپنی اپنی شان کی بالکل نرالی ہیں۔

یہ قاعدہ ہے کہ کسی مجلس شوریٰ کی کامیابی اس حالت میں نہیں ہو سکتی جبکہ اس کے ممبر اپنی روح یعنی اتحاد فنا کر چکے ہوں ہاں جبکہ انہوں نے اپنی روح کو سلامت رکھا یعنی کو برقرار رکھکر اوس کے درپئے انعقاد ہوئے تو اب نہ اس اجلاس ہی میں کوئی فرق آئیگا۔ اور نہ اوس کی کامیابی ہی میں کوئی شبہ رہیگا۔ عناصر انسانی (آگ، پانی، مٹی، ہوا) جس شان کے ہیں۔ ان پر نظر ڈالنے سے ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ان کی مجلس شوریٰ کس طرح کامیابی کی مبارک ساعتیں پوری کر کے ایک طویل مدت تک انسانی زیست کا بیڑا اٹھائے چلی جاتی ہے اوس حالت میں جبکہ نہ اوسکے ممبر ہی متحد الخیال ہیں نہ اونکی فطرت ہی ایک

اور واحد، ان کی طباع بھی مختلف، ان کی ماہئیتیں بھی جدا انکے اثرات بھی علیحدہ، اور پھر ان کا اتحاد اور یکجائی،

علم منطق نے جابجا بڑی بڑی لمبی اور طویل بحثوں کیساتھ ہمیں سمجھایا کہ اجتماع متضادین محال ہے لیکن اگر یہ کلیہ ٹوٹتا ہوا دکھلائی دیتا ہے اور قطعی فیصلے کے ساتھ اس کے خلاف ہمیں حکم لگانا پڑتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ عناصر میں باہمی وہ ذاتی تضاد ہے جو اتحاد کو نہ صرف مانع ہے بلکہ ادراک انسانی اس کے قبول سے قاصر ہے، صلب اتحاد کی صورت اور اجتماع متضادین ایسا ہے جیسے کوئی شخص سورج کو طالع مانتا ہے اور اس کے ساتھ ہی زبردستی وجود لیل کو تسلیم کرا رہا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ آگ کے اندر وصف احراق پایا جاتا ہے وہ اپنے غلبہ کی صورت میں سخت سے سخت چیز کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اوس کے برودت مفقود ہے اوس کا ہر چیز کو خاک سیاہ کر دینا مسلمہ پھر پانی کی برودت اور سلب احراق بھی کوئی پوشیدہ شئے نہیں، اوس کا نشیب کی طرف بہنا، غلبہ کی صورت میں آگ کا بجھا دینا ہر طرح عیان ہے۔

مٹی کی تاثیر بھی کسی طرح مخفی نہیں، اوس کا ایک جگہ پڑا رہنا، غلبہ کی صورت میں آگ کو بجھا دینا، اور پانی کی شکل کو بدلکر گارے کی صورت میں تبدیل کر دینا اوس کا یقینی اثر ہے۔

ہوا کا ہر شئے کو اپنے ساتھ لیلینا، مٹی کو ایک ایک ریزہ کر کے اڑا دینا، پانی کو اپنے دہکوں سے ادہر سے ادہر، ادہر سے ادھر کر دینا، آگ کو کبھی بجھا دینا کبھی اوس کے طبعی اضطراب کو اور ترقی دینا بالکل ظاہر ہے۔

اتنی متضاد اشیاء، ایسے عدم الوحدت اجزاء۔ اور انکا یہ اتحاد اور یکجائی انسانی عقل کو بحر تعجب میں غرق کرنے کے لئے کافی ہے۔ نہیں انعقاد مجلس شوریٰ کے لئے جب کسی حقیقی سرپرست کا تعین ہو جاتا ہے اور کل اختیارات کا اوسکو مالک بنا دیا جاتا ہے تو اوس کو ممبر اپنے سرپرست کے ماتحت رہکر نہ کسی کی مخالف اثر کو دخل دیتے ہیں، اور نہ اپنی مخالف رائے ہی کا اظہار کر کے اوس کے انعقاد کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں؛

عناصر انسانی نے اپنے اپنے اثر اور اپنی اپنی طبعی رائے کو ایک ایسے سرپرست حقیقی کو تفویض کر دیا اور اپنے اثرات کو انکے حکم اور اس کی رائے پر منحصر کر دیا جس نے ان سب کے اثرات کو محفوظ رکھکر ان کی مخالف رائے کو بحیثیت ایک سرپرست کے اپنی رائے کے ماتحت رکھکر اس اعتدال سے کام لیا جو نہ کبھی اوس کے لئے مضر ہوا۔ اور نہ اجتماع متضادین کے تحت میں محال۔

لیکن اب یہ دیکھنا ہے کہ اس اعتدال کی زمام اختیار کس انسان کے ہاتھ میں ہے یا اس کے سوا کسی دوسری ذات کے ہے؟ غور و فکر اور ادراک تامہ نے ہمیں سمجھا دیا کہ یہ نہ انسان ہی کے قبضہ میں ہے اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے دنیاوی متنفس کے لامحالہ ایک ایسی ہستی اس کی مختار ہے جس کو بڑے بڑے فیلسوف اور مدبر و علامہ تسلیم کر چکے ہیں؛

(۲) پھر یہ بھی کلیہ ہے کہ جب دو چیزوں کا انحصار ہر ایک پر ہوتا ہے تو اس کے لئے کسی تیسرے اختیار کی حاجت ہوا کرتی ہے ورنہ ان دونوں کا اثر موقوف رہکر معدوم ہو جاتا ہے؛

یہ تو ترکیب عناصر تھی جس کی میں عرض کر چکا، اب انسانی جسم کی باطنی ترتیب ملاحظہ فرمائیے کہ اعضاء میں ایک کا دوسرے پر ایسا انحصار ہے جو کسی تیسرے ید مختار پر دال ہے، اس لئے کہ اس ید مختار کی عدم میں ہماری عقول تھوڑی دیر کے لئے بالکل قاصر رہجاتی ہیں؛

ہم دیکھتے ہیں جار انسانی کا گلشن اپنی کیاریوں یعنی وریدہائے بدنی کے خون پہنچانے میں قلب کا اتنا محتاج ہے کہ بغیر اس کے خون کی روانی محال ہے پھر قلب بھی کوئی با اختیار عضو نہیں اس کی احتیاج کبد کیطرف ایسی ہی ہے جیسی رگوں کی قلب کی طرف تھی پھر کبد کی احتیاج اس کے اور معدہ کی درمیانی رگوں کی طرف جس کو ماسا ریق کہا جاتا ہے قرار پائی کہ وصول غذا موقوف رکھا گیا عمل معدہ پر ؛ لیکن یہانتک انحصار کا دور بند نہیں ہوا۔ بلکہ معدہ کے اس عمل کو موقوف رکھا حرکت قلب پر، اس لئے کہ ان تمام امور

کا انحصار حیات پر ہے اور یہ تمام حکماء کے نزدیک مسلمہ ہے
کہ حرکت قلب حیات ہے اور اس کا بند ہو جانا موت؛
اور ظاہر ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ حرکت قلب موقوف ہے
(دیکھئے بعد دیگرے) عمل معدہ پر، اب ثابت ہوا کہ عمل معدہ موقوف
ہے حرکت قلب پر، تو "توقف شئے علے نفسہٖ" لازم آگیا جو علماء
منطق کے یہاں محال ہے؛
اس توقف کی مثال دوسری طرح یوں سمجھئے کہ دو اینٹوں کو
ان کے سرے جوڑ کر کھڑا کیا گیا اور ہر ایک کا توقف دوسری پر ہے
کہ اگر ہٹالی جائے تو دوسری گر جائے اور قائم جب رہے جبکہ دوسری
موجود رہے اور ہر ایک کا قیام اپنے اختیار میں نہیں اس لئے کہ
دونوں محتاج ہیں اپنے وجود میں ہر ایک کی؛
لامحالہ ایک تیسرے وجود پر استدلال کرنا پڑیگا جو انسانی
جسم کے اس مختصر نظام کو اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں اس کو قادر مطلق
کہنا ہمارے اس تسلیم کے بعد اول فعل ہوگا؛

وما علینا الا البلاغ

تقدیس رسول صلعم

از

طعن مجہول

(الہ تشنہ رحم) (طبیب عجمی)

نبی کی آرزوئیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب میں اسوقت ظاہر
ہوئے جبکہ عرب میں بلکہ تمام دنیا میں شرک و کفر کی تاریک
گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ یورپ شمالی افریقہ، روم و شام میں
تثلیث و عیسے پرستی تھی۔ ایران۔ و چین میں آتش پرستی ہندوستان
و برما چین میں بت پرستی۔ عرب میں کواکب وصنم پرستی زوروں
پر تھی۔ ظہر الفساد فی البر والبحر کا نظارہ تھا۔ عرب کے اندر زنا۔ لوٹ
جوا۔ قتل وغارت۔ شراب خوری۔ ظلم و ستم کا بازار گرم تھا۔
آپ کی آرزو یہ تھی کہ خدا کے ان نافرمان و باغی بندوں کو راہ
توحید دکھایا جاوے۔ توحید الٰہی پھیلائی جائے۔ بجائے شرک و
کفر کے ایمان واسلام اور صراط مستقیم پر لوگ چلیں۔ برے برے
کاموں کو چھوڑ دیں لوگ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ
پڑھیں اور آپ پر ایمان لائیں اور خدا کو ہی معبود حق اور
وحدہٗ لاشریک سمجھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلعلک باخع
نفسک علیٰ آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا
یعنی شاید تو ہلاک کرنے والا ہے اپنی جان ان کے پیچھے جو نہ ایمان
لاویں ساتھ اس بات کے مارے غم کے (سورہ الکہف کا رکوع
اول) آپ سے پیشتر بھی جو نبی آیا اپنے زمانے کے لوگوں سے
یہی چاہا کہ لا الہ الا اللہ کہو چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔
نبیوں سے ہر ایک نے یہی کہا۔

" انی رسول امین۔ فاتقوا اللہ واطیعون
یعنی میں خدا کا رسول ہوں امانت والا۔ پس اللہ
سے ڈرو اور میرے بتائے ہوئے راستے پر چلو"۔
(سورۃ الشعراء)

شیطان خصلت لوگ

قرآن مجید میں شیطان ابلیس کو کہا گیا ہے جس کو خدا نے آگ سے بنایا ہے اور جو جنوں میں سے تھا اور جو خدا کا نافرمان ہونے کے سبب سے ملعون و مردود ٹھہرا اس کے علاوہ دشمنان حق میں کافروں اور مشرک لوگوں کو بھی شیاطین کہا گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کے مرید ہوتے ہیں۔ اور اس کا مظہر ہوتے ہیں۔ سورۃ البقر کے رکوع دوم میں ہے :۔

"وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ"

(ترجمہ) اور جب منافق لوگ مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے شریروں کی طرف تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ ہم ٹھٹھا کرتے ہیں۔

یہاں شیاطین سے مراد مشرک اور کافر لوگ ہیں۔

سورۃ الانعام۔ پارہ ۸ رکوع اول میں ہے۔

"وَکَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا" اور اس طرح ہم نے واسطے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمیوں سے رہنے دیا اور جنوں کے۔ جی میں ڈالتے ہیں بعضے ان کی طرف بعض کے ملمع کی ہوئی بات فریب دینے کو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین آدمیوں اور جنوں سے بھی ہوتے ہیں اور نبی ؑ کے دشمن ہوتے ہیں۔

مظاہران شیطان کی آرزوئیں اور ارادے

شیطان اور اس کے مظاہر و مرید عباد الرحمٰن کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ نبیوں کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ خدا کے بندوں کو نبیوں کا کلام سننے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نبیوں کو ساحر، شاعر، مجنوں، کاذب وغیرہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں ان مشرکوں اور کافروں کی آرزوئیں یہ ہوتی ہیں کہ نبی کا مشن نہ پھیلے۔ لوگ اپنے باپ دادوں کی رسومات نہ چھوڑیں۔ بت پرستی کو نہ چھوڑیں۔ اور توحید الٰہی قبول نہ کریں۔ جب نبی کلام الٰہی پڑھتا ہے یا وعظ سناتا ہے تو اس کے دشمن مشرک و کافر شور و غل مچاتے ہیں تاکہ لوگوں پر کلام الٰہی کا اثر نہ ہو جائے۔ اور ہم غالب آجائیں۔

خدا اور اس کے نبی غالب آتے ہیں

مشرکوں اور کافر لوگ اپنی تمام طاقت نبیوں اور رسولوں کی مخالفت پر صرف کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ توحید الٰہی نہ پھیلے باپ دادوں کا مذہب اور بت پرستی جاری رہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ان دشمنوں پر غلبہ بخشتا ہے۔ اور کافروں کی بات کو نیچے کرتا ہے اور اپنی بات کو بلند کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب میں ظہور فرمانے کے بعد جو کچھ کیا اس کو ایک عیسائی عالم ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

"وہ جینے عرب کے بادیہ نشینوں کی کایا پلٹ دی۔ اور اس کندہ ناتراش جاہل اور کینہ پرور قوم کو اخلاق فاضلہ و پسندیدہ کے زیور سے مزین کیا۔ شراب جو ان کی گھٹی میں پڑی تھی چھڑا دی۔ قمار بازی کی لت جو ان کی فطرت ثانی بن چکی تھی ہٹادی۔ اور زنا و لواطت کی رسم کو مٹا دیا۔

غرض بے شمار اخلاق ذمیمہ اور افعال شنیعہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور شرک بت پرستی کی بجائے توحید کا علم نصب کیا اور وہ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ان میں ایک بے نظیر اخوت و الفت اور مواسات و مساوات کا جذبہ پیدا کر دیا۔"

(کتاب قرآن السعدین صفحہ ۴۴)

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی

سورۃ النجم والی آیت کا صحیح مطلب

ان مندرجہ باتوں کے لکھنے کے بعد عرض کرتا ہوں کہ سورۃ النجم والی آیات مقدسہ کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی نبی یا رسول آتا ہے تو اس کی خواہش اور آرزو اصلاح ملک و قوم ہوتی ہے اس کی تمنا بجز اس کے نہیں ہوتی کہ وہ فسق و فجور کے گڑھے میں پڑے ہوئے شریروں کو نکال کر خدائے قدوس کے آستانہ پر جھکا دے مگر شریر اور ناپاک لوگ جو شیطان کا مظہر ہوتے ہیں اس کی راہ میں روکیں ڈالتے ہیں اور اس کے کام کو بند کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو ہر طرح اس سے دور رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔ لیکن انجام یہ ہوتا ہے کہ شیطان اور اس کے مظاہر ناکام اور نامراد رہتے ہیں اور اللہ کے نبی و رسول آخر کامیاب ہوتے ہیں ٭

فلسفہ تعدد ازدواج

(گزشتہ سے پیوستہ)

نکاح ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسی سال ۶ھ ہجری آپ نے حضرت ام حبیبہؓ[1] سے نکاح کیا۔ اس نکاح سے بھی علاوہ ان اغراض کے جو شروع کتاب میں ذکر کی گئی ہیں بے کس بیوہ دلداری اور اس کے اقرباء سے مؤانست منظور نظر تھی جس وقت اس ایماندار عورت نے مع اپنے خاوند عبداللہ[2] بن جحش کے حبشہ کی طرف محض دین کی خاطر ہجرت کی تو وہاں جاکر وہ مرتد ہوگیا مگر اس جاں نثار عورت نے نہایت استقلال سے مذہب اسلام پر اپنے قدموں کو جمائے رکھا ایسی بیچارگی کی حالت میں جب کہ باپ بھی سخت دشمنی پر تلا ہوا تھا اس بے کس کا کون مربی تھا اس حال کو سنکر جناب (فداہ روحی) نے کمال لطف و مہربانی سے نکاح کا پیغام بھیجدیا تاکہ قلب منکسر پر جبیرہ ہوجاوے چنانچہ جسوقت پیغام کی اطلاع حضرت ام حبیبہ رضؓ کو پہنچی تو اس کو اتنی خوشی ہوئی کہ اس خوشی کی وجہ سے دو چاندی کے کنگن اور انگلی کی انگوٹھیاں اس قاصدہ[2] کو بخش دیں[3] اس نکاح کو اپنے حق میں ہمیشہ کیلئے خیر اور نہایت درجہ کی بہتری خیال کرتی رہی بلکہ اور بہنوں کو بھی اس خیر میں شریک کرنے کی کوشش ان کے ایماء و رضا سے کرتی تھیں چنانچہ ایک دفع موقعہ پاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ بھی دیا تھا کہ یا رسول اللہ میری ہمشیرہ حمنہ سے آپ نکاح کر لو

> یا رسول اللہ انکح اختی بنت سفیان (بخاری) فقال او تحبین ذالک فقلت نعم احب من اشرکنی فیک اختی (عون الباری ۵۸۵ھ)

جناب رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے یہ بات پسند ہے۔ میں نے کہا ہاں مجھے یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی پاک صحبت میں میری ہمشیرہ ہو لیکن چونکہ آپ نعوذ باللہ شہوت پرست نہ تھے قوانین

---

[1] اس وقت ام حبیبہؓ کی عمر تیس سال سے متجاوز تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساٹھ سال کے تھے ۱۲

[2] اس کا نام ابرہہ تھا۔ اور نجاشی کی خادمہ تھی ۱۲ [3] استیعاب ص ۷۴۹ ج ۲ مصرح فی الاستیعاب عبیداللہ و ھذا ہو الاصح ۱۲

شرعیہ کو ملحوظ رکھتے تھے اور یہ نکاح شرع میں ناجائز تھا اسواسطے آپ نے فرمایا۔

ان ذالک لا یحل لی کہ یہ نکاح میرے لئے حلال نہیں ہے

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتیں آپ کی زوجہ کہلانے کو اپنے لئے فخر و عزت خیال کرتیں تھیں اس لئے جناب نے بھی ان شکستہ دلوں کا جبیرہ اس طرح پر کیا۔

نکاح ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اسی سال کے اندر آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس نکاح سے بھی علاوہ ان اغراض منکوحہ کی عزت اور اس کے درد کی دوا اور موانست اقرباء کی یادتی منظور تھی۔

تفصیل اس کی یوں ہے کہ عمرۃ القضا کے وقت حضرت عباسؓ (جو کہ میمونہ کے بہنوئی تھے) آپ کو ملے تو انہوں نے حضرت میمونہ رضہ کی بیوہ ہونے کا ذکر کرکے اس سے نکاح کی رغبت دلائی تو آپ نے اس عاجز بیوہ کی کفالت کو منظور فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے فارغ ہوئے اور نکاح ہو چکا۔ تو اہل مکہ نے کہا کہ آپ کی میعاد (جو کہ صلح حدیبیہ میں مقرر ہوئی تھی) گذر چکی ہے اس واسطے آپ یہاں سے چلے جاویں اس وقت آپ نے کمال نطانت و ظرافت سے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم کی ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور میں زفاف کے بعد کھانا پکواؤں گا جس کو تم بھی بھائی مل کر کھائینگے ان الفاظ میں گویا ایک باریک چوٹ تھی جو کہ ایک ذی عقل انسان کے دل پر لگ کر کام کئے بغیر نہیں رہتی۔ لیکن ناقابل اور ضد بھرے لوگوں کو سخت کچھ اثر نہیں ہوا اگر دو ہی ماہ کے بعد نرمی بھرے لفظوں اور موانست کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خالدؓ بن ولید وغیرہ خود بخود مدینہ میں جاکر داخل اسلام ہوئے۔[۵۲]

ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ وہ خاتون تھیں کہ جسکو اسکندریہ[۵۳] کے بادشاہ جریج بن میناء نے لونڈی کی صورت میں جناب کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ نے اس کو قید غلامی سے چھڑانے کو قبول فرمالیا تھا اور تھوڑے عرصہ کے بعد اس عقیدہ کو حلیمانہ طرز سے آزاد قرار دیا اور فرمایا کہ ماریہ کو اس کے بیٹے ابراہیم نے آزاد کر دیا ہے۔

ماولدت ماریۃ القبطیۃ الرسول اللہ صلعم ابراہیم قال اعتقھا ولدھا اعتبقا صفحہ ج ۲	اس بات کا ثبوت بخاری کی حدیث سے بھی ملتا ہے کہ ماریہ قبطیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بصورت لونڈی

نہ تھی بلکہ وہ آزاد شدہ تھیں چنانچہ مروی ہے کہ

ماترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عبدا ولا امۃ (بخاری)	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی لونڈی نہ غلام بھی چھوڑے گئے

یعنے آپ کے گھر میں بعد فوت کوئی غلام۔ یا لونڈی نہ تھی۔

حالانکہ ماریہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے بعد تک زندہ رہیں اس عقیدہ کو اس طرح پر آزاد کرکے ماتحت رکھنے میں بھی مصلحت ہوئی روح کو آزاد کر دینے کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ عملی طور پر اس ہادی برحق نے قانون باندھ دیا کہ لونڈی

[۵۱] استیعاب صفحہ ج ۲

[۵۲] کیونکہ ذیقعدہ سنہ میں آپ نے عمرۃ القضا کیا اور سنہ ماہ صفر میں خالدؓ وغیرہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ استیعاب صفحہ ج

[۵۳] وابن سعد صفحہ ۱۴۲ ج ۱ مطبوعہ مصر بعث المقوقس صاحب الاسکندریہ الی رسول اللہ صلعم ایضاً صفحہ ج ۱ فی سنۃ سبع من الھجرۃ بماریۃ واختھا سیرین اصابہ صفحہ ۱۲ منہ

بچہ پیٹ میں آتے ہی آزاد ٹھہرتی ہے پھر اس کی بیع وغیرہ جائز نہیں اور امت کے لئے ہمیشہ کے واسطے ایک نمونہ قائم کر دیا کہ ام الولد پر وہی احکام مترتب ہونے چاہئیں جو ایک آزاد عورت کے لئے ہیں اسی واسطے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس بچہ جنی ہوئی لونڈی کے متعلق فرماتے ہیں جس کا مالک فوت ہو جاوے۔

لا تلبسوا علینا سنۃ نبینا عدۃ ام الولد اذا توفی عنھا سیدھا اربعۃ اشھر وعشرۃ اول ابو داؤد ورویٰ الامام احمد عن یزید فتح البیان صفحہ ۱۲۳ ج ۲

(کہ لوگو ہم پر نبی ﷺ کی سنت کو غلط نہ کرو ام الولد کی عدت جب اس کا سید فوت ہو جاوے چار ماہ اور دس دن ہے۔ کیونکہ وہ آزاد ہے)

نکاح ام المؤمنین حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ تعالیٰ

یہ عورت قریب قریب اسی لقب سے مشہور رہے چونکہ اس نے اپنے لئے ام المومنین کا سا لقب پسند نہیں کیا اور ایثار دنیا علی الآخرۃ میں بھی قاصر رہی اور اس نے اسلام سے کوئی اس قسم کا تعلق پیدا نہ کیا جس سے دنیائے اسلام کو کوئی معتد بہ فائدہ ہو سکے اس لئے مورخین اسلام نے اس کے حالات زندگی یا صحیح نام کی بھی جستجو نہیں کی جیسے اور کفار و قت کی بھی نہیں کیگئی۔

اس نکاح کے متعلق محدثین میں بہت اختلاف ہے مگر اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اس عورت کی خواہش اور درخواست بھیجنے پر[1] آپ نے منظوری دی اور نکاح حسب دستور ہوا چنانچہ حافظ ابن عبد اللہ لکھتے ہیں۔

اجمعوا علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجھا (استیعاب)

(کہ اس بات پر علمائے متقدمین کا اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابنۃ الجون سے نکاح کیا۔

اختلاف صرف ان حالات جو بعد نکاح کے پیش آئے اور جن کی وجہ سے فوراً طلاق واقع ہو گئی اس بارے میں بہت سے اقوال ہے جو ایک جداگانہ رنگ میں ہر ایک نے اپنے خیال کے مطابق کہے ہیں لیکن سب سے صحیح اور اقرب الی الصواب وہ قول ہے جو کہ جناب کی محرم راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کیونکہ ایسی باتوں پر پورا آگاہ سوائے رازدار اور نہیں ہو سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ جب نکاح کر کے اس عورت پر داخل ہوئے تو اسنے آپ کو دیکھکر پناہ چاہی اور جناب کو بھی چونکہ عورتوں سے دلی رغبت نہ تھی جس کا اظہار آپنے ان الفاظ میں کیا ہے۔

مالی فی النساء من حاجۃ (دارمی)

کہ مجھے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے حضور نے بھی اس کو پناہ دیدی اور فرمایا۔ الحقی باھلک (بخاری) کہ جاؤ میرے گھر سے چلی جاؤ میری طرف سے تمہیں طلاق ہے۔

اس پناہ چاہنے کا سبب غالباً بلکہ یقیناً وہی غرور ہے جو کہ علو پسند طباع میں ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ سادہ لوح اور نیک چلن انسانوں کو نظر حقارت سے دیکھا کرتے ہیں۔ اور ان کو بھولی بھالی صورتیں جن میں چال بازی اور زمانہ سازی نہ ہو پسند نہیں کیا کرتے جب کہ آجکل کے جنٹلمین مرد یا عورتیں ان متبعین سنت کو جو کہ اتباع سنت میں فدائی

---

[1] اس درخواست کا ذکر ابن سعد نے کیا چنانچہ آپکی اپنی عبارت یہ ہے قدم النعمان بن الجون الکندی علی رسول اللہ علیہ وقال الا یا رسول اللہ ازوجک اجمل ایم فی العرب کانت تحت ابن عم لھا فتوفی عنھا وقد رغبت فیک قال نعم (اس عورت کا بھائی) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا حضور میں آپسے اپنی بہن کا نکاح کرنا چاہتا ہوں جو کہ میرے چچا زاد بھائی کے گھر تھی۔ اور وہ فوت ہو گیا ہے اور میری بہن آپ سے نکاح کرنے میں بہت خواہش رکھتی ہے آپ نے (ان حکمتوں کو مد نظر رکھکر جو ذکر کی جا چکی ہیں) نکاح کی اجازت بخش دی۔ منہ

وقار (ڈاڑھی) کو بڑھاتے اور مونچھوں کو منڈوا ڈالتے ہیں اور کوٹ پتلون کو محض زینت دنیوی سمجھکر ترک کرتے ہوئے سادگی کو ہی فخر خیال کرتے ہیں ایسی قابل قدر ہستیوں کو صرف اپنی چال اور ڈھب کے خلاف دیکھکر بالکل حقیر سمجھتے اور اپنی مجالس میں بھی ایسے غربا دین کو کم جگہ دیا کرتے ہیں ٹھیک اسی طرح وہ عورت بھی چونکہ ظاہری زینت دینوی پر دلدادہ تھی جناب کی سادگی کو دیکھتی ہی کہہ اٹھی کہ کیا ایک شہزادی اپنا آپ ایک حقیر آدمی کو بخش سکتی ہے۔

هل تهب الملكة للسوقة (بخاری) حضور علیہ السلام چونکہ دنیا کی ظاہری سطح پر نظر کرنیوالوں کو بہت برا خیال کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے حب الدنيا رأس كل خطيئة کہ دنیا کی الفت تمام فسادات کی جڑ ہے اس لئے ایسی عورت کو جو کہ دنیا پسند تھی فوراً اسی وقت اپنے نکاح سے آزاد کر کے فرمایا کہ جاؤ اپنے جیسا کوئی اور تلاش کرو ؎

قرآن مجید نے اپنے متبعین میں کیا انقلاب کیا

(از قلم حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری۔)

اصلی بات تو یہ ہے کہ اس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دوست اور دشمن عموماً سارے جانتے ہیں کہ عرب کی اسلام سے پہلے کیا حالت تھی۔ اور بعد از اسلام انہیں لوگوں میں کیا جوہر نمودار ہو گئے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ خوابیدہ مسلمانوں کو اپنے اسلاف کا نقشہ دکھایا جاوے کہ اُن مدعیانِ اسلام میں اسلام نے کیا رنگ پیدا کر دیا تھا۔ اور تمہارا اسلام وہ رنگ نہیں لارہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلام نقلی ہے اگر اصلی نافۂ آہو ہوتا۔ تو سارا گھر خوشبو سے مہک جاتا۔ لیکن یہ بجائے خونِ آہو کے خون خرگوش ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں البتہ شکل نافۂ آہو موجود ہے۔

فہرست اصلاحات انقلاب اسلامی

(۱) تمام ماسوی اللہ سے منہ موڑ کر ایک خدائے قدوس کا غلام بنا دیا تھا؛

(۲) ماسوی اللہ کا رعب دلوں سے نکال کر ایک خدا تعالیٰ کا رعب قائم کر دیا تھا۔

(۳) ہر لحظہ زندگی میں رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ سمجھتے تھے؛

(۴) شعائر اللہ (کتاب اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ وغیرہ) کی عزت اپنی زندگی سے زیادہ ضروری سمجھتے تھے؛

(۵) خدا تعالیٰ کے بعد والدین کی اطاعت فرض سمجھتے تھے؛

(۶) والدین کے متعلقین کی عزت فرض سمجھتے تھے!

(۷) مساوات و ایثار اپنا فخر سمجھتے تھے؛

(۸) خلق اللہ پر رأفت و رحمت ان کا مایۂ ناز تھا؛

(۹) مظلوم کی مدد ان کا شیوہ تھا؛

(۱۰) حاکم بن کر محکوم کی خدمت کو عزت خیال کرتے تھے؛

(۱۱) انسانوں پر آقا بن کر حکومت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا غلام بن کر حکمرانی کرتے تھے؛

(۱۲) سادگی ان کا شعار تھا؛

(۱۳) سپاہ گری ان کا فن تھا؛

(۱۴) سخاوت ان کا لباس تھا؛

(۱۵) شجاعت ان کا دل تھا!
(۱۶) تواضع ان کا تاج تھا!
(۱۷) غیرت ان کی آنکھیں تھیں،
(۱۸) ہمت ان کا انجن تھا!
(۱۹) امداد الٰہی ان کا سٹیم تھا!
(۲۰) حمیت اسلامی ان کا وجود تھا!

مصرع

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند
فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَار
(ضرورۃ القرآن)

شوقِ حجاز

ع یہی ہے دل کی تمنّا! دکھا دیارِ حجاز

حاجی میاں محمد صادق صاحب صادؔق بافغانپوری کی ایک عرصہ سے یہ تمنا تھی کہ دیار حجاز کے دیدار سے خداوند تعالیٰ مشرف کرے چنانچہ انکی یہ تمنا پوری ہوئی اور امسال ۱۹۳۲ء کا حج نصیب ہوا۔ آپ نے اسکے کراچی میں جب تھے تو یہ نظم شوق حجاز کے نام سے لکھی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے اسکے چند روز بعد ہی آپکو سفر عرب سے مستفیض کیا جسطرح خدا نے انکی دعا قبول کی ہے پاک پروردگار ہر ایک مسلمان کو نعمت زیارات مقدسہ اور دولت حج سے بہرہ ور کرے۔
(ایڈیٹر)

کہاں تلک کئے جاؤگے انتظارِ حجاز ‫—‬ چلو چلو پھر چلو عازم دیارِ حجاز
جہاز بر لب ساحل کبھی کا آپہنچا ‫—‬ قدم بڑہاؤ بڑہو۔ عاشق نگارِ حجاز
سمجھتا چٹکی برابر نہیں ہوں دنیا کو ‫—‬ ہے اس قدر مری آنکھوں میں اقتدارِ حجاز
مجھے بھی قافلہ کے ساتھ لے چلے شغدف ‫—‬ کبھی کنارِ عرب اور کبھی کنارِ حجاز
نہوتے اسمیں جو حضرت کے مولد و مدفن، ‫—‬ نہ جاتا کوئی کبھی جانبِ دیارِ حجاز
حنین و بدر و احد، بوقبس، جبل النور ‫—‬ ہیں وہ مقام کہ جن سے ہے یادگارِ حجاز
دعائے صادؔق محزوں کی ہے یہ آٹھوں پہر ‫—‬ یہی ہے دل کی تمنا! دکھا دیارِ حجاز

پیامِ بیداری

(از جناب مولانا سید محمد اشرف شاہ صاحب کشفیٔ نظامی، صدر مجلس تنظیم صوبہ برما)

ہند کے مسلم بیدار ہوجا۔ اور انقلاب کردے
اگر ڈنڈے باز مسٹر مونجے کہتا ہے کہ ہندوستان ہندو قوم کا ہے۔ تو کہنے دے۔ اگر لالہ ہردیال یورپ سے خط لکھ لکھ کر اپنی قوم کو جوش دلا رہا ہے کہ ہند سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر افغانستان پر بھی قبضہ کرلو تو لکھنے دے اگر کیلکر تجھکو ہندوستان سے مٹانا چاہتا ہے تو پرواہ نہ کر۔ اور لالہ لاجپت رائے اور بھائی پرمانند رات دن تجھکو تباہ و برباد کرنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں تو کرنے دے۔ اگر پنڈت مالویہ سنگھٹن کرکے تیرے مقابلے میں آنا چاہتا ہے اور تیرے بچوں کی ہر مقام پر قربانی چاہتا ہے تو شہادت کے خون سے ہند کو لالہ زار ہونے دے اگر مسٹر گاندھی سوراج کا دیوتا تیرے مقابلے کے واسطے اچھوت قوم کو تیار کرکے لانا چاہتا ہے۔ تو آنے دے۔ اگر پنڈت جواہر لال نہرو ہند سے مذہب کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا ہے تو اس کو مت روک۔ اگر مسٹر گاندھی عورتوں کو بے حجابی کی دعوت دیتا ہے تو ان کو بے حجاب ہونے دے۔ تجھ کو کوئی حق نہیں کہ تو ان کی دیویوں کو اس بارے میں روک سکے!!

اے ہند کے مسلم! تو ان سب باتوں سے بے پرواہ ہوجا تو اس کا خیال تک بھی اپنے پاس نہ آنے دے۔ ہاں تو اگر سوتا ہے بیدار ہوجا۔ اگر بیدار ہے ہوشیار ہوجا۔ اگر ہوشیار ہے تیار ہوجا اگر تیار ہے چل پڑ اور اس منزل پر پہنچ جا۔ جس پر تیرے آبا و اجداد پہنچے تھے:

عرب کی سرزمین میں انقلاب ہوچکا۔ ایران نے انقلاب حاصل کرکے آزادی کا چہرہ دیکھ لیا۔ یورپ کے مریض ترکوں کی طرف دیکھ وہاں انقلاب نے کیسا سماں پیدا کردیا آج تمام یورپ کانپ رہا ہے۔ افغانستان کے نوجوان بادشاہ کی طرف غور کر کہ اس نے انقلاب پیدا کرکے آج تمام دنیا کے شہنشاہوں سے عقیدت کا خراج حاصل کرلیا، مصر، مراکش، طرابلس کے مسلمان انقلاب میں مشغول ہیں۔ مگر اے ہند کے مسلم تو اب تک کیوں خاموش ہے؟

اے ہند کے مسلم تیرا انقلاب وہ انقلاب ہونا چاہیئے کہ جس سے تمام دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوجائے تجھے اس منزل کو حاصل کرنا ہے جو صرف تیرا ہی ورثہ ہے!

سُن اور غور کر! اسلام کو دنیا کے مٹانے کے واسطے تاتاری فتنہ برپا ہوا تھا اس نے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کردیا تھا، مسلمان بے یار و مددگار تھا۔ یکایک خدا کی رحمت میں انقلاب پیدا ہوا وہی تاتار کے خونخوار حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور آج تک اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں اب یہ تیرا فرض ہے کہ تو بھی رحمت باری کو جوش میں لا تاکہ پھر دوبارہ وہی انقلاب پیدا ہوجائے دنیا کی کوئی طاقت تیرے اس ارادہ میں مزاحم نہ ہوگی ہاں اگر سنگھٹن اور راشدھی کے دیوتا تیرے اس ارادے میں کانگریسی مسلمان اور خلافت خلافت کہنے والے مسلمان بھی تیرے مقابلہ کیواسطے آئیں گے اور پھر میدان میں تجھ کو شکست دینے کی کوشش کریں گے مگر تو ان کے واسطے دعا کر کہ خدا ان کو صراط المستقیم دکھا دے اور وہ تیرے اس ارادے میں مزاحم نہ ہوں بیشک وہ تجھ کو بدنام کرسکتے ہیں۔ بیشک وہ تجھ پر گولی چلوا سکتے ہیں۔ بیشک وہ ہند میں تیرے واسطے کربلا برپا کرا سکتے ہیں، مگر تو ہراساں نہ ہو تیرا توکل تیرا بھروسہ خدا کی ذات پر ہے نہ کہ مسٹر گاندھی اور مالوی کے قدموں میں!

اے ہند کے مسلم میدان میں آجا! انقلاب برپا کردے'

وہ انقلاب کا جواب انقلاب ہونا چاہئیے تو یورپ کے میدان
میں ایشیا کے جنگلوں میں ہر ایک مقام پر انقلاب برپا کر دے
تو ترکوں پر افغانوں پر نکتہ چینی کرنی چھوڑ دے۔ تو ابن سعود
کو گالیاں دینی بند کر دے تو وہ کر جو تیرے آباؤ اجداد نے کیا تھا
تو آپس کے جھگڑوں کو چھوڑ دے تو منظم ہو جا تو داعیان اسلام
کی فوج مرتب کر وہ جو ہر مصائب کو برداشت کر سکیں وہ جو تمام
تکلیفوں کا مردانہ وار مقابلہ کریں ان کو ہر ایک علاقہ میں تبلیغ
اسلام کے واسطے بھیج دے تو دنیا کے ہر ایک گھر میں توحید کی
آواز پہنچا دے تاکہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہو جائے کہ دنیا سے
تمام کفر و ظلمات کی آندھیاں دور ہو جائیں تاکہ تمام دنیا میں جو
انسانی خون گرایا جا رہا ہے بند ہو جائے تاکہ دنیا امن کی زندگی
بسر کر سکے۔

تو میدان میں آجا۔ خدا تیری بدر و احد کی طرح امداد کریگا
وہ رحمت کے فرشتوں کو تیری مدد کیواسطے بھیجے گا۔ تو حضرت معین
الدین کا اتباع کر۔ تو داتا گنج بخش کی طرح میدان میں آ۔ تو شہاب
الدین سہروردی کی طرح توحید کا علم اٹھا۔ تو حضرت غوث الاعظم کی طرح
مردانہ وار کفر و ظلمت کا مقابلہ کر کے توحید کی روشنی گھر گھر پہنچا دے
تو حضرت نظام الدین اولیاء کی طرح داعیان اسلام کی فوج مرتب
کر کے ہر ایک علاقہ میں پہنچا دے۔

اے ہند کی تبلیغی جماعتو! آگے بڑھو! اے تنظیم کے علمبردارو!
میدان میں آؤ قدرت ربانی تمہاری امداد کے واسطے تیار ہو گئی
ہے اب تم بھی تیار ہو جاؤ! اے خلافت والو! گاندھی اور مالویہ
کا اتباع چھوڑ دو! اسلام کا اتباع کرو اسلام ہی آزادی دلائیگا
اسلام سے ہی دنیا میں امن و امان قائم ہوگا۔ اسلام ہی دنیا کو نجات
دلائیگا اسلام سے ہی سربلند ہوئے تھے۔ اسلام ہی سربلند
کرے گا۔ کہو اور نعرہ لگاؤ۔ اللہ اکبر۔

اے گروہ علماء! میدان عمل میں آجا خوابیدہ مسلمانوں کو
بیدار کرنے کی کوشش کر دریائے علم سے مسلمانوں کو سیراب
کر دے جو مسلمان جہالت کی وجہ سے ارتداد میں ڈوبے جاتے
ہیں ان کو بچالے!

اے مرکزی تبلیغی جماعت انبالہ کے ممبرو میدان میں آؤ!
سنگٹھن اور شدھی نے جو طوفان برپا کر دیا ہے اس کو الفت محبت
پریم اور شانتی کے ذریعہ سے دور کر دو۔

اے تنظیم کے علمبردار کچلو! اے سیف اسلام! اگر تنظیم کی
وجہ سے مسلمان تیری مخالفت کرتے ہیں۔ تو ان کی پرواہ نہ
کر وہ راہ راست پر آجائیں گے تو اپنی منزل مقصود کو مد نظر
رکھ تو ہند کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کر دے!

اے یورپ میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والی احمدی
جماعت! اپنے میں اور قوت پیدا کر اور اس سے زیادہ میدان
میں نکل۔ ابھی تمام یورپ خالی پڑا ہے اہل یورپ کو اسلام
کی ضرورت ہے تو ان کے گھر گھر توحید کی روشنی پھیلا دے۔

اے صوفیان اسلام! کب اپنے حجروں سے نکلو گے دنیا
مادی طاقت پر فریفتہ ہو رہی ہے مذہب کے خلاف دنیا کو
ابھارا جا رہا ہے۔ شیطانی گروہ دنیا پر چھایا جا رہا ہے اسوقت
تمام مذاہب جاں کنی کی حالت میں ہو رہے ہیں اٹھو حجروں
سے باہر نکلو۔ روحانی طاقت سے جس طرح تمہارے مرشدان
دین نے دنیا میں روحانیت کے دریا بہا دیئے تھے۔ تم بھی
دنیا کو سیراب کر دو میدان میں آؤ اللہ ہو کے نعرے لگاتے ہوئے
دنیا کو اسلام کا حلقہ بگوش بنالو!

اے اسلام کے سیاسی لیڈرو! اگر دنیا میں سربلندی
چاہتے ہو اور دنیا میں حکومت کرنی چاہتے ہو تو یہ خیال چھوڑ
چھوڑ دو کہ تم ہندوؤں کی غلامی کر کے آزادی حاصل کرو گے
ہرگز نہیں کبھی نہیں یہ بھی خیال مت کرو کہ تم موجودہ حکومت سے
دشمنی کر کے حکومت حاصل کر سکو گے ہرگز نہیں اور کبھی نہیں ہو
سکیگا۔ آؤ! اگر سربلندی چاہتے ہو اگر حکومت کی خواہش رکھتے
ہو تو صحابہ کرام کا اتباع کرو۔ اسوہ حسنہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وسلم پر عمل کرو اسلام کا توحیدی پیغام ہندو اور انگریز
دونوں کو پہنچا دو دونوں کو اپنا کر لو۔ دونوں کو اسلام کا حلقہ

بنالو۔ گذشتہ صدیوں میں بھی ایسا کیا گیا تھا اب بھی ایسا کرکے دکھاؤ۔

اے ہندوستان کی اسلامی ریاستو! اپنی ہمسایہ ہندو ہندو ریاستوں کی طرف دیکھو! وہ کسقدر شدھی کے واسطے روپیہ بہارہی ہیں۔ اور ہر ریاست اپنی طاقت کو شدھی پر خرچ کر رہی ہے تم کیوں خاموش ہو تم کیا چاہتے ہو کونسا دن دیکھنا چاہتے ہو خدا نے اسواسطے تم کو حکومت دی ہے اسواسطے سر بلند کیا ہے کہ اسلام کی خدمت کرو نہ کہ عیش و عشرت میں پڑے رہو۔ تیار ہوجاؤ۔ اسلام کی خدمت کیواسطے کمربستہ ہو جاؤ۔ ورنہ خدا تمہاری جگہ کسی اور کو دیگر سکے اسلام کی خدمت لے لیگا۔ وہ ابابیلوں سے بھی خدمت لے لیا کرتا ہے اے ہند کے مسلم دولتمندو! یہ خدا کی دی ہوئی وراثت اسلام کیواسطے وقف کردو اس کو اسلام کی اشاعت پر خرچ کردو بائیسکوپ، تھیٹر، گھوڑدوڑ۔ ان سب سے کنارہ کش ہوجاؤ ورنہ وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ سرمایہ داری کا خاتمہ ہوجائے گا اور قدرت ربانی تم سے یہ نعمت لے کر ان مسلمانوں کے حوالے کر دیگی جو اشاعت اسلام میں اس کو خرچ کریں؛

اے اسلام کے غریب فرزندو! اسلام کا نام تم سے ہے اسلام غریبوں سے ہی دنیا میں پھیل گیا تھا اور غریب ہی اسکو دنیا میں گھر گھر پہنچاویں گے یہ خیال مت کرو کہ تم غریب ہو یہ خیال دل میں مت آنے دو۔ کہ تمہارے پاس دولت نہیں تمہارے دل میں سرمایہ داری کا خزانہ ہے اسکو باہر نکالو دنیا کی ہر ایک مصیبت اسلام کی اشاعت کے واسطے قبول کرلو دولت خود تمہاری غلام ہوجائیگی ایسا ہی اسلام کی ابتدا میں ہوا تھا ایسا ہی اب ہونیوالا ہے۔

اے ہند کے اسلامی اخبارو! آپس میں حملے کرنے چھوڑ دو اب گھر کی خانہ جنگی کا وقت نہیں ہے اب جنگ کو ختم کردو اب کفر کی آندھیاں ہند میں آرہی ہیں اب ہند سے مذہب کا نام و نشان مٹانے والے تیار ہوگئے ہیں اب وقت ہے اسلام تم سے خدمت لینا چاہتا ہے۔ زمیندار۔ انقلاب، کارروان، الامان، ہمدرد۔ مدینہ۔ نجات۔ منادی، مسلم اوٹ لک، ینگ مسلم، عصر جدید، نئی دنیا وغیرہ کے ایڈیٹرو! تم بھی سن لو تم دنیا کو بہت کچھ سنا چکے اب تم خود سن لو۔ کہ تمہاری دوات کا ایک ایک قطرہ تمہارے قلم سے لکھا ہوا ایک ایک نقطہ۔ تمہارے اخبار کے تمام کاغذ پر سوائے اشاعت اسلام کے اور کچھ نہیں ہونا چاہیئے اے اسلام کے ماہوار اور ہفتہ وار اخبارو تم بھی سن لو اور آپسمیں پورے طور سے منظم ہوکر کفر کا مقابلہ کرو اور خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کرکے اسلام کی خدمت کیواسطے تیار کرو؛

اے یورپ کے نومسلم انگریزو! قدرت ربانی نے یہ کام تمہارے سپرد کردیا ہے وہ تم سے کام لینا چاہتی ہے یہاں کے مسلمان غفلت میں ہیں تم بیدار ہو اسلام کی خدمت اسیواسطے تمہارے سپرد کی گئی ہے تم توحید کی آواز یورپ کے ہر ایک گھر میں پہنچادو اور سب سے بڑی تر کی مرکزی طاقت انگلش کو حلقہ بگوش اسلام بنالو۔

اے مبلغ اعظم خواجہ حسن نظامی! دیکھ اور سن لے جب دشمنوں کی گولیاں تیرا کچھ نہیں کرسکیں جب خدا نے تجھ کو گولیوں سے بچالیا اور دشمن منہ دیکھتا رہگیا۔ جیسا احد، بدر کے میدان میں خدا نے اسلام کی امداد کی تھی ایسی ہی تیری امداد کر رہا ہے تو تمام صوفیوں کو حجروں سے باہر نکالکر اشاعت اسلام پر لگادے اور ان سب کو میدان میں لے آ اور مسلمانوں کو مساجد میں جمع کردے تاکہ دوبارہ دنیا میں اسلام چھا جائے۔ اور ہر جگہ کفر کے قلعے سرنگوں ہوکر "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا جھنڈا بلند ہوجائے اور ہند کی زبردست حکومت خود بخود حلقہ بگوش اسلام ہوجائے۔ آمین

یا اللہ تو میری نیت کو اور میرے عمل کو دیکھنے والا ہے اور تو میری طاقت اور میری حالت کو بھی جانتا ہے میں تیرے فضل اور تیرے کرم سے تیرے پسندیدہ دین اسلام کی خدمت

کے لئے کمربستہ ہوں مجھے توفیق دے کہ میں اس نازک وقت میں ایک ہولناک خطرہ سے اسلام کو اور مسلمانوں کو بچانے میں مدد کر سکوں اور تو مجھے ہدایت کر کہ ہر قسم کے فتنہ و فساد سے اور کسی کی دل آزاری سے محفوظ رہوں۔ آمین

اور یا اللہ جتنے تیرے بندے میرے اس کام میں زبان سے دل سے ہاتھ سے پاؤں سے حصہ لے رہے ہیں۔ ان سب سے راضی ہو اور ان پر فضل و کرم کے نور برسا۔ اور ان کی دینی و دنیوی مرادیں پوری کر اور قیامت کے دن جب وہ سب تیرے محبوب حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوں تو سرخرو ہو کر عرض کر سکیں۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ہندوستان میں آپ کے دین کی ایک نازک وقت میں امداد کا فرض ادا کیا تھا اور ہم اپنی طاقت کے بموجب مال اور زبان کے جہاد میں پورے سرگرم رہے تھے۔

اور یا اللہ جو مسلمان یا اور لوگ مجھ سے میرے اس کام میں اختلاف رکھتے ہوں اور دوسروں کو مخالفت کی ترغیب دیتے ہیں ان کو بھی اس گناہ سے بچا اور سمجھ دے کہ وہ میری ذاتی ناقابلیت یا ذاتی برائیوں کو نہ دیکھیں بلکہ میری نیت اور میرے ارادے کو پیش رکھتے ہوئے میری ہمت افزائی کریں۔ موجودہ نازک وقت میں مخالفت کر کے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں۔

اور یا اللہ میرے دل کو ریاکاری سے' بغض سے' حسد سے' ذاتیات کی عداوت سے اور اس گناہ سے جو مجھ سے ہوتا ہے محفوظ کر اور نجات دے اور اتنی قوت عطا فرما کہ تیرے مقبول دین اسلام کے ہندوستانی باغ کو مرنے سے پہلے پھر ابھرا اور سیراب و شاداب دیکھ لوں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(منادی)

اسلام اور امن و امان

(از جناب مولوی حمید اللہ صاحب عثمانیہ کالج دہلی)

(سورہ فاتحہ) کے بعد قرآن مجید کی عبارت یوں شروع ہوتی ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الٓمٓ ذلك الكتب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب و يقيمون الصلوٰة ومما رزقنٰهم ينفقون ۔ والذين يومنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالاٰخرة هم يوقنون اولٰئك على هدى من ربهم و اولٰئك هم المفلحون جس کی ابتدائی آیتوں میں غور کرنے سے فوراً معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک دنیا میں امن و امان قائم کرنے اور نوع انسانی کو جنگ و جدل سے بچانے کا کیا طریقہ ہے اس عبارت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اس خدا کے نام سے جو مہربان اور رحیم ہے۔ الٓمٓ (انا اللہ الاسلام اور اسلام دونوں کا مخفف ہو سکتا ہے' اس مقطع لفظ کے حقیقی مرادی معنی تو خدا ہی جانتا ہے) اس کتاب میں بے شبہ متقیوں کے نئے ہدایت کا سامان ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں جو تم پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو تم سے پہلے اتاری گئی۔ اور وہ قیامت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اور یہی لوگ فلاح یاب ہیں۔

ابتداء رحمت اور مہربانی کی خدائی تجلی سے ہوتی ہے اس لئے اس کے بعد کا پورا حصہ اسی کا پرتو اور سایہ ہوگا۔ چنانچہ

ہم دیکھتے ہیں کہ حق و باطل میں فرق کرنیوالی کتاب میں
ہدایت کا جو سامان ہدایت چاہنے والوں کے لئے موجود ہے
وہ یہ ہے کہ

(۱) سب لوگ اپنا ایک خاص مطمح نظر قرار دیں اور یہ ایسی چیز
ہو جو حاصل نہ ہو۔ (یومنون بالغیب)

(۲) سب لوگ اتحاد عمل کریں۔

(۳) اپنے سے مفلس بھائیوں کی مالی مدد کریں (مما
رزقنا ھم ینفقون)

(۴) اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مذہبوں
کا احترام کریں۔ (یومنون من قبلک)

(۵) انجام کا ابتدا ہی سے لحاظ رکھیں۔ (با لآخرۃ
ھم یوقنون)

سب سے پہلی بات ہر شخص کا اپنے لئے ایک مطمح نظر
قرار دینا ہے اس کی اہمیت بالکل واضح ہے یہ بات اب
تسلیم شدہ ہے کہ بیکاری سو بیماری ہے اور جب ہر شخص
مصروف عمل رہے گا تو وہ تصادم کبھی رونما نہیں ہوگا۔ جو
بیکاری کے باعث رونما ہوتا ہے جبکہ بیکاری شخص دوسروں کا
سد راہ ہو کر ان کے کام میں حرج پیدا کرتا ہے۔

دوسری بات نماز پڑھنی بھی، نماز میں بھی ہوتا ہے۔ کہ
سب مل کر اپنے امام کے اشاروں پر اسکا یکساں ساتھ
دیتے ہیں کہ انفرادی طور سے الگ الگ اسی کام کے کرنے میں
کبھی نہیں ہونا۔ امداد باہمی اور اتحاد عمل امن وامان کی اہم
ترین شرائط ہیں کیونکہ اس طرح قومی مفاد کو تمام شخصی اور انفرادی
فائدوں پر ترجیح دینی پڑتی ہے۔

موجودہ زمانے کی سب سے بڑی مصیبت "اشتراکیت"
(کمیونیزم) سمجھی جاتی ہے جس میں مالداروں اور سرمایہ داروں
کے خلاف انتہائی جدوجہد کی جاتی ہے لیکن سرمایہ داری
اور اشتراکیت دونوں انتہاپسندی کے اصول ہیں۔ قابل
عمل ہمیشہ ان کا درمیانی اور معتدل اصول ہوگا۔ اور وہ
یہ قرار دیا گیا ہے کہ اپنے سے مفلس لوگوں کی مالی امداد فرض سمجھی
جائے۔ اس بارے میں اپنے سے مالدار کی جانب نظر نہ
رکھی جائے، اس خیرات کی قرآن مجید میں دو قسمیں قرار دی گئی
ہیں۔ ایک زکوٰۃ کہلاتی ہے اور دوسری نفقہ خیر۔ زکوٰۃ میں
سالانہ پانچ فیصدی رقم اور تجارتی سامان مثلاً جانور وغیرہ
پر بھی ایک قلیل سا ٹکس حکومت کی جانب سے وصول کیا
جائے اور وہ فقیر و مسکین کی اعانت، تالیف قلوب، آزادی کے
متمنی کی امداد، قرضداروں کی مدد، خدا کی راہ میں صرف کیا
جائے۔ (انما الصدقات للفقراء والمسٰکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ
قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن
السبیل) یہ تو حکومت کی جانب سے انتظام ہوگا، دوسرے ذاتی
طور پر ہر شخص کو حکم ہے کہ نفقہ خیر کرے اس میں محتاج اعزہ
واقارب، یتیم مسکین اور مسافروں کو دینے کا حکم ہے۔ دیکھو
(ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامیٰ و
المساکین وابن السبیل الایۃ) یہ وہ معتدل ترین راہ ہے
جس سے انسان سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے
مصائب سے بچ سکتے ہیں۔

چوتھی بات "آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند"
ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ دوسرے کے جذبات کا احترام کرے
اور اس کے بزرگوں کا ادب کرے اس کی اہمیت ان دونوں
بالکل عیاں ہے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

پانچویں اہم ترین شرط یہ ہے کہ جو کچھ کرتے ہو اس کا انجام
سوچ لو، اچھے کام کا انجام سینکڑوں مصائب سے دوچار
ہونے کے باوجود بھی اچھا ہوگا اور برے کام کا لاتعداد کامیابیوں
کے بعد بھی برا ہوگا کسی بات کے اچھے اور برے ہونے میں
امتیاز کرنے کے لئے خدائے انسان کو عقل اور اس سے بڑھکر
"ضمیر" عطا فرمایا ہے ان دونوں کو جو کوئی بھی رہنما بنائے گا وہ کبھی
راہ راست سے نہیں بھٹکیگا اور ہر لغزش پر قدرت اسے
متنبہ کر دے گی۔ اگر صرف اسی ایک بات پر انسان عمل کرنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

از دفتر رسالہ "اسلام" امرتسر

فخر ملت و حامیٔ اسلام

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ ۔ تاریخ اسلام شاہد ہے ۔ کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کی جو خدمت آپ جیسے متمول امراء و فرمانروایان اسلام نے کی ہے ۔ وہ کسی دوسرے طبقہ کو نصیب نہیں ہوئی ۔ رسالہ "اسلام" جس کا مقصد محض تبلیغ و اشاعت اسلام و اعلائے کلمۃ اللہ ہے ۔ اس کا ایک پرچہ جناب کی خدمت میں بامید سرپرستی ارسال ہے ۔ مجھے یقین ہے ۔ کہ آپ اپنی اور اپنی بزرگان سلف کی قدیم روایاتِ خدمت اسلام کو ملحوظ فرما کر تبلیغ اسلام کے اس بہترین آرگن کو سرپرستی کا فخر عطا فرمادیں گے ۔ تاکہ تبلیغ اسلام کے ضروری کام کو تقویت ہوکر جناب کے لئے سعادت دارین کا موجب ہو ۔ مجھے جناب کی کریم النفسی اور فیاضی پر توقع ہے ۔ کہ آپ بحکم وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ نیازمند کو کسی طرح مایوس نہ فرمادیں گے ۔ بلکہ بواپسی ڈاک تسلی بخش جواب مرحمت فرماوینگے ۔ تاکہ میں رسالہ کے آئندہ نمبر میں جناب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرسکوں ۔ والسلام

خادم الاسلام والمسلمین

محمد مہر الدین آڈیٹر رسالہ "اسلام" امرتسر پنجاب

لگیں۔تو دنیا میں کوئی بُرا نہ رہے مگر آہ! کیا یہ ممکن ہے؟

آخر میں ایک بہت بڑی ضرورت پر جسے عام طور سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے روشنی ڈالنی نامناسب نہ ہوگی اور وہ یہ کہ ہر کام کی خود ابتدا کرنی چاہیئے صرف دوسروں کو نصیحت کر دینا اور خود اسی نفضیحت میں مبتلا رہنا کبھی موثر نہیں ہو سکتا

اس کے ساتھ ہی یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے۔ کہ میرے ایک کے کرنے سے کیا ہوتا ہے دنیا کی دنیا اس کے خلاف ہے جب تک دنیا کا اس بارے میں ساتھ دو گے ترقی نہیں کر سکتے خود ایک اصول کے تحت دنیا سے بالکل الگ کام شروع کرو اور اس پر جمے رہو تو دنیا خود بخود اسطرف کھچ آئے گی؛

(اہل سنت)

نماز مسلم نواز

(از مولانا ظفر علی خان صاحب مالک اخبار زمیندار)

پڑھتے نہیں ہیں قوم کے لیڈر نماز کیوں
کھویا گیا ہے قوم سے یہ امتیاز کیوں؟

ہوتی نہیں ہے سجدہ فشاں صبح اور شام
درگاہ کبریا پہ جبینِ نیاز کیوں؟

ارشاد ایزدی سے یہ اعراض کس لئے
فرمودۂ رسولؐ سے یوں احتراز کیوں؟

آقا سے کیوں غلام نے کی ہے یہ سرکشی
محمود سے ہوا ہے عناں تاب ایاز کیوں؟

ہم کو خبر سلف کی روایات کی نہیں،
نا آشنا ہے شانہ سے زلفِ دراز کیوں؟

قرآں پہ جب عمل ہی مسلمان کا نہ ہو،
ہو طاقت آزمائے حقیقت مجاز کیوں؟

آنکھیں خدا نے دی ہیں مگر دیکھتے نہیں
ایسوں سے منہ پھیرے نہ میرِ حجاز کیوں؟

دنیا گذشتنی ہے تو دولت گذاشتنی،
اس ڈھلتی پھرتی چھاؤں پہ اس درجہ ناز کیوں؟

اے مرغ روح پنجۂ صیاد میں ہے تو
پھر تیرے بال و پر میں نہیں اہتزاز کیوں؟

اسلام کا ستارہ چمکنے کو ہے ظفر
گاتے نہیں ترانہ کوئی جاں نواز کیوں....؟

ایک اہم تاریخی انکشاف

حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ اور گورو گوبند سنگھ صاحب دہم پادشاہ کا ظفر نامہ

(از جناب مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مولوی فاضل)

اسلام کا مایہ ناز عقیدہ جس نے اس کو اقوام عالم میں سر بلندی بخشی ہے توحید ہے اور ہندوستان کے مذہبی فرقوں میں ایک سکھ مذہب یا خالصہ پنتھ کی جماعت ہی ایسی ہے جو اس عقیدہ میں بڑی حد تک اسلام کے ساتھ ہمنوا ہے سکھوں کے اصول مذہب، ان کی سب سے بڑی مذہبی کتاب گرو گرنتھ صاحب، اور ان کے دسوں مذہبی پیشواؤں کے اقوال و اعمال نمایاں طور پر اس خیال کے مؤید ہیں لہذا یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں کہ سکھوں کو جو روحانی تعلق اور ذہنی مناسبت اسلام کے ساتھ ہے وہ ہندو دھرم کے ساتھ نہیں ہو سکتی اور ان کے مذہبی اغراض اور قومی مقاصد جس قدر اہل اسلام کے ساتھ اشتراک عمل رکھنے کے متقاضی ہیں اور کسی جماعت کے ساتھ نہیں؛

گورو گوبند سنگھ کا ظفر نامہ

خصوصاً سکھوں کے آخری شجاع و عالی ہمت پیشوا گورو گوبند سنگھ صاحب دہم بادشاہ کی وہ فارسی نظم جو انہوں نے اورنگزیب عالمگیرؒ کے نام بطور پیغام صلح بھیجی تھی اس دعویٰ کا روشن ثبوت پیش کرتی ہے اس نظم کا نام ظفرنامہ ہے؛

جب گورو صاحب نے توحید کی اشاعت اور بت پرستی کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھا کر پنجاب میں اپنے دائرہ عمل کو دامن ہمالہ تک وسیع کر دیا تو آس پاس کے پہاڑی راجہ رئیس ان کی بڑھتی ہوئی جمعیت اور روز افزوں قبولیت عامہ کو دیکھ کر جل گئے اور سب نے متفق ہو کر گورو صاحب اور ان کی جماعت پر حملہ کر دیا مگر اس کوہ تمکنت کیساتھ ٹکرا کر وہ خود اپنی جمعیت کو پاش پاش کر گئے

راجاؤں کی چال

ہزیمت یافتہ جماعت نے اب ایک اور چال چلی یعنی گورو صاحب کے خلاف مسلمان حکام کے کان بھرنے شروع کئے اور وہ ان کو گورو صاحب سے بدظن کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی فوج نے انند پور کا محاصرہ کر لیا جو گورو صاحب کی اشاعت توحید اور تبلیغ مذہب کا مرکز تھا۔ سکھوں نے اپنے محبوب گرو کے زیر سایہ اس جانفروشی اور پامردی سے شاہی فوج کا مقابلہ کیا کہ غنیم کی کچھ پیش نہ گئی؛ سکھی روایات میں درج ہے کہ آخر وزیر خاں صوبہ دار سرہند نے جو اس فوج کا کماندار اعظم تھا گورو صاحب سے التماس کی کہ آپ ہندو راجاؤں کی شکایت کو رفع کرنے کیلئے بالفعل انند پور کو خالی کر دیں جب اس فتنہ و نزاع کی گھٹا ٹل جائیگی تو پھر آپ واپس انند پور آ سکتے ہیں۔ لیکن بعد میں کچھ ایسے حالات پیش آ گئے کہ صوبہ دار سرہند اپنے عہد کے پورا کرنے سے معذور رہا۔ مخالفین کی ریشہ دوانیوں نے کچھ پیش نہ چلنے دی؛

حضرت عالمگیرؒ کو واقعات کی اطلاع

پنجاب میں تو یہ واقعات رونما ہو رہے تھے۔ عالمگیر اعظم پنجاب سے ہزاروں میل دور دارالسلطنت دکن کا محاصرہ کئے پڑا تھا جس کا معرکہ برسوں کے لئے طول کھینچ چکا تھا۔ عالمگیرؒ کو پنجاب کے ان واقعات کی کچھ خبر نہ تھی۔ وہ پہاڑی راجاؤں کی غداری اور گورو صاحب کی مشکلات و مصائب سے قطعاً بے خبر تھا اس لئے گورو صاحب نے ضروری سمجھا کہ ان لوگوں کی بد عنوانیوں سے شاہ وقت کو آگاہ کر کے داد طلب کی جائے۔

چنانچہ انہوں نے یہ نظم بنام "ظفرنامہ" مرتب کر کے اپنے دو خادموں بھائی دیا سنگھ اور بھائی دہرم سنگھ کے ہاتھ دکن میں عالمگیرؒ کے پاس بھیجی۔

حضرت اورنگزیب کا فرمان

نظم کے مطالعہ سے شاہ عالمگیرؒ پر اصلیت آشکارا ہو گئی اور اس نے گورو صاحب کی مظلومی اور حکام کی بدسلوکی پر بڑا افسوس کیا خصوصاً یہ امر اس کے لئے اور بھی موجب افسوس تھا کہ اسلامی عملداری میں ایک توحید پرست جماعت ہدف مصائب ہوئی اس لئے اس نے ایک فرمان جاری کیا جس کی نقل خود راقم نے بھی دیکھی ہے اس فرمان کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ "سکھوں کی جماعت کے متعلق بدولت پر یہ امر منکشف ہو گیا کہ یہ ایک مرنجان مرنج فرقہ ہے ہمیشہ سازو سرود کے ساتھ حمد الٰہی کے گیت گانا ان کا شیوہ ہے یہ لوگ نہایت مہمان نواز ہیں، ہر مذہب و ملت کے آدمی کے ساتھ محبت اور سلوک سے پیش آتے ہیں لہذا آج کے بعد کوئی حاکم ہماری قلمرو میں ان سے مزاحم نہ ہو اور ان کو اپنے مذہبی شغل میں پوری آزادی حاصل رہے"

گورو گوبند سنگھ کی اسلام پرستی

عالمگیرؒ پر "ظفرنامہ" پڑھنے سے جو اثر ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ نظم کس قدر صداقت و راستی کا آئینہ ہو گی۔ اور اس کا لفظ لفظ کس خلوص کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہو گا ظفرنامہ کا اندازہ تحریر بتا رہا ہے کہ گورو صاحب کا دل و دماغ اسلامی عقاید میں رنگا ہوا ہے ان کے دل پر اسلامی روایات کا گہرا اثر ہے وہ پیغمبر اسلام کو خاص وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ کتاب اسلام (قرآن مجید) کو ایک صحیفہ ربانی سمجھتے ہیں اور ان کی ذہنیت عالمگیرؒ کی اس توقیر و عزت سے بھی خالی نہیں جس کا ایک شاہ وقت و فرمانروائے ملک مستحق ہوتا ہے!

"ظفرنامہ" کے مطالب سے ناواقفیت

مگر تماشہ یہ ہے کہ بعض لوگ اس نظم کو الٹا مخالف معنی پر محمول کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اس میں اورنگزیبؒ کو ملامت کی گئی ہے اس پر کذب و بدعہدی کا الزام لگایا گیا ہے اس میں مذہب اسلام کی بعض خامیوں کا ذکر ہے اس شدید غلط فہمی کی کئی خاص وجوہ ہیں یعنی ایک طرف تو اہل وطن کی طباع اس ملک کی آب و ہوا سے قدرتاً متاثر ہیں جس کی فضاء کو خواہ مخواہ عالمگیرؒ کی فرضی بدنامیوں سے مسموم کیا گیا ہے۔ کیونکہ:-

(۱) متشرع اور دیندار بادشاہوں کو بدنام کرنا اہل تعصب کا شیوہ ہے۔

(۲) مخالفین کی حکمت عملی متقاضی ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اورنگزیبؒ پر فرضی مظالم کے الزامات لگائے جائیں دوسری طرف سکھ صاحبان عموماً یا مستثنائے معدودے چند ظفرنامہ کے مطالب و معنی کو بخوبی نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ:-

(۱) ظفرنامہ کی زبان فارسی ہے جس کا اب رواج کم ہے۔

(۲) سکھوں میں جو طبقہ خصوصیت سے اس نظم کو بطور ورد شب و روز پڑھتا ہے وہ فارسی تو رہی الگ عموماً اردو لکھنے پڑھنے سے بھی عاری ہے!

(۴) اس نظم کے سمجھنے میں یہ بات اور بھی حارج ہوتی ہے۔
کہ اسکو زیادہ تر گورمکھی رسم الخط میں لکھا گیا ہے جس میں فارسی
عبارت کو صحیح طور پر ضبط کرنا قطعاً ناممکن ہے پھر اس کو پڑھنے سے
کچھ کا کچھ مطلب بن جاتا ہے؛

خیال کیجئے کہ جب اس نظم کو فارسی ناشناسی کیسا تھ
اورنگ زیب کے متعلق متعصبانہ خیالات کی روشنی میں پڑھا جائے
تو کیا بعید ہے کہ اس کو اورنگ زیب کے لئے "ذر دجرم" کا ہم معنی
سمجھ لیا جائے اگرچہ خود گورو صاحب نے اسکو "پیام الفت" کے
رنگ میں لکھا ہو۔

ظفرنامہ پر نظر تحقیق

آئیے تحقیق حق کے لیے ظفرنامہ پر ایک نظر ڈالیں
اور دیکھیں کہ یہ نظم کس اسپرٹ میں لکھی گئی ہے اور اسمیں عالمگیر
کو کس لب ولہجہ کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے اور اس کا اصل
مدعا کیا ہے۔

ظفرنامہ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے؛

کمال کرامات قائم کریم ؛ رضا بخش و رازق رہاک و رحیم

کمال کرامات سے گورو صاحب کی مراد کامل الکرامات
ہے اور رہاک کا کلمہ بمعنے نجات دہندہ گورو صاحب کی خود ایجاد
ہے جس میں فارسی کلمہ "رہا" بمعنے خلاص کے آخر میں بقاعدہ
سنسکرت کاف اسم فاعل لگا دیا گیا ہے نظم کی ابتداء میں صفات
الہیہ کے تسلیمی عقیدہ اسلام کے انداز پر کرنا اور اس کے لئے اسلامی
لغات سے کام لینا گورو صاحب کے خیالات کا اسلامی رنگ میں
رنگا ہونا ظاہر کرتا ہے؛

گیارہ بارہ ابیات تک حمد الہی کرنے کے بعد دفعتاً داستان
کے عنوان سے مقام انندپور پر قسم کھائے جانے اور پھر چمکور کے
مقام پر اس کی خلاف ورزی کئے جانے کا قصہ شروع کرتے ہیں؛

مرا اعتبارے بریں قسم نیست
کہ ایزد گواہ ست و یزداں یکے ست

نہ قطرہ مرا اعتبارے بر او نیست
کہ بخشی و دیواں ہمہ کذب گوست

یعنی مجھے اب خدا کو شاہد بنانے والوں اور اس کی وحدانیت
کی قسم کھانے والوں کی بدعہدی کا تجربہ ہوگیا۔ یہ دنیوی جاہ
واقتدار پر مرنے والے لوگ جھوٹے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ
سب صوبہ دار سر ہند پر حلف دروغی کا الزام ہے جس کی شکایت
شاہ عالمگیرؒ کے حضور میں کی گئی ہے بعض لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ
اس میں خود عالمگیر پر دروغ گوئی کا الزام ہے انہوں نے نہ
اصل قصے کو معلوم کیا ہے اور نہ سیاق نظم کو سمجھا ہے۔

چند اشعار کے بعد فرماتے ہیں:۔

قسم مصحف خفیہ گرمن خورم
نہ فواج زیں زیر سم افگنم

یعنی (بخلاف اس کے) اگر میں خفیہ (یعنی بلا موجودگی گواہان)
بھی قرآن مجید کی قسم کھاتا۔ تو (اپنے عہد پر قائم رہتا ہوا) اس
مقام سے فوج کا قدم نیچے (میدان میں) نہ پہونچاتا۔

اس بیت سے دو باتیں ماخوذ ہوتی ہیں ایک تو وفائے عہد
کا سبق کہ جب عہد وقرار پر قسم کھائی جائے تو پاکی ضمیر اور قوت
ایمان اس کے پورا کرنے کی متقاضی ہے خواہ کوئی شخص اس پر گواہ
ہو یا نہ ہو کیونکہ بہرحال خدا تو گواہ ہے جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اگر
ایفائے عہد صرف گواہوں کے لحاظ سے واجب سمجھا جائے۔ تو
گویا لوگوں کی شرم ہوئی خدا کی شرم نہ ہوئی دوسری بات یہ کہ
گورو صاحب کی حق پرستی اور راست پسندی کا ثبوت اس سے
بڑھکر اور کیا ہوگا کہ وہ قرآن مجید کی قسم کھا کر اس کو اس بات
اور خلوص اور صفائے نیت کے ساتھ پورا کرنے پر آمادہ ہیں
جو ایک قرآن کو کلام حق ماننے والے کا شیوہ ہونا چاہیئے؛

اس کے بعد چمکور کے خونریز معرکہ اور سکھوں کی جانثاری
اور اپنے ثبات واستقلال کی تفصیلات لکھی ہیں پھر دوبارہ
اسی مذکورہ عہد شکنی پر نکتہ چینی شروع کی ہے جس میں ایفائے عہد
کی اہمیت دین وایمان کی عظمت کتاب اللہ کی تقدیس اور

اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے علو شان کی طرف لطیف اشارات کئے ہیں:

نہ دانم کہ ایں مرد پیماں شکن
کہ دولت پرست ست ایماں فگن

"مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ شخص عہد شکن دولت پرست اور کو گرانیوالا ہے"۔ اس بحث میں پڑنا ہمارا مقصود نہیں۔ گورو صاحب جس شخص پر حلف دروغی کا الزام لگا رہے ہیں وہ واقعی اس جرم کا مرتکب اور قابل مواخذہ تھا یا اس وقت کی مخصوص مشکلات کے لحاظ سے وہ معذور اور ناقابل گرفت تھا بہرحال گورو صاحب کی نظر میں وہ مورد اعتراض تھا ہمارا مدعا صرف یہی ہے کہ گورو صاحب کا روئے اعتراض جس شخص کی طرف ہے وہ عالمگیر کی بجائے کوئی اور ہے:

نہ ایماں پرستی نہ اوضاع دیں
نہ صاحب شناسی نہ محمد یقیں

"نہ اس میں ایمانداری ہے نہ دین کے طریقے نہ خدا شناسی ہے نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین ہے۔

کہ ایں مرد را ذرہ اعتبار نیست چہ قسم قرآن ست یزداں یکے ست

اس جھوٹی قسم کھانیوالے کو کچھ بھی تمیز نہیں کہ قسم قرآن کا درجہ کیا ہے اور خدا کی وحدانیت کیا معنی رکھتی ہے۔

چند اشعار کے بعد فرماتے ہیں:۔

شمارا چو فرض ست کارے کنی۔ بموجب نوشتہ شمارے کنی

تمہیں فرض ہے کہ جب کوئی کام کرو تو (عہد نامہ) کی تحریر کے موافق (عمل کرنا ضروری) سمجھو۔

نوشتہ رسید و بگفتہ زباں۔ بباید کہ ایں را براحت رساں

یہ تحریر تمہارے پاس پہنچ گئی ہے اور زبانی بھی کہا گیا ہے چاہیئے کہ اس کو قیام امن کا باعث بناؤ تمہارے نزدیک پہلے اشعار میں اپنے حریف کا ذکر غائبانہ تھا اب اوپر کے پانچ شعروں سے گورو صاحب کا کلام بطور خطاب ہے اور مخاطب وہی حلف دروغی کا ملزم ہے بخلاف اس کے بعض اصحاب کا خیال ہے کہ گورو صاحب یہاں شاہ عالمگیر اورنگ زیب سے مخاطب ہیں مگر گورو صاحب کا طرز کلام اور نظم کا سیاق اس کی تائید نہیں کرتا بلکہ خود نظم کے اندر کئی باتیں ایسی موجود ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطاب مذکورہ حریف سے ہے جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ یہاں مخاطب پر بار بار حلف دروغی کا الزام لگایا گیا ہے حالانکہ یہ امر سنگھ صاحبان کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ وہ اورنگ زیب نہ تھا بلکہ اورنگ زیب کا حلف اٹھانا تو رہا درکنار وہاں واقعات سے بھی بے خبر تھا۔ اس مقام پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں (۱) پہلے حلف دروغی کے مرتکب کا ذکر غائبانہ تھا اب اسی سے بطور خطاب گفتگو ہے کیا ایسا فرض کر لینا خلاف بلاغت نہیں؟ (۲) یہ مثنوی بطور پیغام شاہ عالمگیر کے نام بھیجی گئی ہے پھر وزیر خاں کو نوشتہ رسید بگفتہ زباں کہنے کے کیا معنی ہوں گے؟ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ فارسی نظم میں ایک ہی سلسلہ کلام کے اندر غائب کو مخاطب بنا لینا اور مخاطب کو غائب کے طور پر ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ شاعری کی صنائع میں شمار کیا جاتا ہے جس کا نام صنعت التفات ہے۔

خود اسی نظم کے اندر شعر ۵۰ میں اورنگ زیب کے ساتھ خطاب ہے اور اس سے متصل شعر ۵۱ میں اس کا ذکر بصیغہ غائب کیا ہے اور پھر شعر نمبر ۱۰۷ سے از سر نو خطاب شروع کیا ہے اسکی ایک اور قابل اعتبار وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب گورو صاحب عالمگیر اورنگ زیب کی طرف اپنے حریفوں کی بدسلوکی کی داستان لکھنے لگے ہونگے تو واقعات کو دوہراتے وقت جذبہ اور جوش کے عالم میں گویا حریف کو اپنے سامنے فرض کر لیا ہے اور جو کچھ باتیں آپ نے کہیں بطور حکایت شروع کر دیں۔ وہ بطور خطاب قلم سے نکلتی گئیں اور یہ عام محاورہ بھی ہے مثلاً عمر زید کے پاس جا کر خالد کی غائبانہ شکایت کرتا ہے۔ تو غیبت کے بیان میں خطاب کو یوں ملا دیتا ہے نالائق کیسا احسان فراموش ہے کہ برسوں سے ہم سے فائدے اٹھائے آج ہمارا ذرا سا کام آ پڑا تو ٹکا سا جواب دید یا بھلا تیری ایسی تیسی پھر کبھی دیکھا سامنے آ گا اگر تجھ کو چھٹی کا دودھ یاد نہ آ گیا تو پھر کہنا!

(باقی)

نَصِیحَةُ النَّبِیِّ الْکَرِیْم صلعم لِاِمَام حسینؑ

از خادم العرب حکیم ابو الفقر محمد شمس الحق خان حکیم حاذق مستند و مالک شفاخانہ فیض عام امرتسر

اَحُسَیْنُ اِنِّیْ وَاعِظٌ وَمُؤَدِّبٌ
اے حسین میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اور ادب سکھاتا ہوں

فَافْهَمْ فَاِنَّ الْعَاقِلَ الْمُتَاَدِّبُ
پس سمجھ لے کہ عاقل ادب قبول کرتا ہوں!

وَاحْفَظْ وَصِیَّةَ وَالِدٍ مُتَحَنِّنٍ
باپ مہربان کی وصیت یاد کر :

یَغْذُوْکَ بِالْاٰدَابِ کَیْلَا تَعْطَبُ
جو غذاء ادب کی دیتا ہے تاکہ ہلاکت سے محفوظ ہو

کَفَلَ الْاِلٰهُ بِرِزْقِ کُلِّ بَرَائِیَةٍ
خدا ہر ایک انسان کا کفیل ہے ۔

وَالْمَالُ عَارِیَةٌ تَجِیْءُ وَتَذْهَبُ
اور مال آنے اور جانے والی چیز ہے

وَالرِّزْقُ اَسْرَعُ مِنْ تَلَفُّتِ نَاظِرٍ
اور رزق آنکھ کی چمک سے بہت تیز ہے

سَبَبًا اِلَی الْاِنْسَانِ حِیْنَ یُسَبَّبُ
سبب ہوتا ہے انسان کیلئے جب سبب طلب کرتا ہے

اَبُنَیَّ اِنَّ الذِّکْرَ فِیْهِ مَوَاعِظٌ
اے بیٹے تحقیق ذکر میں نصیحت ہے ۔

فَمَنِ الَّذِیْ بِعِظَاتِهٖ یَتَاَدَّبُ
پس کون وہ ہے جو نصیحت سے ادب قبول کرتا ہے

وَاعْبُدْ اِلٰهَكَ وَالْمَعَارِجِ مُخْلِصًا
اور خدا کی عبادت کر جو خالص بلندیوں کا مالک ہے

وَانْصِتْ اِلَی الْاَمْثَالِ فِیْمَا تُضْرَبُ
اور مثالوں کو خاموشی سے سن جو بیان کیجاتی ہیں!

وَاِذَا مَرَرْتَ بِاٰیَةٍ مَخْشِیَّةٍ
اور جب آیت خوف کی پڑھے ۔ ۔ ۔

تَصِفُ الْعَذَابَ فَقِفْ وَدَمْعُكَ تَسْکُبُ
جو عذاب کو بیان کرتی ہے پس ٹھیر جا اور آنسو جاری ہوں

یَا مَنْ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ بِعَدْلِهٖ
اے وہ ذات جس کا عدل عذاب میں ڈالتا ہے

لَا تَجْعَلَنِّیْ فِی الَّذِیْنَ تُعَذِّبُ
مجھے ان لوگوں میں نہ کیجیو جن کو عذاب ہوگا!

اِنِّیْ اَبُوْءُ بَشْرِیْ اَوْ خَطِیْئَتِیْ
میں اپنی لغزش اور خطا کا اقرار کرتا ہوں!

هَرَبًا وَهَلْ اِلَّا اِلَیْكَ الْمَهْرَبُ
از روئے بھاگنے کے اور بغیر تیرے کوئی جگہ بھاگنے کی نہیں ہے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلصَّدِیْقِ وَکُنْ لَهٗ
اور دوست کیلئے بازو نرم کر اور اس کیواسطے

کَاَبٍ عَلٰی اَوْلَادِهٖ یَتَحَدَّبُ
مثل باپ کی ہو جو اپنی اولا پر مہربان ہے!

وَاحْفَظْ صَدِیْقَكَ فِی الْمَوَاطِنِ کُلِّهَا
اور اپنے دوست کی ہر جگہ حفاظت کر!

وَعَلَیْكَ بِالْمَرْءِ الَّذِیْ لَا یَکْذِبُ
اور اس شخص سے محبت کر جو جھوٹ نہیں بولتا

وَلَقَدْ نَصَحْتُكَ اِنْ قَبِلْتَ نَصِیْحَتِیْ
اور تحقیق میں نے تجھے نصیحت کی ہے اگر اسکو قبول کرے

وَالنُّصْحُ اَرْخَصُ مَا یُبَاعُ وَیُوْهَبُ
اور نصیحت ایسی چیز ہے نہ فروخت ہوسکتی ہے اور نہ ہی ہبہ ہوسکتی ہے

من انصاری الی اللہ؟

شمع مذہب وملت کو بجھانیکی غرض سے الحاد و زندقہ اور کفر و بیدینی کی جو خوفناک آندھی چل رہی ہے کوئی قلب نہیں جو اسے محسوس نہ کر رہا ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ فقط احساس کافی نہیں تا وقتیکہ اس طوفان بیدینی سے بچنے کی تدابیر اختیار نہ کی جائیں اسلام اور اہلسنت کا لباس پہنکر غارتگران مذہب اور دشمنان ملت حق و باطل کو ملتبس کر رہے ہیں پھر کیا اے پرستاران حق اکب آپ اسی طرح نچلے بیٹھے رہیں گے۔؟ آپ کے فرض سے کب تک غافل رہنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ بیدار ہوجئے اور

ہفتہ وار اخبار الفقیہ امرتسر

کی خریداری قبول فرمائیے جس میں مذہب حنفیہ اہل سنت کی صحیح اور سچی تعلیمات شائع ہوتی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی مخالفین وہابی غیر مقلد شیعہ مرزائی، عیسائی آریہ وغیرہ کا رد اس خوبی سے ہوتا ہے کہ پرستاران باطل مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو آج ہی ہم سے نمونہ ایک آنے کا ٹکٹ آنے پر مفت بذریعہ وی پی للعہ بذریعہ منی آرڈر للعہ ششماہی بذریعہ وی پی ۱۲؍ بذریعہ منی آرڈر عہ ملنے کا پتہ: منیجر ہفتہ وار اخبار الفقیہ امرتسر (پنجاب)

فتح حقانی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقہ سے بعد اس وقت تک جتنے شخصوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو راہ ہدایت منحرف کرنیکی کوشش کی اور خود قابل عبرت نتیجہ کو پہنچے اس کتاب میں ان سب کے حالات دلچسپ اور عبرتناک طریقہ سے پنجابی نظم میں درج ہیں۔ جو ہر مسلمان کے لئے قابل دید ہے قیمت صرف ۳؍

ملنے کا پتہ:۔ مولوی محمد عبد اللہ مسجد گوجراں ڈھاب کھٹیکاں امرتسر

ہفتہ وار اخبار اہل السنت والجماعت امرتسر

یہ اخبار عرصہ دس سال سے زیر ادارت حضرت جناب مولنا مولوی حافظ حکیم ابو تراب محمد عبد الحق صاحب جو کہ تجربکار اور کہنہ مشق طبیب و مناظر ہیں ہفتہ وار اخبار بڑی شان و تاب سے طبع ہو رہا ہے۔ احکام اللہ و احکام الرسول و اقوال صحابہ کرام و خلفائے راشدین و بزرگان دین اسمیں درج ہوتے ہیں اور مسائل اختلافیہ میں بڑی خوبی اور تحقیق سے بحث کرتا ہے اور مخالفین اسلام کے سوالات کے جوابات دندان شکن دیتا ہے اسلام کا حامی جماعت حقہ اہل سنت والجماعت کا واحد اسلامی پرچہ ہے رسومات قبیحہ کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے اور طبی معلومات اور صد ہا مجربات او اصول حفظان صحت کے اعلیٰ درجے کے طریقے وضاحت سے درج کرتا ہے اور اسلامی اخبار چیدہ چیدہ کو شائع کرتا ہے لہذا برادران اہل سنت والجماعت خرید ار بنکر اجر عظیم حاصل کریں۔ الغرض جسمانی اور روحانی معالج اور مذہبی نسخے اور طبی سوالات کے جوابات بھی اس میں درج ہوتے ہیں۔ اخبار کی سرپرستی قبول فرما کر صراط مستقیم کو معلوم کریں قیمت سالانہ للعہ ششماہی ۱۲؍ نمونہ مفت

پتا:۔ اخبار اہل السنت والجماعت امرتسر

مسیحائے زماں

ملاحظہ فرمائیے جو راجپوتانہ کا سب سے پہلا اور واحد ماہوار رسالہ ہے جسمیں عورتوں مردوں اور بچوں کی چھپی اور کھلی بیماریاں ان کے مجرب علاج۔ طب یونانی، ڈاکٹری، ویدک، ہومیوپیتھی، پانی عملیات اور وظائف دلچسپ فسانے، تاثیر میں ڈوبی ہوئی نظمیں، دل بہلانیکی باتیں درج ہوتی ہیں۔ اشتہار دینے والوں کے لئے کامیابی یقینی ہے چندہ سالانہ عہ نمونہ مفت

پتہ:۔ منیجر رسالہ مسیحائے زماں تجارہ

تفسیر کبیر

رئیس المفسرین و امام المناظرین حضرت امام محمد (ملقب بہ فخر الدین) بن ضیاء الدین عمر خطیب رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ شخصیت اور بلند پایہ علمی قابلیت سے اسلامی دنیا ناواقف نہیں۔ تفسیر کبیر آپ ہی کی تصنیفات میں سے ہے۔ جو علومِ قرآنی کا ایک بیش بہا خزانہ اور مطالب و معانی کلام الٰہی کا لاجواب آئینہ ہے۔ اس میں امام موصوف نے ہر قسم کے مسائل دینی نہایت واضح طور پر بیان فرمائے ہیں۔ صرف الحمد شریف ہی میں سے چھ ہزار مسائل کا آپ نے استخراج کیا ہے۔ تفسیر کبیر چونکہ فلسفیانہ رنگ میں ہے۔ اسلئے موجودہ زمانہ کیلئے بیحد مفید ہے۔ مگر عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے علماء کے سوا عام مسلمان اس کے فیوض و برکات سے بالکل محروم ہیں۔ ہم نے قرآن کریم کی اس خدمت کو انجام دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور تفسیر کبیر کے اُردو ترجمہ کے لئے ایک لائق عالِم کی خدمات حاصل کر لی ہیں جو پوری محنت اور شوق سے اس قرآنی خدمت کو انشاء اللہ انجام دینگے۔ ترجمہ میں خاص خوبیاں ہونگی:۔ (۱) اصل تفسیر کا ترجمہ لفظ بلفظ ہوگا۔ انتخاب اور اختصار یا کانٹ چھانٹ سے اصل تصنیف میں کسی قسم کا تصرف یا دست اندازی نہ ہوگی۔ (۲) اگر کسی مسئلہ میں مترجم کو دوسرے مفسرین کی رائے ظاہر کرنا مطلوب ہوگا تو وہاں اس تفسیر کا نام **جلی** لکھنے کے بعد اُردو میں ہی لکھا جائیگا۔ (۳) آیات قرآن مجید نہایت جلی خط میں خوبصورت لکھی جائینگی اور ترجمہ میں دوسرے مقامات کی آیات قرآنی جہاں کہیں بطور استدلال ہونگی وہ با اعراب لکھکر ان کا بھی اُردو ترجمہ لکھا جائیگا (۴) ہر آیت کی تفسیر میں جس قدر مسائل بیان ہونگے۔ ان کے عنوان قائم کئے جائیں گے۔ غرضیکہ تفسیر کبیر کا یہ لاجواب ترجمہ تمام اُردو دان برادران اسلام کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگا! (۵) ترجمہ کی خوبیوں کے علاوہ کتابت و طباعت وغیرہ کے ظاہری حسن سے انشاء اللہ پسندیدہ و دلفریب ہوگا۔ سردست پارہ اوّل کا پہلا ربع انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع کیا جائے گا جو اصحاب شائع ہونے سے پہلے اپنا نام اور پورا پتہ درج رجسٹر کرا لیں گے۔ ان کو چوتھائی قیمت کی رعایت دیجائیگی۔ دوسرے اصحاب سے پورا ہدیہ لیا جائیگا۔ اس لئے ہر مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ وہ اشاعتِ تفسیر کبیر کے لئے اپنے علاقہ میں پوری کوشش فرمائیں۔ اور کلامِ الٰہی کی اس خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹا کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔ اس لئے آپ پوری کوشش فرماکر اپنے احباب و آشنا کے نام (معہ پورا پتہ کے) بھی اپنے نام کے ساتھ درج رجسٹر ہونے کے لئے بھجوا دیں

ہدیہ ربع اوّل صرف عہ علاوہ محصول ڈاک۔

نوٹ:۔ نام درج رجسٹر کرانیوالے اصحاب سے کوئی رقم پیشگی نہیں لی جائیگی۔ صرف نام اور پورا پتہ خوشخط ہونا چاہئے۔

خط و کتابت کا پتہ:۔

مینجر رسالہ "اسلام" امرتسر (پنجاب)

راست گفتار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام شیخ عبد المجید پرنٹر کے چھپا۔ اور محمد ظہیر الدین پبلشر نے کوچہ رنگیاں امرتسر سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۲۶۵

قال اللہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام

اسلامی مذہبی اور تبلیغی مضامین کا ماہوار

رسالہ اسلام امرتسر

جو

ہر مہینے کی ۲۵ تاریخ کو کوچہ دیگراں امرتسر سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر محمد مہر الدین

چندہ سالانہ

والیان ریاست اور امراء و رؤسا جو عطا فرماویں

متوسط حال برادران اسلام سے بذریعہ منی آرڈر دو روپے (عہ)، بذریعہ وی۔پی عہ

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

مینجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

ہونی چاہیئے

مندرجہ ذیل طریقوں سے آپ رسالہ اسلام کی مدد فرماویں

محبان اسلام وہمدردان ملت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے رسالہ اسلام کی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں۔ ذیل میں امداد اسلام کے چند طریقے لکھے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان طریقوں سے امداد فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرماویں گے تاکہ آئندہ اشاعتوں میں ہم معاونین کرام کے اسمائے گرامی شکریہ سے درج رسالہ کر سکیں

(۱) رسالہ کی خریداری خود منظور فرماویں۔

(۲) اپنے احباب آشنا کے نام اور پورے پتہ تحریر فرماویں تاکہ ان کی خدمت میں نمونہ مفت بھیجا جاوے اور نمونہ پہنچنے کے بعد آپ ان سے چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں۔

(۳) مریدوں، شاگردوں، معتقدوں، اور دوستوں کے نام ایک کھلا خط تحریر فرما کر ہمیں ارسال فرمادیں (کہ رسالہ اسلام ایسا رسالہ ہے۔ اور اسلام کی ایسی خدمت کر رہا ہے اسلئے اسکی ضرور خریداری فرماویں) یہ خط قلمی لکھ کر بھیجدیں ہم اس کی نقلیں لکھ کر نمونوں کے ساتھ بھیجدیا کریں گے۔

(۴) علمی مذہبی مجالس اور خطبات و وعظ میں اسلام کی خدمات دینی کا تذکرہ کرکے مسلمانوں کو اس کی خریداری کے لئے رغبت دلاویں۔

(۵) نئے خریداروں کے لئے اپنی طرف سے انعامات مقرر فرماویں۔

(۶) اپنی علاقہ کے لکھے پڑھے معزز مسلمان اصحاب کے نام اور پورے پتہ (زیادہ سے زیادہ تعداد میں جسقدر آپ بھیج سکیں) صاف خوشخط لکھ کر ارسال فرماویں۔

(۷) ملک کے مشہور و معروف ذی علم اصحاب کو رسالہ کے لئے بہترین مضامین لکھنے پر آمادہ کریں

(۸) ہر قسم کے تاجروں کو ترغیب دیں۔ کہ وہ اپنے اشتہارات رسالہ اسلام میں چھپوائیں۔ کیونکہ یہ رسالہ کثیر الاشاعت مقبول عام وہر دلعزیز ہے اور دور دراز مقامات پر پہنچتا ہے۔ اور دن بدن اس کا حلقہ اشاعت وسیع ہو رہا ہے ۔

نیازمند

مینجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

فہرست مضامین رسالہ اسلام

جلد (۱)　امرتسر اکتوبر ۱۹۲۰ء　نمبر (۷)

"اسلام" کا مقصد اولےٰ صرف تبلیغ اسلام و اشاعت توحید و سنت ہے اس لئے آپ اپنے تمام دوستوں میں اسکی اشاعت کی توسیع کی کوشش فرما کر ثواب دارین حاصل کیجئے (منیجر)

کیا آپ جواب دینگے؟

کہ رسالہ کے سرورق صفحہ ۲ پر غور کر کے آپ نے رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے کس قدر کوشش فرمائی. ورنہ مہربانی فرما کر توسیع اشاعت کے لئے آج ہی سے اپنی کوشش شروع کر دیں۔ تاکہ ترقی اشاعت کے تفکرات سے آزاد ہو کر رسالہ پوری تسلی اور کامل اطمینان سے اسلام اور اہل اسلام کی بہتر سے بہتر خدمات بجا لا سکے - (منیجر)

یا ہادی ۷۸۶ یا نصیر

قال اللہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام امرتسر

اکتوبر ۱۹۲۲ء — ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ

شذرات

عذر تاخیر

ہمیں بے حد انسوس ہے کہ اسلام کا گذشتہ پرچہ پیمبر نمبر بھی ہم وقت پر شائع نہ کر سکے۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ رسالہ کی کتابت جس کاتب سے کرائی جاتی ہے۔ ان کے پاس کام کثرت سے رہتا ہے۔ اور رسالہ اسلام کو ایک غیر ضروری تصور کر کے فرصت کے وقت لکھتے ہیں۔ ہم اس غیر معمولی تاخیر پر ناظرین کرام سے معافی چاہتے ہیں۔

ایک غلطی کی اصلاح

پیمبر نمبر کے صفحہ ۴۴ - ۴۵ پر ایک عربی نعتیہ قصیدہ درج ہے۔ کتابت سے قبل ہم نے چند اشعار پر نشان (+) لگا کر کاتب سے کہدیا کہ اس قصیدہ میں سے صرف وہی اشعار لکھے جائیں جن پر نشان ہے۔ باقی چھوڑ دئے جاویں مگر کاتب نے شروع کے گیارہ شعر اور لکھ دئے۔ تاخیر کی وجہ سے کاپیاں بلا دیکھے پریس میں بھیجدیں۔ ان اشعار میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسےٰ۔ حضرت عیسےٰ علیہم السلام نے اپنی تکالیف میں

رسول خدا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے التجائیں کیں تو ان کی تکالیف رفع ہوئیں۔ مگر قرآن مجید میں عام لوگوں کو اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ان الذین تدعون من دون اللہ امثالکم یعنی اے لوگو تم جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو۔ وہ تمہاری طرح بندے ہیں۔ دوسری جگہہ ارشاد ہے و الذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً یعنے جو لوگ اللہ کے سوا کسی کو پکارتے ہیں۔ وہ کسی چیز کے خالق نہیں۔ خود حضرت امام الفقہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ لا یکون فی الدنیا و الاخرۃ شیئ الا بمشیتہ یعنے نہیں ہوتی کوئی چیز دنیا اور آخرت میں بلا اس کے ارادہ کے دیگر فی مشیتہ اللہ ان شاء عذبہ و ان شاء عفا عنہ یعنی اللہ کے ارادے میں ہے چاہے عذاب کرے چاہے معاف کرے۔ ان حوالجات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تکالیف میں خدا کے سوا کسی کو بھی پکارنا جائز نہیں۔ اور عذاب دینا یا معاف کرنا اسی خالق حقیقی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ گمان کرنا۔ کہ انبیا علیہم السلام نے اپنی تکالیف میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم کی دعا کا جہاں ہی ذکر ہے۔ وہاں اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ ہے۔

سچ تو یہ ہے۔ کہ ایسے اشعار کو حضرت امام صاحبؒ جیسے جلیل القدر بزرگ کی طرف منسوب کرنا ہی سخت غلطی ہے

افغانستان کی ترقی

شاہ افغانستان غازی امان اللہ خاں صاحب سیر یورپ سے فارغ ہو کر جب سے واپس افغانستان تشریف لائے ہیں۔ افغانستان میں تہذیب یورپ کی ترقی کے لئے بڑی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے افغانی پارلیمنٹ کے شرکاء کے لئے یہ شرط قرار دی کہ پرانی وضع کے کرتے اور ڈھیلے ڈھالے شلوار اور عمامہ پہنکر کوئی شخص اجلاس میں شریک نہ ہو۔ بلکہ اپنا قومی اور ملکی لباس ترک کر کے یورپ کی تقلید میں کوٹ پتلون اور ہیٹ پہنکر پارلیمنٹ ہوس میں داخل ہوں۔ صرف اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ آن کی آن میں دو سو چہروں سے ڈارھی کا اسلامی نشان بھی نہایت لاپرواہی سے اتار دیا گیا۔

ملکہ ثریا بیگم کا اسلامی پردہ کے خلاف ملک میں لیکچر دے کر افغانی خواتین کو لیڈیاں بنانے کی کوشش بھی جاری ہے علمائے دیوبند کو افغانستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مبلغین اور واعظین پر پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ تعدد ازدواج کو قانوناً جرم قرار دیا گیا ہے۔ غرضیکہ بے دینی اور لامذہبی کی طرف افغانستان بڑی سرعت سے ترقی کر رہا ہے۔

کیا شاہ افغانستان تاریخ اسلام سے بے بہرہ ہیں۔ کیا افغانستان میں کوئی بھی ایسا عالم نہیں جو تاریخ اسلام سے واقف ہو۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات مبارک پر غور کرے کہ انہوں نے کن ذرائع سے ترقی کی (نعوذ باللہ) کیا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ایسی تہذیب سے اپنی بہادری اور جوانمردی کا عالم پر سکہ بٹھایا۔ کیا سیف اسلام حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے زمانہ کے سلاطین کو اس تہذیب سے تہہ و بالا کیا۔

ٹرکی نے تہذیب یورپ کی اقتداء میں ترقی کرنے کی کوشش کی۔ تو ملک ہی ہاتھ سے دیا۔ اب افغانستان نے بھی تہذیب یورپ پر عمل شروع کیا ہے (خدا خیر کرے)

مجھے مذہب اسلام سے کیوں پیار ہے؟

(از جناب مولوی عبد اللہ صاحب امرت سری)

گذشتہ سال سناتن دہرم کانفرنس کے جلسہ مذاہب کے لئے یہ مضمون مولوی صاحب نے قلمبند کیا تھا جو ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

جمال وحسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے		قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا		بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

حضرات! یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس چیز کو نظر الفت سے دیکھتا ہے۔ جس میں کوئی ظاہری یا باطنی خوبی پائے۔ اس واسطے میرا فرض ہے کہ آپ کو بتاؤں مجھے مذہب (اسلام) کیوں پیارا ہے؟ اور میں نے اس سے کیوں پیار کیا ہے؟

حاضرین مجلس! مذہب کی غرض یہ ہے کہ انسان کا جو تعلق نرنکار پرماتما سے ہے۔ اس کو درست رکھنے کے واسطے صحیح قانون بتلائے اور جو سابقہ اپنے ہم جنس یا خلق خدا سے انسان کو پڑتا ہے۔ اس کے واسطے ایسی لائن بنائے جس پر چلنے سے دنیوی زندگی شائستگی سے بسر ہو اور جس سے ہر ایک حقدار کی حق ادائیگی ہو سکے۔ میں مذہب اسلام سے اس لئے پیار کرتا ہوں کہ ان اغراض کو اس نے اچھی طرح سے پورا کیا ہے۔ اور اس نے مجھے ایسے قوانین کی ہدایت کی جن پر چلنے سے میں خالق اور مخلوق کے تعلقات کو پورے طور پر نبھا سکوں

ایک سچے مسلمان کا خدا سے تعلق

مجھے میرے پیارے دہرم (مذہب) نے اس لاعلمی کی حالت میں جب میں کچھ نہ جانتا تھا آواز دی کہ لا تدع مع اللہ الٰھا آخر لا الٰہ الا ھو (اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود خیال نہ کر اس ایک کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ جب مجھے ہوش آیا۔ اور روزی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا اور راستے میں بھٹک رہا تھا۔ کبھی کبھی تو جا کر بھیک مانگتا۔ اور کسی کسی کے در پر سجدہ کرتا اس وقت بھی میرے سچے اور پیارے مذہب نے مجھے ہدایت کی کہ او کم عقل سن! ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔ ٹھیک اللہ ہی روزی دہندہ صاحب قدرت کا ہے۔ فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا للہ (عنکبوت) پس اسی سے روزی رزق تلاش کرو اور اسی کی عبادت۔ اور اسی کا شکر ادا کرو۔ سر جھکانا اسی کو لائق ہے۔

جب میں نے اس سر کو جو کہ خزانہ عقل کا مخزن اور تاج شاہی کا محل ہے۔ ایک مٹی کے ڈھیر کے آگے یا سیاہ پتھر کے سامنے خم کیا۔ اور سورج و چاند کے سامنے اس سر کو جھکایا۔ کہ وہ حکمران عالم ہیں۔ تو میرے پیارے مونس مذہب نے ہی

راہ نمائی فرمائی کہ او بھولے بھٹکے انسان لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقہن ان کنتم ایاہ تعبدون (سورہ حم) سورج و چاند کو سجدہ نہ کرو۔ بلکہ اس ذات کے آگے جھک جس نے ان کو پیدا کیا۔ اگر تم اس کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

دل کا لگاؤ خدا سے ہی ہونا چاہئے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنا رشتۂ الفت کسی دنیا کے بڑے بادشاہ سے جوڑوں۔ میرے دل میں آیا کہ رابطۂ اتحاد قارون صفت دولتمند سے مربوط کروں۔ میرے دل میں امنگ تھی کہ اپنی محبت کسی حسن کی دیوی سے لگاؤں۔ لیکن اس پیارے مذہب نے یاری کی اور کہا کہ تو بڑے بادشاہ سے الفت نہ کر۔ سب سے بڑا وہ ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے۔ لہذا اس سے الفت کر، تو کسی دولت مند سے رابطہ مت پیدا کر۔ کہ سب سے بڑا دولتمند وہ اللہ ہے۔ اور سب فقیر ہیں۔

واللہ غنی وانتم الفقراء

گدا و بادشاہ تیرے ہی خدمت گار ہیں سارے　　کہ ایسا ہے بلند عالی ترا دربار اے اللہ

اے جاہل انسان! کسی کے حسن پر فریفتہ نہ ہو۔ یہ سب ملمع کی جھلک ہے۔ تھوڑے دنوں ہی کوئی چمک باقی رہے گی مگر وہی ایک جو کبھی مٹ نہیں سکتی۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (الرحمن) لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ۔ جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ۔

میرے سامعین دوستو! مجھے اپنے دھرم سے اس لئے پیار ہے کہ میرے مذہب نے مجھے خلق خدا سے برتاؤ کے قوانین بیان کئے ہیں۔ وہ ایک نرالے قوانین ہیں۔

مسلم حنیف کا مخلوقِ خدا سے برتاؤ!

مجھے میرا مذہب سبق سکھاتا ہے کہ تم سب ایک باپ کے بیٹے۔ ایک زمین کے باشندے ایک خدا کے بندے ہو تمہیں حق نہیں ہے کہ خدا کے آسمان اور اس کی زمین پر ترفع اور تعلی سے کام لو۔ لہذا تو زمین پر اکڑ کر مت چل ولا تمش فی الارض مرحا (لقمان)

خدا کی خدائی میں ہو کر ایک دوسرے سے برا نہ بن۔ اور اپنے ہمجنس میں سے کسی کو حقیر مت سمجھ۔ یہ بات درست ہے کہ تیرے سر پر تاج ہے۔ اور تیرے بھائی ٹوپی بھی پہنے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ تو سونے اور چاندی کا مالک ہے۔ اور تیرے جیسے اور ہیں جن کے ہاں تانبے کی تار بھی نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ تو عنان حکومت کا مالک ہے اور تیرے بھائی محکومیت کی زنجیر میں مسلسل ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ تو انسانیت سے گذر گیا۔ باقی لوگ حیوانیت سے بھی نیچے گر گئے۔

اسلام میں حقوق کی حفاظت

میرا پیارا مذہب[1] مخلوق سے بہتر برتاؤ سکھاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ دنیا کی آبادی تجھ سے حفاظت میں رہے۔ اور اپنی جان اور اپنے مال تجھ سے محفوظ سمجھیں کسی کے مال کو ناحق نہ لے کہ تو ظالم کہلائیگا۔ اور کسیکی جان کو دکھ نہ دے کہ تو اللہ کے ہاں جوابدہ ہوگا (بایں قدام)

---

[1] فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیئ والیہ ترجعون (یٰس)، [2] المومن من امنہ الناس علی دمائہم واموالہم (الحدیث)

(از جناب مولینا عبد الماجد صاحب بی اے)

جو شئے انسان کے بس سے باہر ہوتی ہے اس کی بابت اُس پر نہ کوئی الزام لگایا جا سکتا ہے نہ کوئی تعریف کی جا سکتی ہے اچھائی برائی کا تعلق صرف انہیں باتوں سے ہے جو اس کے اختیار و قدرت کے اندر ہیں۔ ایک شخص اگر امیر کے محل میں پیدا ہوا ہے اور دوسرا فقیر کے جھونپڑے میں تو اس میں نہ پہلے کی فخر کی بات ہے نہ دوسرے کی شرم کی۔ البتہ اگر ایک شخص محنت کا شوق رکھتا ہے اور دوسرا کام سے جی چراتا ہے تو ان دونوں پر اچھائی اور برائی کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

جس شئے کو اصطلاح میں "تکلیف شرعی" کہتے ہیں اس کی بنیاد انسان کی عقل و قوت ارادہ ہی پر ہے۔ جانوروں میں عقل موجود نہیں ہوتی۔ وہ محض اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اٹکل رکھتے ہیں۔ اس لئے ان پر عذاب و ثواب نہیں۔ ان کے لئے جنت و دوزخ نہیں۔ ان کے لئے تزکیۂ نفس و خبث باطنی کی منزلیں نہیں۔ انسان عقل رکھتا ہے۔ مختلف چیزوں میں سے انتخاب کر سکتا ہے۔ اپنی پسند و مرضی کی چیزیں چھانٹ سکتا ہے۔ اپنی مرضی کے خلاف چیزوں سے بچتا ہے۔ اس لئے وہ "مکلف" ہے۔ اس کے لئے عبادتیں ہیں۔ اس کے لئے مذہب ہے۔ اس کے لئے شریعت ہے۔ اس کے لئے کتابیں ہیں۔ اس کے احکام ہیں۔ اس کے لئے حرام و حلال ہے۔ اس کے لئے مرتبۂ شہادت و درجۂ شقاوت ہے۔ اس کے لئے عذاب و ثواب دوزخ و جنت ہے۔

انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ یہی عقل و ارادہ اس کی اشرفیت کی بنیاد ہے۔ اس نے اس کو روئے زمین پر آسمانی بادشاہت کا حقدار اور خلافت الٰہی کا وارث بنایا ہے۔ اسی نے اس کو ایک بڑی امانت کا امین و حامل بنا رکھا ہے جس کے قبول کرنے کی ہمت و صلاحیت نہ ڈراؤنے پہاڑوں میں نکلی نہ چوڑی چکلی زمین میں اور نہ اونچے آسمان میں۔ اگر یہ شئے لطیف انسان سے الگ کر لی جائے تو پھر انسان اور جانور میں کوئی فرق ہی نہیں رہ جاتا۔ وطن انسان بھی رکھتے ہیں جانور بھی۔ نسل و خاندان انسانوں کا بھی ہوتا ہے۔ جانوروں کا بھی۔ جلد کا کوئی خاص رنگ انسان اور حیوان دونوں رکھتے ہیں۔ اکٹھے ہو کر جماعتوں میں رہنا انسانوں کو بھی پسند ہے۔ اور بہت سے جانوروں کو بھی۔ جو شئے انسان کو تمام حیوانات سے امتیاز بخشتی ہے جو شئے انسان میں ذمہ داری پیدا کئے ہوئے ہے۔ جو شئے انسان کی شرافت و فضیلت کی ضامن ہے۔ وہ اس کی عقل و تمیز قوت انتخاب و ارادہ ہے۔ اور بس۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ انسان کہ انسان اپنے ارادہ و انتخاب۔ اپنی عقل و تمیز سے کام لیکر کسی شئے کو اختیار و قبول کر سکتا ہے، کیا اپنے وطن کو، ظاہر ہے کہ کسی خاص ملک و مقام میں پیدا ہو جانا اس کے بس کی چیز نہیں کیا اپنے خاندان اور نسب کو؟ ظاہر ہے کہ کسی خاص نسل و خاندان میں پیدا ہو جانا بھی اس کے اختیار سے باہر ہے۔ کیا اپنی صورت کو! کیا اپنی جلد کے رنگ کو؟ کیا اپنی قوت کو! ظاہر ہے کہ اس قسم کی کوئی شے بھی اس کے اختیار میں نہیں۔ دنیا کی اہم چیزوں میں سے تنہا جو شئے اس کے کوئی شئے بھی

اس کے ارادہ واختیار۔ انتخاب وتمیز کے حدود کے اندر ہے۔ وہ اس کا عقیدہ ہے۔ عقیدہ ہی کے انتخاب میں اسے پوری آزادی حاصل ہے۔ عقیدہ ہی کی ساری ذمہ داری اسپر ہے۔ عقیدہ ہی چنکر اور چھانٹ کر وہ جس سے چاہے اپنا رشتہ توڑتا اور جس سے چاہے اپنا رشتہ جوڑ سکتا ہے۔

تمام انسان ایک دوسرے کے ساتھ میل جول رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ساری دنیا ایک برادری بنجانا چاہتی ہے بڑے بڑے حکیم اور دانشمند اسی گرہ کے سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی اس اتحاد کی بنیاد ہمقومی پر رکھتا ہے۔ کوئی ہم نسلی پر کوئی ہموطنی پر کوئی ہمزبانی پر اور کوئی ہمرنگی پر۔ لیکن ذرا غور کرنے سے یہہ کھلجاتا ہے۔ کہ یہ ساری بنیادیں کمزور و کھوکھلی ہیں مضبوط اور پختہ بنیاد اگر ہوسکتی ہے تو وہ محض ہمخیالی اور ہم عقیدگی کی ہوسکتی ہے۔ عقیدہ وہ شئے ہے جو انسان خوب سوچ سمجھکر اپنی پوری ذمہ داری محسوس کرکے اختیار کرسکتا ہے۔ اور اسی کی بنیاد پر وہ دشمنیاں اور دوستیاں۔ مخالفتیں اور موافقتیں رنجشیں اور خوشیاں قایم کرنے کا پورا حق رکھتا ہے۔ اس کے سوا اور کسی بنیاد پر ان تعلقات کو قایم کرنا فطرت بشری کے ساتھ ناانصافی کرنا ہے۔

اسلام جو دین فطرت کا دوسرا نام ہے۔ اس نے انسان کی اسی فطرت کا لحاظ کرکے انسانی تعلقات کے دائرہ کا مرکز اس کے وطن، نسب، قوم، نسل، رنگ وزبان کو نہیں رکھا کہ سب چیزیں اس کے لئے غیر اختیاری ہیں۔ بلکہ اسکے عقیدہ کو رکھا۔ کہ اسی پر انسانی ذمہ داری کا دارومدار ہے۔ اور صاف کہدیا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یہ نہیں کہا کہ کل اہل عرب بھائی بھائی ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا کہ سب عربی زبان بولنے والے ایک ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا کہ کل بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل ا بنی ہاشم۔ بنی فاطمہ ایک ہیں۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ ایک عقیدہ رکھنے والے خدا و رسول پر ایمان لانیوالے قرآن کو کامل ہدایت نامہ سمجھنے والے۔ فطرت کی سیدھی راہ پر چلنے والے سب ایک رشتہ میں منسلک اور سب ایک ہی دھاگے میں پروئے ہوئے موتی اور سب ایک ہی ہار میں گندھے ہوئے پھول سب آپسمیں بھائی بھائی ہیں۔ اچھے خاندان اور اچھی نسل کے ہونے پر کتے بلی فخر کرسکتے ہیں۔ اچھا وطن بہت سے جانوروں کے لئے باعث امتیاز ہوسکتا ہے۔ جلد اور کھال کی چمک دمک بہت سی ادنےٰ مخلوقات کے فخر و شرف کا سبب بن سکتی ہے۔ لیکن انسان کا درجہ ان سب سے اشرف اور افضل ہے۔ اس کے لیئے یہ باعث ننگ وعار تھا۔ کہ وہ اپنے فضل و شرف کی بنیاد کسی ایسی شئے کو قرار دے۔ جس کا تعلق انسانیت کی بجائے حیوانات سے ہو۔ پس مسلم جو اپنے تئیں پہلے بھی مسلمان کہتا ہے اور بعد کو بھی مسلمان ہی کہے جاتا ہے۔ ایک اہم اور گہری حقیقت کا اظہار کرتا ہے۔ اس سے یہ فرمائش کرنا کہ وہ اپنے تئیں ہندوستانی چینی، جاپانی و ایرانی کہے اور بعد کو مسلمان اسے معنویت و حقیقت کی بلندی سے اتار کر ظاہریت و خارجیت کی پستی میں لے آنے کی خواہش کرنا ہے۔ اسلام کی سب سے زیادہ وسیع اور جامع نسبت کو چھوڑ کر کسی محدود و تنگ نسبت کو اختیار کرنا۔ افسوسناک سطح بینی و کوتہ نظری ہے۔ ترک جو آج ترقی و فلاح کو اپنے اسلام کے بجائے اپنی قومیت اور وطنیت سے وابستہ سمجھ رہے ہیں۔ کل پچھتائیں گے کہ کتنی گرانقدر شئے کو کتنے ہلکے داموں فروخت کر ڈالا۔

مسئلہ کی تشریح اسی عالم ناسوت اسی کائنات آب و گل سے متعلق تھی۔ لیکن اگر یہ بھی پیش نظر رہے کہ انسان محض اعضائے جسمانی کے مجموعہ اور محض بعض قوائے مادی کی ترتیب کا نام نہیں بلکہ اسکا تعلق روح اور روحانیت سے بھی رشتہ جوڑے رکھنا لازمی ہے تو محض وطنی و نسلی انتساب کا ناکافی ہونا اور ایمان و عقیدہ کی اہمیت بالکل ظاہر و نمایاں ہو جاتی ہے۔

عَابِدُ و مَعبُود

اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم

کسی سطوت کے سامنے سرنگوں ہو جانے، کسی جبروت کے مقابلہ میں اعتراف عجز کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ اس سطوت وجبروت کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس کا تماشا ہم روز کرتے ہیں۔ اور روزانہ ایک خادم کا طرز عمل اپنے آقا کے ساتھ ایک ماتحت کی اطاعت پذیری اپنے افسر کے لئے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے۔

کائنات کی ہر چیز میں قدرت خداوندی کا ایک راز تفضیل وتضعیف مضمر ہے۔ اور اس امتیاز کا سلسلہ ادنٰے سے ادنٰے مخلوقات سے لیکر بڑی سے بڑی چیز شمس وقمر تک جاری وساری ہے۔ چنانچہ بالکل یہی حیثیت انسان کی بھی ہے۔ کہ ایک تندرست ہے ایک مریض۔ ایک علم کے نور سے منور ہے۔ دوسرا جہالت کی ظلمت سے تاریک۔ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتا ہے۔ دوسرا تیسرے کے مقابلہ میں ذلیل ہے۔ اور ان تمام امور کا سبب یہ ہے کہ فطرت کا تطابق کچھ اسی شان سے قایم رہ سکتا ہے۔ اور عابد ومعبود خالق ومخلوق کے تعلقات اسی طریقہ سے زیادہ روشن ہو سکتے ہیں۔ ورنہ انسان بحیثیت انسان برابر ہے۔ عام اس سے کہ وہ مفلس ہو یا محتاج۔ تو انگر ہو یا دولتمند لیکن جس چیز نے ایک کو دوسرے سے ممتاز کیا۔ ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ وہ یہی ضعف وقوت اور مال ودولت ہے۔ اور اس کی وجہ اس کے سوا دوسری نہیں کہ خادم کی ساری اغراض آقا سے وابستہ ہیں۔ اس لئے وہ اس کے سامنے فرسودہ و پامال ہے۔ ماتحت کی اکثر ضروریات کا مدار علیہ اس کا افسر ہے۔ اس لئے اس کے پاس بجز تسلیم ورضا اور کوئی صورت فلاح نہیں۔ بنابریں اگر اس امتیاز کا سبب دریافت کیا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کا محتاج کیوں ہوتا ہے۔ اور اس طریقہ سے کیوں ایک پر دوسرے کی فضیلت قایم وباور ہو سکتی ہے۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ جو اپنی ضرورت آپ پوری کر سکتا ہے۔ وہ حاجتمند نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو اس سے مجبور ہے۔ اس کا چارہ کار صرف اطاعت وانقیاد ہے۔ رضاجوئی وتسلیم۔ کیونکہ صرف انہی امور کی پابندی سے وہ اپنی ضروریات کو مکمل بنا سکتا ہے۔ اور اسی عمل سے وہ اپنی حاجت برآری کر سکتا ہے۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری غرض جس کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اور ہماری ضروریات کو جو پوری کر سکتا ہے یا جس سے اس کے پوری کرنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ وہی ہمارا اور ہماری حرکت وعمل کا مالک ہو سکتا ہے۔ اسی لئے دنیا اور دنیا کے ہنگامے ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر شدید متعلق ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انسانی تگ ودو، سعی وکوشش، جدو جہد کچھ نہیں۔ مگر صرف تلاش وجستجو اپنی اغراض وتکمیل مقاصد کی۔ یہ حال ہے دنیا کا اور دنیا کی ضروریات کا جس پر کائنات کی رونق مبنی ومنحصر ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ آج اگر صفحۂ عالم سے ان مساعی کو نابود کر دیا جائے۔ اور ان ضرورتوں کو ختم تو کل دنیا کی حقیقت ایک گوشۂ عزلت سے زیادہ وسیع نہ رہ جائے گی۔ اور یہ ساری چہل پہل جو انسانی ضروریات کی وجہ سے قایم وباقی ہے۔ ایک سکون میں تبدیل ہو جائیگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان سراپا احتیاج ہے۔ وہ کوئی حرکت نہیں کرتا۔ مگر کسی ضرورت کی تکمیل کے لئے

وہ کسی طرف آنکھ اٹھا لینے کی تکلیف نہیں گوارا کرتا۔ لیکن صرف اس لئے کہ ممکن ہے اس سے کوئی ضرورت پوری ہو جائے۔ اور خدائے کریم کو بھی یہی منظور تھا کہ دنیا صرف اسی انداز سے آباد اور پُر رونق بنائی جائے۔ اور اسی لئے اس نے ایک کی ضرورتیں دوسرے کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ تاکہ میں اس شائبہ میں تکمیل کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔ مگر اس کے باوجود بھی غور طلب امر یہ ہے کہ جب دنیاوی ضروریات جو یقیناً ناپائدار اور فانی ہیں۔ اس قدر جد و جہد کے بعد پوری ہوتی ہیں۔ تو وہ آخرت جو ابدی ہے اور جس کی ضرورت دائمی ہمارے کیسے کیسے افعال کی خواستگار ہوگی۔ کون کون سے اعمال چاہے گی۔ اور وہ قوت جو سب سے بہتر اور برتر، سب سے بلند و بالاتر ہے ہم سے کس خدمت کی توقع کرے گی۔ وہ عظمت جو آسمان پر بھی اسی طرح قایم ہے جس طرح زمین پر۔ اور وہ حکومت جو چاند اور سورج پر بھی اسی طرح مستولی ہے جس طرح شجر و حجر پر ہماری کس خدمتگذاری کی مستحق ہوگی۔ اس کے احسانات ہمارے اوپر کیا ہیں۔ اور اس کے انعامات کے ماتحت ہم زندگی کیونکر بسر کرتے ہیں۔ اور ان سب کے معاوضہ میں ہمارے اوپر کونسا فرض عائد ہوتا ہے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے ہم پر ایک سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور اس وقت ہمارے پیش نظر صرف ہماری بندگی اور عاجزی ہی نہیں رہتی۔ بلکہ اس سے گذر اس سطوت و جبروت، اس عظمت و قدرت سے تصادم ہو جاتا ہے۔ جو نہ متغیر ہے اور نہ فنا پذیر، جس میں نہ کبھی نقص واقع ہوگا نہ زوال، جو نہ کبھی انحطاط قبول کرے گی نہ ہبوط، اور ہم اس کی قدرت پر غور کرنے لگتے ہیں۔ اس کی وسعت کا احاطہ کر لینا چاہتے ہیں۔ اور یہ خواہش غالب ہو جاتی ہے کہ کاش ہماری ہر حرکت اسی قدرت کی پرستش کے لئے ہوتی اور ہماری دنیا اتنی وسیع نہ ہو جاتی کہ عبادت اور طاعت جو مذہبی فرض ہے۔ اور جس پر ہماری بندگی قایم۔ ہمارا عجز باقی ہے پوری نہ ہو سکتی۔ اس لئے اگر ہمارے دل میں یہہ خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ یہ نافرمانیاں کہیں کسی سخت عقوبت کی مستحق نہوں تو ایسا ہونا چاہئے۔ کیونکہ ایک عابد کی شان یہی ہے۔ کہ وہ اس امر پر غور کرے ہماری سب سے بڑی ضرورت سب سے زیادہ زبردست احتیاج صرف رضائے خداوندی ہے۔ اس نے ہم کو کان دئے اس لئے کہ ہم دنیا کی اُن آوازوں کو سنیں جنکی صدائے بازگشت سے عالم متحیر و مبہوت ہے۔ آنکھیں عنایت فرمائیں تاکہ ان ہنگاموں کو دیکھیں جن سے قدرت کی صنعت و کرشمہ زائی ثابت ہوتی ہے۔ اور دل عطا فرمایا اس لئے کہ ہم اپنے مدرکات و محسوسات سے متاثر ہوں۔ اسکی نعمتوں کی قدر کر سکیں اور سمجھیں کہ وہ قوت کتنی زبردست ہے جس نے ہم کو پیدا کیا اور ارشاد فرمایا۔

واللہ اخرجکم من بطون اُمھاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ

اور خدا نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا اس حال میں کہ تم کو کوئی علم نہ تھا۔ اور تم کو کان عنایت فرمائے آنکھیں عطا کیں۔ دل مرحمت کیا۔

اس کی غایت یہی ہے کہ جب ہم اپنی معمولی معمولی اغراض کے لئے لوگوں کے سامنے اس طرح سربسجود ہو جاتے ہیں۔ تو وہ غرض جو سب سے قوی ہے ہماری کس سعی و تلاش۔ کس کاوش و جستجو، کس طاعت و عبادت کے بعد اپنا فرض ادا کر سکے گی ظاہر ہے کہ غرض جتنی شدید ہوتی ہے اسی قدر زیادہ طاعت و عبادت کی جاتی ہے۔ اسی قدر زیادہ انعام و اکرام، صلاح و فلاح، رضامندی و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی طاعت کی اہمیت خود بخود ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ اور وہ شخص جو سمجھتا ہے کہ بندگی یہی ہے۔ اور ایک انسان محسوسات بندگی حاصل کرنے کے بعد اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا اس کا پابند ہو جاتا ہے۔ کہ اعمال جو حقیقتاً صرف جلب منفعت کے لئے ہوتے ہیں حقیقی نفع اسی وقت حاصل کر سکتے ہیں۔

جب ایک پائدار شئے کے حصول میں انکی کوشش صرف کی جائے۔ اس لئے یہ کہنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ عقل کا اقتضا محض
وہ چیز یعنی وہ نفع حاصل کرنا ہے جو دایم وقایم ہو۔ اور دیر تک رہے۔ اس لحاظ سے اگر دین و دنیا کی منفعت پر غور کیا جائے
تو ماننا پڑے گا۔ کہ جس طرح دنیا کے ساتھ ہماری اغراض وابستہ ہیں۔ اور جتنی فکر ہم کو معرفت دنیا کی ہے۔ اس سے کہیں
زیادہ دین کی درستی کا خیال ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ بہرحال دین و دنیا سے زیادہ پائدار زیادہ نافع اور زیادہ کارآمد ہے
اور ہماری پیدائش و عبودیت کا مقصود بھی دنیا نہیں ہے۔ دین ہی ہے۔ اب یہ امر کہ اس خیال کے زیر اثر دنیا کی منفعت ایک
باطل و بیکار شئے ہو جاتی ہے قطعاً صحیح نہیں۔ اس لئے کہ دنیا خود ایک نعمت ہے۔ اور اسلام اس کے تمدن کو نقصان
پہنچانا نہیں چاہتا۔ نہ وہ تہذیب و معاشرت کے قانون فطری سے سرتابی کی اجازت دیتا ہے۔ اور نہ اسلام میں رہبانیت
پیدا کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں اس نے اور سعی و کوشش کی تعلیم دی ہے۔ اور ایک لطیف و پاکیزہ زندگی
کے حاصل کرنے کا حکم دیتے ہوئے عزت نفس و عظمت روح کا سبق دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنی اطاعت کو اسی
حد تک ضروری بتایا ہے۔ جس حد تک کہ نفس کسی غیر معمولی تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائے۔ کہ اسی لئے کہ اگر انسان اپنی زندگی
صرف طاعت و عبادت میں ہی گذار دے گا۔ تو پھر اس کے پاس دنیا میں رہنے اور دنیا کی آسائش حاصل کرنے کے لئے۔
کوئی وقت نہ رہ جائے گا۔ اس لئے بقدر احتیاج دین اور دنیا دونوں کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اور اگر دنیا میں کوئی نعمت
میسر ہو جائے تو اس کی قدر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ لنفسك عليك حقاً
ولزوجك عليك حقاً۔ اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب دنیا کو بھی خدا کے انعام سے تعبیر کیا جائے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے۔ کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس بہت سی دولت تھی۔ لیکن پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ
کے ایسے انعام سے مستغنی نہیں ہوتے۔ اور جب اللہ تعالےٰ نے ان سے سوال کیا۔ تو صاف کہہ دیا کہ میں تیری نعمتوں سے
بے پرواہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس واقعہ سے نعائم کی قدر بہرحال ثابت ہے۔ اور ایسے منافع پر بھی جو صرف
دنیا ہی کے لئے ہو۔ اور جس سے محض دنیا کی ہی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہوں۔ شکر خدا لازم آتا ہے۔ غرض یہ کہ ہر
وہ امر جس میں ہماری عبودیت ظاہر اور خدائے پاک کا معبود ہونا عیاں ہو۔ ہمارا پہلا فرض ہے۔ اس لئے کہ ہماری
طاعت و عبادت کا سب سے زیادہ مستحق وہی ہے اور ہماری تمام اغراض سب سے زیادہ اسی سے متعلق ہیں۔ اور وہی منعم
حقیقی ہے۔ جو ارشاد فرماتا ہے۔

وقضىٰ ربك الا تعبدوا الا اياه

اپنے حقیقی مربی و پرورش کرنے والے کے سوا کسی دوسرے کی عبادت مت کرو۔ جو حکم دیتا ہے۔

لا تدعوا مع الله احداً

اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو مت پکارو۔ اور جو اپنی عظمت و جلال کا ذکر اس طرح فرماتا ہے۔

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذی خلقهن

نہ آفتاب کو سجدہ کرو۔ نہ چاند کو بلکہ اسی کے سامنے جھک جاؤ جو ان سب کا خالق ہے۔ اس لئے جس طرح ہماری
عبودیت ہماری عبادت سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اس کو معبود سمجھنے کا ذریعہ بھی ہماری ہی اطاعت و انقیاد ہے۔
اور اسی پرستش کے ماتحت وہ جذبہ انکسار پیدا ہو سکتا ہے۔ جس سے شوکت و جلال خداوندی نمایاں ہو۔ اور اسی لئے

اللہ تعالیٰ نے انسان میں عقل وتمیز ودیعت کی تاکہ وہ اپنے فرض کے ساتھ اپنے معبود کی عظمت کو سمجھے اور اس کو غیر معبود سے علیحدہ اور ممتاز کرسکے۔ کہ اسی تدبیر سے اس کے شرافت مخلوق ہونے کی عزت باقی رہ سکتی ہے اور یہ بالکل دین ہی کے ساتھ نہیں بلکہ دنیا کے لئے بھی مشترک ہے۔ البتہ اس تمام گفتگو سے مقصود صرف یہ کہنا ہے کہ نہ صرف دنیا میں مبتلا ہو کر اپنی عبادت گذار زندگی کو بھول جانا چاہیئے اور نہ صرف دین میں غلو کرکے دنیا کو ترک کر دینا چاہیئے۔ بلکہ اپنے شعور وتمیز سے دونوں کو حاصل کرنا۔ اور اپنے قلب کو شعائر الٰہی کی طرف متوجہ رکھنا چاہیئے۔ جن میں سب سے زیادہ عظمت تقوے کے لئے ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔

کیونکہ ایسا نہ کرنا اسکے شعائر کیطرف متوجہ ہونا اس حال پر نظر کرتے ہوئے کہ ہم دنیا کی چند روزہ منفعت حاصل کرنیکے لئے رات دن سعی وعمل کی محنت صرف کیا کرتے ہیں۔ ایک شخص عذاب وتکلیف کا مستحق ہونا اور اپنے کو اس اجر سے محروم کرنا ہے۔ جیسا کہ خدائے پاک نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون

جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ عورت ہے یا مرد اور مومن ہے۔ بیشک ہم اس کو ایک پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور یقیناً ہم انکو بدلہ دیں گے اسلئے کہ ان کے اعمال اچھے ہیں۔

جن لوگوں کو حیات طیبہ کی حقیقت معلوم ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف اطاعت مندانہ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ اور عمل صالح کے ساتھ اسی طرح لازم ہے جس طرح حسن کارگذاری کے معاوضہ میں صلہ اس لئے عمل صالح کے بعد حیات طیبہ کا حاصل ہو جانا اس صورت میں بہت زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ جب ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری اصلی اور اعلیٰ غرض آخرت کے لئے حصول سرخروئی ہے۔ اور ہم اسی کے لئے اپنی مساعی جمیل صرف کرتے ہیں اور باوجود کوشش کے ہزارہا طریق ہونے کے آخر کار اسی منزل پر پہنچتے ہیں۔ اب رہا علم صالح کی تفصیل کا علم۔ وہ یوں بے انتہا سہل ہو گیا ہے۔ کہ جب ہم ایک عبادت گذار بندہ ہونے کا خیال کرکے، اپنے نفس کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے مخلوق ہونے کے اسباب سے خالق کی عظمت کا شاہد ہو جاتا ہے تو ان دونوں سے امور سے بخود بخود تحقیق ہو جاتا ہے۔ کہ ہم اپنی بندگی کی اہلیت کا ثبوت کیونکر پیش کرسکتے ہیں۔ اور ہمارے اعمال میں وہ کون سی فنادگی ہے جس کو نفس نے محسوس کرکے اپنی بندگی کا یقین کیا۔ جب یہ غور کیا جاتا ہے۔ اور ہم اپنی حقیقت کو خدا کی عظمت کے ساتھ وابستہ کر دینا چاہتے ہیں۔ تو پھر ہمیں جستجو ہوتی ہے کہ اس کے لئے کوئی نمونہ ہو۔ اب چونکہ اسلام کا قانون روز ازل میں ہی مرتب ہو چکا ہے۔ اور اس میں کوئی امر آئندہ زندگی کے لئے تصفیہ طلب باقی نہیں۔ اس لئے ہمارے ہر عمل کے لئے ایک حکم اسی قانون ازلی میں ملجاتا ہے۔ اور اس طرح ہماری جستجو کامیاب ہو جاتی ہے۔

ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سے اس قدر مختصر درس عمل صالح کا حاصل ہو جاتا ہے کہ ہر طوالت اس کے سامنے بیکار ولاطائل ہو جاتی ہے۔ البتہ جس طرح ہمارے احساسات دو قسم کے ہیں اسی طرح ہمارے اعمال کی بھی تقسیم ہوئی ہے۔ اور بطون وظہور دونوں کیفیتوں سے اس کی صلاحیت دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ جس طرح صرف ظاہر کا درست ہو جانا کوئی حقیقی وقعت نہیں رکھتا

اسی طرح محض باطن کی خوبیاں بیکار ہیں۔ اس لئے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے ہم اپنا ظاہر نمایاں کر سکتے ہیں۔ اور شوق ورضا صبر وقناعت سے باطن کی درستی ہوتی ہے۔ اور ان ہی اعمال کے بعد وہ حیات طیب سے حاصل ہو جاتی ہے۔ جو مقصود ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم تمام امت میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اولیاء کرام کو بارگاہِ خداوندی میں ایک خاص خصوصیت ہوتی ہے۔ لیکن کیا کوئی یہ کہیگا کہ ان حضرات نے یہ تمام مدارج ترک دنیا یا دنیا کی آسائش سے قطع نظر کے بعد حاصل کئے۔ یا ان لوگوں نے اپنے نفس کے حقوق نظر انداز کر دئے تھے۔ غالبًا یہ کہنا مشکل ہوگا اس لئے کہ انکا کفاف ومعاش حاصل کرنا اور معاش کے لئے سعی وکوشش کرنا دونوں یقینی ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ فرض جو خدائے کریم کے احسانات کے مقابلہ میں ان پر عائد تھا۔ اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر تھا اور جس طرح وہ فرائض مملکت ادا کرنے میں اپنی توجہ صرف فرماتے تھے۔ اسی طرح عبادت میں وہ اپنی بندگی کا خیال رکھتے تھے۔ تاکہ عابد ومعبود اور خالق ومخلوق کے درمیانی تعلقات ہر وقت ظاہر ہوتے رہیں۔ اور عابد اپنی انتہائی عبادت سے معبود کو رضامند اور معبود اپنی انتہائی شفقت سے عابد کو فیضیاب بناتا رہے۔ اسی طرح ہماری زندگی ہے۔ دنیا ہمارے لئے بھی ناگزیر ہے۔ اور دین ہمارے لئے بھی ضروری۔ لیکن دنیا کے ساتھ اس قدر شغف جس سے دین کی ضرورتیں باقی رہ جائیں۔ تلخ عقوبت ہے۔ عابد کی شان صرف یہی ہے کہ وہ دنیا کو صرف اسی قدر حاصل کرے جتنی کہ اس کو دین سے غافل نہ کر سکے ورنہ دین سے غافل ہو کر اگر دنیا حاصل بھی ہوئی تو یہ ہماری کوئی کامیابی نہیں کیونکہ اس طرح ہم ایک بڑی اور ابدی نعمت سے محروم رہیں گے۔ اور وہ تکریم جو صرف تقوے کے لئے ہے نہ حاصل ہو سکے گی۔

فلسفۂ نماز

(نمبر ۲)

میں نے اپنے مضمون کو اس طرح ختم کیا تھا کہ اگر زمانہ مجھکو فرصت نہ دے تو وہ مضمون من وجہ مکمل ہو۔ آج میں اس امر پر روشنی ڈالوں گا کہ نماز کس قسم کا تصور ہے۔ اس میں کس کا تصور کیا جاتا ہے۔ اور کس حد تک کامیابی ہوتی ہے۔ اس امر کے سمجھنے کے لئے چند مقدمات کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

مقدمۂ اوّل۔ تصور ان چیزوں کا ممکن ہے جن کو خود یا جن کی مثال کو انسان نے دیکھا ہو۔

مقدمۂ ثانی۔ انسان صرف مادی اشیاء کا تصور کر سکتا ہے غیر مادی اشیاء کا تصور نہیں کر سکتا۔

مقدمۂ ثالث۔ تصور میں صرف اعراض آتے ہیں نہ کہ جوہر۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس بدیہی مسئلہ سے بھی کسی شخص کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ کہ جس چیز کا تصور کیا جائے اسکا یا اس کی مثال کا دیکھنا شرط ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کوئی دو منزلہ مکان بھی نہیں دیکھا تو وہ سات آٹھ یا آٹھ منزل کے مکان کا تصور کس طرح کر سکتا ہے۔ جس کی عمر شہروں میں گذری ہو اور اس نے کبھی کانس کا تنکا تک دیکھا ہو وہ کیا جانے کہ ایک مخلوق ایسی بھی ہے جو کچے گھر بنا کر کانس کے چھپر ڈالکر اس میں آباد ہوتی ہے۔ اکمرتبہ ایک شخص کے سامنے ایک رئیس کے کھانے کا ذکر ہوا کہ سو روپے روز صرف ہوتے ہیں تو اس نے تعجب سے کہا کہ گھی ہی گھی ہوتا ہوگا۔ اس غریب کو کیا خبر کہ اغذیہ میں اس سے زیادہ قیمتی چیزیں بھی ہوتی ہیں۔

اکمرتبہ کچھ لوگ ایک مینار کے قریب سے گذرے۔ ان میں سے ایک نے تعجب سے کہا کہ پہلے زمانہ کے لوگ بڑے طویل القامت ہوتے تھے کہ اتنا بڑا مینار بنا گئے۔ دوسرے نے کہا کہ نہیں! بلکہ زمین پر بنا کر کھڑا کر دیا ہے تیسرے نے کہا غلط! بلکہ کنواں الٹ دیا ہے۔ وجہ کیا تھی؟ یا رٹھ کے ذریعہ سے عمارت بنتے ہوئے نہیں دیکھی تھی۔ ہاتھی کو دیکھکر جھکڑ نے کہا تھا کہ ساری کالی راتیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔

ایک سمندری مینڈک ایک کنوئیں کے مینڈک کے پاس مہمان گیا پھر اس سے کہنے لگا کہ اتنے تھوڑے پانی میں تمہارا جی کیسے لگتا ہے میرے ساتھ چلو وہاں بہت پانی ہے۔ وہ سطح آب سے کچھ اونچا کودا اور کہنے لگا کہ اتنا ہے اس نے جواب دیا کہ اس سے زیادہ ہے۔ وہ کئی بار اس طرح اچھلا اور یہ ہر بار یہی کہتا رہا۔ کہ اس سے زیادہ ہے۔ آخر میں کنوئیں کا مینڈک کہنے لگا کہ اس سے زیادہ پانی ممکن ہی نہیں۔ اس سے زیادہ اس کا ذہن پانی کا اندازہ کر ہی نہیں سکتا تھا تصور کے لئے شرط یہ ہے کہ کوئی شکل ذہن میں قایم کی جائے۔ اور جب تک وہ چیز نہیں دیکھی یا اس کی مثل نہیں دیکھی تو شکل کس چیز کی ذہن میں آئے۔ اگر ایسی صورت میں کوئی شکل قایم کی جائے گی تو کیا ضرور ہے کہ وہ اصلی چیز کی شکل ہو۔ جب یہ امر واضح ہو چکا کہ تصور کے لئے پہلے رویت شرط ہے۔ تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ تصور صرف مادی چیزوں کا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ غیر مادی اشیاء غیر مرئی ہیں۔

تیسرا کلیہ وہ ہے جس کی وجہ سے برکلے جیسا فلسفی دھوکے میں پڑ گیا۔ اور حقائق اشیاء کا انکار کر بیٹھا۔ اس کی دلیل کچھ اس قسم کی ہے کہ جو چیز آپ دیکھتے ہیں اس میں شکل یا رنگ نظر آتا ہے۔ جب چھوتے ہی سختی نرمی، گرمی سردی محسوس ہوتی ہے، جب چکھنے میں ترشی شیرینی وغیرہ معلوم ہوتی ہے۔ جب سونگھنے میں خوشبو بدبو دماغ تک پہونچتی ہے۔ انکا انحصار بھی حواس انسانی پر ہے بعض کو بعض چیزیں سخت معلوم ہوتی ہیں۔ بعض کو وہی چیزیں نرم۔ بعض کو ایک چیز میٹھی معلوم ہوتی ہے بعض کو کڑوی۔ بعض چیزیں گرم محسوس ہوتی ہیں مگر دوسرے انہیں کو سرد کہتے ہیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حقیقت میں اشیاء ان اعراض سے علیحدہ ہیں۔ دماغ انسانی ان کو پیدا کرتا ہے اگر یہ صورت نہ ہوتی تو سب کو جملہ اعراض یکساں معلوم ہوتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب فرداً فرداً اعراض نہیں پائے جاتے تو وہ بحیثیت مجموعی دماغی تخلیق ہیں نہ کہ موجود فے الخارج اس نے غلطی یہ کی کہ اعراض کے مجموعہ کو جوہر قرار دیا۔ حالانکہ جوہر محل اعراض ہے نہ کہ مجموعۂ اعراض۔ خود جوہر ذہن کے اندر داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کے اعراض ذہن میں سماتے ہیں۔ چونکہ جوہر ذہن کے اندر نہیں آتا اس وجہ سے اس کے وجود کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً درخت کو جب انسان دیکھتا ہے تو اس کی اونچائی پتوں کی سبزی تنہ کی سختی شاخوں کی لچک اس کے ذہن میں آتی ہے۔ اور تصور بھی اسی مجموعۂ اعراض کو تشکل کر کے اس کے سامنے پیش کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ درخت خود کیوں داخل نہیں ہوتا۔ اس کے انکار کا باعث نہیں ہوسکتا۔ جس وقت درخت نظر آیا اسی وقت ذہن نے اس کا ایک وجود قایم کیا۔ جس کو وجود ذہنی کہتے ہیں۔ اور وہ اس کے ذہن کے اندر داخل ہوگیا۔ مگر یہ درخت اصلی موجود فے الخارج ہے۔ اب یہ امر واضح ہوگیا کہ انسان صرف اعراض کا تصور کرسکتا ہے۔ اعراض کا تصور کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی جوہر کا نام لیا جائے اس کا وجود ذہنی تصور میں آتا ہے۔ مثلاً ماؤنٹ ایورسٹ کا نام لیتے ہی اس کی خاص شکل جو ہمیشہ برف سے ڈھکی ہوئی رہتی ہے آفتاب کی شعاعوں میں چمکتی ہوئی نظر میں آتی ہے۔ بمبئی کا نام لیتے ہی اس کے ہفت منزل مکان بازاروں کی چہل پہل، بندرگاہ کی سیر وکٹوریا ٹرمنس ذہن میں آتے ہیں۔ تاج محل کا نام لیتے ہی خوش وضع سنگ مرمر کا مقبرہ ذہن میں موجود ہوتا۔ جامع دہلی کا نام لیتے ہی سنگ سرخ کی عمارت مع تین دروازوں کے اور حوض کے نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ قطب مینار مع اپنی پانچ منزل کے مسجد قوۃ الاسلام کے پہلو میں نظر آتا ہے۔ غرض ہر چیز کا وجود ذہنی تصور پیکر دیتا ہے۔ اور یہ وجود ذہنی وجود شئے کے اعراض کا مجموعہ ہوتا ہے۔

آسانیِ اسلام

(تراوش طبع چودھری دلو رام صاحب کوثری)

مشہور مصطفےٰ کا موذن بلال تھا　　جس کو اذان دینے میں حاصل کمال تھا
لیکن اداوہ شین کو کرتا تو کس طرح　　اہل حبش سے لحن عرب کا محال تھا
تتلی زباں سے شین کو کہتا تھا سین وہ　　گویا کلیم عصر وہ لکنت مقال تھا
کرتے تھے روز اہل عرب نکتہ چینیاں　　جن کو بلال سنکے حزیں اور نڈھال تھا
فرمایا ایک روز یہ اُمیؐ خطاب نے　　جو جامع صفات وہمایوں خصال تھا
منظور ہم کو اَسۡھَدُ ہی ہے بلالؓ کا (رسولؐ)　　یہ سنتے ہی بلال کا زائل ملال تھا
اسلام کی سہولت وسعت پہ غور کر　　کیا لطف مصطفےٰ کرم ذوالجلال تھا
احکام شرع پاک گوارا تھے اسقدر　　شیدا ہر ایک غیر بھی ہر ماہ وسال تھا
دین نبی تھا سہل پہ دشوار کر دیا　　وہ دفتر خیال ہے جو ایک خال تھا

اہل غرض نے اس کو بڑھا کر گھٹا دیا
جس دیں میں کوثری بخدا اعتدال تھا

دُنیا کا مُصلح اعظم

(جناب کے ایم میترا ایم اے۔ ایم۔ آر۔ پروفیسر السنۂ مشرقیہ دیال سنگھ کالج لاہور)

یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک غیر مسلم فاضل کی تحریر ہے امید ہے مخالفین اسلام غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ (مدیر)

خوشتر آں باشد کہ سِرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

میں تمہاری طرح انسان ہوں۔ لیکن جب دین کے متعلق تمہیں کوئی حکم دوں تو تم اس پر کاربند ہو جاؤ۔ اور جب دنیاوی معاملات کے متعلق کسی چیز کے کرنے کو کہوں تو اس وقت میں ایک بشر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ (حدیث قدسی)

" سارے عرب کی تاریخ میں کوئی ستارہ اتنا بلند۔ اتنا پر شوکت مگر نہایت سادہ سوائے پیغمبر اسلام کے نظر نہیں آتا۔ آپ کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی جب اہل عرب کی مذہبی زندگی ذلیل ترین صورت اختیار کر چکی تھی۔ انکی سیاسی حالت بگڑ چکی تھی اور انکی اکثریت عیاشی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ جب مذہب سے لوگ بالکل بے بہرہ ہو چکے تھے۔ اور ستارہ پرستی سنگپرستی اور دیگر مناظر قدرت کی پرستش انسانی زندگی کا جزو لاینفک بن چکے تھے۔

بچپن اور نوجوانی

چھ سال کی عمر میں عرب کا وہ روشن ستارہ والدین کی آغوش شفقت سے محروم ہو چکا تھا۔ اپنے چچا کے گھر میں پرورش پاکر یہ سیاہ دچکدار آنکھوں والا بچہ نہایت متین اور سمجھدار ہو گیا۔ وہ ہر وقت سوچتا رہتا تھا اور امید ہر بار اُس کے خیالات کو ایک نئی روح بخشتی تھی۔ وہ قدرت کی لاینحل پیچیدگیوں کو نظر تعمق سے دیکھتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یہ نوجوان فلسفی قدرت کی آبیاریوں اور رحق آموزیوں سے تربیت پاکر عقل و دانش میں بالغ النظر بن گیا۔ ہر چند وہ دنیاوی تعلیم سے محروم ہو چکا تھا تاہم قدرت کے ہر ذرے سے کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور اخذ کرتا تھا۔ قدرت کا ادنےٰ منظر بھی اپنے پہلو میں ایک عجیب سبق رکھتا تھا۔ جس سے عرب کا یہ روشن ستارہ حصہ گیر ہوتا تھا۔ ہر پتے کے منہ میں زبان تھی جو اس کے لئے کچھ نہ کچھ نئی چیز بیان کرتی تھی ندی کے میٹھے میٹھے راگ۔ ہوا کی سرسراہٹ۔ غرض قدرت کا ہر منظر اس کے لئے کتاب عبرت تھا۔ عرب کا یہ نوجوان پیغمبر تلاش حق میں مضطرب ہو کر اکثر کہا کرتا تھا کہ:۔

"کیا یہ نیلا آسمان کعبہ کے ان بے حس وحرکت بتوں نے بنایا ہے۔ آخر آسمان کی وسیع فضا کا خالق کون ہے؟ کیا پتھر میں؟ نہیں! کیا چاند جیسی خوبصورت چیز انہی کی پیدا کردہ ہے! ہرگز نہیں!"

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

۲۵ سال کی عمر میں آپ کی دیانتداری، حق پسندی اور جفاکشی دور و نزدیک مشہور ہو گئی۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی تجارت کے تمام کاروبار آپ کے سپرد کر دئے۔ آپ ایک کارواں کے ساتھ شام پہنچے اور جب تجارت سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ واپس لوٹے تو اس متمول بیوہ نے اپنی ہمشیرہ کو اس درخواست کے ساتھ آپکی خدمت اقدس میں بھیجا۔ کہ خدیجہ آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ آپ نے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی شادی حضرت خدیجہ سے ہو گئی۔ حضرت خدیجہ کی عمر آپ سے پندرہ برس زیادہ تھی۔ لیکن یہ اس کی ہمت ہی تھی۔ جو ابتدائی ایام نبوت میں آپکی پشت پناہی کرتی رہی۔ اور یہی وہ ایام نیک تھے۔ جن کی یاد تا عمر آپ کے دل میں تازہ رہی۔

غار حرا میں خلوت گزینی

اب وہ وقت آیا کہ آپ دنیاوی علائق سے یک سوئی اختیار کر کے ہمہ تن جستجوئے حق میں مستغرق رہنے لگے آپ کے مذہبی عقائد ایک خاص مرکز کی طرف عود کر رہے تھے۔ اور آپکا اکثر و بیشتر حصہ وقت تنہائی میں مذہبی مسائل پر غور کرنے میں صرف ہوتا تھا۔

چند سال بعد عرب کا یہ نامور فرزند اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھامے غار حرا کو منور کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ سورج پوری چمک اور حرارت کے ساتھ چمک رہا ہے۔ آسمان کا ہر ایک پرندہ جائے امن تلاش کر رہا ہے ہر جاندار چیز اپنے اپنے مکان پر مقیم ہے۔ آہستہ آہستہ سورج غروب ہونے لگا اور شفق مغرب کچھ عجیب دلفریب و دلفریبیاں پیدا کرنے لگی۔ اب رات کی ہلکی ہلکی سیاہ تاریکی دنیا پر اپنا سایہ ڈال رہی ہے۔ بڑھتے بڑھتے اس نے تمام عالم کو محیط کر لیا۔ اور رات ہو گئی مگر اس وقت بھی دنیا کا یہ مصلح اعظم غار حرا میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آتا ہے۔ یہ لیلۃ القدر ہے۔

پہلی آسمانی آواز

یکایک اس نوجوان کے کانوں میں ایک مہیب سی آواز سنائی دیتی ہے۔ تمام پہاڑ گونج اٹھتے ہیں۔ دُنیا ہل جاتی ہے۔ درخت جھک جاتے ہیں۔ آواز پھر بلند ہوتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ پڑھ! جس کے جواب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کیا پڑھوں گا۔ آواز کہتی ہے کہ:۔

اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم

کانوں میں یہ آواز گونج رہی ہے کہ آپ خداوند تعالےٰ کے سچے نبی اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اس طرح آپکو پہلی الہام ہوا۔ جس کا ترجمہ موجودہ طریقہ پر اس طرح ہو سکتا ہے کہ " پہلی دفعہ آپ کو یقین ہوا کہ آپ کو ایک خاص مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے" یعنی انسانوں کو گناہوں کے لوث سے پاک صاف کرنا۔ ان کے ذاتی نزاعات کو مٹانا ان کے کانوں میں باری تعالےٰ کا پیغام پہنچانا۔ اور اسے اہل علم کے سامنے پیش کرنا ہے۔

دوسری آسمانی آواز

جس وقت آپ کے ہوش برقرار ہوئے تو گھر کا رخ کیا۔ ایک خاص بے چینی کی حالت آپ کو احاطہ کئے ہوئے تھی۔ آپ بالکل خاموش تھے۔ آپ کی زبان بالکل بے حس تھی۔ دل خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ اور آپ اس نظارے کی صداقت پر غور و خوض کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹ لیا۔ پھر اسی آواز آپ نے چونکا یا کہ:-

یاایھا المدثر قم فانذر (سورۃ ۷۴)

آپکا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور پسینے کے قطرے آپ کے بدن پر بہنے لگے۔

حضرت خدیجہ کا استفسار

حضرت خدیجہ نے یہ منظر دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ "یہ کیا ہے؟ آپ کو کیا ہوگیا؟ کیا آپ نے کوئی نئی چیز دیکھی ہے؟ دنیا کا یہ مصلح اعظم رو پڑا۔ اور تمام واقعات سنا دئے۔ خدیجہ نہایت غور و خوض سے آپ کی باتیں سنتی رہیں۔ اور جس وقت آپ نے اپنا بیان ختم کیا تو بولیں "خوش ہو جئے! اے میرے شوہر خوش ہو جئے۔ خداوند تعالے نے آپ کو اپنا نبی انتخاب کیا ہے! اُٹھئے! اس کا شکریہ ادا کریں؟ میاں بیوی نے ملکر اس خدائے قدوس کا شکریہ ادا کیا اور ان کے دل بالکل مطمئن ہو گئے۔

مشن پر ثابت قدمی

اب پیغمبر اسلام کے لئے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ جو تکلیفات و مصائب سے پر تھی۔ مکہ کی سرزمین نے کئی سال تک اس مشہور ضرب المثل کا ثبوت دیا۔ کہ "پیغمبر کی قدر اپنے وطن میں نہیں ہوتی" آپ کے بہت سے احباب نے آپ کو کاہن، جادوگر شاعر، اور سفیہ کے القاب سے ملقب کیا لیکن دنیا کی کوئی طاقت نہ آپ کے ارادہ کو بدل سکتی تھی اور نہ بدل سکی۔ جب آپ کے چچا ابوطالب نے آپ سے اس امر کی التجا کی کہ آپ اہل مکہ میں تبلیغ کا کام چھوڑ دیں تاکہ ان تمام نزاعات کا قلع قمع ہو جائے۔ جو اس سے پیدا ہو رہے ہیں۔ تو آپ نے صاف کہدیا کہ وہ سورج جو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں بھی دیدیں تو بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آؤنگا۔

پیرؤوں کی ترقی

آپ کے پیروکاروں کی جماعت آہستہ آہستہ ترقی کرتی گئی۔ مومنین میں خدیجہؓ اور علی کرم اللہ وجہٗ کا نمبر سب سے اول ہے ان کے بعد ابوبکر صدیقؓ جن کی پاکدامنی اور دیانتداری ضرب المثل ہے۔ آپ پر ایمان لائے۔ لیکن آپ پر ایمان لانے والوں میں حضرت عمرؓ یعنے عالم اسلام کے "سینٹ پیٹر" خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

فاروق اعظمؓ کا ایمان لانا

فاروق اعظم کے ایمان لانے کی کہانی نہایت دلچسپ ہے۔ وہ پیغمبر اسلام کی کامیابی سے جھلا کر اور ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر

آپ کے قتل کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اے عمر کہاں جارہے ہو؟ جواب دیتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کو قتل کرنے کے لئے۔ اس نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر اس کے مکالمہ سے بھڑک اُٹھتے ہیں اور وہیں سے گھر کا رخ کرتے ہیں۔ وہ اپنے بہنوئی اور بہن کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنتے ہیں اور غصہ سے بیتاب ہو کر اپنے بہنوئی پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ آپ کی بہن خاوند کو چھڑانے کے لئے آڑے آتی ہے۔ مگر وہ بھی عمر کے ہاتھ سے مجروح ہوتی ہے۔ جس پر وہ کہتی ہے کہ ہاں ہم حلقۂ اسلام کانوں میں ڈال چکے ہیں۔ ہم خدائے تعالےٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لا چکے ہیں۔ تم سے جو کچھ ہو سکے کر گذرو" عمر کا دل اپنی بہن کا بہتا ہوا خون دیکھکر پسیجتا ہے۔ اور وہ ان سے التجا کرتے ہیں۔ جو چیز وہ پڑھ رہے تھے انہیں دکھائی۔ چنانچہ وہ سورۃ طٰہٰ کی چند آیات حضرت عمر کے سپرد کرتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر وہ فرماتے ہیں کہ کیسا اعلیٰ وارفع کلام ہے؟ ان آیات سے متاثر ہو کر وہ پیغمبر اسلام کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں "اے میرے آقا! میرے مولا! مجھے اپنی آغوش میں لے لیجئے"

فاروق کا اثر

چار سال کے عرصہ میں پیغمبر اسلام کے پرستاروں کی تعداد صرف چالیس تک پہنچتی ہے۔ اور ان میں بھی زیادہ تر وہی افراد ہیں جو ادنےٰ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت عمر نے مسلمان ہوتے ہی عرض کیا کہ آقا! پرستاران باطل تو کھلم کھلا عبادت کریں اور ہم چھپ کر خدائے قدوس کی عبودیت کا اقرار کریں۔ آئیے ہم بھی کعبہ میں چل کر عبادت کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

مدینہ کے مومنین اول

قرب وجوار کے لوگ حج کے لئے آتے تھے اور اپنے ساتھ اس مبلغ اعظم کی کہانی۔ جس نے مکہ کی زندگی میں ایک بڑا اضطراب پیدا کر رکھا تھا۔ اپنے وطن مالوف میں لے جاتے تھے۔ یثرب کے حاجی اس صداقت آفریں بشر کا پیغام اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے آپ کی قوت روحانی کی داستان اپنے شہر میں عام کی۔ اسی سال چند آدمی آپ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہوئے۔

اہل مدینہ کی دعوت

دوسرے سال وہ پھر آئے اور انہوں نے آپ کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی۔ اسی دوران میں اہل مکہ کا جوش انتقام وتشدد نہایت خوفناک صورت اختیار کر چکا تھا۔ وہ پیغمبر اسلام پر آوازے کستے تھے۔ اور آپ کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔

ہجرت

آپ نے اہل یثرب کے پیغام کو قبول کر لیا۔ اور اس رات جب اہل مکہ نے آپ کو بستر پر قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ اپنے سچے اور جاں نثار رفیق ابو بکرؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمادی اب یثرب مدینۃ النبی کے نام سے مشہور ہونا شروع ہوا۔ اسلام کا سن ہجری بھی اسی واقعہ سے شروع ہوتا ہے۔ اہل مکہ کی آتش اشتعال اور بھی بھڑک اٹھی۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو طرح

طرح کی اذیتیں پہنچانی شروع کیں۔

فتح مکہ

آپ نے ایک مدت تک تو مدافعت کے اصول پر عمل کیا۔ لیکن آخرکار وہ وقت آگیا کہ آپ دس ہزار مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہوئے۔ شہر نے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور پیغمبر علیہ السلام پرستاران توحید کو لیکر نہایت سکون کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے دنیا کی تاریخ میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملیگی۔ عیسائی مورخین نے پیغمبر اسلام صلعم کو بدنام کرنے کے لیئے اس موقعہ پر ایک نہایت ذلیل اتہام تراشا ہے کہ آپ نے اہل مکہ کا قتل عام کرایا؟

ایک بے تعصب مصنف کا بیان

اس موقعہ پر میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک مشہور اور بے تعصب مصنف کے اصل الفاظ میں اس واقعہ کا تذکرہ پیش کروں۔

"یہ موقع تھا کہ پیغمبر اسلام اپنے انتقامی جذبات کو خونریزی کی صورت میں ظاہر کر سکتے تھے۔ دیرینہ دشمن قبضے میں آگیا وہ انہیں پامال نہ کر سکتے تھے؟ کیا وہ ان کے سابقہ مظالم کا خیال کرتے ہوئے ان پر طرح طرح کی سختیاں نہیں کر سکتے تھے؟ ایسے موقعہ پر انسان کی اصلی فطرت پورے طور پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ ہم ان شدائد اور مظالم کے متعلق طرح طرح کے خیالات اپنے دماغ میں بنا رہے ہیں۔ لیکن یہ کیا ہے۔ کہ مکہ کی گلیوں میں بالکل سکون ہے۔ خونریزی کا نام نہیں۔ ان پرستاران توحید کا گروہ کہاں ہے جن پر ایک مدت تک تشدد ہوتا رہا؟ واقعات نہایت سخت چیزیں ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے۔ کہ پیغمبر اسلام کی یہ فتح عظیم ترین واقعہ ہے۔ مگر یہی موقعہ ہے جبکہ آپ نے اپنے اوپر اور اپنے نفس کے اوپر کامل فتح پائی۔ آپ نے قریش کے قصور صاف کر دیئے۔ آپ اہل مکہ کے لئے امن عام کا اعلان کر دیا۔ یہ وہی اہل مکہ ہیں جو آپ کے پرستاروں کے خون کے پیاسے تھے"

حجۃ الوداع

اس فتح عظیم کے بعد عرب کا یہ مصلح اعظم انصار کے شہر میں واپس ہو گیا۔ اس کے بعد آپ فقط ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں حج کے لیئے تشریف لاتے۔ اس حج کو مورخین اسلام حجۃ الوداع کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر تمام مومن۔ مہاجر اور انصار اکٹھے ہوئے۔ اور آپ نے ایک نہایت بلیغ خطبہ دیا۔ جسے ہم "اسلامک سرمن آن دی ماؤنٹ" حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں "پہاڑی کا واعظ" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ چونکہ حجۃ الوداع کے خطبہ کو حضور سرور دو جہان صلعم کے ارشادات میں اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے۔ اس لئے فاضل مضمون نگار نے اسے حضرت مسیح کے پہاڑی کے وعظ سے تشبیہہ دی ہے (انقلاب) کہہ سکتے ہیں۔

خطبۂ مبارکہ

آپ نے فرمایا کہ اپنی عورتوں پر مہربانی کرو۔ اپنے غلاموں کو اسی طریقہ پر رکھو۔ جس طریقہ پر تم خود رہتے ہیں۔ اور انہیں اپنی جیسی خوراک دو۔ اگر وہ تمہیں تکلیف دیں تو انہیں آزاد کر دو۔ کیونکہ اگر تم غصہ میں آکر انہیں برا بھلا کہو گے تو یہ گناہ عظیم ہوگا۔ خدا ئے وحدہٗ لاشریک کی بندگی کرو۔ اس کا مثیل نہ کوئی ہے اور نہ ہوگا۔ آج تمہارا دین پایۂ تکمیل تک پہونچ چکا ہے۔ عابد اور پرہیزگار۔ خدا دوست اور نیک بنجاؤ۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوندا میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ جس پر تمام مخلوق نے یک زبان ہو کر گواہی دی کہ "ہاں حضور نے اپنا فرض پورا کر دیا۔"

مرض الموت

۸ رجون ۶۳۲ء کو پیر کے روز عرب کا یہ روشن ترین ستارہ جہاں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وفات سے پیشتر بیماری کی حالت میں بھی آپ مسجد نبوی میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے نہایت بلند آواز سے فرمایا کہ "کیا تم میں کوئی ایسا بشر ہے جس کے ساتھ میں نے کبھی نا منصفی کی ہو؟ اگر کوئی ہے تو میری پشت اس نا منصفی کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہے۔ کیا میں نے کبھی کسی بھائی کی دل آزاری کی ہے؟ اگر کی ہے تو اسے میرے عیوب میرے روبرو بیان کر دینے چاہئیں کیا میں نے کبھی کسی کا مال غصب کیا ہے تو میرا اسباب و مال اس کے معاوضہ میں حاضر ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ "ہاں میرے تین درم آپ کے ذمہ باقی ہیں۔ آپ نے اسی وقت اس کی رقم ادا کی۔ اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا "اے میرے دوست اس دنیا میں شرمندہ ہونا آخرت کی ندامت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے ایک خوشی رکھی ہے۔ خواہ وہ اسے دنیا میں لے لے یا آخرت میں حاصل کرے۔ میں اس عارضی خوشی پر عقبےٰ کی ابدی خوشی کو ہزار درجہ ترجیح دیتا ہوں۔ آپکی آواز کا سوز اور آنکھوں کی روشنی صاف ظاہر کرتی تھی کہ اب آپکا انجام قریب آچکا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی حاضرین کے آنسو بے اختیار آنکھوں سے بہنے شروع ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں چیخنے چلانے سے منع کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم دیانتدار۔ نیک اور احسان کرنے والے بن جاؤ۔"

وفات

کچھ عرصہ کے بعد جب آپکا آخری وقت بالکل قریب آگیا تو آپ کا سر آپ کے حرم محترم کی بغل میں تھا۔ آپ آہستہ آہستہ استغفار اور مختلف دعائیں پڑھ رہے تھے۔ اُمت کے لئے دعا کرتے ہوئے آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ آپ دونوں ہاتھ جوڑ کر نہایت فروتنی سے بیٹھ گئے۔ دنیا آپکی آنکھوں میں گھومنے لگی۔ اور بے اختیار آپکا سر ایک طرف کو جھک گیا۔ آپ نے فرمایا۔

الرفیق الاعلےٰ

یہ آخری الفاظ تھے جو آپ کے دہن مبارک سے نکلے تھے۔ ان کے ساتھ ہی آپ کی روح اقدس قفس عنصری سے نکلکر عالم علوی کی طرف پرواز کر گئی۔

مصلح اعظم

آہ! اس طرح خدائے قدیر کا وہ خادم اکبر جس کی تمام عمر بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی بسر ہوئی۔ اس دنیا سے رہگرائے عالم بالا ہوگیا۔

یہ ہے اس مصلح اعظم کی مختصر سوانح عمری جو خدائے قدیر پر بھروسہ رکھتا تھا۔ جس کا تحمل۔ بردباری۔ سخاوت اور نیکی آجتک تمام دنیا کی آبادی کے پانچویں حصہ پر اثر انداز ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اخلاق وعادات

ابوالفدا کا بیان ہے کہ رسول خدا تدبر اور تعقل میں بنی نوع انسان سے بہت اعلا وارفع تھے۔ وہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی بندگی اور یاد میں مستغرق رہتے اور فضول باتوں کو نہایت برا سمجھتے تھے۔ وہ فطرتاً خوش مزاج اور با اخلاق تھے اور آپ کے اخلاق نہایت سنجیدہ اور آپ کی طبیعت نہایت نرم تھی۔ دوست اور دشمن ضعیف اور قوی آپکی نظروں میں برابر تھے۔ آپ نے کبھی کسی شخص کو اس واسطے برا نہیں سمجھا کہ وہ غریب ہے۔ اور نہ ہی آپ بادشاہوں کی شان وشوکت اور کروفر سے مرعوب ہوتے تھے۔ فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

آں راکہ ہمیشہ لطف حق ہمراہ است ۔ شاہش چو گدا چوں ہمراہ است
از صورت خلق معنے حق بیند ۔ آرے آدم بہ صورت اللہ است

نمونے کی زندگی

آپ کبھی کسی مہمان کی طول وطویل ملاقات سے گھبراتے نہ تھے۔ آپ مصافحہ کے وقت کسی شخص سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ پیچھے نہ ہٹا لیتا۔ اور نہ ہی ملاقات کے وقت کسی سے روگردانی کرتے۔ جب تک کہ وہ خود آپ سے جدا نہ ہوجاتا۔ آپ خانگی زندگی میں نہایت منصف اور محبت کرنے والے تھے۔ آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے۔ ایک معمولی مکان میں رہتے۔ نہایت سادہ کھانا کھاتے۔ اپنے ہاتھ سے آگ جلاتے۔ اپنے جوتی اور کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے مرمت کرتے اور اپنے غلاموں کو پورے طور پر آزاد رکھتے تھے۔ مہینوں آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ کیونکہ آپ کے گھر میں سوائے کھجوروں اور پانی کے اور کوئی کھانا نہ ہوتا تھا۔ بسا اوقات شدت اشتہا کی وجہ سے پتھر کی ایک سل اپنے پیٹ پر باندھ لیتے تھے۔

لین پول کا بیان

سٹینلے لین پول لکھتا ہے کہ آپ کے واقعات زندگی میں کچھ اس قسم کی کشش پائی جاتی ہے۔ کہ کوئی شخص ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کی محبت اور آپکا احترام لوح دل پر کندہ ہوجاتا ہے۔ وہ جس نے تن تنہا سالہاسال تک لوگوں کی نفرت وحقارت اور تشدد و ایذا رسانی کا مقابلہ کیا۔ ایسا بشر ہے جو مصافحہ کے وقت اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ سے نہ کھینچتا۔ جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتے۔ وہ بچوں کا پیارا تھا۔ اور کبھی انہیں پیار دئے بغیر ان کے پاس سے نہ گذرتا آپکی سیاہ آنکھوں میں خاص کشش پائی جاتی تھی۔ جو دیکھنے والوں پر ایک خاص اثر ڈالتی تھی۔ آپکی علانیہ دوستی اور بخشش عمیم تہور اور دلیری۔ نوع انسان کے لئے امید۔ آپ کے معاندین کے دلوں میں بھی آپ کے لئے جذبہ احترام پیدا کرتے تھے

آپ کی سرگرمی ہمیشہ دنیا کی بہتری اور اعلیٰ کاموں کے لئے ہوتی تھی۔ آپ دنیا کی ان اعظم ترین ہستیوں میں امتیاز حیثیت رکھتے تھے جنہوں نے صداقت کی تبلیغ تمام دنیا میں کی ہے۔ آپ خدائے وحدہٗ لاشریک کے شریک تھے۔ اور تاعمر اس فرض کا احساس آپ کے دل سے محو نہ ہوا یہی فرض آپ کی زندگی کا جزو لاینفک تھا۔ آپ اپنے پرستاروں کو تعلیم دیتے وقت کبھی تو پرجلال شوکت کام میں لاتے اور کبھی حلم و فروتنی سے کام لیتے۔

نعت

(از جناب سید برکت علی شاہ صاحب گوشہ نشین وزیر آبادی)

کیا، شانِ خدا، عشوۂ جانانہ ہے انکا
خود خالقِ کونین بھی پروانہ ہے انکا

ہے ساغرِ دل جنکا مئے عشق سے لبریز
میخانۂ آفاق میں افسانہ ہے انکا

سرگرم سخن جنسے رہے خالق اکبر
ہر ایک سخن گوہر یکدانہ ہے انکا

ہے بزم جہاں رشک قمر نور سے جنکے
خورشید صفت مرتبہ شاہانہ ہے انکا

یکتا ہیں زمیں پر تو یگانہ ہیں فلک پر
ناکامِ ازل وہ ہے جو بیگانہ ہے انکا

ہے رب جہاں جن کا گرفتار محبت
گلزارِ جناں ادنیٰ سا نذرانہ ہے انکا

خمخانۂ عالم کو اگر غور سے دیکھیں
مے ان کی ہے، جام انکا ہی میخانہ ہے انکا

رضواں نے جو روکا تو صدا عرش سے آئی
سیدؔ کو چلے آنے دو دیوانہ ہے انکا

اہل قلم اصحاب کی خدمت میں گذارش

رسالہ اسلام کے لئے مندرجہ ذیل اقسام کے مضامین کی ضرورت ہے۔ اسلام۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور قرآن کریم کی صداقت و عظمت۔ تردید و تکذیب مذاہب باطلہ۔ اصلاح اخلاق۔ اصلاح الرسوم۔ تاریخ اسلام۔ براہ کرم وقتاً فوقتاً مختلف عنوانات پر مضامین مذکور مرحمت فرماتے رہا کریں۔ مگر قواعد ذیل کا ضروری خیال رکھیں۔

(۱) مضامین میں جو عربی عبارات ہوں ان کو با اعراب بمعہ ترجمہ لکھیں

(۲) کسی اسلامی فرقہ کی تحقیر یا تذلیل نہ کی جاوے بلکہ مسلمانوں کو مشترک امور میں متحدہ و متفق ہونے کی تلقین کی جاوے۔

(۳) رسالہ کے چار صفحہ سے زیادہ طویل کوئی مضمون نہ ہو۔ ورنہ درج نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی طویل مضمون ہو تو اس کو مختلف عنوانات میں تقسیم کیا جاوے (۴) مضامین قابل اندراج ۲۵ تاریخ سے پہلے بھیج دیئے جاویں۔ (مینیجر)

اَخلاقِ نبویؐ

(از جناب حافظ عطاء الرحمٰن صاحب ٹانڈوی)

حق تعالےٰ فرمارہے ہیں انک لعلےٰ خُلقٍ عظیم، دوسری جگہ عائشہ صدیقہؓ جواب میں فرماتی ہیں کان خلقہ القراٰن تیسری جگہ فرمایا جاتا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، غرض جابجا اوراق تاریخ رنگین ہیں۔ اور بتلارہی ہے کہ نبی صلعم نہ صرف مسلمانوں بلکہ کفار اور اعدا ء اسلام کے نزدیک بھی مکارم اخلاق کے مجسمہ تھے۔ اور یہ بات کچھ ایسی درجہ تواتر تک پہونچ چکی ہے۔ جسکا مکذب یقیناً خسر الدنیا والاٰخرۃ کا مصداق ہوگا۔ سردار دوجہاں کے جو اخلاق تھے اور جو جو اوصاف حمیدہ پائے جاتے اون کی مثال نہ آجتک کوئی پیش کرسکا اور نہ پیش کرسکے۔ دنیا بھر کی کسی قوم و مذہب کو اگر دعوےٰ ہو تو اپنے پیشواء کے حالات و اخلاق بیان کرے۔ اور نبی صلعم کے اخلاق محمودہ سے مقابلہ کرے اسلئے کہ کھوٹا اور کھرا کسوٹی پر کس کر جانچا جاسکتا ہے۔ اور ادنےٰ واعلیٰ مقابلہ ہی پر پہنچایا جاتا ہے۔ میں اس وقت چند نمونے اخلاق نبویؐ کے پیش کروں گا۔ جسے تعصب و اعتناد کی نظر سے اگر نہ دیکھا جائے تو یقیناً ہر کس و ناکس مسلم و غیر مسلم تخلقوا باخلاق الرسول کی دعوت عمل و تقلید اور اتباع پر لبیک کہیگا۔

آپ کا عدل

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں رات کو جب آپ کے عم مکرم عباس اپنی کسی ہوئی مشکوں کی تکلیف سے آپ کو کراہ کراہ کے بے چین کرتے ہیں۔ اور صحابہؓ اس کو محسوس کرکے رسی ڈھیلی کردیتے ہیں۔ تو آپ ایک کی رعایت کو نہ پسند فرماتے ہوئے حکم دیتے ہیں کہ سب کی رسیاں ڈھیلی کردی جائیں۔

حلم

طائف تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں غلاموں اور بچوں کے اینٹ اور پتھر برسانے پر آپ شکستہ خاطر ہوکر دعا کرتے ہیں۔ کہ خدایا مجھے دشمنوں کا شکار نہ بنا مخالفوں کا مجھ پر قابو نہ دے۔ اس پر جبار و قہار خدا کی جبروتی شان حلم و بردباری لئے جوش زن ہوتی ہے۔ خالق ذی الجلال کے سامنے اس نے محبوب کو زخمی کیا جانا معمولی بات نہ تھی۔ جبرئیل امیں حاضر ہوکر سلام عرض کرتے ہوئے۔ ایک دوسرے فرشتہ کو پیش کرکے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ اسی فرشتہ کو جسے پہاڑوں کی خدمت سپرد ہے حکم دیجئے کہ طائف کے گرد کے پہاڑ ٹکرادے۔ تاکہ اہل طائف چکی کے دانوں کی طرح پس جائیں۔ جواب دیتے ہیں اور جواب بھی کیسا غایت حلم سے پُر اور انتہائی مہربانی سے لبریز کو مولا تو نے مجھکو سخت دل نہیں بنایا۔ دنیا کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے۔ انکا نیست و نابود ہونا مجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں حیات پر ایمان کی امید ہے۔

"صبر"

صبر کا وہ عالم کہ جب جنگ احد میں لڑائی کا پہلو بدلتا ہے اور مسلمان حواس باختہ ہوکر بھاگتے ہیں۔ عتبہ ابن ابی وقاص آپ پر پتھر پھینکتا ہے۔ لب مبارک زخمی ہوجاتا ہے۔ تو آپ سوائے ان کلمات کے کہ کیا فلاح پائیگی وہ قوم جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔ کچھ نہیں فرماتے۔

"عفو"

عفو کا وہ حال کہ خیبر میں ایک یہودیہ کے مسموم گوشت کھلا دینے پر باوجود قدرت کے آپ معاف فرما دیتے ہیں

"رحم و شفقت"

کا وہ حال کہ فتح مکہ کے دن انہیں لوگوں کے ساتھ جو ایک دن آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کو مبارک اور اذیت پہونچانے کو محمود خیال کرتے تھے۔ وہ رحم و شفقت برتی۔ جس کی نظیر ملنی دشوار ہے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ اللہ نے مسلمانوں کے ساتھ فتح مبین کا وعدہ فرمایا، آپ حرم محترم میں داخل ہوتے ہیں۔ اہل مکہ جو حرم میں امن لے رہے تھے۔ اپنی عاجزی اور بیکسی کا اظہار کرتے ہوئے آپکا منہ تک رہے ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ بتلاؤ اے اہل مکہ اب میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ آواز بلند ہوتی ہے۔ کہ اے ہمارے بھتیجے رحم! رحم! رحم! آپ جواب میں فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کیا۔ اور وہی رحم و شفقت برتوں گا جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے برتی۔ یہ ایک عجیب نظارہ تھا۔ کہ اہل مکہ آپ کے حسن سلوک کا اپنے برتاؤ سے موازنہ کر رہے تھے۔ فرط احسانمندی سے ہر ایک کا سر زمین کی طرف جھکا جا رہا تھا۔ ہر شخص پیکر شکر نظر آرہا تھا۔ اور ہر فرد آپ کو رحمتوں اور شفقتوں کا سرچشمہ تسلیم کر رہا تھا۔

"امانت"

کے وہ جواہر ریزے کہ آپ نے اپنے اسی زمانہ میں جبکہ خلعت نبوت بھی زیب تن نہ فرمایا تھا۔ اپنی رحمدلی، اخلاق وفاداری، سچائی و دیانتداری۔ نیک چلنی و غربا نوازی سے امین کا وہ مقدس خطاب قوم سے پایا جو حقیقت میں آپ ہی کے شایاں شان تھا۔

"صداقت"

کا زبردست ثبوت ہمارے لئے یہی ہے کہ آپ نے چند روز میں اس قوم کو جہالت کے بلاخیز طوفان میں گویا بہہ چکی تھی۔ اس حالت میں جبکہ آپ امی و یتیم، بے کس و بے بس، بے زر کمزور تھے۔ صراط مستقیم پر لا لگایا۔

وقت نے مساعدت کی تو باقی آئندہ، (دار العلوم دیو بند)

نعت شریف

(از جناب سردار بوٹا سنگھ جی صاحب ببر امرت سری)

جہاں کو حکم یزداں کا سنایا ہے محمدؐ نے
وبائے شرک و بدعت کو مٹایا ہے محمدؐ نے

سفینہ اہل عالم کا پھنسا تھا بحر عصیاں میں
جہاں میں ناخدا بنکر بچایا ہے محمدؐ نے

رموز معرفت کا فلسفہ حل کر کے امت کو
صراط مستقیم آکر دکھایا ہے محمدؐ نے

تجسس شرط ہے قرب الٰہی کچھ نہیں مشکل
فنا فی اللہ کا نکتہ بتایا ہے محمدؐ نے

ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور ذات ہے لاشریک اس کی
سبق وحدت ہم کو سکھایا ہے محمدؐ نے

نہ کیوں ممنون ہوں ہیں اس ذات مقدس کے
کہ ہم کو راہ حق آکر بتایا ہے محمدؐ نے

فلسفۂ بہشت و دوزخ اور ملائک و شیاطین

(از ابن مسعود عبدالرشید محمود انصاری رشیدی گنگوہی)

حق تعالےٰ کے کاموں کی نسبت "کیوں" اور "کس لئے" کے ساتھ سوال کرنا اور اس کے ہر حکم کے متعلق کسی دلیل اور ہر ارشاد کے لئے عکسی وجہ اور علت نمائی کیفیت ایک مومن یقیناً نہیں۔ میرا جہاں تک خیال ہے۔ قطب الدین رازیؒ کی ادلہ اور حجج سے زیادہ کہاں تک حاصل کرسکتا ہے۔ جنہوں نے ایک نہیں سو براہین اپنی آڑے وقت کے لئے رکھ چھوڑیں اور صرف العبرۃ للخواتیم ہی کو مدنظر رکھتے ہوئے انکی اس قدر حفاظت کی کہ شیخ کے سامنے توجہ ڈالنے پر جب سب کچھ مٹتا ہوا محسوس کیا تو انکار کرکے چلے آئے۔ ہم اور ہمارے کلام و عقلیات کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ جب رازیؒ جیسا متکلم اور معقولی بھی آخری وقت ان سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

یہاں پہونچکر اور ایسی نظیروں کے بعد میری نظر میں تو کم از کم ان چیزوں کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ گو میں کیا، اور میری نظر کیا۔ تاہم ہر شخص اپنے ہی خیالات کا ماحول سے قطع نظر کرنیکے بعد تابع ہوا کرتا ہے۔ میرا یہ مسلک ہے اور میرے بزرگوں کا بھی یہی رہا۔ لیکن مدنیت جدیدہ کو کیا کیجئے۔ جو نقل کو عقل کے تابع کئے بغیر قدم ہی آگے رکھنے نہیں دیتی۔ بنا بریں چونکہ مقصود کام کرکے منزل تک پہونچنا ہے۔ اسلئے جبر سے باکراہ سے بہرحال اسی راستہ کو اختیار کرنا پڑتا ہے! مجھے اسوقت عنوان بالا پر جو مضمون لکھنا ہے وہ علامہ قاسم العلومؒ کے ایک مبسوط مضمون کا خلاصہ ہے۔ جسے پیش کرکے میں رخصت ہو جاؤنگا۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین میں تہذیب جدیدہ کے شیفتہ اصحاب کیلئے خصوصاً یہ خالی از نفع نہوگا۔ تمام اہل عقل و نقل کے نزدیک یہ مسلمہ امر ہے کہ انسان کی ترکیب دو چیزوں روح و جسم سے ہوئی ہے۔ جو بدیہی ہونے کی وجہ سے کسی دلیل کا یقیناً محتاج نہیں۔ پھر جسم کی ترکیب بھی علےٰ ہذا چار عناصر سے ہوئی۔ جس کا یقین ہمیں انسان کی عام حالت سے ہوا اسلئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی اس کے مزاج میں حرارت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے بدن میں ایک جزو آگ کا موجود ہے۔ کبھی اس کے برخلاف اسے سردی کا احساس ہوتا ہے۔ شدت سے جاڑا چڑھتا ہے چھینکیں آکر زکام ہو جاتا اور نزلہ بہہ پڑتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پانی بھی اس کے جسم کا ایک جزو ہے۔ پھر بھی اسے خارش کی شکایت ہوتی ہے۔ سر اور بدن پر ہاتھ پھیرنے سے مٹی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے اجزاء ترکیبیہ سے ایک مٹی بھی ہے۔ پھر سانس کا لینا تو بالکل ہی ظاہر ہے۔ جس جزو ہوائی کا یقین ہو جاتا ہے لیکن ان چاروں چیزوں کے علم پر چونکہ یہ سب چیزیں مادی ہیں۔ اسی لئے کائنات مادی (دنیا) ہی میں ہمیں ایسے مخزن ان اشیاء کے تسلیم کرنے پڑینگے۔ جنسے اس کے خالق نے کچھ حصہ لیکر اس کے جسم میں شامل کردیا۔ چنانچہ بغیر فکر و تامل کے آگ، پانی اور مٹی کا مخزن زمین، ہوا کا مخزن فضائے آسمانی سمجھ میں آگیا۔ ٹھیک اسی طرح روح انسانی بھی جسم کی طرح چار کیفیات سے مرکب ہے۔ جن کے علم پر ہمیں ان کا مخزن پہلے ہی کی طرح تسلیم کرلینا ضروری ہوگا۔

(۱) چونکہ انسان طبعاً متلون واقع ہوا ہے۔ ہمیشہ ایک حال پر اس کا مزاج قائم نہیں رہتا۔ اس لئے جہاں اور کیفیات کے

مزاج پر مستولی ہوتی ہیں۔ وہیں کبھی عیش پرستی کی بھی اسے سوجھتی ہے۔ اس کی طبیعت کا تقاضا ہوتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی عیش و عشرت کے سامان موجود ہیں وہ سب اسے حاصل ہوں۔ مکانات ہوں۔ کوٹھی بنگلے اور نشستگاہیں ہوں۔ پھر ان کے گھروں میں فرش اور بلند تخت بھی ہوں۔ جھاڑ اور فانوس سے بھی اسے آراستہ کیا گیا ہو بیش قیمت ظروف بھی نہایت قرینے سے رکھے گئے ہوں۔ مختلف گھڑیوں بمتعدد مقیاس الحرارت اور مختلف مقامات کے فوٹوؤں سے بھی اس کی دیواریں سجائی گئی ہوں۔ داہنے بائیں باغ بھی ہوں اور اس میں مختلف طرز پر کیاریاں اور جدولیں بھی نکالی گئی ہوں۔ سیر و تفریح کے سامان، عیش و نشاط کے اسباب بھی مہیا ہوں۔ غرض ہر قسم کی راحتیں اسے میسر اور ہر قسم کے آرام اسے حاصل ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کا کوئی مخزن حضرت خالق عزوجل نے بنایا ہے۔ جس کی کچھ کیفیت اس کی روح کا جزو بنا دیا گیا۔ بس اسی مخزن کو ہم بہشت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس میں "ولھم ما یدعون" کے مطابق ہر قسم کے عیش و آرام کی تہیئی ہے۔

(۲) پھر کبھی انسان کے مزاج میں اس کے برعکس کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسے غصہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ کسی کو مارنے کے لئے بھی طیار ہو جاتا ہے۔ زجر و توبیخ کو بھی اس کی طبیعت چاہتی ہے۔ ارتکاب جرم پر اپنے یا کسی دوسرے کو سزا کا مستحق بھی کچھ بیٹھتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اتنا مغلوب الغضب ہوتا ہے۔ کہ قتل و فنا تک نوبت پہونچ جاتی ہے نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کیفیت کا بھی کوئی مخزن ہے جس کا کچھ حصہ اس کا جزو بنایا گیا ہے۔ پس اسی کو ہم دوزخ کے الفاظ سے ادا کرتے ہیں۔ جس میں صرف سزا و جزا ہی ہے۔

(۳) پھر کبھی انسان کے مزاج میں اطاعت و عبدیت اتنی سرایت کرتی کہ وہ اطاعت کا بندہ اور حقیقی معنی میں عبد بننے کو طیار ہو جاتا ہے۔ اُس کا طبعی اقتضا ہوتا ہے۔ کہ وہ کوئی کام رضائے الٰہی کے خلاف نہ کرے۔ ہمیشہ امور خیر ہی کی طرف مائل ہو اور گویا اس کی شان لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یومرون کے مطابق ہو۔ بس اسی کو ہم فرشتے اور ملائکہ کے عنوان سے معنون کر کے اطاعت کا مخزن قرار دے دینگے جن کے یہاں امور خیر کے سوا امور شر کا نام تک نہیں

(۴) پھر اس کے متضاد ایک دوسرا اقتضاء طبعی ہماری نظر سے گذرتا ہے۔ جس کا پیمانہ قطعاً اطاعت سے خالی ہے اور گویا معصیت اس میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔ عصیان اس کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔ امور خیر اور عمل صالح سے اسے دشمنی ہو گئی معلوم ہر گئی۔ معلوم ہوا کہ اس کا بھی کوئی مخزن موجود ہے۔ جس کی شان وکان الشیاطین لربہ کفوراً ہی کے الفاظ سے ادا کی جا سکتی ہے۔ پس یہی اس کیفیت کا مخزن اور شیاطین ہیں۔

(از جامعہ قاسمیہ دیوبند)

---

(۴۸۶)

رسالہ "مولوی" دھلی

یہ مشہور رسالہ منشی عبد الحمید صاحب کی ادارت میں عرصہ سے شائع ہو رہا ہے۔ اسلامی اختلافات سے علیحدہ رہ کر خالص اسلامی تعلیم سے مسلمانوں کو بہرہ ور کرنا اس کا مقصد ہے۔ ربیع الاول کا پرچہ منشی صاحب موصوف نے رسول نمبر کے نام سے شائع کیا ہے، جو حبیب کردگار سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ کا بہترین خزانہ ہے۔ ملک کے مقتدر اہل قلم اصحاب کے منظوم و منثور مضامین سے لبریز ہے۔ رسالہ کا نمبر شنگرفی رنگ سے طبع کیا گیا ہے۔ اور ۱۴۰ صفحہ کے قریب حجم ہے۔ گویا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک اچھی خاصی کتاب ہے اس میں چند تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ مگر ذی روح کی تصاویر شائع کرنا مولوی رسالہ کے شایان شان نہیں۔ رسالہ کا سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ ہے۔ اور خریداروں کو مذکورہ بالا رسول نمبر قیمتی ۱۲؍ مفت دیا جاتا ہے۔ ایسا سستا رسالہ غالباً ہندوستان میں دوسرا کوئی نہیں۔ مسلمانوں کو ایسے خالص اسلامی رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہنا چاہیے۔

پتہ:۔ منیجر رسالہ مولوی کوچہ چیلاں دہلی۔

اصلاح

انجمن اصلاح الرسوم باغبانپورہ لاہور کے اہتمام اور خلیفہ سراج الدین صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس کا مقصد فضول رسموں کا قلع قمع کرنا اور مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنا ہے۔ اس وقت اس کا سالانہ نمبر ہمارے سامنے ہے۔ جو ۱۲۰ صفحہ پر نہایت عمدہ کتابت، طباعت اور کاغذ سے شائع کیا گیا ہے۔ اسکے مضامین بے حد مفید اور قابل قدر ہیں۔ اور اعلےٰ درجہ کے انشا پردازوں کے ہیں۔ چندہ سالانہ (ستے ؍)

الفیض امرتسر

یہ رسالہ امرتسر کے مشہور حنفی عالم مولانا نور احمد صاحب امام مسجد شیخ بڈھا مرحوم کی زیر نگرانی اور مولانا موصوف کے صاحبزادگان کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اسلامی اور صوفیانہ مضامین کی نشر و اشاعت اس کا مقصد ہے۔ اس وقت اگست ستمبر کا پرچہ پردہ نمبر کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں جواز پردہ کو عقلی و نقلی دلائل سے عورتوں کے لئے لازمی و ضروری ثابت کیا گیا ہے۔ یہ مخصوص نمبر مخالفین و موافقین پردہ کے لئے نہایت قابل دید ہے۔ چندہ سالانہ عہ؍ پتہ:۔ منیجر رسالہ "الفیض" چوک فرید امرتسر

میگزین مسلم ہائی سکول امرتسر

یہ رسالہ ہیڈ ماسٹر صاحب سکول کی نگرانی میں حال ہی میں جاری ہوا ہے۔ لائق اساتذہ اور ہونہار طلباء کے علمی، ادبی، اخلاقی، تعلیمی مضامین سے لبریز ہے طلباء میں تعلیمی شوق پیدا کرنا۔ اور انشاء پردازی کے قابل بنانا اس کا مقصد ہے۔ مسلمانوں و خاصکر طلباء کے لئے مفید رسالہ ہے چندہ سالانہ عہ؍۔ پتہ:۔ منیجر میگزین مسلم ہائی سکول ہانڈ مارکیٹ امرتسر

تقسیم میراث

انسان پر حق اللہ و حق العباد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ جل شانہ اگر چاہے تو اپنے حقوق معاف کر دے گا۔ مگر حق العباد تا وقتیکہ حقدار رضامند نہ ہوں معاف نہیں ہو سکیں گے۔ تقسیم میراث

بھی ادائیگی حق العباد کا ایک جزو اعظم ہے۔ مسلمانوں کے لئے فرض ہے کہ وہ حقدار کو اس کا پورا حق پہونچا دیں۔ اس لئے تقسیم میراث کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے لازمی و ضروری ہے۔ "تقسیم میراث" مولانا عبد اللہ صاحب خطیب مسجد مبارک امرتسر کی تالیف ہے۔ لائق مؤلف نے مسائل میراث کو جس خوبی اور عام فہم طریق سے بیان کیا ہے۔ وہ قابل تحسین و آفرین ہے۔ میراث کا مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں مگر لائق مصنف نے میراث کے کسی مسئلہ کو نظر انداز نہیں کیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اور بڑی خوبی یہ ہے کہ بمصداق قلیل معانی کثیر میں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر پوری وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت صرف ۴ر

مسائل حج

حج اسلام کا رکن اعظم ہے۔ جو لوگ حج کے قابل ہیں۔ وہ بلا ادائے حج پورے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ مسائل حج امرتسر کے مشہور جید عالم استاد العلماء حضرت مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم کی تصنیف اور مولانا عبد اللہ صاحب کی تالیف ہے۔ اسمیں مسائل حج کو پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان کرنے کے علاوہ ہر مقام کی مسنون دعائیں بیان ہیں۔ صرف مسائل ہی نہیں بلکہ مقامات مقدسہ۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ منیٰ عرفات وغیرہ کے تفصیلی حالات اور نقشے بھی اسمیں موجود ہیں۔ ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ سے سفر حرمین الشریفین کے راستے بھی بتائے گئے ہیں آخر میں لسان العرب رسالہ کے ذریعہ عربی زبان سے واقفیت بہم پہونچائی گئی ہے۔ حجاج اور زائرین مقامات مقدسہ کے لئے یہ کتاب پوری رہنما ہے اور انکے ضروریات سفر کی اہم اور ضروری چیز ہے۔ عام مسلمانوں کیلئے بھی دیار حبیب کے حالات معلوم کرنے کیلئے بہترین ہے قیمت ۱۲ر

فلسفہ عبادت

عبادت الٰہی وارکان اسلام نماز وغیرہ کا صحیح فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ خالق اکبر نے نماز اپنے بندوں کے لئے کیوں لازمی و ضروری قرار دی ہے۔ اس کی غرض و غایت کیا ہے اور نوع انسانی کے کیا کیا فوائد و منافع اسمیں مضمر ہیں۔ عقل سلیم پر اسکا کیا اثر پڑتا ہے۔ حالات کی پاکیزگی اور معاملات کی صفائی میں کہانتک ممد و معاون ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسلمانان سلف کیونکر اسی نماز کی بدولت بوریہ نشینی سے جہانبانی کے ممتاز درجہ تک پہونچے۔ اور ان کی سجدہ ریزی نے کس طرح ایک عالم کی گردنیں معبود حقیقی کے سامنے جھکا دیں۔ اگر آج بھی مسلمان عبادت کے اصول و فلسفہ سے کماحقہ واقفیت حاصل کر کے اس پر عامل ہوں۔ تو دنیا کی طاقتیں انکے سامنے بالکل ہیچ معلوم ہوں۔ کاغذ و کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ قیمت عہ

مندرجہ بالا تینوں کتابیں دفتر اشاعت الاسلام امرتسر پنجاب حلقہ نمبر ۲ سے طلب فرما دیں۔

انجمن اصلاح الکلام

تبلیغ اسلام میں کافی حصہ لے رہی ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ اس انجمن میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہلحدیث ملکر کام کرتے ہیں اور وہ سب ضروری باتیں جنکی اسلامی دنیا کو ضرورت ہے ان کی ترقی کے لئے کوشش کرنا اس انجمن کا مقصد اعلیٰ ہے۔ بذریعہ اعلان ہذا آگاہ کیا جاتا ہے کہ جس علاقہ میں اشاعت اسلام کی ضرورت ہو وہاں کے لوگوں کی درخواست پر مناسب واعظ اور مبلغ بھیجا جائیگا۔ ایسی صورت میں صرف معمولی کرایہ آمد و رفت واعظ صاحب درخواست کنندگان سے انجمن وصول کریگی۔ اور باقی تمام مصارف واعظین اور مبلغین بذمہ انجمن ہوں گے۔ ہاں جو اصحاب اپنی خوشی سے اس انجمن کی امداد کرنا چاہیں۔ وہ باقاعدہ سفیروں اور واعظین انجمن ہذا سے رسید لیکر اجر دارین کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اس انجمن نے زکوٰۃ فنڈ بھی مصارف زکوٰۃ کو ملحوظ رکھتے ہوئے جاری کر رکھا ہے۔ صاحب ثروت احباب کو اپنی زکوٰۃ خرچ کرنے میں یہ ایک اچھا موقع ہے مزید کوائف و قواعد مطلوب ہوں تو دفتر سے منگوا کر ملاحظہ فرما دیں۔ فقط

نوٹ:۔ انجمن ہذا نے طلباء کو تقریر اور مباحثہ کی مشق کرنے کا خاص انتظام کر رکھا ہے۔ جو ہر جمعرات کو بعد مغرب جلسہ مسجد قدس کوچہ دیگراں امرتسر میں ہوتا ہے۔ اسمیں صرف ایسے طلبا تقریر کرتے ہیں جنکو اشاعت اسلام کا ایک سچا سپاہی بننے کا خیال ہو۔ "عبد المجید صدر اصلاح الکلام کوچہ دیگران امرتسر"

وظائف و عملیات

رسالہ اسلام کی اشاعت کے صرف دو مقصد ہیں۔ دینی و دنیوی۔ رسالہ اسلام کی اشاعت حاضرہ میں ہم ان وظائف کا ذکر کرتے ہیں جن سے ترقی درجات اخروی اور خوشنودی خالق اکبر مقصود ہے۔ یہ وظائف کسی معمولی انسان کے مرتبہ ہیں۔ بلکہ یہ مبارک وظائف اس ذات قدسی صفات کے فرمودہ ہیں جنکی رفعت وشان دنیا و ما فیہا سے اعلیٰ وارفع ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ جس مرتبہ کا انسان ہو۔ اس کا کلام بھی اسی رتبہ کا ہوتا ہے (کلام الملوک ملوک الکلام) اس لئے انسانوں میں جو مرتبہ حضور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہی مرتبہ آپ کے کلام پاک کو دوسرے عام لوگوں کے اقوال پر حاصل ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضور کا کلام بحکم وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی خاص خدا کا کلام ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ وظائف کا عمل کرنا یقیناً موجب سعادت دارین ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ سب عیبوں سے پاک ہے۔ اور ساری تعریف اسی کے لئے ہے۔ اللہ تعالےٰ عظمت والا تمام عیوب سے پاک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ یہ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں۔ اور قیامت کے دن نامۂ اعمال تلنے کے وقت میزان میں بھاری ہوں گے۔ اور خدائے تعالےٰ کے نزدیک نہایت محبوب ہیں۔ برادران اسلام کو لازم ہے کہ وہ اپنی ہر فرصت میں ان کلمات طیبات کا ورد رکھیں۔

(نوٹ) ناظرین کرام و بزرگان عظام اپنی معمول اور مجرب عملیات اور وظائف سے بذریعہ رسالہ اسلام مستفید فرماتے رہا کریں (ایڈیٹر)

وسائل معاش

آئندہ یہ مستقل عنوان ہوگا۔ چھوٹی چھوٹی آسان دستکاریاں اور صنعتی نسخہ جات اس عنوان میں لکھے جایا کریں گے۔ ناظرین کرام کا فرض ہے کہ وہ برادران اسلام کو مستفید فرمانے کے لئے اپنی مجربات ارسال فرماتے رہا کریں۔

(ایڈیٹر)

عود بتی بنانا

برادہ صندل دو تولہ۔ لوبان کوڑیالہ دو تولہ۔ گوگل دو تولہ آکھ یا کپاس کی لکڑی کا کوئلہ دو تولہ سب کو باریک پیس کر گائے یا بکری کے دودھ میں مثل پتلی ربڑی کے کر لیں اور کسی چوڑے تھال یا طشت وغیرہ میں ڈالکر پتلی سنور یا دسن کے اندر کی پتلی لکڑی، یا سرکنڈہ کی پتلی تیلیاں ڈبو ڈبو کر خشک کر لیں اسی طرح تین مرتبہ ڈبو کر خشک کر لیں۔ عود بتی تیار ہے۔ اس مصالحہ میں چھ سو ڈوب سکینگی۔ سو سو کے چھ بنڈل بناؤ اور ۴ر فی بنڈل فروخت کرو۔ یہ نہایت خوشبودار ہوگی۔ جبتک ساری بتی نہ جل جاویگی نہ بجھے گی۔

رنگ بنانا

کوٹ قمیص وغیرہ کے بٹنوں کے واسطے یہ رنگ نہایت کارآمد ہیں اور کثرت سے فروخت ہو سکتے ہیں۔ بنانیکی ترکیب حسب ذیل ہے:۔ پیتل کا تار لو اور ایک چکنی لمبی لکڑی پر تین پھیر دیکر قینچی سے کاٹتے جاؤ۔ یہ بٹنوں کے رنگ یعنی چھلے بنجائینگے دو پیسہ فی درجن بکتے ہیں۔ چار بھی تار سے عمر پیدا کر سکتے ہیں۔

تسبیح بنانا

رال ایک چھٹانک۔ شنگرف ایکتولہ چار ماشہ دونوں کو آگ پر الگ الگ یا یکجا ملالو اور نرم آگ پر گرم کرو۔ چنے برابر مونگے شکل بناکر سوراخ کرتے جاؤ کم از کم ایکہزار دانے تیار ہوں گے سو سو دانوں کی لڑیاں بناکر ۳ر فی لڑی کے حساب سے فروخت کرو یہ مصنوعی مونگے اصلی کا مقابلہ کرینگے۔

وسائل صحت

اس عنوان میں صحت و تندرستی کے مضامین اور مجرب و آسان نسخے درج ہوا کریں گے۔ ناظرین کرام اپنے مجربات ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل فرماتے رہا کریں۔

(ایڈیٹر)

سرمہ مفید

پھٹکری سفید ڈیڑھ تولہ۔ شورہ قلمی ڈیڑھ تولہ دونو کو باریک پیس لیں اور ایک آہنی کڑھی میں ڈال کر آگ پر گرم کریں۔ جب تک وہ جوش کھاتے رہیں۔ آگ پر رہنے دیں جب جوش میں کمی واقع ہو۔ اتارلیں۔ مگر جوش بالکل ختم نہ ہو ورنہ اجزا سخت ہو جاویں گے۔ جب جوش ختم ہونے لگے تو اتارلیں اس وقت یہ اجزا ملائم اور نرم ہوں گے۔ اس مرکب کو خوب باریک پیس لیں۔ سرمہ تیار ہے۔ دھند غبار ڈھلکہ اور آنکھ کا میل کچیل صاف کرنے میں نہایت مفید اور بے نظیر ہے۔

بچھو کا دشمن

پیاز کو کوٹ کر دو تولہ عرق حاصل کرو۔ اور نوشادر دو تولہ باریک پیس لو۔ اور دو تولہ کو اچھی طرح حل کرکے ایک شیشی میں بھر لو۔ ایک قطرہ مقام ڈنک پر ملنے سے درد فوراً غائب ہو جاویگا۔

نمک سلیمانی

نمک لاہوری۔ نمک سانبھر نمک سیاہ پانچ پانچ تولہ عرق لیموں ۱ تولہ میں کھرل کرو۔ بعد میں نوشادر ۲ تولہ مرچ سیاہ ۴ تولہ زیرہ سیاہ ۴ تولہ دارچینی ایک تولہ سہاگہ بریاں ۲ تولہ پیپل ۲ تولہ سونٹھ ۴ تولہ سب کو پیس کر برتن میں رکھو پیٹ کی تمام بیماریوں کے لئے بیحد مفید ہے۔ گھر میں رکھنے کی لائق چیز ہے

معلومات

ہندوستان میں مختلف مذاہب کی ترقی

مذہب	سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک	
مسلمان	۴۱۸۹۲۲۲	لاکھ کی ترقی
عیسائی	۹۵۳۷۶۴	"
سکھ	۸۱۱۹۱۲۷	"
آریہ سماج	۱۵۱۰۲۶	"
براہمن	۱۰۲۸۷۳۸۶	کروڑ "
جین	۱۳۶۶۶	لاکھ کی کمی
بدھ	۱۲۴۱۶۱۴	لاکھ کی کمی
پارسی	۵۹۰۶	ہزار کی ترقی
	سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک	
مسلمان	۲۰۸۷۹۳۴	لاکھ کی ترقی
عیسائی	۸۷۷۸۶۱	"
سکھ	۲۲۴۳۳۷	لاکھ "
آریہ سماج	۳۲۴۱۳۳	"
برہمن	۹۷۷۳۲۲	لاکھ کی کمی
جین	۲۹۵۵۸۶	ہزار "
بدھ	۸۵۰۱۷۵	لاکھ "
پارسی	۱۹۸۲	ہزار
برہمو سماج	۸۸۴	سو "

فیصدی کے لحاظ سے تناسب عیسائیوں نے سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان ۳۲،۶ فیصدی اور سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان ۲۲،۶ ترقی کی آریوں نے سنہ ۱۹۰۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۱۱ء تک فیصدی ۴۰،۱۴۳ کی نسبت سے ترقی کی اور سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک ۹۲،۱ کی نسبت سے مسلمانوں نے ترقی کی۔ مسلمانوں نے سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک ۶،۷ کی نسبت سے ترقی کی اور سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک

تفسیر کبیر

رئیس المفسرین و امام المناظرین حضرت امام محمد (ملقب بہ فخر الدین) بن ضیاء الدین عمر خطیب رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ شخصیت اور بلند پایہ علمی قابلیت سے اسلامی دنیا ناواقف نہیں۔ تفسیر کبیر آپ ہی کی تصنیفات میں سے ہے۔ جو علوم قرآنی کا ایک بیش بہا خزانہ اور مطالب و معانی کلام الٰہی کا لاجواب آئینہ ہے۔ اس میں امام موصوف نے ہر قسم کے مسائل دینی نہایت واضح طور پر بیان فرمائے ہیں۔ صرف الحمد شریف ہی میں سے چھ ہزار مسائل کا آپنے استخراج کیا ہے۔ تفسیر کبیر چونکہ فلسفیانہ رنگ میں ہے۔ اسلئے موجودہ زمانہ کیلئے بیحد مفید ہے۔ مگر عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے علماء کے سوا عام مسلمان اس کے فیوض و برکات سے بالکل محروم ہیں۔ ہم نے قرآن کریم کی اس خدمت کو انجام دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور تفسیر کبیر کے اُردو ترجمہ کے لئے ایک لائق عالم کی خدمات حاصل کر لی ہیں جو پوری محنت اور شوق سے اس قرآنی خدمت کو انشاء اللہ انجام دینگے ترجمہ میں خاص خوبیاں ہونگی:- (۱) اصل تفسیر کا ترجمہ لفظ بلفظ ہوگا۔ انتخاب اور اختصار یا کانٹ چھانٹ سے اصل تصنیف میں کسی قسم کا تصرف یا دست اندازی نہ ہوگی۔ (۲) اگر کسی مسئلہ میں مترجم کو دوسرے مفسرین کی رائے ظاہر کرنا مطلوب ہوگا تو وہاں اس تفسیر کا نام جلی لکھنے کے بعد اُردو میں ہی لکھا جائیگا۔ (۳) آیات قرآن مجید نہایت جلی خط میں خوبصورت لکھی جائینگی اور ترجمہ میں دوسرے مقامات کی آیات قرآنی جہاں کہیں بطور استدلال ہونگی وہ با اعراب لکھکر ان کا بھی اُردو ترجمہ لکھا جائیگا (۴) ہر آیت کی تفسیر میں جس قدر مسائل بیان ہونگے۔ اُن کے عنوان قائم کئے جائیں گے۔ غرضیکہ تفسیر کبیر کا یہ لاجواب ترجمہ تمام اُردو دان برادران اسلام کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگا! (۵) ترجمہ کی خوبیوں کے علاوہ کتابت و طباعت وغیرہ کے ظاہری حسن سے انشاء اللہ پسندیدہ و دلفریب ہوگا۔ سر دست پارہ اوّل کا پہلا ربع انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع کیا جائے گا جو اصحاب شائع ہونے سے پہلے اپنا نام اور پورا پتہ درج رجسٹر کرا لیں گے۔ اُن کو چوتھائی قیمت کی رعایت دیجائیگی، دوسرے اصحاب سے پورا ہدیہ لیا جائیگا۔ اس لئے ہر مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ وہ اشاعتِ تفسیر کبیر کے لئے اپنے علاقہ میں پوری کوشش فرمائیں۔ اور کلام الٰہی کی اس خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹا کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔ اس لئے آپ پوری کوشش فرما کر اپنے احباب و آشنا کے نام (معہ پورا پتہ کے) بھی اپنے نام کے ساتھ درج رجسٹر ہونے کے لئے بھجوا دیں

ھدیہ ربع اوّل صرف ۱۲ علاوہ محصول ڈاک۔

نوٹ:- نام درج رجسٹر کرانیوالے اصحاب سے کوئی رقم پیشگی نہیں لی جائیگی۔ صرف نام اور پورا پتہ خوشخط ہونا چاہئے۔

خط و کتابت کا پتہ:-

مینجر رسالہ "اسلام" امرتسر (پنجاب)

راست گفتار الیکٹرک پریس لال بازار امرتسر میں باہتمام شیخ عبدالمجید پرنٹر کے چھپا۔ اور محمد ظہیر الدین پبلشر نے کوچہ ہنگیاں امرتسر سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل (۲۲۶۵)

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

رسالہ اسلام امرتسر کا پیمبر نمبر صلعم

جلد ۱۱ نمبر (۵ و ۶)

اگست و ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء

ہدیہ فی پرچہ ۸/

ایڈیٹر:- محمد مہر الدین عفی عنہ

مقام اشاعت:- کوچہ دبگراں - امرتسر

چندہ سالانہ

والیانِ ریاست اور امراء و رؤساء جو عطا فرماویں!

عوام سے بذریعہ منی آرڈر دو روپیہ (عہ) بذریعہ وی پی سوا دو روپیہ (عہ)

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام منیجر رسالہ اسلام امرتسر پنجاب ہونی چاہیے

(مطبوعہ سلامت گفتار پریس امرتسر)

مندرجۂ ذیل طریقوں سے آپ رسالہ اسلام کی مدد فرمائیں

محبانِ اسلام وہمدردان ملت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے رسالہ اسلام کی امداد فرماکر ثوابِ دارین حاصل فرمائیں۔ ذیل میں امداد اسلام کے چند طریقے لکھے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان طریقوں سے امداد فرماکر ہمیں شکریہ کا موقعہ دیجئے تاکہ آئندہ اشاعتوں میں ہم معاونین کرام کے اسمائے گرامی شکریہ سے درج رسالہ کرسکیں۔

(۱) رسالہ کی خریداری خود منظور فرمائیں۔

(۲) اپنے احباب و آشنا کے نام اور پورے پتہ تحریر فرمائیں تاکہ انکی خدمتمیں نمونہ مفت بھیجا جاوے۔ اور نمونہ پہونچنے کے بعد آپ ان سے چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں۔

(۳) مریدوں، شاگردوں، معتقدوں، اور دوستوں کے نام ایک کھلا خط تحریر فرماکر ہمیں ارسال کریں (کہ رسالہ اسلام ایسا رسالہ ہے، اور اسلام کی ایسی خدمت کر رہا ہے۔ اسلئے اسکی ضرور خریداری فرمائیں) یہ خط قلمی لکھکر بھیجدیں۔ ہم اس کی نقلیں لکھکر نمونوں کے ساتھ بھیجدیا کرینگے۔

(۴) علمی، مذہبی مجالس اور خطبات و وعظ میں اسلام کی خدمات دینی کا تذکرہ کرکے مسلمانوں کو اس کی خریداری کے لئے رغبت دلائیں۔

(۵) نئے خریداروں کے لئے اپنی طرف سے انعامات مقرر فرمائیں۔

(۶) اپنے علاقہ کے لکھے پڑھے معزز مسلمان اصحاب کے نام اور پورے پتے (زیادہ سے زیادہ تعداد میں جس قدر آپ بھیج سکیں) صاف خوشخط لکھکر ارسال فرمائیں۔

(۷) ملک کے مشہور و معروف ذی علم اصحاب کو رسالہ کے لئے بہترین مضامین لکھنے پر آمادہ کریں۔

(۸) ہر قسم کے تاجروں کو ترغیب دیں کہ وہ اپنے اشتہارات رسالہ اسلام میں چھپوائیں۔ کیونکہ یہ رسالہ کثیر الاشاعت، مقبول عام و ہر دلعزیز ہے۔ اور دور دراز مقامات پر پہونچتا ہے۔ اور دن بدن اس کا حلقۂ اثر وسیع ہو رہا ہے۔

نیازمند

منیجر رسالہ "اسلام" امرتسر (پنجاب)

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

رسالہ

اسلام امرتسر

کے

پیغمبر نمبر

خاتم النبیین رحمۃ للعلمین سرکارِ دو عالم رسولِ اکرم

حضرت محمدؐ مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ طیبہ کا

بہترین گلدستہ

مرتبہ

ابوعبدالمجید محمد مہرالدین عفی اللہ عنہ

ہدیہ فی کاپی آٹھ آنہ (۸؍)

اسلامی، مذہبی اور تبلیغی مضامین کا ماہوار رسالہ

اسلام امرتسر

کون نہیں جانتا کہ آج اسلام اپنے مخالفین کیلئے اعتراضات کا تختہ مشق بنا ہوا ہے۔ مگر مدعیان اسلام نہ صرف مدافعت سے غافل ہیں۔ بلکہ اسلام ہی سے بیگانہ ہو رہے ہیں۔ احکام اسلام سے لاپروائی اور عدم توجہی سے بیدینی اور لامذہبی کی بیماری عام پھیل چکی ہے، مسلمانوں کے نہ اعمال و افعال مذہبی ہیں، نہ سیرت و صورت اسلامی۔ ان مہلک امراض کے علاج کے لئے رسالہ اسلام جاری کیا گیا ہے جس کا مقصد تبلیغ و اشاعت اسلام اور خدمت دین متین ہے۔ اس میں مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی تعلیم اور مخالفین کے اعتراضات کے قابل مسکت جواب شائع ہوتے ہیں۔ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے اس لئے آپ بھی آج ہی اس کا سالانہ چندہ بھیجکر تبلیغ اسلام کے اس بہترین آرگن کی امداد سے ثواب دارین حاصل فرمائیں، اور اپنے احباب اور حلقۂ اثر اصحاب میں اس کی خریداری و امداد کے لئے تحریک فرماکر داخل حسنات ہوں۔

چندہ سالانہ عوام سے بذریعہ منی آرڈر دو روپیہ (عہ) بذریعہ وی پی سوا دو روپیہ (ﷲ)

پتہ:- مینجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

ناظرین اسلام کی خدمت میں ایک ضروری

گذارش

رسالہ اسلام چونکہ خالص مذہبی اور اسلامی رسالہ ہے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام و خدمت دین متین اسکا اولین مقصد ہے۔ اس لئے اس کی امداد و اعانت کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔ آپ بھی اس کی توسیع اشاعت میں پوری توجہ سے امداد فرماکر مستحق ثواب دارین ہوں؛

رسالہ کی توسیع اشاعت میں امداد فرمانے والے اصحاب کی خدمت میں یکم نومبر ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل انعامات نذر کئے جائیں گے۔

(۱) جو صاحب رسالہ اسلام کے لئے دس خریدار عنایت فرمائیں گے، ان کی خدمت میں ایک مضبوط الارم ٹائم پیس مفت نذر کیا جائے گا؛

(۲) جو صاحب پانچ خریدار عطا فرمائیں گے، ان کی خدمت میں علامہ شبلی کی شہرہ آفاق تالیف الفاروق مفت نذر ہوگی۔

(۳) جو صاحب دو خریدار مہیا کریں گے۔ انہیں ایک روپیہ کی کتابیں مفت دی جائیں گی۔

تمام ہمدردان اسلام سے استدعا ہے کہ رسالہ کی اشاعت کے لئے پوری دلچسپی سے کوشش فرماکر مشکور فرمائیں۔

نیاز مند مینجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

فہرست مضامین رسالہ "اسلام" امرتسر

جلد (۱) | بابت ماہ اگست و ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء | نمبر (۶/۷)

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ

رسالہ اسلام امرتسر کا پیغمبر نمبر

حمد

(رقم زدہ ایس ایم عمر صاحب نظامی امرتسری) خاص اسلام کے لئے

اے خالق اکبر!
اے داور محشر
خلاق زماں تو رزاق زماں تو
تو آقا و مولے
تو ماویٰ و ملجا
تو برتر و اعلےٰ
اے خالق اکبر اے داور محشر
انسان ترے ہیں
حیوان ترے ہیں
بے جان ترے ہیں
سب جن و ملک اور غلمان ترے ہیں
اے خالق اکبر
اے داور محشر

صدقے تری قدرت کیا رنگ دکھائے
اشجار اگائے
اثمار لگائے
گلزار بنائے
اے خالق اکبر اے داور محشر!
جتنی بھی ہیں عرضیں
جتنی بھی ہیں غرضیں
وابستہ ہیں تجھ سے
تو عقدہ کشا ہے سب تجھ سے روا ہے
اے خالق اکبر!
اے داور محشر

نعتِ رسولِ مقبول

صلّی اللہ علیہ وسلّم

نُصَلِّیْ ثُمَّ بَعْدَ الْحَمْدِ صِدْقًا
ہم درود بھیجتے ہیں بعد حمد کے صدق دل سے

عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ مُصْطَفَاہُ
بہترین مخلوقات جو خدا کے برگزیدہ ہیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْکُلِّ
اللہ کے رسول صلعم بھیجے گئے تمام لوگوں کیطرف

اِلٰی جِنٍّ وَّ اِنْسٍ مَا سِوَاہُ
جنّ اور انسان ان کے سوا سب کی طرف

مُحَمَّدُ مِیْمُہٗ مَوْتٌ بِکُفْرٍ
ان کا اسم مبارک محمدؐ ہے اسکے میم اول سے کفر کی موت ہے

حَیَاتُ الْقَلْبِ لِلْمُؤْمِنِ بِحَاہُ
اس کی حا سے مومنوں کے دل کی زندگی ہے

وَمِیْمٌ ثَانِیْ مَوْجُ الْمَوَاھِبِ
اور میم ثانی بخششوں کی موج ہے !

وَدَالٌ خَیْرُ دَالٍ لَا اشْتِبَاہُ
اور دال بہت اچھا بلا شک و شبہ رہبر ہے

شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ مَلَاذُ اُمَّۃٍ
گنہگاروں کی شفاعت کرنیوالے اُمت کے جاے پناہ

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ تَبَّتْ یَدَاہُ
اور جس نے اُن کیساتھ کفر کیا وہ ہلاک اور تباہ ہوا

فَاٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا یَقِیْنًا
پس ہم ایمان لائے اور تصدیق کی یقین کیساتھ

فَنَوِّرْ سِرَّنَا زِدْنَا صِفَاہُ !
تو منور کردے ہمارے باطن کو اور زیادہ کردے اسکی صفائی

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ
تجھ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
اور نہ کوئی تجھ سے زیادہ خوبصورت عورتوں نے جنا

وَاِذَا الْمَکَارِمُ فِیْ اٰفَاقِنَا ذُکِرَتْ
جب اخلاق حمیدہ ہمارے ملکوں میں مذکور ہوتے ہیں

فَاِنَّمَا بِکَ یُضْرَبُ الْمَثَلُ
تو ہمارے درمیان آپ ہی کو ضرب المثل بنایا جاتا ہے

شذرات

پیغمبر نمبر

الحمدللہ یہ محض خالق اکبر کا فضل و کرم ہے کہ ہم رسالہ کی چھوٹی سی عمر میں یعنی پانچواں نمبر ہی ناظرین کرام کی خدمت میں پیغمبر نمبر پیش کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ مہتم بالشان کام ہماری طاقت و ہمت سے بالاتر تھا۔

ہم نے پیغمبر نمبر کی قلمی امداد کے لئے مقتدر و ممتاز اہل قلم بزرگانِ ملت سے بذریعہ مطبوعہ عریضہ استدعا کی مگر چند اصحاب کے سوا باقی تمام بزرگان کرام نے سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ دیا۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ پھول صرف سفید قبروں ہی پر چڑھائے جاتے ہیں۔ (افسوس)

شکریہ

جن بزرگان ملت و برادرانِ اسلام نے پیغمبر نمبر کی اشاعت میں ہماری قلمی امداد فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے ہم انکے تہ دل سے شکر گذار ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ اُن کی اس خدمت کو قبول فرمائے؛ آمین۔

میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی مبارک تقریب پر اس وقت (ربیع الاول) میں اکثر اسلامی اخبارات و رسائل کے مخصوص نمبر شائع ہو رہے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے گوئے سبقت لیجانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ رسالہ "اسلام" جو اس وقت بالکل چھوٹی سی عمر میں ہے۔ ہم دعوے نہیں کر سکتے۔ کہ اس کا یہ نمبر بہترین نمبر ہے؛ بلکہ ہمیں اعتراف و اقرار ہے کہ جس طرح ہماری تحریری و تقریری طاقتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرنے سے عاجز و قاصر ہیں اسی طرح رسالہ اسلام کا یہ پیغمبر نمبر بھی گلدستہ ذکر رسالت کا ایک بے حقیقت غنچہ ہے۔ اس لئے ہم بزرگانِ ملت و برادرانِ اسلام کی خدمتمیں عرض پرداز ہیں کہ جہاں وہ ملک کے مقتدر صحائف کے میلاد نمبر مطالعہ فرمائیں۔ وہاں بقول ع "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" گلدستہ سیرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پھول سے بھی ضرور کچھ نہ کچھ خوشبو حاصل فرمائیں؛

رسالہ "اسلام" کی آئندہ ترتیب

رسالہ کے گذشتہ نمبروں کو جہاں ملک کے اکثر بزرگان کرام نے پسند فرما کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے، وہاں چند برادران اسلام کو اس کی ترتیب و طویل مضامین پر شکایت بھی ہے۔ ہمیں خود اعتراف ہے۔ کہ ہم ذاتی تکالیف اور متعلقین کے ناخوشگوار واقعات کے باعث رسالہ کو حسب منشاء ناظرین کرام کی خدمت میں پیش نہیں کر سکے۔ اس لئے ہم اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ اکتوبر ۱۹۳۶ء سے رسالہ کو جدید ترتیب اور بہترین مضامین سے نذر ناظرین کیا جائیگا۔

جدید ترتیب کا خاکہ

نکات قرآن وحدیث. اسلام نبی علیہ السلام اور قرآن کریم کی صداقت وعظمت۔ اصلاح اعمال واصلاح اخلاق وانسداد رسوات: تاریخ اسلام وحالات بزرگان سلف، نسائیات دینی ودنیوی ضرورتوں کے لئے ناظرین کے سوالات وجوابات، انتخاب رسائل واخبارات، وسائل معاش وحصول صحت وغیرہ وغیرہ انشاء اللہ تعالٰے بہترین مضامین شائع ہوا کریں گے۔

اہل قلم اصحاب سے التماس

ہے کہ مندرجہ بالاعنوانات پر رسالہ کے لئے بہترین مضامین عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ عطا فرمائیں اور اہل اسلام کو اپنی خداداد علمی فیاضی سے مستفیض فرمائیں

رسالہ "اسلام" کی موجودہ حالت وناظرین کرام کا فرض

یہ مسلم امر ہے کہ کوئی اخبار یا رسالہ قومی توجہ اور امداد کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ رسالہ اسلام اس وقت تک ناظرین کرام کی امداد سے بالکل محروم وآرزومند ہے۔ اس لئے ہمدردان اسلام وناظرین کرام کا ضروری فرض ہے کہ اس کی توسیع اشاعت کیلئے خاص طور پر کوشش فرمائیں، اور زیادہ سے زیادہ خریدار بہم پہونچا کر ثواب دارین حاصل فرمائیں تاکہ ہندوستان کے کروڑہا مسلمانوں کا یہ واحد اسلامی رسالہ مالی مشکلات کے تفکرات سے آزاد ہو کر تبلیغ واشاعت وخدمت دین متین کی بہترین خدمات بجا لاسکے؛

اس وقت دفتر اسلام کے ذمہ قریباً دو صد روپیہ واجب الادا قرض ہے۔ اس لئے اگر ناظرین کرام نے اس کی توسیع اشاعت کیلئے خصوصیت سے توجہ نہ فرمائی۔ تو مالی مشکلات اس کے لئے سدراہ ہو کر اس کے ارادوں کو ناکامیاب رکھینگی؛

اسلام اور پردہ مستورات

جس وقت سے ثریا بیگم ملکہ افغانستان نے سفر یورپ میں اسلامی پردہ سے بے پردہ ہو کر غیرت افغانیہ پر ایک بدنما داغ لگادیا ہے اس وقت سے ہندوستان میں بھی تہذیب یورپ کے دلدادگان اسلامی پردہ کے خلاف کوشش کر رہے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ بے پردگی کو فضول تاویلوں سے مذہباً جائز بنا رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ملکہ ثریا بیگم نے سیاسی مصالحت کی بناء پر ایسا کیا۔ کوئی عورتوں کی صحت اور آزادی کا بہانہ کرتا ہے۔ ہم جواز پردہ کی طویل بحث کو کسی آئندہ اشاعت پر چھوڑتے ہیں اور سردست مخالفین پردہ سے صرف اس قدر سوال کرتے ہیں کہ زمانہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اسوقت تک بے پردگی کی کیوں ضرورت نہ ہوئی۔ اور اگر اب ضرورت ہے تو پھر نعوذ باللہ کیا اسلام کو قابل ترمیم مذہب سمجھا جائیگا! حالانکہ قرآن مجید میں اللہ جلشانہ کے ارشاد الیوم اکملت لکم دینکم سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام مکمل ترین مذہب ہے، اور اس میں کسی ترمیم وتجدید کی مطلقاً ضرورت نہیں؛

کیا دہلی پولیس ذرائع سراغرسانی سے محروم ہے؟

مفتی محبوب علی شہید کے قاتل کا پتہ لگانے سے دہلی پولیس اسوقت تک عاجز رہی ہے اور اب مسٹی ظہیر کی بریت سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کے خسر صادق شہید کے قاتل کا بھی دہلی پولیس کوئی پتہ نہیں چلا سکتی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ دہلی پولیس کے ذرائع سراغرسانی مسدود ہو چکے ہیں، اور قتل جیسے اہم واقعات کا پتہ لگانیکے قابل ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ پولیس کی یہ بے اعتنائی اور عدم توجہی صرف مسلمان مقتولین ہی کے لئے ہے؛

رسول مقبول کا اسوۂ حسنہ

(از خان بہادر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب ایم آر اے ایس۔)

ہر نبی اور ہر رسول اپنے فرض منصبی کے تحت اور اس کی وسعت کے مطابق کچھ نہ کچھ اسوہ حسنہ رکھتا ہے۔ اور ہر نبی و رسول کے اسوۂ حسنہ سے مراد اس کی پاک اور مقدس زندگی کا وہ طریق عمل روحانی معاشرتی اور تمدنی رنگ میں ہوتا ہے جو اس نے اپنی زندگی میں عملی پہلو سے لوگوں اور اپنی امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ دنیا میں جس قدر نبی گذر چکے ہیں۔ اور جن کے خاتم النبیین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُن کی وسعت نبوت رسالت اور وسعت تعلیم اور وسعت اُسوہ حسنہ عدیم المثال ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مصداق

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

کا اسوہ حسنہ اور علامات زندگی اسی قدر وسیع الظرف ہیں جسقدر ان کی رسالت ہے۔ چونکہ حضرت کی بعثت مبارک کل مذاہب اور کل اقوام کے واسطے تھی، اسواسطے اُنکا اسوہ حسنہ اسی نسبت سے وسعت پر جامعیت رکھتا ہے۔

قرآن پاک کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ اس اُسوہ حسنہ کی پانچ شقوں میں تشریح کرتے ہیں۔ ہم نے تمہیں تم ہی میں سے ایک ایسا رسول دیا ہے جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے اور تمہاری نفوس اور ضمائر کا تذکیہ کرتاہے تمہیں کتاب اور حکمت سے آگاہ کرتا ہے اور تمہیں وہ باتیں بتاتا ہے جن سے تم لاعلم محض تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے رسول مقبول کا اسوۂ حسنہ اوپر کے خمسہ ضروریہ کے ساتھ وابستہ اور مربوط ہے کہ خمسہ ضروریہ اور اس کے ارکان کا علم حضرت رسول مقبولؐ کی سیرت اور طریق زندگی سے معلوم ہو سکتا ہے۔

وہ رسول جن کی شان عظمےٰ میں قرآن مجید ایک نہیں چند مواقع پر یوں ارشاد کرتا ہے۔

"کہدے اے محمدؐ لوگوں کو اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تم مجھ سے بھی محبت کرو۔ جو شخص رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے"

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی" یہ وہ شاندار جملے اور ارشادات ربانی ہیں کہ جنہیں ہمارے رسول مقبولؐ اپنی شان کے مطابق پاکر بھی لوگوں کو یوں کہتے سُنے گئے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بندہ ہوں"

"میں عبد ہو کر رسول ہوں"

رسولؐ کے یہ وہ فقرات ہیں کہ ان کی زندگی اور انکا طریق عمل باوجود اس امتیاز ربانی اور اعزاز صمدانی کے کس قدر سادہ کس قدر صاف تھا۔ ایک طرف رسولؐ ہزاروں و لاکھوں لوگوں کو اپنا شیدا اور اپنا فدا پاتا ہے۔ کہ اس کے ایک ہی کلمہ اور ایک ہی بات کے کہنے سے بڑے بڑے آدمی اور چھوٹی چھوٹی ہستیاں جان دینے اور قربان ہونے کو تیار ہیں، اور دوسری طرف رسول مقبولؐ یہ جملے اور یہ کلمات کہتے سُنے جاتے ہیں کہ:۔

"میں تو تمہاری طرح ایک بندہ ہوں میں تمہاری طرح بندہ ہو کر رسول ہوں۔ اور مجھکو خدا نے تم پر داروغہ مقرر کرکے نہیں بھیجا، میں تو صرف ایک ہادی ہو کر آیا ہوں"

قیاس کرو ان کلمات کی سادگی اور اس اظہار عبودیت کو اور اسکے مقابلہ میں وہ رتبہ دیکھو جو خدا اور قدرت نے انکو دیا ہے اور دوسری طرف دیکھو وہ اتباع اور خلوص عقیدت جو ابتک بہ کروڑ نفوس کو انکے ساتھ ہے، ان باتوں کے مقابلہ کرنیسے ہمارے رسول کی سیرت حسنہ اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از دفتر رسالہ "اسلام" امرتسر

فخر ملت و حامیٔ اسلام

السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہٗ۔ تاریخ اسلام شاہد ہے۔ کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کی جو خدمت آپ جیسے متمول اُمرا و دفرمانروایانِ اسلام نے کی ہے۔ وہ کسی دوسرے طبقہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ رسالہ "اسلام" جس کا مقصد محض تبلیغ و اشاعت اسلام و اعلائے کلمتہ اللہ ہے۔ اِس کا ایک پرچہ جناب کی خدمت میں بامید سرپرستی ارسال ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ آپ اپنی اور اپنے بزرگان سلف کی قدیم روایات خدمت اسلام کو ملحوظ فرما کر تبلیغ اسلام کے اس بہترین آرگن کو سرپرستی کا فخر عطا فرمائیں گے۔ تاکہ تبلیغ اسلام کے ضروری کام کو تقویت پونچکر جناب کے لئے سعادت دارین کا موجب ہو۔ مجھے جناب کی کریم النفسی اور فیاضی پر توقع ہے۔ کہ آپ بحکم واما السائل فلا تنھر۔ نیازمند کو کسی طرح مایوس نہ فرمائیں گے۔ بلکہ لوالپسی ڈاک تسلی بخش جواب مرحمت فرماویں گے۔ تاکہ میں رسالے کے آئندہ نمبر میں جناب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرسکوں۔

والسلام۔

خادم الاسلام المسلمین

محمد مہر الدین آڈیٹر رسالہ "اسلام" امرتسر پنجاب

خاتم الانبیاءؐ کی سیرتِ پاک کا مقام

قلوب و ارواح کی تمام بیماریوں کے لئے پیغامِ شفا

سیرۃِ محمدیہ اور قرآن حکیم

از حضرت مولٰنا ابوالکلام صاحب آزاد

علم و بصیرت کا اصلی سرچشمہ صرف حیات نبوت اور منہاج مقام رسالت ہے جس کو قرآن حکیم نے الحکمۃ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ کیونکہ دنیا میں حکمتِ صادق کا اس حکمت سے الگ کوئی وجود ہی نہیں۔ "حکمت" یا تو خود منہاج و سنت نبوت ہے یا علم و عمل کی ہر وہ بات جو اس سے ماخوذ اور صرف اسی پر مبنی ہو۔ یہی "خیر کثیر" مبدء جمیع خیرات و برکات ارض و سما ہے اور صرف اسی نسخۂ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دُور ہو سکتی ہیں۔ خواہ شکوک و ارتیاب کی بیماری ہو۔ خواہ اوہام و انکار کی۔ خواہ ادعاء ادریت کا ہیجان ہو۔ خواہ حیوانی و سرگرانی لاادریت کا خمار۔

ز ہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہید
(کوئی بیماری ہو دوا صرف ایک ہی ہے)
یکے دواست بدار الشفاء میکدہ ہا۔

باقی یا تو اسماء مختلف ہیں۔ اور مسمّٰی وہی ایک ہے۔ مثلاً سنت و سیرت کی جگہ "قرآن و کتاب" کا لفظ بول دیا جائے کہ نام دو ہو گئے مگر حکایتِ شہد و عسل سے زیادہ نہیں۔ یعنی بات وہی ایک ہی دلالۃ و تسمیۃ میں تعدد ہوا۔ مدلول و مسمّٰی میں نہیں۔

عبارا تنا شتّٰی وحسنک واحد

یا پھر اسی نسخہ کے اجزاء و توابع جیسے آثار و سیرت صحابہ و سلفِ امت اور معارف و بصائر ماخوذہ و مکتسبۂ کتاب و سنت کہ گو اشکال و اسماء میں تفرقہ و امتیاز ہوا مگر بحکم علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین اور و اخرین منہم لما یلحقوا بہم اور فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الخ اور ما انا علیہ و اصحابی۔ معناً و حکماً۔ جزء و کل۔ اصل و فرع۔ مصدر و مشتق یا شمس و کواکب کا سا معاملہ واقع ہوا ہے۔ روشنی صرف ایک ہی ہے اور ایک ہی کی ہے۔ اگرچہ چاند سے بھی مل جائے اور چمکیلے ستاروں سے بھی۔ ؎

بحر یست متحد کہ باشکالِ مختلف — باران و قطرہ و صدف و گوہر آمدہ
مشتق چو نیک در نگری عین مصدر ست — لیکن در صفات ظاہر خود مضمر آمدہ

اور اگر یہ دونوں صورتیں بھی نہیں تو پھر جو کچھ ہے، نہ تو علم ہے اور نہ شفا، بلکہ خود جہل ہے اور مرض۔ اگرچہ افسوس کہ اس دنیا میں زیادہ حصہ انہی مریضوں کا بستا ہے جنہوں نے ہمیشہ طلب مرض کو طلب شفا سمجھا ہے اور سم قاتل سے امید حیات رکھی ہے۔ اور پھر یاد ہے کہ یہی معنی ہیں کہ سلف کے اس قول کے کہ علم نہیں ہے

مگر وہ جس میں حدثنا اور اخبرنا ہو۔ اس کے سوا جو کچھ ہے، وساوس
اور ضلالت سے زیادہ نہیں۔

اور یہی معنی ہیں اس قول نبوی کے کہ علم صرف تین ہیں، ماسوا
ان کے جو کچھ ہے فضل ہے۔ آیۃ محکمۃ، سنۃ قائمۃ، فریضۃ عادلۃ
اور یہ منجملہ جوامع الکلم نبویہ سے ہے۔ کہ اس دنیا میں علم کی حقیقت
اور اس کے حدود و مقاصد و مراتب و انواع کی نسبت جو کچھ بھی
کہا جا سکتا ہے۔ وہ سب کچھ ان تین لفظوں میں جمع کر دیا گیا اور
بتلا دیا گیا۔ ولکن لا یعقلہا الا العالمون۔

قلب و روح کی بیماریاں

قلب و روح کی جتنی بیماریاں بھی ہیں۔ اصل مبدء ان کا دو
قسموں سے باہر نہیں۔ ایک قسم مرض کا نام الحاد و انکار ہے۔ دوسری
کا توہم و سوفسطائیۃ۔ باقی تمام بیماریاں انہی کے اتباع و عوارض
و فروع ہیں۔ ان دونوں قسموں میں ظہور مرض کے علائم و آثار
و عواقب مشترک ہیں۔ یعنی دونوں کا نتیجہ شک و جہل، اضطراب
اور فطرت کی طمانیت اور سرور و راحت قلبی کا ازالہ یعنی باصطلاح
قرآن حکیم "نفس مطمئنہ" کا فقدان ہے۔ مرض بلحاظ علت و ظہور
ہر حال میں صرف یہی ہوا کہ شک و ظلمت اور اس عالم میں وحی
الہی اور حکمت نبوت اور ان سے ماخوذ و مکتسب کے علاوہ جو کچھ ہے۔
"یقین، برہان، بصیرۃ، اور فرقان" نہیں ہے۔ شک و ظن ہے
عدم علم و بصیرۃ ہے۔ یا تخمین و رائے اور تلعب و تخرص کا ریب
ہے۔ مالہم بذلک من علم ان ہم الا یظنون اور بل ہم
فی شک یلعبون اور ومن الناس من یجادل فی اللہ
بغیر علم ولا ہدی ولا کتاب منیر۔ اور اسی لئے دعوت
خاتم الادیان و مکمل الشرائع کی نسبت اکثر خطبات نبویہ میں یہ
اعلان عام پاتے ہو کہ اس کا ظہور کرۂ ارضی کے کمال جہل و
فقدان علم کے وقتوں میں ہوا۔ یعنی اس لئے ہوا تا کہ علم و نور سے
دنیا کو بھرپور کر دے۔ اور علم و نور نہیں ہے مگر یقین، اور زوال شک
و ریب۔ علی الخصوص اولین خطبہ جمعہ بالمدینہ میں فرمایا: "ارسلہ
بالہدی والنور والموعظۃ علی فترۃ من الرسل وقلۃ من
العلم وضلالۃ من الناس" الخ اخرجہ الحاکم علی شرط
الصحیحین والطبری فی تاریخہ۔ پس ظاہر ہے کہ جن نام نہاد
علوم کا ماحصل خود ظلمت ظن و شک اور کوری وہم و رائے سے
زیادہ نہیں، وہ مریضان یقین و اعتقاد کے لئے کیونکر نسخۂ شفا
ہو سکتے ہیں اور جو خود سرگشتۂ راہ اور درماندۂ کار ہے، وہ دوسرے
گم کردہ راہوں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے!

چو ہر طینت آدم زخمیر دگر است
تو توقع زگل کوزہ گراں می داری

بل ہم فی شک منہا بل ہم منہا عمون (نمل) مرض کا ازالہ
دوا سے ہو سکتا ہے نہ کہ خود تولید مرض سے اگر دنیا کا اصلی مرض
"یقین" اور "بصیرت" سے محرومی ہے اور شک و گمان کی ہلاکت
تو اس کا علاج وہ کیونکر کر سکتے ہیں جن کا خود اعلان یہ ہے کہ ہمارا
منتہاء فکر و ادراک اس سے زیادہ نہیں کہ "لا ادری و لا اعلم"
ہم نہیں جانتے اور نہیں کہہ سکتے۔ کہ کیا ہے! اور کس لئے ہے!
یعنی بحکم واشہدہم علی انفسہم وہ خود اپنے منتہائے معرفت
کو جہل سے زیادہ نہیں بتلاتے۔ ان نظن الا ظنا وما نحن
بمستیقنین۔

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد

انبیاء کرام کا اسوہ

اس کا علاج اور نسخہ شفاء لما فی الصدور، تو صرف اسی اعلم
الخلائق و عرف العباد کے دار الشفاء وحی میں مل سکتا ہے۔ جو
شک کی جگہ یقین کا، ظلمت کی جگہ نور کا، عدم علم کی جگہ علم و بصیرۃ
کا، ظن و قیاس و گمان کی جگہ بینۃ و حجۃ کا، برہان و فرقان کا، اور
تبیانا لکل شئ اور عروۃ الوثقی کا۔ غرضیکہ "لا ادری" اور "لا
اعلم" کی جگہ "انی اعلم" اور "انی علی بینۃ من ربی" اور "انی
اشہد" بلکہ "رأیت و سمعت" کا دعوی اور اعلان کرتا ہو۔
اور تمام نوع بشر کو یہ کہہ کر بلا رہا ہو ہذہ سبیلی ادعوا الی

اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ اور تمام منکرین و جاحدین سے بار بار مطالبہ کرتا ہو۔ ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا؟ یعنی یہ علم و یقین اور خروج من الظلمات والجھل الی نور المعرفۃ والحقیقۃ کی راہ ہے جسپر میں تمکو دعوت دے رہا ہوں۔ پھر تمہارے پاس بھی کوئی "یقین" اور "علم و بصیرت" ہے جس کو دنیا کے آگے پیش کر سکتے ہو؟ فھل یستوی الاعمیٰ والبصیر؟ اور ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون؟ ایک کہتا ہے میرے پاس شک ہے، اگر تم میری طرف آؤ۔ تو تم کو شک سے معمور کر دونگا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے بجز یقین اور برہان کے اور کچھ نہیں لا یاتیہ الباطل من بین ایدیہ ولا من خلفہ۔ تنزیل من حکیم حمید (حم سجدہ) اور بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم (عنکبوت) میں بصیرت ہوں۔ دعوت علم ہوں۔ پیام حجہ و برہان ہوں۔ حقیقت جو ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس کی ایک ہی راہ ہوں۔ اقوام الطرق، اوضح السبل، صراط السوی۔ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ پھر بتلاؤ دنیا کو جو طمانیت و قرار قلب کی بھوکی پیاسی اور شک و اضطراب نفس کے زخموں سے جاں بلب ہے کس کا ساتھ دینا چاہئے۔ اس کا جو خود شک و ریب کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ ایک تاریکی سے نکلنے کے لئے دوسری تاریکی میں ڈوبتا ہے۔ اور تاریکیوں کا یہ حال ہے کہ خود اپنا ہاتھ بھی سجھائی نہیں دیتا۔ ایک گتھی سلجھانا چاہتا ہے۔ تو دس نئے الجھاؤ رشتہ ادراک میں پڑ جاتے ہیں۔ کظلمات فی بحر لجی یغشٰہ موج من فوقہ موج، من فوقہ سحاب، ظلمات بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور؟ (النور) اور جس کی ان ساری کوششوں اور طلب و جستجو کا جو حقیقت تک پہونچنے اور عقدہ ہستی کو حل کرنے کے لئے کوتاہی کا یہ حال ہے کہ ہر نیا مرحلہ ایک نئی گمرہی کا پیام اور ہر منزل ایک نئے بعد و گم گشتگی کی مایوسی ہوتی ہے

جس نظریہ پر رکتا اور جس تھیوری کو فاتح کار سمجھکر پوجتا ہے۔ جب اس تک پہونچتا ہے تو یقین کی جگہ وہ خود ایک نئے شک کی دعوت نکلتی ہے۔ اور جواب کی جگہ وہ خود ایک نیا سوال ہوتی ہے۔ اور اس طرح اس کی ساری امیدیں اور ساری خوشیاں اس پیاسے کی امید سے زیادہ نہیں ثابت ہوتیں۔ جو ریگستان افریقہ کو دجلہ و فرات سمجھکر بے تحاشا دوڑ رہا ہو۔ کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا (نور) پس کیا کھوئے ہوؤں کو طلب دلیل و ہدایت میں اپنے ہی جیسے کھوئے ہوؤں کا دامن پکڑنا چاہئے۔ ضعف الطالب والمطلوب (حج) اور لبئس المولیٰ ولبئس العشیر (حج) یا پھر اس کا ساتھ دینا اور بلا چون و چرا سمع والطاعۃ کا سر جھکا دینا چاہئے جسکی ساری پکار اور سارے پیاموں کی بنیاد ہی یہ ہے کہ میں ظلمت نہیں بلکہ سر تا سر نور ہوں۔ میں تاریکی میں ادھر اُدھر بھٹکنے والا قدم اور خود اپنے ہاتھ کو بھی نہ دیکھ سکنے والی آنکھ نہیں ہوں۔ بلکہ معرفت و شہادت کا اُجالا ہوں۔ نور ابصیرت میں بخوف لغزش و بے خطرہ گمرہی دوڑنے والا قدم ہوں۔ اور دوپہر کی چمکیلی روشنی میں ایک ایک ذرہ تک کو دیکھ لینے اور پالینے والی بینائی ہوں: السمحۃ الحنیفۃ والمحجۃ البیضاء لیلھا کنھارھا۔ یہاں ظلمات بعضھا فوق بعض کا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ یمین و یسار، بالا و پست اور بین یدیہ و خلفہ بجز نور اور نور علیٰ نور کے اور کچھ نہیں ہے وکان من دعائہ صلعم باللیل: اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی لسانی نورا واجعل فی سمعی نورا واجعل فی بصری نورا واجعل من خلفی نورا ومن امامی نورا واجعل لی من فوقی نورا ومن تحتی نورا اللھم اجعلنی نورا۔ نہ میری حقیقت بین آنکھ کے لئے زیغ ہے۔ نہ منزل شناس قدم کے لئے ٹھوکر۔ ما زاغ البصر وما طغیٰ لقد رأیٰ من آیات ربہ الکبریٰ) اور حدیث انس کہ والذی نفسی بیدہ لقد صورت علی بحبۃ الجنۃ والنار آنفا عرض ھذا الحائط وانا اصلی (بخاری) اور حدیث اسماء بنت ابی بکر اور

خطبہ صلوٰۃ کسوف کہ "مامن شیئ لم ارہ الا وقد رایتہ فی مقامی هذا حتی الجنة والنار واوحی الی انکم تفتنون فی القبور الخ" رواہ البخاری اور "ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" رواہ الاربعہ اور ان سب سے بھی بڑھکر یہ کہ "اتانی ربی فی احسن صورۃ او فی روایۃ اتانی اللیلۃ ربی، فقال فیم یختصم الملاء الاعلیٰ فقلت لا ادری. فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردِ انامله بین ثدیی وتجلی لی علم کل شئ" اخرجہ جماعۃ منہم احمد والترمذی وصححوہ. بلکہ جس حقیقت ہزار حجاب کا ایک سچا یا کم از کم سچائی سے قریب تصور بھی تم سے بن نہ آیا. میں نہ صرف اس کا سراغ ہی رکھتا ہوں. بلکہ وہ تو میری دیکھی بھالی اور میرے سامنے کی مشہود و منظور ہے "حتی وجدت بردہ انامله بین ثدیی" اس کی انگلیوں سے چھونے کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کر رہا ہوں. اس کے بعد اور کیا باقی رہ گیا؟ ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ ؎

جمالک فی عینی وحبک فی قلبی
وذکرک فی فمی فاین تغیب

ایمان وایقان اور ظن وگمان

تم نے اپنی درماندگیوں سے عاجز آکر اس کا نام ہی مافوق ادراک اور غیب رکھ دیا ہے. حالانکہ یہاں تو اس کی مشہودیت کا یہ حال ہے کہ اس کا ذکر ہی "شہادۃ" کے لفظ سے کیا جاتا ہے جس کے معنے حضور و رویت کے ہیں. شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولو العلم قائما بالقسط (عمران) تم اس کی طلب وجستجو کو گمان وخیال اور قیاس وظن سے تعبیر کرتے ہو کہ اس سے آگے تمہارا قدم نہیں بڑھتا. ذٰلک ظن الذین کفروا. حالانکہ یہاں ظن وگمان کا کیا ذکر ظن کو تو یہاں زندگی (ہدایت) کے دائرے ہی سے خارج اور موت (کفر) کا ہمنشین سمجھا جاتا ہے. یہاں تو اس کی نسبت جو کچھ کہا اور سمجھا جاتا ہے، اس کا نام ہی "ایمان" اور "ایقان" ہے یعنی عدم شک اور یقین صرف ومحض یقولون ربنا اٰمنا فاکتبنا مع الشاھدین وما لنا لا نؤمن باللہ وما جاءنا من الحق ونطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین (مائدہ) امن ھو قانت اٰناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الاٰخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ، قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون؟ انما یتذکر اولوا الالباب (زمر) غرضیکہ جس کا حال یہ ہو کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ انکا سا نہ ہو کہ یجادلون فی اٰیات اللہ بغیر سلطان (مومن) اور بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر (حج) تو کیا صرف وہی اکیلا نہیں ہے جس کی راہ دنیا کے لئے امن وسلامتی کی راہ ہے. اور جس کے ساتھیوں کے لئے نہ تو کبھی شک کی بےچینی ہے. اور جہل وظلمت کا ہراس. لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب. یہی معنے ہیں اس آیۃ کریمہ کے کہ اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا؟ (انعام) اور افمن یمشی مکبا علیٰ وجھہ اھدیٰ امن یمشی سویا علیٰ صراط مستقیم (ملک) اور افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ. فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ (زمر) وغیر ذٰلک من الاٰیات فی ھذا الباب اور فی الحقیقت کیا وہ نور حقیقت اور مشکوٰۃ معرفت ہے جس کو ایک عجیب وغریب اور جامع ومانع تمثیل مرکب میں واضح فرمایا کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح. المصباح فی زجاجۃ. الزجاجۃ کانھا کوکب یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ. یکاد زیتھا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار. نور علیٰ نور. یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شئ علیم (نور) اور یہ مقام منجملہ روح الروح معارف کتاب وسنت. وحقیقۃ الحقائق قرآن وشریعت کے ہے. جس کی طرف بہت کم توجہ کیگئی ہے مگر

اس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ تفسیر البیان میں ایک سے زیادہ مواقع پر اس کی تشریح و توضیح ملیگی۔ اور اس سے بھی زیادہ مقدمہ تفسیر موسوم بہ "البصائر" میں بہ عنوان حقیقت ایمان و کفر۔ با ایں ہمہ ابتک طبیعت اس طرف سے سیر نہیں ہوئی ہے۔ روز بروز یہ مقام اپنی مزید وضاحت اور وسیع تر اطراف و مباحث کے ساتھ نمایاں ہو رہا ہے۔ شاید دامن بیان اس سے بھی کہیں زیادہ پھیلے جس قدر البیان میں سمیٹا جا چکا ہے۔ معہذا ارباب ذوق و صلاح کے لئے ایک اشارہ حقیقت کافی ہے۔ واما الذین فی قلوبھم مرض۔ تو ان کے لئے حقائق و معارف کے قناطیر مقنطرہ بھی بیکار ہیں۔ وہ تو ہمیشہ یہی کہیں گے۔ ما ذا اراد اللہ بھذا مثلا؟ وما احسن واصدق ما قال العرفی الشیرازی ؎

ہزار معجزہ بنمود عشق و عقل جہول!
ہنوز امت اندیشہ ہائے خویشتن ست

غرض کہ امام ابن تیمیہ نے ایک ایسی حقیقت جو طبیعت کو جو اصحاب ظن و رائے کی صحبتوں سے وادی شک و اضطراب میں حیران و سرگردان ہو گئی تھی۔ ان ساری باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں کہی جو اور لوگ کہہ سکتے تھے۔ بلکہ صرف یہ وصیت کی۔ کہ سیرت طیبہ نبویہ کا مطالعہ کرو۔ یہی نسخہ شفا شک و ریب کے سارے دکھوں کا ایک ہی علاج ہے۔ اور پھر قولاً بھی اپنی تمام مصنفات میں اسی چیز کو بنیاد و منبع ہر گونہ علم و ایقان بتلاتے ہیں۔ تو یہ بات بھی منجملہ انہی خصائص مقام وراثت نبوت کے ہے کہ ؎

علیم باد واء النفوس یسوسھا
بحکمتہ فعل الطبیب المجرب

صاحب قرآن کی سیرت

اور حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اس عہد میں بلکہ جبتک دنیا باقی ہے، صاحب قرآن کی سیرۃ و حیات مقدس کے مطالعہ سے بڑھکر نوع انسانی کے تمام امراض قلوب و علل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی سیرۃ ہے۔ اور دراصل قرآن اور حیات نبوت معناً ایک ہی ہیں قرآن متن ہے اور سیرۃ اس کی شرح، قرآن علم ہے اور سیرۃ اس کا عمل۔ قرآن صفحات و قراطیس ما بین الدفتین اور فی صدور الذین اوتوا العلم میں ہے۔ اور یہ ایک مجسم و ممثل قرآن تھا جو یثرب کی سرزمین پر چلتا پھرتا نظر آتا تھا! کما قالت الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وکان خلقہ القران۔

؎ ما دو جانے آمدہ در یک بدن
من کیم؟ لیلیٰ و لیلیٰ کیست من؟

انبیاء کرام کی زندگی سے بڑھکر "یقین" اور "ایمان" کی پکار اور کیا ہو سکتی ہے؟ محال قطعی ہے کہ ایک صاحب استعداد سیرۃ نبویہ کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی پیش نظر رکھتا ہو اور پھر شک و اضطراب نفس کا افسون ہلاکت پر کارگر ہو سکے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جابجا انبیاء کرام علیہم السلام کے نفس زندگی و وجود کو بطور ایک حجۃ و برہان کے پیش کیا ہے۔ نہ کہ محض بطور "قصص" و اظہار علم ماسبق و انباء بالغیب" کے جیسا کہ عموماً سمجھا گیا ہے۔

قرآن حکیم کا کھلا کھلا دعویٰ ہے کہ ہر نبی کی زندگی جس طرح شروع ہوئی اور جس طرح ختم ہوئی۔ اور جو کچھ اس پر گذرا۔ اور قولاً و فعلاً جو کچھ اس سے تعلق رکھتا ہے۔ ان میں سے ہر بات بجائے خود ایک دلیل اور برہان حق ہے۔ اس سے بڑھکر اس حقیقت کے اثبات کے لئے اور کوئی دلیل یقینی و قطعی نہیں ہو سکتی کہ خدا ہے۔ اور ساری اچھی اور حسین صفتوں سے متصف ہے اور اس نے جس طرح عالم ہستی اور ما فیہا کو بنایا اسی طرح اس کے لئے قوانین دنیا میں عمل و نتائج بھی بنائے اور وہ ہر حال میں اٹل ہیں۔ دنیا میں انسان زیادہ سے زیادہ اور قطعی سے قطعی یقین جن چیزوں پر رکھتا ہے اور جن وسائل سے انکے

یقینی ہونے کو ماننا ہے۔ قرآن کی یہ دلیل ان سب سے زیادہ قطعی اور سب سے زیادہ روشن و محکم ہے اور اگر یقین کے لئے یہ دلیل کافی نہیں۔ تو پھر اس دنیا میں یقین کا وجود ہی نہیں حتی کہ دوپہر کے وقت چمکتے ہوئے سورج کا بھی نہیں اور جسم کے ایک ایک مسام سے چھوتی اور لگ کر چلنے والی ہوا کا بھی نہیں۔ اگر تم کہتے ہو کہ دنیا میں صرف انہی باتوں کو ماننا چاہئے۔ جو "یقینی" ہوں۔ اور "ثابت" شدہ۔ یعنی تم اعتقاد کے لئے صرف "امکان" کو کافی نہیں سمجھتے "اثبات" کے طلبگار ہو، تو جب بھی دنیا میں الکلم الطیب ہو العمل الصالح سے بڑھکر اور کونسی ثابت و واقع حقیقت ہو سکتی ہے۔ خود تمہارا وجود اور اثبات "انا" بھی اس سے زیادہ ثابت و مشہود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جابجا دعوۃ الی الوحی کو "قول الثابت" اور "دین القیم" اور "الواقع" اور "الثابت" وغیرہا سے تعبیر کیا ہے۔ گر لوگ دوسری طرف چلے گئے۔ بہر حال حضرت نوح کا وجود بجائے خود ایک دلیل و اثبات ہے حضرت ابراہیم اپنی ذات کے اندر خود ایک حجۃ قائمہ و آیت کاملہ ہیں۔ حضرت موسیٰ کی پوری زندگی صرف ایک لفظ میں بتلادی جاسکتی ہے۔ برہان محکم و دلیل ثابت اور اسی طرح تمام انبیاء و مرسلین اور بوجہ ان کی تبعیۃ دمعیۃ کے تمام نفوس صادقہ بشر من الصدیقین والشہداء والصالحین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگیاں اور زندگی کے تمام وقائع و اعمال بجائے خود ایک مستقل دلیل و برہان حق ہیں۔ اور اس طرح ہر نبی کا تنہا وجود سینکڑوں دلیلوں اور ہزاروں شہادتوں کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم ان کا استشہاداً و استدلالاً ذکر کرتا۔ اور ان کو "آیۃ" اور "بینہ" سے تعبیر کرتا۔ اور اس طرح گویا ہر ایک تذکرہ و حکایت حیات نبوت دماجائتہ بالحق میں دنیا کے سامنے صدہا دلیلیں اور روشنیاں چمکا دیتا ہے۔ علی الخصوص یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن حکیم نے جابجا حضرت ختم المرسلین و صاحب اسوۂ حسنہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو بطور ایک مستقل دلیل و شاہد ثابت کرنے پیش کیا ہے۔ اور نہایت کثرت کے ساتھ ان کی سیرۃ و سوانح اور وقائع و ایام پر مختلف پیرایوں اور مختلف لواحق و سوابق اور روابط کے ساتھ بارہا توجہ دلائی ہے۔ اور بسا مقامات میں ایسا بھی ہے کہ ع

گفتہ آید در حدیث دیگراں

کا معاملہ ایک خاص کیفیت اور لذت اشارات ارباب راز و نیاز کے ساتھ اصحاب نظر و ذوق کے لئے قرۃ عیون اور سرور نفس و قلوب کا حکم رکھتا ہے۔ حتی کہ بعض عرفاء و اصحاب اشارات نے کہا۔ بائے بسم اللہ سے سین والناس تک جو کچھ ہے۔ گو حکایت موسیٰ کلیم کی ہو اور یوسف صدیق کی (صلوٰۃ اللہ علیہما) لیکن ان سب سے مقصود ایک ہی ہے اور گو نام دوسروں کے ہوں مگر روئے سخن اس طرف ہے۔ ع

چشم سوئے فلک و روئے سخن سوئے تو بود

اور اردو میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

نام ان کا آسماں ٹھیرالیا تحریر میں
والکنایۃ ابلغ والذمن التصریح

؎ خوش دلکش است قصۂ خوبان روزگار
تو یوسفی و قصۂ تو احسن القصص

اور اگر اس بات کو باب اشارات سے بھی باہر دیکھا جائے تو جب بھی اس کی صداقت میں کلام نہیں۔ جب تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا وجود اصلاً ایک ہی اصل و حقیقت پر مبنی اور اپنے تمام مقاصد و اعمال و وقائع میں جزءً و کلاً ایک ہی سلسلۂ بعثت کی مختلف کڑیاں اور ہمرنگ و ہم معنی اشکال و صور ہیں۔ اس لئے باہم دگر یکقلم اشباہ و نظائر کا حکم رکھتے ہیں۔ بحدیکہ بوجہ کمال اشتراک صورت و معنی اگر ایک کڑی ہٹادی جائے۔ تو دوسری ٹھیک ٹھیک اس کی جگہ جڑ جائے۔ اور معلوم ہے کہ اس سلسلہ کی آخری کڑی یعنی وجود مقدس حضرت خاتم الادیان و مکمل الشرائع و متم النعم ساری پچھلی کڑیوں کا جامع اور اسی لئے بحکم مانا سیتد دلیل دم اور لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی " اور نص قرآنی

کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور الیوم اکملت
لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الخ اور فکیف اذا
جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء
شھیدا (نساء)
منتہائے مرتبۂ سیادت وقیادت عالم، ومرکزیت رسل
وشرائع وافضلیت کل نوع سے فائز وممتاز ہے ؎

بہ طراز زندگی قامت موزوں تا دم
یک قبا نیست کہ شائستہ اندام تو نیست

تولامحالہ باب فضائل ومقامات اور قصص وحکایۂ مناقب و
برکات میں جو کچھ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے۔ یا جو کچھ صدق
لسان وتحقیق بیان کے ساتھ اس بارے میں کیا جائے گا۔
وہ گو بلا واسطہ دوسروں کی حکایت ہو مگر بالواسطہ متعلق اسی
وجود اجمع واکمل سے ہوگی۔ اور جب کبھی خاص اس وجود پاک
کی نسبت کچھ کیا جائیگا۔ وہ گو بلاواسطہ دوسروں کی حکایت ہو
مگر بالواسطہ متعلق اسی وجود اجمع واکمل سے ہوگی۔ اور جب کبھی
خاص اس وجود جامع کی نسبت کچھ کیا جائیگا۔ تو گو اس میں
دوسروں کا ذکر لفظاً نہ آئے۔ لیکن حال یہ ہوگا۔ کہ گویا تمام انبیاء
ومرسلین بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد فضیلت اور جماعت
من انعم اللہ علیہم کے تمام اشخاص مراتب وکمال میں
سے ایک ایک فرد کا ذکر کردیا گیا۔ اور وہ سب کچھ آگیا۔ اور
سمیٹ لیا۔ جو ان کے بارے میں کہا جاسکتا تھا۔ جب باغ و
چمن کا نام لیا۔ تو گو تم نے نہ پھولوں کا نام لیا ہو نہ ان کی
رنگت و بوکا۔ نہ نہروں کا ذکر کیا ہو، نہ ان کی لطافت وروانی
کا۔ لیکن خود بخود ان سب کا ذکر آگیا۔ اور اس ایک نام کیساتھ
وہ سارے نام لے لئے گئے۔ اور جب تم نے کہا تختہ گل ہوائے
عطر بیز، نظارہ انہار واشجار، بنفشہ وسنبل ویاسمن، تو اب
تم باغ وچمن کا نام لو یا نہ لو۔ مگر اسکا نام تو تم نے ان ناموں
میں سے ہر نام کے ساتھ لے ہی لیا۔ گو بظاہر ذکر بنفشہ وسنبل
اور اشجار وانہار کا تھا مگر فی الحقیقت ذکر ان سب کا نہیں

بلکہ صرف ایک ہی حقیقت جامعہ کا تھا یعنی باغ وچمن کا۔ مولینا
کے اشارات اس مقام کی نسبت از بس لطیف و پُر ذوق واقع
ہوئے ہیں۔ ازآنجملہ کیا خوب فرمایا ؎

نام احمد نام جملہ انبیا است
چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست

جب سو کہہ دیا تو ایک سے نناوے تک جو کچھ ہے سب آگیا
اور جب کہا ایک، دو، دس، پچاس، تو فی الحقیقت ذکر سو ہی
کا ہوا۔ قرآن کریم میں یا احکام ہیں یا مواعظ وحکم ہیں یا شرح
قوانین ہدایت وضلالت، اور یا پھر قصص الاولین۔ تو معلوم
ہے کہ اگر احکام ہیں تو اسی شریعت کے جس کا حامل سید المرسلین
ہے۔ مواعظ وحکم ہیں۔ تو وہی ہیں جن کی عملی تصویر یا اسوۂ کاملہ
وجود سید المرسلین ہے قصص ہیں۔ تو انہی فضائل و مراتب کے
جو سب کے سب مرتبہ جامعیت محمدی میں بوجہ اتم و اکمل جمع ہو
گئے۔ پس اگر حضرات صوفیہ کرام نے تمام قرآن کو اسی ایک
حسن اکمل وجمال بے ہمتا کی حکایت شمائل وشرح سراپا کہا
تو قطع نظر سخت مید ان اشارات کے ویسے بھی کیونکر موجب
قدح وشک ہو؟ حق یہ ہے کہ قرآن اور صاحب سنت کی باہمی
یگانگت واتحاد کے باب میں جو کچھ بھی اور جس قدر بھی کہا جائے
اس سے بہت کم ہے۔ جس قدر کہنا چاہئے۔ وللہ درما قال

؎ ماشئت قل فیہ فانت مصدق
فالحب یقضی والمحاسن تشھد

بلکہ اس مقام پر حق تو وہ ہے۔ جو شیخ ابن الفارض نے کہا
طاب اللہ مضجعہ ؎

وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ
یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

وقال اللہ ایضاً رحمہ اللہ ؎

اری کل مدح فی النبی مقصراً وان بالغ المثنی علیہ واکثر
اذا اللہ اثنی بالذی ھو اھلہ علیہ فما مقدار ما یمدح الوری

اور اگر خاص طور پر اس معاملہ کو دیکھا جائے تو فی الحقیقت یہ

چیز بھی منجملہ خصائص قرآن و صاحب قرآن کے ہے۔ آج تمام ادیان حاضرۂ عالم میں کوئی دین بھی ایسا نہیں جس کی کتاب الٰہی و صاحب و حامل کتاب کے باہمی علاقہ وحدت کا یہ حال ہو۔ اور دونوں بایں ہمہ بوجود ایک دوسرے سے اسطرح پیوستہ و ملحق و باہمدگر شاہد و مشہود کا تعلق رکھتا ہو۔ کہ کتاب حامل کتاب کی صداقت پر دلیل و شاہد ہو۔ اور حامل کتاب اصل کتاب کی صداقت پر۔ ع ایں دو شمع اندکہ از یکدگر افروختہ اند

قرآن اور سیرتِ نبوی صلعم کا علاقہ

حتیٰ کہ اگر تاریخ شریعت کے تمام وسائل معدوم ہو جائیں اور روایت و حکائت کے تمام صحائف سے قطع نظر کر لیا جائے۔ جب بھی صاحب شریعت کے وجود و سیرت کی تاریخی حقیقت روشن و بیّن باقی رہے جیسطرح تاریخ و روایت کے دفاتر میں ہے اور اگر دیکھنا چاہے تو اس کی پوری سوانحعمری اور تاریخ حیات صرف ایک کتاب اللہ کی لوح محفوظ اور کتاب قیم ہی سے بلا ایک نقطہ کی فروگذاشت کے مرتب کر لے!

لوگوں نے حیات و سیرۃ طیبہ حضرت ختم المرسلین صلعم پر اس حیثیت سے بہت کم نظر ڈالی ہے۔ کہ اگر روایات و دفاتر تاریخی سے قطع نظر کر لیا جائے۔ اور صرف قرآن حکیم ہی کو سامنے رکھا جائے، تو آپکی سیرت و حیات پر کیسی روشنی پڑتی ہے۔ اور جسطرح قرآن اپنی کسی بات میں اپنے غیر کا محتاج نہیں، اسی طرح اپنے حامل و مبلغ کے وجود و حیات کے بیان میں بھی خارج کا محتاج ہے یا نہیں؟ اصحاب سیر و محدثین کرام نے فضائل و مدائح منصوصہ قرآنیہ کے تو باب باندھے ہیں مثلاً قاضی عیاض نے شفا کے متعدد ابواب میں قرآن حکیم کی آیات متعلق فضائل و مدائح جمع کی ہیں۔ لیکن جہانتک مجھے معلوم ہے۔ آجتک کبھی اس کی کوشش نہیں کیگئی کہ صرف قرآن حکیم ہی دائرہ استناد و اخذ محدود رکھکر ایک کتاب سیرت میں مرتب کی جائے جس زمانہ میں مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سیرت نبویہ کے بارے میں تذکرے رہتے تھے۔ تو ایکمرتبہ مجھے اس کا خیال ہوا تھا میں نے کہا کہ آپ سیرت میں ایک خاص باب یا سیرت کا ایک خاص حصہ اس عنوان سے قرار دیجئے:" قرآن اور سیرت محمدیہ" اور اس میں صرف آیات قرآنیہ کو بہ ربط و ترتیب جمع کرکے دکھلایئے کہ خود قرآن سے کہانتک آپ کی شخصیت اور آپکے وقائع و ایام معلوم ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ ان کی طبیعت میں ایک خاص بات یہ تھی کہ کوئی معاملہ ہو وہ اس کی ابتداء ہمیشہ شک اور تردّد سے کیا کرتے تھے۔ اور جبتک یقین کرنے کے لئے مجبور نہ ہو جائیں یقین نہیں کیا کرتے تھے۔ اس چیز نے ان کی عملی زندگی کو بھی (یعنی کاروبار و انتظامات کی زندگی کو) بہت نقصان پہونچایا۔ اور وہ کوئی علمی کام جم کر نہ کر سکے۔ ندوہ کے معاملہ میں جو الجھاؤ لوگوں نے ڈالے۔ وہ ان کے اسی ضعف یقین و عدم جزم و صلابت ارادہ کا نتیجہ تھا۔ ورنہ ان سے مخالفت کرنے والوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا۔ جو ان کو ان کی جگہ سے ہٹا سکتا۔ بہرحال انہوں نے اس خیال پر بہت ہی پسندیدگی ظاہر کی مگر وہی اپنی عادت کے مطابق اظہار شک و ناامیدی کہ اتنا مواد صرف قرآن سے کہاں نکل سکتا ہے کہ سیرت کا ایک باب مرتب ہو سکے۔ لیکن جب میں نے بہت اصرار کیا۔ تو کہا اچھا اگر تم یہ ٹکڑہ مرتب کردو۔ تو سیرت کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ آخری یکجائی دہلی میں ہوئی تھی۔ اس وقت انہوں نے کہا۔ اب مجھکو بھی خیال ہوتا جاتا ہے۔ کہ یہ ممکن ہے اور بہت ہی اہم چیز ہوگی؛ چنانچہ دہلی سے آکر میں نے کچھ وقت اس میں صرف کیا۔ اور ایک مستقل سیرت نبویہ مجرد قرآن حکیم سے ماخوذ و مستنبط شروع کر دی جوں جوں قدم آگے بڑھتا گیا۔ نئے نئے دروازے کھلتے گئے۔ اور امید و توقع سے کہیں زیادہ کامیابی ہوئی۔ گو یہ حقیقت پہلے سے پیش نظر تھی۔ حتی کہ اس بارے میں بڑا ذخیرہ آیات کا ذہن میں مستحضر تھا، مگر یہ بات تو کبھی وہم و گمان میں بھی نہ گذری تھی کہ جس کتاب کو بظاہر جا بجا ذکر احکام و مسائل و قصص گذشتگان

سے ملا پاتے ہیں۔ اس میں اس قدر وافر ذخیرہ خاص شخص رسالت کے حالات و وقائع کا بھی موجود ہوگا۔ کتاب کے مرتب ہوجانے کے بعد جو دیکھا۔ تو ایک عجیب عالم نظر آیا۔ حیات و سیرت کا کوئی ضروری ٹکڑا ایسا نہیں ہے جس کے لئے قرآن میں ایک سے زیادہ آیات نہ ہوں۔ اور پھر نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت بلکہ صحابہ کرام کے حالات و خصائص کا بھی کافی ذخیرہ موجود ملا صحابہ کی جماعت درسگاہ تزکیہ و تعلیم نبوت سے نکلی ہوئی مومنون الاولون کی اولین جماعت تھی۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ اس لئے ان کے سوانح و ایام بھی سیرت نبویہ ہی کے مختلف اجزا ہیں۔ بلکہ ہدایت قرآنی و حکمت نبوی کے نتائج و ثمرات ہونے کے لحاظ سے دلائل و آیات نبوت کے حکم میں داخل پس یقیناً آپکی سیرت مکمل نہ ہوتی، اگر ان کے حالات بھی قرآن میں پوری شرح و تفصیل سے نہ ملتے۔ اس ٹکڑے کو دیکھکر مجھکو آخری مرتبہ یقین اس بارے میں حاصل ہوگیا کہ اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہوجائیں۔ اور دنیا نے جو کچھ چھٹی صدی عیسوی کے ایک ظہور دعوت کی نسبت سنا ہے۔ وہ سب کچھ بھلا دے اور صرف قرآن ہی دنیا میں باقی رہے جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مقدسہ اور آپ کی سیرت و حیات کے براہین و شواہد مٹ نہیں سکتے۔ صرف ایک قرآن ہی اس کے لئے بس کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کو بتلا دے کہ اس کا لانے والا کون تھا، کیسے زمانے میں آیا، کس ملک میں پیدا ہوا؟ اس کے خویش و بیگانہ کیسے تھے؟ قوم و مرزبوم کا کیا حال تھا؟ اس نے کیسی زندگی بسر کی؟ اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا۔ اور دنیا نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس کی باہر کی زندگی کیسی تھی۔ اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا؟ اس کے دن کیسے بسر ہوتے تھے۔ اور راتیں کن کاموں میں کٹتی تھیں؟ اس نے کتنی عمر پائی؟ کون کونسے اہم واقعات و حوادث پیش آئے؟ اور پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا۔ تو دنیا اور دنیا والوں کو کس عالم میں چھوڑ گیا۔ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تھی۔ تو دنیا کا کیا حال تھا؟ اور جب واپسین نظر وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی تھی؟ غرضیکہ ایک وجود و مقاصد وجود و اعلام صداقت و عظمت کے لئے اس کے وقائع و ما یتعلق بہا و ما ینا سب ذلک میں سے جن جن باتوں کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ وہ سب کچھ صرف قرآن ہی زبانی دنیا معلوم کر لے سکتی ہے۔ اور اس بارے میں بھی قرآن اپنے سے باہر کا ابدا محتاج نہیں ہے اور پھر یہ سب کچھ از قبیل ارشادات و فرمودات نہیں ہے جیسا کہ ارباب نکات و دقایق کا طریق استنباط ہے۔ بلکہ صاف صاف اور کھلا کھلا بیان جو فقہا کے طریق استنباط اشارۃ النص سے کہیں زیادہ واضح و ظاہر ہے۔ اور اگر رموز و اشارات و تلمیحات کا طریق اختیار کیا جائے۔ تو پھر خاص خاص آیتوں کو چھانٹنے کی کیا ضرورت؟ پورے قرآن میں بجز اس ایک ذکر کے اور کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

وكل الى ذلك اجمال لبشيرا

اگر غور کیا جائے تو فی الحقیقت یہ معاملہ من جملہ مہمات خصائص و اعجاز قرآن کے ہے۔ کسی پیام کی صداقت جانچی نہیں جا سکتی۔ جبتک پیام لانیوالے کی صداقت و امانت نہ جانچی جا سکے اور وہ ممکن نہیں جبتک اس کی پوری زندگی اور زندگی کے وقائع و اعمال دنیا کے سامنے نہ ہوں۔ پس اس اعتبار سے آج تمام عالم میں اگر کوئی صحیفہ آسمانی ہے۔ جو اپنے لانیوالے کی زندگی کے وقائع و سوانح ہر زمانے اور ہر عہد میں خود اپنی زبانی سنا سکتا ہے۔ تو وہ بحکم هذا كتابنا ينطق عليكم بالحق بجز قرآن حکیم و محفوظ کے اور کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ جس قدر کتب سماویہ (فی اعتقاد نا و فی زعمہم) موجود ہیں۔ وہ یا تو اپنی صداقت اور ساری باتوں کیطرح اس بارے میں بھی بالکل خاموش ہیں حتیٰ کہ اپنے لانیوالوں کے وجود کے اثبات سے بھی عاجز اور اگر کسی کی شخصیت کا ذکر کرتے بھی ہیں۔ تو ایسے مجہول و سراپا مشکوک و ارتیاب شکل میں جس سے اثبات کی جگہ اور زیادہ سلب و نفی

کا نفی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب اس لحاظ سے دیکھا جائے تو آج دنیا میں شہرت و تواتر نقل حفظ و روایت اور توارث اسناد و قرأت و تعامل کروڑ ہا نفوس عالم نسلاً بعد نسل و حین بعد حین، و تلاوت اوقات خمسہ لیل و نہار (فضلاً عن تلاوتہ و تدبرہ فی کل حین و آن) کے اعتبار سے صرف یہی ایک کتاب قطعی و یقینی اور محفوظ و غیر مبدل ہے۔ بحیثیت لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ وانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون وبل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ وفی صدور الذین اوتوا العلم وغیر ذلک من قواطع الحفظ والصیانۃ۔ اسی لئے علی وجہ الارض اہم و علم الکتاب کا مستحق اور کوئی نہیں۔ تو پھر ظاہر ہے کہ جس وجود و شخصیت اور اس کی حیات و سیرت کا اثبات و اعلام اس کتاب کے اندر ہوگا۔ اس کے وجود و سیرہ سے بڑھ کر سماء دنیا کے نیچے اور کونسی انسانی ہستی قیامت تک سے لئے اثبت واقوم ہو سکتی ہے۔ اور دنیا اپنی ہدایت کے لئے اگر کسی انسان کے آگے جھک سکتی ہے تو اس انسانیت کبریٰ وعبدیت علیٰ و بشریت واحدہ کے سوا اور کونسا انسان ہے۔ جس پر آنکھوں سے دیکھنے والوں کی طرح ہمیشہ یقین کیا جا سکتا ہے اور جس پر ایمان لانے کے لئے پچھلی امتیں اور نسلیں بھی پہلوں کی طرح قطعی و یقینی روشنی رکھتی ہیں؟ اور پھر جس وجود کی سیرت و حیات قیامت تک کے لئے اس طرح محفوظ و ثبت کر دی گئی ہو۔ علاوہ نقوش غیر فانی کے جو صفحہ عالم پر ثبت ہیں۔ اور جس کی زندگی کے وقائع طیبہ کو اس طرح سورج کی دائمی روشنی اور ستاروں کی یکساں سیر و حرکت کے دامن سے باندھ دیا ہو۔ پھر اس حالت میں جسم و زمان میں اس کی موت و حیات یکساں ہو۔ اور کیوں اس کی دائمی حیات کے عقیدہ سے انسان کے تاریک دلوں کو انکار اور غافل روحوں کو گریز ہو۔

فی الحقیقت یہی معنی ہیں۔ یکجا صدہا معانی و حقائق ثابتہ کے ساتھ اس رفع ذکر کے کہ ورفعنا لک ذکرک۔ اور یہی وہ مقام ہے کہ جب اصحاب کشف و مشاہدات کے سامنے کھلا۔ تو انہوں نے حقیقت محمدیہ کے احاطہ حیات اور عدم زوال و بقاء و استمرار کو تمام انبیاء کرام کے حقائق تعینات سے مافوق۔ اور بوجہ دائرۃ الدائر اور مرکز ادوار تعینات، مابعد اور نقطۃ الحیاۃ فی الاصل والحقیقت ہونے کے تمام انوار تعینات و وجود کو اس کی نورانیت کے سامنے بے فروغ و ماند پایا۔ اور اسی لئے شیخ اکبر نے اس کو تعین اول اور بمورد صحیح اصطلاح عقل اول کا قرار دیا۔ اور پھر انسان کامل اور روح اعظم اور نفس واحدۃ اور قلم الاعلیٰ اور نور الانوار اور نفس الکائنۃ سے بھی اس کو تعبیر کیا گیا۔ کہ بلحاظ بقاء ذکر و دوام فیضان و حیات، وحی ایک انسان الکامل، روح الاعظم اور النفس الواحدۃ والکائنۃ ہے۔ اور حیات معنویہ مستمرہ نوع و ارض کی مرکزیت صرف اسی کو پہنچتی ہے۔ اور اسی لئے قرآن حکیم نے صرف اسی وجود کو العبد سے تعبیر کیا۔ کہ ساری عبودیتیں آتی و جاتی ہیں مگر صرف یہی وہ عبودت کاملہ و واحدہ ہے جو ہمیشہ عباد و معبود میں واسطہ ہدایت اور ہمیشہ عبد کو معبود سے واصل کر دینے کے لئے حی و قائم ہے۔ وقال العارف البوصیری

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

اور چونکہ نوع انسانی کی سعادت و تنویر کا مرکز و مبدا وجود انبیا کرام ہے۔ اور حقیقت محمدیہ ﷺ وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا ان سب پر فوق اور شمس و کواکب اور صباح و مصباح کے معاملہ کا حکم رکھتی ہے۔ اس لئے حیات قائمہ دائمہ کا نور الانوار اور مصباح المصابیح صرف وہی دائرہ ٹھہرا۔ اور اسی لئے شیخ اکبر و جیلی نے اس کو "حقیقت الاسمائیہ" اور لوح محفوظ سے بھی تعبیر کیا۔ سبحان اللہ۔ یہ آخری تسمیہ و تعبیر کس درجہ ترجمان حقیقت و اوفق بالشرع والعقل ہے۔ دنیا میں جس قدر بھی ہدایت و تعلیم کی لوحیں تھیں سب کے لئے تغیر و تبدل ہو چکی کہ آج کوئی بھی محفوظ نہیں لیکن اللہ اکبر مقام محمدی کی محفوظیت و مصئونیت کہ اس کی سیرۃ طیبہ اور حیات حیہ وقائمہ

کی لوح محفوظ کا ایک نقطہ بھی محو نہ ہو سکا۔ اور قرآن محفوظ و کتاب مسطور فی رق منشور اور فی صدور الذین اوتوا العلم میں اس کا ایک ایک حرف ایک ایک لفظ اسیطرح نقش و ثبت ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ جس طرح قلم ازل نے اول صبح تعین کی کرنوں سے لکھدیا تھا۔ پس قرآن کے بعد اگر کوئی اور ہستی لوح محفوظ ہو سکتی ہے۔ تو وہ صرف روح اعظم و خالد ہے جس کے ذکر کو خود قرآن نے اپنی آغوش حفظ و صیانت میں ہمیشہ کے لئے لیا ہے۔ حضرت سید العارفین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مقام کیطرف اشارہ کیا ہے اگرچہ بعض کم فہموں نے اس کی ضمیر متکلم کو نہ سمجھا اور ایک دوسری ہی وادی میں لے گئے اور یہ آفت عام و دائم ہے ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا ابداً علےٰ افق العلےٰ لا تغرب

حضرت والد مرحوم نے اس ملفوظ مبارک پر ایک دوسرا پیش مصرعہ لگا کر مطلب واضح کر دیا ہے۔ یہ انکے ایک طویل ملفوظ قصیدہ بائیہ میں سے ہے

شمس تقادم قبل آدم طلعہا ابداً علےٰ افق العلےٰ لا تغرب

اور یہ جو بعض اکابر نقشبندیہ علی الخصوص حضرت مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علوم کشفیہ میں ظاہر کیا کہ دائرہ حقیقت محمدیہ سیر قدمی کی آخری حد ہے اس کے بعد صرف سیر نظری کی گنجائش ہے۔ وہو من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور نیز تمام اصحاب احوال و کشوف بھی اسپر متفق ہوئے۔ تو حقیقت اس کی یہی ہے کہ چونکہ حقیقت محمدیہ روح حیات کا آخری نقطہ اور سرچشمہ قرار پائی تو لاجرم سیر اقدام کی آخری منزل بھی وہی ٹہیری۔ اس کے بعد جو کچھ ہے ماوراء الوراء تعینات ہے اسلئے نہ سیر کی وہاں گنجائش نہ قافلہ طلب، محمل شوق کا وہاں گذر بلکہ طائر فکر و مرغ خیال بھی اس کی فضا تک میں درماندہ و پربال سوختہ، ؎

اے بروں از وہم و قال و قیل من، خاک بر فرق من و تمثیل من

والکلام فی ہذا یطول و لہ موضع غیر ہذا الموضع ا ہ

فیہ۔ اور یہ جملہ معترضہ بھی بوجہ فصل و خلل ربط مطالب پہنچ گیا۔ تو اس لئے کہ مذکور کی جاذبیت و محبوبیت سے ذکر کرو۔ ذاکر کی بیخودی و محویت ناگزیر ہے اور اشارات کا طول و قصر مشار الیہ کے جذب و کشش پر موقوف پھر جس مذکور و مقصود کا یہ حال ہو کہ بقول صاحب فتوحات مکیہ۔

یا من ہو للقلوب مقناطیس

اور اس دنیا میں صرف اسی کا ذکر اور بات صرف اسی کی بات ہو۔ اسکے سوا جو کچھ ہو۔ یا اسی کی طرف مصروف و محمول ہو۔ اور یہ نہ ہو تو پھر بیخودی و بے حاصلی اتلاف صرف و ضیاع بحث : ؎

وقات ہمہ بر دکہ بایار بسر رفت باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری

یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ عنان قلم از دست رفتہ نہ ہو اور سر رشتہ فکر و شغل و دامن صبر و شکیب کیطرح ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔ و بدر کنی نے ذکر فتشعر یر۔ لہا بین جلدی و العظام دبیب

ذکر سیرت نبویہ ماخود و مستنبط از قرآن کی نسبت تھا۔ سو الحمد للہ کہ وہ امید و گمان سے بھی وہ چند وسیع و اکمل مرتب ہو گئی۔ "ورایت فیہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت" انسانوں کی ترتیب دی ہوئی ساری سیرتیں اور تاریخیں ایکطرف، اور خود لسان الٰہی کا ایک کلمہ منطوقہ و محفوظہ ایکطرف تعجب ہے کہ اصحاب سیر نے باوجود کمال سعی و نظر اور مشغولیت بہ جمیع ترق و ترتیاب سیرۃ اسطرف کیوں توجہ نکی جب تک یہ چیز مرتب نہیں ہوئی تھی۔ خود اپنا حال بھی دوسرا تھا۔ اور اب جو دیکھا تو کارخانہ ہی نظر آیا۔

تمام بود بہ یکحرف گرم و ماغافل
حکایتے کہ ہمہ ناتمام مے گفتند

معہذا۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدیؔ را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی !!
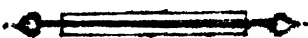
ظہورِ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

(از کتاب سیرۃ النبی حصہ اول صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴)

(از مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر)

چمنستانِ دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں۔ چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزمِ عالم اس سروسامانی سے سجائی ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سالِ دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگانِ فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخِ کہن مدتہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں عناصر کی جدت طرازیاں۔ ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں۔ ابر و باد کی تردستیاں۔ عالمِ قدس کے انفاسِ پاک۔ توحیدِ ابراہیمؑ۔ جمالِ یوسفؑ۔ معجز طرازیٔ موسیٰؑ۔ جان نوازیٔ مسیحؑ سب اسی لئے تھے۔ کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شاہنشاہِ کونین کے دربار میں کام آئیں گے۔ آج کی صبح وہی صبح جان نواز۔ وہی ساعت ہمایوں۔ وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں۔ کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے۔ آتشکدۂ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا لیکن سچ یہ ہے۔ کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیمِ شر۔ آتشکدۂ کفر آذرکدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا۔ چمنستانِ سعادت میں بہار آگئی آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اٹھا۔

یعنی یتیمِ عبداللہ جگر گوشۂ آمنہ شاہِ حرم حکمرانِ عرب، فرمانروائے عالم، شہنشاہِ کونین، عالمِ قدس سے عالمِ امکان میں تشریف لائے۔ اللّٰھم صل علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ وسلم۔

جمہور اہلِ اسلام کہتے ہیں کہ آپکی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے مگر ملک مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ آپکی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی واللہ اعلم۔

انبیائے سابقین کی بشارتیں

(۱) دعائے خلیل اللہ سورۃ البقر پارہ اول میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خدا سے یوں دعا مانگی تھی۔

ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم یتلوا علیہم ایٰتک ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ ویزکیہم

انك انت العزيز الحكيم (ترجمہ) اے ہمارے رب اہلِ عرب میں اپنا ایک رسول بھیج۔ جو اُن پر تیری کتاب کی آیتیں پڑھے۔ اور ان کو تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے۔ اے خدا تو غالب اور دانا ہے۔"

اس دعائے خلیل اللہ کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں

(۲) بشارتِ کلیم اللہ

پارہ ۲۹۔ سورۃ المزمل کے رکوع اول میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا۔ (ترجمہ) تحقیق ہم نے تمہاری طرف اپنا ایک رسول بھیجا جو تم پر گواہی دینے والا ہے۔ مانند اس رسول کے جس کو ہم نے فرعون کی طرف بھیجا تھا"

توریت کے پارہ پنجم یعنی استثنا کے باب ۱۸ کے درس ۱۷، ۱۸ میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا" الخ

اس جگہ بنی اسرائیل قوم کو بشارت دیگئی ہے کہ ان کے بھائیوں (یعنی قوم بنی اسمٰعیل) میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی آئے گا۔ اور یہ نبی موعود حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں!

(۳) بشارتِ حضرت روح اللہ

سورۃ الصف پارہ ۲۸ میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (ترجمہ) اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ساتھ ایک رسول کے جو میرے بعد تشریف لائے گا۔ اور جس کا نام (اسم صفاتی) احمد ہوگا۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ (ترجمہ) پس جب وہ احمد رسول لوگوں کے پاس نشانات کے ساتھ آیا۔ تو دشمنوں نے کہا کہ یہ جادو ہے ظاہر"

انجیل یوحنا کے باب ۱۴ درس ۱۶ تا ۳۰ باب ۱۵ درس ۲۶ و ۲۷ اور باب ۱۶ درس ۷ تا ۱۵ میں جس "فارقلیط" تسلی دینے والے اور روح حق کے تشریف لانیکی خوشخبری دیگئی ہے۔ وہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

اسی طرح انجیل برنباس کی فصل ۲۰ ... صفحہ ۲۰۲ پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد محمد رسول اللہ کے آنے کی بشارت دی۔

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب کہ حضرت آدمؑ ابھی اپنی گوندی ہوئی مٹی میں تھے۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی ماں آمنہ کی رویا ہوں۔ جو اس نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ اس سے ایک نور نکلا جس سے محل شام و ایران کے ظاہر ہوئے۔ (از مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷ ... جلد ۵ صفحہ ۲۶۲ اور مشکوٰۃ مترجم جلد ۴ صفحہ ۲۳۲)

ذاتی نام اور صفاتی نام

حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم ذاتی محمد ہے۔ یعنی آپکی ولادت باسعادت کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کا اسم مبارک "محمد" رکھا۔ ... کے معنے ہیں "بہت تعریف کیا گیا" واقعی یہ ... اس وقت کروڑ ہا مسلمان آپکی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ مثلاً کلمہ شریف میں، درود شریف میں اور قرآن شریف میں۔

ذکر خیر ہے۔ اذانوں میں آپکا نام بلند ہو رہا ہے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ورفعنا لک ذکرک آپکا اسم صفاتی "احمدؐ" ہے۔ اسم لفظ "احمد" کے معنے ہیں "بہت حمد کرنیوالا" آپؐ کے یہ دو نام مشہور و معروف ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ایک جلالی نبی تھے۔ آپ نے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ حکومت کی۔ تلوار اٹھائی، آپ نے آنحضرتؐ کا اسم ذاتی "محمدؐ" نام لیکر آپ کے آنے کی خبر دی تھی۔ جو ایک جلالی رنگ کو ظاہر کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ نے کبھی لڑائی نہیں کی کبھی دشمنوں کا مقابلہ نہ کیا۔ نہ تلوار اٹھائی۔ نہ حکومت کی۔ حضرت مسیح علیہ السلام ایک جمالی نبی تھے۔ آپ نے آنحضرتؐ کا اسم صفاتی "احمدؐ" بتایا۔ اور جمالی نام سے آپ کے لئے خبر دی آنحضرت صلعم کی مکی زندگی جمالی رنگ کو ظاہر کرتی ہے اور مدنی زندگی جلالی رنگ کو یعنی مکہ میں کوئی جہاد نہ ہوا۔ نہ دشمنوں کا تلوار سے مقابلہ کیا گیا۔ مگر مدینہ منورہ میں آکر آپ نے جہاد کئے۔ دشمنوں کا مقابلہ کیا اور حکومت و سلطنت کی۔ خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت کلیم اللہ میں صرف ایک صفت تھی۔ کہ آپ میں جلالی رنگ تھا۔ اور حضرت روح اللہ میں بھی ایک صفت تھی کہ آپ میں جمالی رنگ تھا۔ مگر حضرت محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ علیہ السلام جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔

ولادت باسعادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲۔ ربیع الاول مطابق ماہ اپریل ۵۷۱ء بروز پیر وار صبح کے وقت ہوئی تھی۔ آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا۔ اور والدہ کا نام بی بی آمنہ تھا۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

حضور پُر نور عبداللہ بھی ہیں اور رسول اللہ بھی ہیں۔ اللہ نے آپکو "اپنا بندہ" قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اللہ نے چاہا کہ آپکے والد کا نام بھی عبداللہ ہو۔ اہل عرب آپؐ کے ظہور سے پیشتر جنگ و جدال میں مشغول تھے۔ فتنہ و فساد اُن میں رہتا تھا۔ آپ امن و امان کا پیغام لیکر آئے۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ آپکی والدہ کا نام بھی آمنہ تھا۔ مکہ معظمہ میں آپ ۱۳ سال رہے۔ نرمی و بُردباری سے آپ نے کام لیا۔ حلم و خلق آپکا طریقہ تھا۔ اللہ کی مرضی یہ ہوئی۔ کہ آپکی دائی کا نام بھی "حلیمہ" سعدیہ تھا۔ اہلکتاب یعنی یہود و نصاریٰ ایک اولوالعزم نبی کے آنے کے منتظر تھے۔ اور اس بات کے طالب تھے کہ اللہ ان کو چاہِ ضلالت سے نکالکر راہِ راست پر لائے۔ آنحضرت صلعم کے چچا کا نام ابوطالب تھا۔

بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپؐ کی ولادت باسعادت کے وقت کسرےٰ ایران کے محل میں زلزلہ آیا۔ اس کے قصر کے ۱۴ کنگرے گر پڑے۔ ایران میں جو آگ ایک مدت مدید سے روشن تھی وہ بجھ گئی۔ وادئ حجاز کے اندر جتنے بت تھے اوندھے ہوکر گر پڑے۔ ایک خشک وادی میں بارش ہوئی۔ اور وہ جگہ سرسبز ہو گئی۔ ان ظاہری واقعات کے اندر بھی کچھ اسرار تھے۔ ایران میں آگ کا بجھ جانا اس طرف اشارہ تھا۔ کہ اب ایسا نبی تشریف لایا ہے جس کی تعلیم پاک سے ایران سے آتش پرستی مٹ جائے گی۔ کسرےٰ کے محل میں زلزلہ کا آنا اور ۱۴ کنگروں کا گرنا اس طرف اشارہ تھا۔ کہ اب ایران سے کسرےٰ کی حکومت و سلطنت مٹ جائے گی۔ اور آنحضرت صلعم کے غلاموں کا قبضہ اس ملک پر ہو جائے گا۔ حجاز کی وادی میں بتوں کا اوندھے گرنا اس طرف اشارہ تھا۔ کہ اب ملک عرب سے بت پرستی دور ہو جائے گی۔ اور خدا پرستی پھیلیگی خشک وادی میں پانی کا برسنا اور اس کا سرسبز ہونا بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں خدا نے بار بار اس امر کو بیان فرمایا ہے کہ ہم آسمان سے بارش نازل کرتے ہیں، اور مُردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اہل عرب آنحضرت صلعم کے ظہور پُرنور سے پیشتر مشرک و کافر

تھے۔ بت پرست وکواکب پرست تھے۔ طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا تھے۔ دختر کشی۔ شراب خوری، جُوا کھیلنا۔ زنا ولواطت، قتل وغارت، ظلم وستم خونریزی۔ اور ذرا ذراسی بات پر لڑنا جھگڑنا۔ اُن کا کام تھا۔ اس قدر گناہوں کے سبب اہل عرب کے دلوں کی زمین مُردہ ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر مہربانی کی نظر سے دیکھا۔ آنحضرت صلعم کو مبعوث فرمانے کے بعد قرآن مجید جیسی مقدس کتاب آپ پر نازل فرمائی۔ اور اپنے ابر رحمت سے ایمان کا پانی، عرفان کا پانی۔ اسلام کا پانی۔ نجات کا پانی عشق الٰہی کا پانی۔ محبت الٰہی کا پانی۔ رحمت کا پانی اُتارا اور اُن لوگوں کے مُردہ دلوں کو اس سے زندہ کیا۔ اور جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے تھے۔ اور جن میں بغض وحسد اور عداوت ودشمنی تھی۔ ان کو بھائی بھائی بنادیا۔

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی والدہ آمنہ کے شکم میں ہی تھے۔ کہ آپ کے والد جناب عبداللہ فوت ہو گئے۔ پیدا ہونے کے بعد حلیمہ سعدیہ نامی دائی نے آپکو پرورش کیا۔ جب آپ کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی۔ تو آپ کی والدہ فوت ہو گئی۔ اس سے دو برس بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے وفات پائی۔ اب آپ کو آپ کے چچا ابو طالب نے پرورش کرنا شروع کیا۔

آیت مقدسہ الم یجدک یتیما فاوی میں اسی بات کا ذکر ہے۔

آپؐ کی مکّی زندگی

حضور پُر نور صلعم نے عالم شباب میں جناب ابو طالب کی ہمراہی میں ملک یمن وشام کا سفر کیا اور تجارت کی۔ اہل مکہ میں آپ کی سچائی اور امانت کا اس قدر شہرہ تھا۔ کہ وہ لوگ آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارتے تھے۔ جب حضورؐ کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی۔ تو حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبرٰے رضی اللہ عنہا سے آپؐ کی شادی ہوئی اللہ نے آپؐ کو غنی کر دیا۔ فقیری وغربت دُور کردی آیت مقدسہ ووجدک عائلاً فاغنی میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ بعدازاں آپ نے غار حرا میں جاکر رب العٰلمین کی عبادت میں زندگی بسر کرنی شروع کی۔ چالیس برس کی عمر شریف کے اختتام پر اللہ نے آپ کی طرف فرشتہ جبرئیلؑ بھیجا۔ آپ کو نبوت ورسالت کا تاج پہنایا۔ آپ پر وحی نازل کی۔ آپ کتاب وشریعت، وحی والہام اور احکام خداوندی سے ناواقف رہتے۔ خدا نے آپ کو ان سب امور سے واقف بنادیا۔ آیت مقدسہ ووجدک ضالاً فھدی میں اس بات کا ذکر ہے۔ بعد ازیں اللہ تعالٰے نے آپؐ کو مدثر اور مزمل جیسے پیارے القابوں سے یاد فرمایا۔ حضرت خدیجہؓ کرے۔

حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہم کو اول المومنین ہونے کا فخر حاصل ہے۔ پانچ سال لگاتار وعظ ونصیحت کرنے کے باوجود صرف ۴۳ آدمی مسلمان ہوئے اور پھر حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اسلام کا باغ سرسبز ہونے لگا اور کفر وشرک کی کھیتی سیاہ ہونے لگی۔ معجزہ شق القمر (جس کا ذکر خیر پارہ ۲۷۔ سورۃ القمر میں آیا ہے) اور شب اسرٰے (جس کا ذکر خیر پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل میں آیا ہے) کے واقعات ہجرت سے پیشتر ہی ہوئے ہیں۔

حضور پر نور کی ہجرت اور بعد کے واقعات

جب کفار مکہ آپؐ کو اور اہل اسلام کو بہت تنگ کیا۔ اور حضور کے قتل کے درپے ہوئے تو آپ نے خدا کا حکم پا کر مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا اور مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ حضرت امیر علیؓ شیر خدا کو اپنے بستر مبارک پر لٹ دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو ساتھ لیا اور چند روز غار ثور میں قیام فرمایا اسی واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔

قریش مکہ یعنی دشمنان اسلام نے اس پر بس نہ کیا بلکہ اسلام کو مٹانے کی خاطر بعض اوقات مدینہ طیبہ پر حملے کئے۔ ان حملوں کو روکنے کیلئے اور حفاظت اسلام کیلئے آنحضرت صلعم اور اہل اسلام کو بھی کافروں کیساتھ جنگ کرنے پڑے ایسی جنگوں کو جہاد کہتے ہیں۔ ہجرت فرمانے کے بعد جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، صلح حدیبیہ، بیعت رضوان، فتح مکہ، فتح خیبر، جنگ حنین، جنگ تبوک اور جنگ موتہ، مشہور و معروف واقعات ہیں۔

حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت عمروؓ بن عاص، عکرمہؓ بن ابو جہل، حضرت وحشیؓ۔ اور حضرت ابو سفیانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جیسے مخالفان اسلام مسلمان ہوگئے۔ مشہور و معروف حاتم طائی ساکن یمن کا لڑکا حضرت عدی رضؓ مع اپنی ہمشیرہ کے مسلمان ہوگئے۔

جنگ تبوک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا خطاب عنایت ہوا۔ اسلام کے باغ کے سرسبز ہونے کے بعد حضور پر نور نے ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضور پر نور اور انبیائے سابقین

جو فضائل و معجزات انبیائے سابق عطا ہوئے انہیں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کی مثل یا اس سے بڑھکر حضورؐ کو عطا نہ ہوا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ کرامت بخشی کہ فرشتوں نے ایکدفعہ آپ کو سجدہ کیا۔ مگر حضورؐ کو اس سے بڑھکر یہ فضیلت بخشی کہ خود باری تعالیٰ اور نیز فرشتے ہمیشہ حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے درجہ خلت عطا فرمایا۔ مگر حضورؐ کو اس سے بڑھ کر مقام محبت عنایت فرمایا۔ اسی واسطے دن قیامت کے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شفاعت کے لئے درخواست کیجائیگی۔ تو آپ فرمائینگے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا تھا مگر حضورؐ کو کل حسن عطا ہوا۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنے عصا مبارک سے بحر کو شق کر دیا۔ حضورؐ نے اس سے بڑھکر عالم علوی میں تصرف کیا۔ کہ اپنی انگشت شہادت سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ حضرت موسےٰؑ نے کوہ طور پر اپنے رب سے کلام کیا۔ حضور شب اسرٰے میں عرش کے اوپر مقام قاب قوسین او ادنےٰ میں اپنے پروردگار سے ہمکلام ہوئے۔ حضرت موسےٰؑ نے عصا کا سانپ بنا دیا جو ادہر ادہر دوڑنے لگا۔ حضورؐ نے ایک خشک تنہ (حنانہ) کو انسان کی طرح گویا کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دست مبارک میں لوہا موم کی طرح نرم ہوجاتا تھا۔ حضورؐ نے ام معبد کی بکری کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور وہ دودھ ہی دودھ دینے لگ گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پرندے کلام کرتے مگر حضورؐ سے حجر و شجر کلام کرتے۔ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے۔ تو صرف کام کرتے تھے۔ مگر حضورؐ کے ایسے تابع ہوئے کہ آپ پر ایمان لائے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور ابرص و اکمہ کو اچھا کرتے تھے۔ حضور پر نور سے بھی اس قسم کے معجزے صادر ہوئے۔

احیائے موتے کے معجزات آپ سے ظاہر ہوئے۔ جیسا کہ دلائل النبوۃ، خصائص الکبریٰ، نسیم الریاض، زرقانی شرح مواہب، اور مدارج النبوۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ سنگریزوں، درختوں کا کلام کرنا، مردوں کے کلام کرنے سے زیادہ عجیب ہے کیونکہ یہ اس جنس سے ہی نہیں جو کلام کرے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ قرآن مجید فرقان حمید جیسی مقدس و محفوظ کتاب جو فصاحت و بلاغت سے بھری ہوئی ہے آپ کو ملی جو تا قیامت آپکا معجزہ ہے:

اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد

حضرت احمد مجتبےٰ صلعم کی خصوصیتیں

(۱) قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ہ (ترجمہ) کہہ اے لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں (پارہ ۹ رکوع ۱۰)

(۲) وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین ہ اور نہیں بھیجا ہم نے تمکو مگر عالموں کے واسطے رحمت (پارہ ۱۷ رکوع ۷)

(۳) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہ (ترجمہ) نہیں ہے حضرت محمد تم بالغ مردوں میں سے کسی کا باپ لیکن خدا کا رسول ہے اور آخری نبی ہے۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ اور نہ کسی کو نبوت ملے گی۔ (پارہ ۲۲ رکوع ۲)

(۴) عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا ہ شتاب ہے یہ کہ بھیجے تجھکو پروردگار تیرا مقام محمود میں (یعنی دن قیامت کے آپ شفاعت کرائیں گے۔ گنہگاروں کی)

(پارہ ۱۵ رکوع ۹)

(۵) بالمؤمنین رؤف رحیم ہ یعنی نبی کریم صلعم ایمان والوں کے ساتھ شفقت کرنیوالے مہربان ہیں۔

(پارہ ۱۱ رکوع ۵)

(۶) سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا انہ ھو السمیع البصیر (ترجمہ) پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے (محمد مصطفےٰ) کو رات کے وقت لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک جو برکت دی ہے ہم نے اس کے گرد کہ تا دکھلا دیں اسکو اپنی نشانیوں سے تحقیق اللہ ہے سننے والا جاننے والا۔

(پارہ ۱۵ رکوع اول)

(۷) یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا (ترجمہ) اے نبی تحقیق ہمنے بھیجا تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور بلانے والا خدا کی طرف اور چراغ روشن (پارہ ۲۲ رکوع ۳)

(۸) سب سے اول اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور پیدا کیا[۱]

(مدارج النبوۃ اور مواھب اللدنیہ)

(۹) قیامت کے دن آپ اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔

(مسلم)

(۱۰) آپ اول شفاعت کرنیوالے اور اول شفاعت قبول کئے گئے ہیں۔ (مسلم)

(۱۱) آپ ہی اول جنت کا دروازہ کھڑکائینگے (مسلم)

(۱۲) دن قیامت کے نبیوں میں سے سب سے زیادہ تابعدار رکھنے والے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳) نبوت و رسالت کے محل کی آخری اینٹ یعنی خاتم النبیین آخری نبی آپ ہی ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴) آپ کلمے جامع دیے گئے۔ اور فتح دیے گئے دشمنوں میں رعب ڈالنے کے ساتھ اور آپ کے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ اور آپ کے لئے زمین سجدہ اور پاک کرنیوالی کی گئی۔ (مسلم)

(۱۵) آپ کے لئے نبوت اسوقت ثابت جب کہ ابھی آدم درمیان روح اور بدن کے تھے (ترمذی)

(۱۶) قیامت کے دن آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد

[۱] یہ الفاظ کسی صحیح حدیث میں نہیں آئے۔ واللہ اعلم ۱۲ (مصحح عفی)

ہوگا۔(ترمذی)

(۱۷) حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسےٰ کلیم اللہ ہیں۔ حضرت عیسےٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ ہیں اور آپ حبیب اللہ ہیں۔ (ترمذی اور دارمی)

(۱۸) آپؐ ہی ہیں قائدالمرسلین اورامام النبیین (مشکوٰۃ)

(۱۹) آپ جنوں کی طرف بھی رسول ہیں۔ چنانچہ جن آپ پر ایمان لائے تھے۔ (سورہ جن)

(۲۰) خدا نے آپؐ کو یاایھاالنبی۔ یاایھاالرسول۔ یاایھاالمزمّل۔ یاایھاالمدثر۔ طٰہٰ اور یٰسٓ کے مقدس القاب سے مخاطب کیا۔ حالانکہ پہلے انبیاؑ کو ان کا نام مبارک لے کر مخاطب کیا۔

حضورؐ پرنور کے معجزات

(۱) قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ یعنی قرآن مجید جیسی مقدس کتاب آپکو ملی ہے؛

(۲) دوسرا معجزہ شب اسرا کا واقعہ ہے یعنی یہ کہ ۲۷ رجب کی رات کو آپؐ کو مکہ معظمہ سے مسجد اقصےٰ تک اور وہاں سے آسمانوں کی سیر براق پر کرائی گئی۔ اور یہ سارا واقعہ رات کو جسم اور روح کے ساتھ جاگتے ہوئے ہوا اور اسی پر متکلمین، محققین، محدثین، مفسرین، مورخین، اور بزرگان دین ہیں (کتاب الشفا۔ نسیم الریاض، مدارج، زرقانی، عینی)

(۳) چاند کا پھٹ جانا ہجرت سے پیشتر آپ کا معجزہ ہوا۔ جیساکہ لکھا ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیتہ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر (سورۃ القمر پارہ ۲۷) صحیح بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۲۱/۷۲۲۔ صحیح مسلم۔ سنن ترمذی۔ مسند احمد۔ کتاب الشفا۔ نسیم الریاض، مواہب، زرقانی۔ تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، در منثور، ترجمان القرآن۔ اور مواہب الرحمٰن میں اس کا مفصل ذکر ہے؛

(۴) جنگ بدر میں آپ کا سنگریزے پھینکنا اور کافروں کا مارا جانا۔ قرآن شریف میں آیا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ (ترجمہ) اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا تھا۔ اور لیکن اللہ نے پھینکا۔

(۵) آپ کا ایک عظیم الشان معجزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور صلعم پر بعض خبریں غیب کی کھولیں۔ یعنی آپ کو بعض غیوب پر اطلاع بخشی (مگر یہ کہنا درست نہیں کہ آپ بکل شیئٍ علیم ہیں یعنی ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔) اور خدا اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے اسکو بعض غیوب پر اطلاع بخشتا ہے۔

(سورہ جن۔ پارہ ۲۹۔)

پس آپنے خدا سے وحی پاکر خلفائے اربعہ، خلافت وفتوحات عہد خلافت، اہل بیت، غزوات، ائمہ مجتہدین اہل بدعت اور دیگر واقعات کی نسبت خبریں دیں۔

(۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات عالم ملائکہ ہیں۔ معجزات عالم انسان ہیں معجزات متعلقہ بظہور برکات وہدایت معجزات متعلقہ باحیائے موتےٰ معجزات متعلقہ بقہر بے ادبان ومحفوظئ آنحضرتؐ ازشر اعداء۔ معجزات عالم جنات ہیں۔ معجزات عالم علوی ہیں۔ معجزات متعلقہ بعنصر خاک۔ معجزات متعلقہ بآب، معجزات متعلقہ بآتش۔ معجزات متعلقہ بہ ہوا۔ معجزات عالم جمادات ہیں۔ معجزات متعلقہ باشجار۔ معجزات متعلقہ باشیائے چوبی (جیسے ستون کا رونا) معجزات متعلقہ بثمار وطعام معجزات متعلقہ حلال جانوروں کے۔ معجزات متعلقہ درندہ جانوروں کے۔ معجزات اشیائے خوردنی کے متعلق۔ ان معجزات وآیات سے حضور پرنور کی شان ظاہر ہوتی ہے

(۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور پرنور سے پیشتر حجر وشجر آپ کو سلام کہتے تھے۔ اور دعویٰ

نبوت و رسالت کے بعد بھی بہت سے معجزات آپؐ سے صادر ہوئے مثلاً فرشتوں کا غزوات میں کافروں کو قتل کرنا لوگوں کے کھانے میں برکت کا ہونا۔ بیماروں کا اچھا ہونا مردوں کا زندہ ہونا، آپ کی بددعا سے دشمنوں کا ہلاک ہونا جنات کا آپ پر ایمان لانا۔ چاند کا پھٹ جانا۔ جنگ بدر میں کنکر پھینکنا اور کافروں کا ہلاک ہونا پانی کا آپکی انگلیوں سے نکلنا پانی کا زیادہ ہونا آپ کی دعا سے ہوا و مینہ کا آنا۔
آپکے دستِ مبارک میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور بولنا آپکے فراق میں خشک ستون کا رونا آپکی دعا پر مکان کی چوکھٹ اور دیواروں کا آمین کہنا درختوں کا آپ کا اونٹ اور بکریوں کا آپ کو سجدہ کرنا۔ آپ کے پسینہ کا خوشبودار ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ شعر خوب ہے ؎

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسےٰؑ یدِ بیضا داری!
آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری!

جناب رسالتمآب کا ایک تاریخی اعجاز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر ہردلعزیزی

از ملک عبدالقیوم صاحب بی اے (علیگ) بیرسٹرایٹ لاء۔ گوجرانوالہ۔ ممبر کورٹ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

انسانی امتیاز کی بہتری اور اعلیٰ ترین سند صرف یہی ہے کہ کسی انسان کا نام اس کے گذر جانیکے بعد زندہ رہے۔ غالباً یہی ایک وصف ہے جس کے سبب انسان نہ صرف اپنی زندگی میں اپنی حیات کو قائم رکھنے کے لئے محنت شاقہ کرتے ہیں۔ بلکہ شادی بیاہ رچاتے ہیں۔ اولاد کی بہتری انکی تربیت اور تعلیم کے لئے صرف کثیر برداشت کرتے ہیں۔ کیونکہ انسانوں بلکہ حیوانوں کا فطری میلان اس جذبہ کی طرف ہے کہ ہر متنفس اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ دیر تک زندہ رہے۔ اور جب منشائے ایزدی کے مطابق وہ اپنی میعاد حیات گذار کر یہاں سے رخصت ہو جائے۔ تو اس کے بعد اس کا نام اس کی یادگار میں قائم رہے۔ لہذا خدا کے نیک بندے نہ صرف عین حیات مستعار زندہ رہتے ہیں۔ بلکہ گذر جانے کے بعد ان کے کارہائے نمایاں کا علم ان کے نام کو زندہ رکھتا ہے مرکز زندہ رہنے والوں کی دنیا تاریخ ہے۔ جس طرح حیات طبعی کے مدارج ہوتے ہیں۔ اسیطرح ابواب تاریخ میں صرف ان لوگوں کو حیات جاوید حاصل ہوتی ہے جنہوں نے بنی نوع انسان کے لئے سب سے زیادہ شاندار زیادہ اہم اور نہایت ہی مفید خدمت سرانجام دی ہو۔ آج کل ریلوں اور جہازوں کی طفیل ہر روز مغرب کی دنیا

مشرق کی طرف امنڈی چلی آرہی ہے۔ مگر زمانہ جدید کے سیاحوں کے نام کو وہ پائیداری حاصل نہیں جو مثلاً سکندر اعظم مقدونوی کو حاصل ہے۔ اس کا سبب فقط اسی قدر ہے کہ سکندر نے ایسے وقت میں مشرق کا رُخ کیا۔ جبکہ دنیائے مغرب کی حدود حرکت بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل تک تھی۔ علیٰ ہذا ایک یمانی مسیلمہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانۂ بعثت میں نبوت کا دعوےٰ کیا۔ تو تاریخ نے اس شخص کو کذاب کا خطاب دے کر ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ کر دیا۔

اب وہ کونسا امتیاز ہے جو نبی کریم کو حاصل ہے۔ اور اس دنیائے ناپائیدار میں اور کسی شخص کو حاصل نہیں۔ رسول اکرم کا آپ کی حرکات و سکنات کے بیان آپ کے خلق مبارک کی تفصیل آپ کی نقل و حرکت کی کیفیت آپ کے حالات خانہ داری آپ کے انتظامات ملکی آپ کے مواعظ حسنہ سے نہ صرف اہل عرب کی کتابیں بھرپور ہیں۔ بلکہ آپ وہ بلند پایہ ہستی ہیں۔ کہ آپ کی سیرت مبارک پر غیر عربوں بلکہ غیر مسلموں نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے ہیں۔ جن کو دنیا شوق سے پڑھتی ہے اور آپ کی صداقت قول و فعل کے بیان سے متمتع ہوتی ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کیا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں پہلے مامور من اللہ تھے کہ آپ کی شان میں اس قدر ضخیم تاریخی معہ ادبی یادگاری مرتب کی گئی ہیں۔ خود اسلامی عقائد کے مطابق رسول اکرم صلعم سے قبل کئی ایک رہبر نبی ہوئے اور ارشادات الہامیہ کا مژدہ لائے۔ کیا رسول اکرم کو مادی اعتبار سے وہ اہمیت حاصل تھی کہ دنیائے عتیق و جدید کے اکابر ان کی بزرگی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے۔ ہرگز نہیں۔ مادی اعتبار سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک یتیم اور بے کس انسان تھے۔ جن پر خود ان کے اپنے قبیلے یعنی اہل قریش نے شدید ظلم روا رکھے۔ کیا رسول اکرم بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ یہ بھی نہیں پیغمبر خدا کی بعثت کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ امی محض تھے۔ پھر آپ میں وہ کیا فضیلت تھی۔ جس کا حامل اب تک کوئی انسان نہ ہوا۔ اور نہ انشاءاللہ ہو سکے گا۔ رسول عربی کا امتیاز صرف یہ تھا کہ آپ ایک باعمل انسان تھے۔ آپکے قول اور فعل کے درمیان مطلق کوئی تفاوت نہ تھا۔

آپ ؐ اسلام پر اسلامی اصولوں پر اور اسلامی طرز زندگی پر اسی وقت عامل ہوئے۔ جبکہ آپ منزل قرآن بھی نہ ہوئے تھے۔ یہ معمولی امتیاز نہیں۔ یہ خصوصیت ایسی نہیں کہ اس سے ان کے دوست بلکہ ان کے دشمن متاثر ہوئے بغیر رہتے۔ چنانچہ اس کا ثبوت آپ کے سامنے ہے۔

دنیا کے کسی خطے میں چلے جائیے آپ کو محمد عربی ؐ کی سیرت پر ایک نہیں کئی ایک مبسوط تاریخی سندیں ملیں گی۔ جن میں ان کی زندگی کے ذرہ ذرہ کو تنقیدی نظر اور عقلی خورد بینی کے ذریعہ سے منکشف کیا گیا ہے ہر ایک واقعہ پر طویل بحثیں کی گئی ہیں۔ اور اس کے بعد فتوے پیش کیا گیا ہے کہ یہ ذات ہر حیثیت سے بے عدیل ہے زمانۂ عتیق کو چھوڑ زمانۂ حال کے فضلاء کا شغف سیرت محمدی ملاحظہ ہو۔ دور افتادہ۔ ہنگری آسٹریا۔ جرمنی۔ فرانس۔ حتیٰ کہ انگلستان اور امریکہ۔ میں آپ کو کروڑوں علماء ایسے ملیں گے جو نہ بظاہر مسلمان ہیں۔ نہ عرب ہی ہیں۔ نہ عربی زبان جانتے ہیں مگر جن کی زندگی کا واحد مقصد یہ ہے کہ سیرت محمدیہ کی قدریات کو غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ جو باتیں سابقین سے رہ گئی ہوں۔ ان کو ہویدا کیا جائے۔ اور اس معجز بیان انسان کی عملی کامیابی کے بند سرچشموں کو از سر نو وا کیا جائے۔ جس نے نصف صدی کے قلیل

عرصے کے درمیان دیولپار پیرینیز سے نیک دیوار چینی تک علم وفضل۔ شجاعت وغیرت۔ صنعت وحرفت۔ تجارت وفلاحت۔ سیاست وسلطنت کے اصولوں کو اسلامی رنگ میں ایسا رنگا کہ متمدن سے متمدن اور مہذب سے مہذب نظام اس رنگ کی شوخی کے سامنے ماند پڑ گئے۔

کیا حضرت مسیح ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تھے؟ اور کیا ان کے پیرووں کا شمار دنیا کی بہتری اور ترقی پرور قوموں میں نہیں ہوتا۔ ہوتا ہے۔ اور ضرور ہوتا ہے مگر کیا سبب ہے کسی یورپی عالم نے اپنی زندگی کو حیات مسیح ؑ کی تدقیق اور تحقیق کے لئے وقف نہیں کیا۔ کیا مہاتما بدھ ایک توحید پرست اور نورانی اللہ انسان نہ تھے؟ ہندوستان۔ اور چین کے کروڑوں بدھ مت کے پیرو حضرت بدھ کی روحانی کامیابی کی زندہ شہادت موجود ہیں مگر کیا کسی غیر بدھ عالم نے آپ کی سیرت کی تحقیق میں اس کاوش کا اظہار کیا ہے جو کئی لیک غیر مسلموں نے رسول عربی صلعم کے مطالعہ میں کیا ہے کیا کرشن مہاراج کا اصول بھگوت گیتا جو ایک زمانہ تک بھارت دیش باسیوں کے درمیان بھگتی پرچار کا ذریعہ تھا اس قابل نہ تھا۔ کہ لوگ ان کی طرف توجہ کرتے اور ان کی زندگی پر روشنی ڈالتے میرے نزدیک رسول عربی ؐ کی عالمگیر ہر دلعزیزی۔ اور وہ بھی غیر مسلم علماء کے درمیان نبی برحق کی صداقت کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ آپ کو دنیائے عارضی سے رخصت ہوئے ساڑھے بارہ صدی کا عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر آئے دن آپ کی ؐ اصولوں کی تحقیق میں نئی کتابیں لکھی جارہی ہیں جو کایا پلٹ ان سے دنیائے عرب کی ہوئی اسپر نئی نئی اشاعتیں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ اور موجودہ حالات سے اندازہ لگتا ہے۔ کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائیگا۔ ترقی یافتہ اور متمدن دنیا کے لوگ آپ کے اقوال وافعال سے رہبری اور دستگیری حاصل کرتے رہیں گے۔ بنابریں تاریخ کے ایوانوں میں اعلیٰ ترین جا کے امتیاز پیغمبر اسلام کی ہے جن کی زندگی کا ہر ایک واقعہ دنیا بھر کی زبانوں میں تحریر ہو کر حیات جاوید کے سلسلوں میں منسلک ہو چکا ہے۔

کیا محمد عربی ؐ کے شیدا۔ اس ذات برحق کے پیرو اس کی وحی پر ایمان لانے کے مدعیوں نے اس نور سلسل اس بہتی گنگا۔ اس خیر جاریہ سے وہ فیض حاصل کیا ہے۔ جس کا تکرار بہت ہے۔ مگر ثبوت کم۔ اے کاش! مسلمان رسول اکرم کے اصول زندگی سے خبردار ہوتے تو آج اس عظیم الشان ہادی برحق کے کارناموں کو منکشف کرنیوالے مسلمان ہوتے نہ کہ غیر مسلم خدا ہم سب کو اسلام محمدیہ پر عمل کرنیکی ہدایت نصیب کرے! آمین

مسلمانوں کے مقاصد زندگی کی تشریح

(جناب مولانا احمد علی صاحب ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ جس طرح نظام عالم جسمانی کے لئے سورج کی ضرورت ہے اس طرح عالم ارواح کے لئے ایک نورانی آفتاب کی ضرورت ہے اگر سورج نہ ہوتا اور ہمیشہ رات ہی رہتی تو کاروبار دنیا کا چلنا محال تھا۔ اسی طرح اگر نظام روحانی کے چلانے کی خاطر آفتاب روحانی نہ بھیجا جاتا۔ تو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فطرت سلیمہ دیکر انسان کو بھیجا تھا۔ لیکن وہ بے بصر تھا۔ انسان کا طبعی تقاضا ہے کہ اس کی اندرونی بینائی بیرونی نور کی اعانت کے بغیر کام نہیں دیتی۔

اس روحانی بینائی کے بیرونی معاون انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

نور نبوت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے باقی انبیاء علیہم السلام کو وہی نسبت ہے جو سورج سے باقی سیاروں اور ستاروں کو ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو سب بے نور ہو نظر آتے ہیں یہ نہیں کہ فی الواقع ان کا نور سلب کر لیا گیا ہے بلکہ اس اعلیٰ نور کے سامنے سب کا نور مستور ہو گیا ہے اسیطرح جب سید الرسل والانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور عالم ناسوت میں منصہ شہود پر آیا۔ تو تمام متبعین ادیان سابقہ کے لئے آپ ہی کا نور ہادی و مشعل راہ الٰہی بن گیا اب جو شخص آفتاب محمدی کے نور میں چلے گا وہی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگا

رحمۃ للعالمین کا لقب

نور نبوۃ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ سارے بنی نوع انسان پر سایۂ افگن ہے بخلاف باقی حضرات انبیاء علیہم السلام کے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی قوم کیلئے مخصوص تھا۔ اس لئے رحمۃ للعالمین کا لقب اقدس فقط شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تمغہ امتیاز بنا اس لحاظ سے امت محمدیہ پر خدائے قدوس عز اسمہٗ وجل شانہٗ کا وہ احسان ہوا۔ کہ کسی امت سابقہ پر نہیں ہوا

برکات رحمۃ للعالمین

رحمۃ للعالمین کے وجود مسعود ہی کی برکت تھی جس سے امت بلاواسطہ یعنی عرب کے اندر مندرجہ ذیل انقلاب آگیا۔

مردہ قوم	سے	زندہ قوم بن گئے
ذلیل //	//	عزیز // //
راہزن //	//	محافظ راہ //
چور //	//	پاسبان //
جاہل //	//	عالم // //
بے ایمان //	//	ایماندار //
بت پرست //	//	خداپرست //
ظالم //	//	عادل // //
سنگدل //	//	رحمدل // //
غیر متمدن //	//	متمدن // //
غیر مہذب //	//	مہذب // //
تبیع ہوا //	//	متبع اللہ //

امت محمدیہ کا فرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت چونکہ آپ کی جانشین ہونیکی دعویدار ہے اسلئے جو فرض تبلیغ الاسلام آپ کے ذمے تھا۔ اب وہ امت کے ذمہ فرض ہے لہٰذا امت کو چاہیئے کہ اس مقدس دین کو زمین کے چپہ چپہ میں پھیلائے۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔

(ترجمہ۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز تم پر نازل کی گئی ہے۔ اس کو آگے پہنچا دو۔ اور اگر تم نے نہ پہنچایا تو گویا کہ تم نے منصب رسالت کا حق ہی ادا نہ کیا۔ اس آیت سے مستنبط ہوتا ہے کہ امت کے ہر فرد پر یہ عائد ہوجاتا ہے کہ جو اسے پہنچا ہے وہ سب کو پہنچا دے۔

مجلس میلاد کا صحیح انعقاد

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے مجالس میں ذکر کرنے سے کوئی عذر ہوسکتا ہے بلکہ میرے خیال میں ان فضائل و مناقب کے ذکر سے رحمت الٰہیہ کا نزول ہوگا۔ اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ فلاں تاریخ یا فلاں ماہ میں ہو بلکہ بارہ مہینے اور ہر مہینہ کے تیس دن اور اور ہر دن کے چوبیس گھنٹوں میں جب کوئی چاہے کسی باخدا عالم کو بلاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سنے اور لوگوں کو سنوائے ہاں یہ ضرور ہے کہ مجلس میلاد میں میلاد کے تمام ضروری پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے وہ ضروری پہلو کیا ہیں؟ یہ ہیں:۔

(۱) اس در یتیم کی ولادت باسعادت کا مقصد کیا تھا؟

(۲) اس در یتیم کی ولادت باسعادت کے مقصد کو پورا کرنے کیلئے کیا وسایل اختیار کئے گئے۔؟

(۳) اس در یتیم کی ولادت باسعادت کا مقصد پورا ہوکر ختم ہوگیا۔ یا اب تک وہ مقصد باقی ہے۔؟

(۴) اس در یتیم کی ولادت باسعادت کا مقصد پورا کرنے کے لئے اب کونسی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

مقصد ولادت

(۱) گم گشتگان راہ ہدایت کو سیدھے راستے پر لانا۔

(۲) جن کی شامت اعمال کے باعث مالک الملک عزاسمہ روٹھ چکا ہے ان کو اس نجات برتر کے راضی کرنیکا نسخہ بتلانا۔

(۳) بندوں کو وفاداری الٰہی کا سبق پڑھانا۔

(۴) خدا تعالےٰ اور بندے کو ملانا (۵) ملاکر بندے کو نباہ کا طریقہ بتلانا۔ (۶) انسان کو اپنا تمغہ امتیاز انسانی دکھانا۔

وسائل تکمیل

(۱) قرآن حکیم کی تعلیم (۲) سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود نمونہ عمل بن کر ان کے سامنے آنا۔

مقصد ختم ہوگیا یا باقی ہے

(۱) امت محمدیہ کے مقدس ترین اور بہترین گروہ۔ اہل السنت والجماعت کا اعتقاد ہے کہ آپ خاتم الانبیا ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا

قیامت تک ہدایت محمدی ہی سب نسل انسانی کے لئے ہادی رہے گی۔

(۲) حضور انور فداہ ابی وامی جو مقصد اشاعت دین الٰہی کا علماً عملاً خود ادا فرمایا کرتے تھے بعد کو قیامت تک آپ کی امت کے علماء ربانی ادا کرتے رہیں گے۔

موجودہ ضروریات

(۱) کتاب السنت کی عام اشاعت کی جائے۔

(۲) علماء کرام تعلیم کتاب وسنت کا مجسم نمونہ بن کر خلق خدا کے سامنے آئیں ان دو چیزوں میں سے ایک کو بھی ترک کیا گیا۔ تو نتائج صحیحہ کا پیدا ہونا نہایت مشکل ہوگا

موجودہ مجالس میلاد کے نقائص

اگر صحیح طریقہ پر مجالس میلاد وفضائل ومناقب حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم قائم کی جائیں۔ کسی مسلمان کو انکار کی گنجائش نہیں۔ لیکن اب چند بدعات اور خلاف شرع اشیاء کے بڑھانے کی وجہ سے اسلام صحیح کے سچے خادم ان بدعات سے جب منع کرتے ہیں تو ہمارے بعض بھائیوں کو ایک شرارت سوجھتی ہے اور لوگوں میں عام طور پر یہ پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ رد کرنے والے در اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ اور آپ کے ذکر خیر سے چڑتے ہیں اس لئے منع کرتے ہیں۔

فہرست نقائص

(۱) عموماً مجالس میلاد میں خوش الحان نعت خوانوں کو بلایا جاتا ہے جن میں سے کئی ڈاڑھی منڈے بے نماز غیبت کرنے والے جھوٹ بولنے والے احکام شرعی سے جاہل ہوتے ہیں۔ اور عملی طور پر ان کے دلوں میں شریعت کی عزت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن محض خوش آوازی کے لحاظ سے انہیں بلایا جاتا ہے اور انکو روح رواں مجلس بنایا جاتا ہے۔

(۲) نعت خوان عموماً جاہل ہوتے ہیں اس لئے بعض اوقات ایسی نعتیں پڑھتے ہیں جن سے شریعت اسلامیہ کے اصولی احکام پر بھی زد پڑ جاتی ہے۔

بطور نمونہ لاہور کی مروجہ نعتوں کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہدوں ❊ خدا خود رسول خدا بن کے آیا

(۳) روشنی کرنے میں اسراف کیا جاتا ہے جس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں مثلاً اگر ایک چراغ سے مسجد روشن ہو سکتی ہے تو دس یا پندرہ جلائے جاتے ہیں اور یہ اسراف ہے۔

(۴) اب ایک نئی رسم کا افتتاح ہو رہا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ اسلئے اس دن جلوس نکالا جائے۔

حنفی بھائیوں سے عرضداشت

میرے محترم ومعزز حنفی بھائیو! ہمارے ہاں اجتہاد کا دروازہ چوتھی صدی ہجری کے بعد بند ہو چکا ہے لہٰذا کسی حنفی کو اس قسم کی ایجادات کا حق نہیں ہے جو لوگ تقلید کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اس قسم کی حرکتیں کریں۔ تو اور بات ہے۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اسلاف کو بدنام نہ کریں اور اس قسم کے اختراعات سے محترز رہیں۔

خُلقِ عظیم کا نُورانی پیکر

اُسوہ حسنہ کے سبق آموز کوائف

(از جناب حکیم ابوالفقر محمد شمس الحق خان صاحب حکیم حاذق ستند وسب اڈیٹر اخبار اہل السنۃ و الجماعۃ امرتسر)

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ ۞ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ ۞ حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ۞ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

اسلام کی روشن شعاعوں نے تمام کفر و ظلمت کے بادلوں کو پہاڑوں اور سمندروں کے پرے گرا دیا۔ اور عالم کو منور کر کے اسلام کی خوبیاں اور محاسن اَلَدُّ الْخِصَام مخالفان اسلام کے سامنے براہین و دلائل قاطعہ سے تسلیم کرائیں مگر خلقت اور فطرت انسانی کے برعکس عالم جب عدوان و عصیان کی موجوں میں پھنس جاتے ہیں اور طہارت و سعادت سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ ایک عظیم فساد دنیا میں برپا کر دیتے ہیں پس پھر کیا ہوتا ہے۔ ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا دَور ہوتا ہے جب شرق سے غرب تک کفر و ظلمت چھا گئی۔ اور علم الٰہی میں وہ وقت آیا جس کا انتظار انبیاء علیہم السلام کو تھا یعنی وہ وقت آیا کہ ناموس الٰہی کی منور شعاعیں ظاہر ہو کر صداقت و حقانیت کی تشہیر و اعلان کریں ہمیشہ فساد کے بعد اصلاح ہوا کرتی ہے فساد کا ظہور زیادہ ہو چکا تھا۔ تو ایسے وقت میں مُصلح ہادی رہبر (Reformer) ریفارمر کی ضرورت تھی۔ فاران کی چوٹیوں سے اس نُور کا ظہور ہوا۔ اور مخالفان کی عداوت و اختلاف نے اس کی قوت کو بلند کیا۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ۔ تاریخ کی اگر ورق گردانی کی جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ مسیح نبی اللہ کے ظہور سے قبل بنی اسرائیل منتشر اور متفرق تھے۔ بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں سے دس دنیا میں پھیلے تبت، چین، ہندوستان، کشمیر، ایران، افغانستان میں انکی آبادی ہوئی۔ ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ ایسی عالم دعوت دنیا کو دیا وے جو اتحاد و اتفاق کے لئے شاہد ہو اور بشیر ہو بندگان نفس کی غلامی و استبداد سے نجات ہو اور فادار کیطرف دعوت دینے والا ہو۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

آں ہادی کے زمانہ حیات کے حالات اور واقعات ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ ہم کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے حرکات سکنات وغیرہ ان کے مطابق کریں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو یہ قابل تحفظ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور قوت ہم کو دبا نہیں سکتی۔ بلکہ جو مقابلہ کریگا وہ خود مغلوب ہوگا۔ اور قعر مذلت میں گریگا۔

سرچشمہ برکات

طغیان عصیان کی اس سنگلاخ زمین سے وہ چشمہ فیض و برکات ظہور ہوا جو خاطیوں و گنہگاروں کی تشنہ کو سیراب کرنیوالا سرچشمہ تھا۔ اس مقدس ذات مجمع الصفات نے ریگزار عرب میں وہ حقائق و معارف اللہ کے گل کھلائے کہ آج تیرہ صدیوں

سے بعد مہذب ممالک کے ارباب بصیرت اور متمدن صاحب
ملک اس کی عطر بیزیوں کی ستائش میں رطب اللسان ہیں
اِذَا اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۔
سبحان اللہ! وہ پیغمبر خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین جس کی
شان میں ابتداء میں حکم ہوتا ہے ۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى
آپ خلق عظیم اور سرچشمہ برکات اور رحمت جہان کے واسطے
تشریف لائے ۔ سابقہ نبیوں کی طرح غضب اور قہر حق کی
کی صفات جلالی کے اعادہ کے واسطے تشریف نہیں لائے
عرب میں اس قبیلہ میں پیدا ہوئے جو نسلی امتیاز و فوقیت
حجاز کے اندر رکھتا ہے ۔ یہ اصول ہے کہ بچے کے تحفظ اور
پرورش اس کے والدین ہی کیا کریں ۔ لیکن آپ سے یہ سلسلہ
منقطع ہو گیا ۔ یہ مشیت ایزدی کو منظور تھا ۔ اور حضور نے اپنا تحفظ
باعانت حق خود اپنے ذمہ لیا ۔ اور اپنی طفولیت کے عہد سعید
میں گوناگوں معجزات کا انکشاف جناب سے سرزد ہوا سچ ہے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنیوالا

زمانہ جاہلیت

میں کیا حالت تھی ۔ انسانی فطرت مسخ ہو گئی تھی ۔ خدا کا کوئی بھی
نام لیوا نہ تھا ۔ یونان، مصر، ایران، ہندوستان وغیرہ متمدن
ملکوں میں کفر ضلالت وجہالت گھر گھر مستقر تھا ۔ عیسوی کی
چھٹی صدی کے اخیر میں دنیا کے تمام حصہ آبادی میں بدویت
و وحشیت کا عالم طاری تھا ۔ ہر قوم جماعت و فرد انسانی زیب
وزینت سے معرا تھا ۔ اور انتہائی قعر ذلت کے گڑھے میں
گر چکی تھی ۔ ایران زردشتی مذہب اور مجوسی بداخلاق کی نذر
ہو چکا تھا نفس پرستی نے اپنا سکہ جمایا ہوا تھا ۔ ہندوستان
میں ہر ایک گھر کو بام مارگی مذہب نے بت کدہ بنا رکھا تھا ۔

حتیٰ کہ پستی اور ذلت کا یہ عالم تھا کہ لوگوں نے درختوں پتھروں
دریاؤں پہاڑوں چوپاؤں سانپوں بلکہ نعوذ باللہ عورتوں کی
شرمگاہوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا ۔ الغرض یونان ومصر میں
بھی ایسے افعال شنیعہ موجود تھے چین میں کواکب پرستی و عناصر
پرستی موجود تھی ۔ بالآخر دنیا میں یہ وہ قعر ذلت کا انتہائی وقت
تھا کہ احاطہ بیان سے زبان قاصر ہے ۔ خلاق عالم نے
(جو رؤف ورحیم اور رحمۃ اللعٰلمین ہے) بنی نوع انسان کے
اعمال واحوال کی اصلاح وتزکیہ کے لئے ایک صاحب شریعت
زبردست معلم جہان خشک سنگلاخ زمین میں پیدا فرمایا جو حجت
بالغہ وبراہین ساطعہ کے منصہ شہود پر تشریف لائے اور ایسے
مقام سے نزول ہوا جو تمام بشری شرافتوں سے ہزاروں بلکہ
لاکھوں کوسوں دور ہے ۔ وہ شرافت مکہ شریف کے ساکنان
کو عطا کی گئی :

انسانی شرافت

حضور سردار دوجہان صلعم کی جادۂ حیات کے پہلے چالیس مرحلے
جس شرافت و دیانت زہد وتقویٰ ونجابت سے گذرے ہیں
طوالت کو ترک کرکے اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ حضور کو مکہ
شریف اور اس کے اطراف واکناف میں امین کے وصف سے
موصوف کیا جاتا تھا ۔ فلسفۂ فطرت کے زیر اثر سب سے بڑی صفت
جو شرافت انسانی کا مستحق انسان کو ٹھہراتی ہے ۔ وہ یہ ہی
شرافت ہے جو امین کے نام سے موسوم ہے ۔ دنیوی تعلقات
و بود و باش کے لئے اعتبار و اعتماد پیدا کرنے یا کرانے کے لئے
یہ سب سے مقدم اور لازمی چیز ہے ۔ کہ جو جو انسان پر فرائض
عائد ہوں ان کو پوری پوری دیانت داری وشرافت وزہد سے
ادا کرے ان حالات کی بنا پر لوگ آپ کو

خدیجۃ الکبریٰ

کے پاس لیگئے اور مائی خدیجۃ الکبریٰ نے تمام مال ومتاع اور

ساز و سامان آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے بلکہ جان عزیز
کو بھی آپ پر نچھاور کر دیا تھا۔ الغرض اس تمام قربانی کے معاوضہ
میں جو آپ کو ملا اس کا توازن وہی سید دارواح کر سکتی ہیں جو
السّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ کی مختار صف میں کھڑی نظر آتی ہیں۔
اور اتباعِ مومنین کے نام سے موصوف ہیں!

قطعی مسئلہ ہے کہ کوئی مذہب و جماعت ایسی نہیں کہ اسکو
تبلیغ و اشاعت میں حوادث و آفات و مصائب کا سامنا ہوا
ہو تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ جملہ انبیا علیہم السلام و
الصلوٰۃ اس مقصد عظیم کو بدرجہ اکمل نہیں پہونچا سکے۔ حالانکہ
معجزات کے ساتھ عمریں بھی بہت لمبی تھیں۔ حضرت نوح علیہ
السلام نے ہزار سال پند و نصیحت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ
آپ فرماتے ہیں۔ ربِّ لا تذر علی الارض من الکافرین
دیارا۔ اتنی سعی کے بعد ساٹھ ستر مومنین آپ کے حلقہ میں
داخل ہوئے؛ اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ ع نے
ملت حنیف کی اشاعت میں لاکھوں قسم کی جدّ و جہد فرمائی
مگر شر و فساد میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زبان
سے اعلاء کلمۃ الحق کیا اور تلوار سے بھی وحدانیت کا ڈنکا بجایا۔
مگر مشرکین اپنی فرعونیت سے باز نہ آئے اور غرق کئے گئے۔
اسی طرح حضرت عیسیٰ ع کلمۃ الحق کا بارگران دوش پر اٹھا کر گمراہان
طریق الہدیٰ کو دعوت دی۔ جس کا انکار کیا گیا۔ اور استہزا
کیا گیا۔ اور دعوت و تبلیغ کو ناکام چھوڑ گیا۔ بل رفعہ اللہ علیہ
آسمان پر اٹھائے گئے۔

الغرض واقعات کے ماتحت کچھ نتیجہ نکالنا ذی شعور بشر کا فرض
ہے۔ یعنی ہر ایک چیز کا آغاز ایک انجام کے لئے ہے۔ انسان
ایک ایسی صورت و سیرت کا متلاشی تھا۔ جو سرتاپا بشارت
و رحمت و محبت و ایثار کا مجموعہ ہو۔ اور قلوب حزین و مجروح
ایسی مرہم کی متلاشی تھے۔ جو ملتہب زخموں کو تسکین دے۔
اور مدتوں کے زخم ناسور کو مندمل کرے شکایات انتہا کو پہنچ
چکی تھیں۔ وقت اُن کے اندمال کا قریب تھا۔ اور قادر مطلق
حکیم کامل نے تیر بہدف دوا بھی مہیا کر دی تھیں۔ یہ اصول
ہے کہ مرض کی انتہا یا موت ہے۔ یا عمل صحت کا آغاز۔ خداء
ذوالمنن کو ایسے بگڑے ہوئے زمانہ میں خوشگوار انقلاب
پیدا کرنا منظور تھا۔ جو المدثر المزمل سے کیا گیا۔

شہادت از کتب مقدس

زبور و توریت مقدس میں مالک الملک نے مبشراً برسولٍ
یاتی من بعدی اسمہ احمد بشارت اس بشر کی دی
جسکا وعدہ ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام
وغیرہ نے کیا۔ آسمان اس کے جمال سے چھپ گئے اور زمین
اس کی ثنا سے بھر گئی۔ وہ فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا۔
اور دس ہزار انسانوں کے مجمع میں کھڑا نظر آیا۔ یروشلم کی بیٹیوں
نے جان سے اس کو پہچان لیا کہ اس کا رخ شیرین ہے وہ
محمّد ہے سلیمان علیہ السلام کا محبوب ہے۔ پیشگوئی دانیال
کی تکمیل ہوئی۔ جو کہ یہ ہے کہ ایک بڑا پتھر جو کہ کاٹکر کسی سے
نہ نکل سکا۔ وہ خود بخود نکلا اور مورت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور ایک
پہاڑ بن گیا۔ اور تمام زمین اس سے بھر گئی۔ اور زبور کے
الفاظ پورے ہوگئے۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا وہ
ہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا۔ حضرت مسیح کی اس تمثیل نے
جامۂ صداقت پہن لیا۔ کہ جو اس پتھر پر گرے گا وہ اس کو
پیس دیگا۔ ایسے حالات میں تسلی دینے والا روح القدس
خدمت میں آیا اور تسلی و اطمینان دلایا۔ ماضی کے حالات اور
واقعات بتائے۔ معرفت و صداقت کے خزانے کھول دیئے
حال کی اصلاح۔ اور مستقبل کی خبر دی؛ یہ روح حق وہی روح
ہے۔ جس کی زبور اور توریت نے صداقت و شہادت دی ہے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات
انسان کی زندگی کے لئے ایک مقدس کسوٹی ہے جو حق و باطل
کو فارق ہے۔ ہر ایک چیز کے حسن و قبح خیر و شر غلط یا صحیح وغیرہ
کے فرق معلوم کرنے کے واسطے اسوۂ حسنہ سے اور کوئی بہتر چیز

نہیں ہے:
الغرض شریعت حقہ سے بہتر قانون کوئی متمدن قوم تجویز نہ کر سکی۔ دنیا کے مقننین کی تجاویز میں ہمیشہ تغیر و تبدل ہوتا رہا۔ مگر شریعت حقہ کا ایک ٹھوس قانون اس ردوبدل سے مبرا ہے۔ نبی خاتم النبیین ایسا صاف اور روشن دین دنیا میں لائے۔ جس کو دبانے کے واسطے مخالفین و معاندین اسلام نے چوٹی کا زور صرف کیا۔ مگر ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون۔ وہ ہمیشہ غالب و فائق ہی رہا۔ کسی کے دبانے سے نہ دبا۔ بلکہ اس میں ایک ایسی خوبی ہے۔ جتنا اس کو دبایا جائے۔ اتنا ہی یہ بالاتر جاتا ہے:

حقیقت رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب محمد قاسم صاحب مسلم نیاسا مرودڑی دربن)

خاص نمبر اسلام کے واسطے مضمون لکھنا چاہتا تھا۔ مگر ایسا موضوع نہ آسکا۔ لہذا اس وقت رسول مقبول ستودہ صفات (فداہ ابی و امی) کے محاسن اور حالات ابتدائے رسالت عرض کرتا ہوں۔ اس درمیان میں ہمارے چچا زاد بھائی مسٹر سی کے اسمٰعیل نے ایک لڑیچر دکھایا۔ دل نے چاہا کہ اس کا ترجمہ طبع کرایا جائے۔ امید ہے میرے ہندی بھائی اس سے مسرور ہونگے:

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی تواریخ کے قابل ذکر اور مشہور ترین آدمیوں میں ہوئے ہیں۔ آپؐ کی پیدائش مبارک ۵۷۰ء میں ہوئی۔ آپؐ نے اپنی اوائل عمر بھیڑوں کے ایک چرواہے کی صورت میں گذارنے کے بعد ایک امیر کبیر بیوہ کی ملازمت اختیار کی جس کے ساتھ پھر آپؐ نے ۲۵ سال کی عمر میں شادی کر لی۔ "جوہن بنس" اور دیگر مذہبی عارفوں اور مجذوبوں کیطرح آپ نے بھی مذہبی تجربات دردانگیز[1] اور روحانی الہام جانفشانی سے حاصل کئے۔ آپؐ کے زمانے میں عیسائی مذہب سیریا میں عروج پر تھا۔ اور یہودیوں کی بھی بہت سی بستیاں وہاں موجود تھیں۔ ایسی حالت میں حضرت صاحب نے ضرور ان مذاہب کا اپنے لوگوں کی سادہ دلی کے ساتھ مقابلہ کیا تھا۔ ڈاکٹر جی۔ ایم گرانٹ نے حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشن کے آغاز کو ایک ڈرامائی صورت میں لکھا ہے۔ کہ آپ انسانی مجلسوں سے پرہیز کیا کرتے تھے اور اکیلے پہاڑوں پر غور و خوض کرتے پھرتے تھے۔ یہانتک کہ اس خلوت میں آپکو ایک جذبہ پیدا ہوا۔ اور نازک وقت آپہنچا۔ آپؐ نے مبارک مہینے میں غیر آباد سنسان بغیر گھاس و پھل پھول والے پہاڑ ہیرا (حرا) نامی پر جس میں نہ تو کوئی کنواں تھا اور نہ ہی کہیں سایہ تھا۔ فاقہ کشی اور عبادت میں وقت گذارنا شروع کیا۔ اس عرصہ کے کئی مہینوں بلکہ سالوں سے آپکی طبیعت زیادہ نازک اور مضطرب ہو گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ بچپن ہی سے آپؐ کی طبیعت میں بے حس و حرکت ہو جانے کی عادت تھی۔ اور آپکا جسم اور بناوٹ آپکے گردونواح کے لوگوں میں بہت نازک اور خوبصورت تھی۔ ایسی حالت میں غار والی حدیث کے مطابق حضرت صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک آواز سُنی "پڑھو" آپؐ نے جواب دیا۔ "کیا پڑھوں" آواز آئی "اپنے خدا کے نام کے ساتھ پڑھو جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے"

[1] یہ بات ثبوت کی محتاج ہے۔ اصحاب قلم باثبوت بات تحریر کیا کریں۔ ۱۲ مصوعد

سو جس نے آدمی کو خون سے بنایا ہے۔ پڑھو کیونکہ تمہارا خدا سب سے زیادہ کریم و سخی ہے جس نے کہ قلم میں طاقت دی اور آدمی کو وہ سکھایا جو کہ وہ نہیں جانتا تھا؛

آپ کانپتے ہوئے اُٹھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچکر سب کچھ کہہ سُنایا۔ انہوں نے آپکی باتوں پر پورا یقین کیا اور آپکے خوف کو کم کرتے ہوئے کہا کہ آگے کی طرف خیال کرو کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ مگر پھر بھی آپ کو یقین نہ ہوا۔ اور خود بھی اطمینان نہ ہوا؛ اور بار بار یہی سوچتے کہ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں۔ آیا کوئی جن بھوت سر پر سوار ہو گیا ہے۔ کیا یہ خدا کی آوازیں تھیں۔ الہام تعجب اور امید نے آپکی حالت ناقابل برداشت کر دی ہوئی تھی۔ کبھی تو امید کے خیال میں خوشی سے پھولتے اور کبھی ناامیدی کے سمندر میں غرقاب ہو جاتے۔ اس طرح کچھ عرصہ گذر گیا۔ اور آپنے پھر وہی آواز سُنی۔ آپ خدا کے پیغمبر ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔ اس وقت آپ پر یقین واثق ہوا کہ بیشک۔ وہ خدا کا پیغام عرب والوں کو پہنچائیں گے۔ جو حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل ہوگا؛

اس وقت حضرت خدیجہ رضہ کے پاس گھبراہٹ میں پہنچے اور کہنے لگے کہ مجھے چھپا لو، چھپا لو؛ اس وقت آواز آئی کہ تم جو کہ چھپے ہوئے ہو اور کپڑے میں ہو اُٹھو اور خبردار ہو جاؤ تمہارا خدا آشکار ہوتا ہے اور تمہارے کپڑے پاک ہوتے ہیں۔ اور نفرت کو چھوڑ دو۔ اور زیادتی کے لئے مہربانیاں مت کرو۔ اور تمہارا خدا تمہاری انتظار کرتا ہے؛؛

اس طور پہلے پہل حضرت رسول کریم کو وحی نازل ہوئی حضرتؐ صاحب کی عمر چالیس برس کی تھی جبکہ انہوں نے صرف ایک پاک اور سچے خدا پر بھروسہ کرنا شروع کیا اور آپ نے مرنے کے بعد اعمال کے مطابق ثواب اور عذاب ہونے کا وعظ شروع کیا۔

مخالفین اسلام کے حملے جسطرح کہ عام طور پر

مذہبی اصلاح کرنے والوں کو تکلیفیں اور ایذائیں اور برخلاف جدوجہد کی جاتی ہے۔ آپکو بھی سب کا سامنا کرنا پڑا یہانتک کہ آپؐ تنگ آکر آدھی رات کے وقت مکہ شریف سے مدینہ منورہ کی طرف بھاگنا پڑا۔ یہ بھاگ جانا یا ہجرت مسلمان حضرت محمدؐ کی زندگی کے قابل ذکر واقعات میں سے شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ دس ہزار آدمیوں کی ایک فوج مکہ شریف سے حضرتؐ صاحب کے برخلاف روانہ کی گئی۔ مگر حضرت محمدؐ صاحب نے ایک خندق کھود کر سامنے دیوار بنالی جس سے دشمنوں کی ہر ایک کوشش ناکام رہی؛ یہ ان کی ناکامی حضرتؐ صاحب کی خوشیوں اور ترقیوں کے آغاز کا باعث ہوئی۔ اور جس وقت حضرت کی وفات ۶۲ سال کی عمر میں ہوئی۔ اس وقت آپ تمام عرب کے مالک تھے؛

قرآن مجید (مسلمانوں کی بائیبل) سب سے پہلے ۶۳۵ء میں نبی صاحب کے انتقال کے تین سال بعد لکھا گیا۔

واشنگٹن ارون لکھتا ہے کہ خالد رضہ کے یروشلم پر فتح پانے کے تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابو بکر رضہ نے قرآن شریف کے لکھے ہوئے حصوں کو اور ان لوگوں کی زبان سے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور ساتھی رہے تھے جن کو وہ سب کچھ حفظ تھا۔ الہام کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اس کام کے لئے حضرت عمرؓ نے بہت زور لگایا تھا۔ جو کہ مذہب اسلام میں پُرجوش اور کمال سرگرم تھے۔

حضرت عمر رضہ کو اقربا کی لڑائی میں جو تجربہ کار اور حضرت محمدؐ صاحب کے بڑے اصحاب شہید ہوئے ان کا بہت رنج اور افسوس ہوا۔ اور وہ کہنے لگے کہ جو زندہ ہیں اور جن کو الہام زبانی یاد ہے۔ وہ حضرت محمدؐ صاحب کے مذہب کی شہادت اور گواہی دیتے ہیں، اور اگر میں (حضرت عمر رضہ) بھی اور دیگر آدمی بھی جو نظر آرہے ہیں، وہ بھی کام آتے تو مذہب اسلام کے تمام اصولوں کا بھی خاتمہ ہو جاتا۔ اسی واسطے انہوں نے ابو بکر رضہ پر زور دیا کہ وہ باقیماندہ مریدوں میں سے

جو کچھ کہ اُن کو یاد ہو، اور جہاں کہیں بھی کچھ قرآن مجید کا حصہ لکھا ہؤا ہو تو اکٹھا کرے؛

اس سے ظاہر ہوگا کہ قرآن شریف بہت کچھ اسطرح سے لکھا گیا جس[1] طرح کہ نئی بائیبل۔ اور کہہ سکتے ہیں کہ اس سے بھی بڑھکر۔ کیونکہ اس میں صرف مذہب کے متعلق نصیحت نہیں کیگئی۔ بلکہ یہ ایک دیوانی مقدمات کی کتاب ہے؛

مسلمانوں کے مذہب کا عقیدہ خدا کی وحدانیت پر مبنی ہے؛ اور یہ وُہ اصول ہے جس کو حضرتؐ نے اور اُن کے پیروکاروں نے عرب والوں کو جو کہ ستاروں کی پرستش کرتے تھے؛ پارسیوں کو جو کہ ہرمزد کو مانتے تھے؛ آرمینیوں اور ہندوستانیوں کو جو کہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور ترکوں کو جن کا پرستش کا کوئی بھی خاص طریقہ نہ تھا، سکھایا۔

اس وقت ان لوگوں کی تعداد جن کے واسطے کہ قرآن ایک مقدس و متبرک کتاب ہے۔ اور حضرت محمدؐ صاحب دنیا میں سب سے بڑے استاد ہیں؛ رومن کیتھلک کے گرجے کے پیروکاروں سے بھی آپکی ہستی بہت بڑی ہے۔ آٹھ کروڑ مسلمان صرف ہندوستان ہی میں ہیں۔

قرآن کیا سکھاتا ہے؟

قرآن مجید خدا پر یقین رکھنا سکھاتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے؛ اس کے فرشتوں اور اُس کے قرآن اور اس کے نبی۔ تقدیر، قیامت اور موت کے بعد انصاف یعنی حشرونشر سکھاتا ہے۔ مسلمانوں کے واسطے حضرتؐ صاحب خدا کے احکام کو لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہوئے ہیں۔ اور مسلمان قرآن شریف کو الہامی کتاب پوری یقین سے جانتے ہیں۔ اُن کے واسطے یہ بخطا سیدھا راستہ دینی و دنیوی دکھلانے والی کتاب ہے۔ اور قرآن مجید کے کسی اصول یا حکم پر سوال پیدا نہیں کرتے۔ دوزخ کے متعلق مکمل طور پر قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے؛ دوزخ میں سات[2] طبقے ہیں جنمیں سے ایک بداعمال مسلمانوں کے واسطے ہے جنکو کہ تھوڑی سزا کے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے، دوسرا یہودیوں کے واسطے اور تیسرا عیسائیوں کے لئے اور سب سے بڑا مکاروں کے لئے ہے؛

قرآن مجید کا بہشت مسٹر واٹسن نے اسطرح لکھا ہے، اس کی خوبصورتی خواب و خیال اور قیاس سے باہر بتلائی گئی ہے اور جو کچھ بھی دلکو خوش کرسکتا اور بھا سکتا ہے وہ وہاں پر موجود ہے بیش بہا اور قیمتی جواہرات اور پھول پھل جنکی بابت کہ انسان کو پتہ بھی نہیں ہے؛ خود رَو چشمے جا بجا چل رہے ہیں، کسی سے دودھ کسی سے پانی کسی سے شراب (جمیں کہ نشہ نہیں ہوگا۔ اور کسی سے شہد بہ رہی ہے۔ یہ سب جاہ و جلال بہشت کی حوروں کے منور حسن و جمال سے ہیچ ہوگا۔ وہ انسان کیطرح مٹی کی بنی ہوئی نہیں ہونگی؛ بلکہ خالص مشک (عطر) کی اور بیش بہا اور خوبصورت کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہونگے۔ جنکی کہ خوبصورتی انکی خوشی اور ہمیشہ کے شباب اور جوانی سے دوبالا ہورہی گی اس جگہ حضرت اسرافیل فرشتہ کے دل کو لبھانے والے گانے سے بہشت کے رہنے والے وہ لطف اٹھاویں گے۔ جو کہ انسانی قیاس سے بالکل باہر ہے؛ یہ صرف خیال ہی نہیں کرلینا چاہیئے۔ کہ خوشی اور لطف کا خاتمہ اسی پر ہوجاتا ہے؛ یہ مختلف بہشت کی خوشیاں برائے نام اور ہیچ معلوم دینے لگ جاتی ہیں، جہاں کہ پروردگار عالم خداوند کریم کا دیدار صبح و شام حاصل ہوتا ہے؛

خدا یہ دیدار ہر ایک بشر کو عطا کرے جس سے ہر ایک کا دل منور ہو، اور شفاعت کا مستحق ہو؛

(ترجمہ از دی نائال ایڈورٹائزر)

[1] غلط ہے۔ بائبل میں اختلاف کا ہونا اور قرآن مجید کا اس سے پاک رہنا اس امر کی بین دلیل ہے۔ ۱۲ (مصحح)
[2] اس طرح کی تفصیل قرآن میں نہیں ہے۔ ۱۲ (مصحح)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ نظامیہ

(از جناب مولانا فتح محمد صاحب سیال ایم اے، سکرٹری صیغہ ترقی اسلام ؓ)

زمانہ حال میں اقوام یورپ نے اپنی قوت انتظامیہ سے بہت عروج حاصل کیا ہے۔ اور درحقیقت ان اقوام کی کامیابی کی تہ کے نیچے یہی ایک حقیقت ہے۔ جو بڑے بڑے مہمات میں ان لوگوں کے سر پر کامیابی کا سہرا باندھتی ہے۔ اسلئے فی زمانہ یورپ اس صفت کی بہت کچھ تعریف و توصیف کر رہا ہے۔ اور عام طور پر اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ایشیائی لوگ یورپ کا مقابلہ اس لئے نہیں کرسکتے کہ ان میں قوتِ انتظامیہ مقابلتہً مفقود ہے۔ یہانتک کہ میں نے ایک انگریز کو اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ میں نہیں مان سکتا۔ کہ ایک ایشیائی ایک معمولی دفتر کا بھی انتظام کرسکے چہ جائیکہ اقوام اور بلاد کا انتظام ان کے سپرد کیا جائے ایشیائی لوگوں کے متعلق تو موجودہ مبحث میں ہمیں سروکار نہیں لیکن موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی حالت کو دیکھا جائے۔ تو واقعہ میں قوت انتظامیہ ان میں بالکل مفقود معلوم ہوتی ہے۔ ان سلطنتوں کی شکستہ حالت، ان کی ریاستوں کی تباہی و بربادی، ان کی تجارت کی کمی و سرد بازاری اسی قوت اتحاد و انتظام کی کمی کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ لیکن مسلمانوں میں یہ حالت یقیناً اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بے خبری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل بلادِ عرب انتظام سے بالکل عاری تھے۔ ہر ایک شخص اپنے قبیلہ میں آزاد تھا۔ اور ہر ایک قبیلہ اپنے علاقہ میں جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اور اس کو کسی دوسرے قبیلے سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا۔ اور عرب لوگ محض حیوانوں کے گلّوں کیطرح ایک دوسرے سے آزاد اور بے تعلق اور جنگ و فساد و لوٹ مار میں مشغول رہتے تھے۔ اور اس کو اپنا قومی فخر سمجھتے تھے۔ نہ کوئی قانون تھا اور نہ کوئی آئین۔ نہ کوئی رئیس تھا۔ نہ ریاست۔

جسکا نتیجہ یہ تھا کہ عرب کی قومیت نہایت کمزور تھی۔ اور بنی اسرائیل کیطرح ہزارہا سال گذر جانے کے بعد کسی قسم کی قومی ترقی کی آثار ان لوگوں میں نمودار نہیں ہوئے تھے یمن دشام اور بغداد کے سرسبز علاقہ جات دوسری قوموں اور دوسری سلطنتوں کے ماتحت تھے۔ اور ایرانیوں اور رومیوں کی غلامی کا طوق پہنے ہوئے تھے۔ اور علاوہ فقدان سیاست و ریاست ان لوگوں کے آپس کے تفرقہ عناد اور نفاق کی یہ حالت تھی کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک بُت یا خدا بھی دوسرے سے جُدا تھا۔ اور کوئی چیز ان کو ایک انتظام اور ایک طریق پر رکھنے کے لئے موجود نہ تھی۔ قدرت بھی ان کے انتظام اور اتحاد کے خلاف لڑ رہی تھی۔ کیونکہ عرب کا ملک متعدد نخلستانوں میں تقسیم شدہ ہے۔ جن کو دشوار گذار پہاڑ اور بے آب و گیاہ صحراء ایک دوسرے سے کاٹ دیتے ہیں۔ اور ایک علاقہ کا دوسرے علاقہ کے ساتھ سیاسی یا تمدنی تعلق جس سے متحدہ قومیت کا خیال پیدا ہو، بالکل ناممکن تھا۔

ان مشکلات ظاہری اور باطنی کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے جو عرب میں عجیب تغیر واقعہ ہوا۔ اس کی تاریخ شاہد ہے۔ آپ تشریف لائے اور آپنے ان وحشیوں کو صرف وحدتِ قومیت کا ہی سبق نہیں

پڑھایا۔ بلکہ اخوت اور وحدتِ انسانی کی وُہ روح پھونک دی کہ وحشیوں کی آزاد اور متفرق اور منتشر قوم ایک قانون ایک انتظام اور ایک رئیس کے ماتحت آگئی۔ سینکڑوں سالوں کے جھگڑوں اور ہزارہا سال کے عادات مستمرہ کو یکلخت ترک کردیا۔ اور باہمی اخوت کا وہ نظارہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کہ دوست اور دشمن ابتک حیرت سے انگشت بدندان ہیں۔ قرآن کریم ان کی اس حالت کو اسطرح بیان کرتا ہے۔ کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا تفرقہ اور فساد کی وجہ سے تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے۔ یعنی قریب تھا۔ کہ عرب کی ساری قوم اس تفرقہ کی وجہ سے ہلاک اور ذلیل ہوجاتی۔ اور ان کا آپس کا فساد ان کو ایسا جلا دے جیساکہ آگ خشک لکڑی کو جلا دیتا ہے۔ پس خدا نے ایسی حالت سے تم کو نکالدیا۔ اور فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اور دشمنی اور عناد کی آگ کے بعد تم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ بھائی بھائی ہوگئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تشریف آوری سے جو اتحاد اور انتظام قائم ہوا وہ عرب تک ہی محدود نہیں رہا۔ اور صرف قبائل کی تفریق دُور ہوکر عرب کی ایک متحدہ قومیت قائم نہیں ہوگئی بلکہ آپ کے آنے سے طبعی اور غیر طبعی دونوں قسم کی رکاوٹیں دُور کردی گئیں اور عربوں، مصریوں، ایرانیوں، رومیوں اور ترکوں وغیرہ کی قومی اختلافات کو دُور کرکے سب کو ایک ہی دور سیاست اسلام کے ماتحت ایک انتظام میں شامل کردیا گیا۔ ایک ہزار سال تک ان اقوام نے وہ وہ کارہا نے نمایاں دکھائے۔ کہ اہل یورپ جو اب ایشیائی لوگوں پر جہالت کا الزام لگاتے ہیں۔ قرون اولیٰ کے اسلام اور مسلمانوں کا ہر سیدان میں سکہ مانتے تھے۔

عرب کیطرح آجکل ہندوستان کو بھی اتحاد اور ایک زبردست نظام کی ضرورت ہے۔ اور ہندوستان کی مرض تفرقہ و نفاق عرب کے تفرقہ اور نفاق سے بالکل مشابہ ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ ہندوستان میں وہی نسخہ استعمال نہ کیا جائے جو عرب میں نہایت ہی کامیابی سے استعمال کیا گیا۔ اور تمام ہندوستان کو نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے کے نیچے لانے کی کوشش کی جائے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو سوائے ایک روحانی جذبہ کے اور کوئی قوت جمع نہیں کرسکتی۔ اس لئے اسلام کے تمام نام لیواؤں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے نبی کریم جنکی محبت کا اُن کو دعویٰ ہے اور آپؐ کے صحابہ کرام رضؓ کے نمونہ کو دیکھیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ اور اپنے ذاتی اغراض کو دمیان میں لاکر قومی و اسلامی مہمات کو تہ و بالا کرنے کی کوشش نہ کیا کریں۔

جو کچھ عرب میں ہوا۔ وہ سب ہند میں بھی ہو سکتا ہے، وہی خدا ہے، وہی قرآن ہے، وہی اسلام ہے؛ اب بھی اسلام ایسا ہی زندہ ہے جیساکہ زمانہ ماسبق میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اب بھی مُردوں کی زندگی کی رُوح پھونک سکتا ہے۔ امت کے متفرق ذرّوں کو زبردست اور بلند قامت پہاڑ بنا سکتا ہے۔ جو اشجار و انہار اور برکات اللہ سے معمور ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہماری قوم میں وہ صفت اتحاد اور نظام قایم ہو۔ جو آپکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اندر پیدا کی تھی۔ تاکہ اسلام کی روح ہمارے اندر کام کرسکے اور تمام وہ اعلیٰ اخلاق ہمارے اندر پیدا ہوں۔ جو تنزیل رب العلمین ہمارے اوپر فرض کرتی ہے۔ تاکہ اقوام غیر بجائے حقارت کی نظر سے ہمیں دیکھنے کے اسلام کے ثنا خوان ہوکر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں۔ اور آپ کو نسل انسانی کا حقیقی محسن ماننے پر مجبور ہوں، عربوں میں اور صحابہ کرام میں بھی آراء کے متعلق اختلافات موجود تھے۔ لیکن وہ اپنی رائے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اپنے بھائی پر حملہ نہیں

نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے اپنے رنگ میں خدمات اسلام کرکے دوسروں سے اپنی برتری ثابت کرنے کے عادی تھے۔ اس طرح ان کا تمام زور اور طاقت خدمت اسلام میں لگادی جاتی تھی۔ اور یہ ان کا طریق عمل تھا لیکن بدقسمتی سے ہمارا طریق عمل یہ ہے۔ کہ ایک دوست ایک کام کو لیکر اُٹھتا ہے۔ دوسرا رشک سے یا نیک نیتی سے اس کے خلاف اپنی تمام طاقت کو خرچ کردیتا ہے۔ اور اس طرح سے جہانتک اسلام کا تعلق ہے۔ دونوں ضائع ہو جاتے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ہر ایک فرد اور ہر ایک جماعت اپنے اپنے رنگ میں خدمت اسلام کرے۔ اور مقابلہ یا تسابق میں اول تو مسلمانوں کی صفوں میں اس بات کا احساس بھی نہیں ہونا چاہئیے۔ اور اگر انسانی کمزوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ احساس موجود بھی ہو تو اس کا اظہار السابقون الاولون کے طریق کے ماتحت خدمت اسلام میں ہو۔ نہ کہ ایک دوسرے کو ذلیل کرنے اور مدمقابل جماعت کی تجاویز کی تخریب میں۔ والسلام۔

(خاکسار فتح محمد سیال ایم اے سکرٹری صیغہ ترقی اسلام)

انتقاد

اصلی حنفیت یہ ۳۶ صفحہ کا رسالہ ہے جسمیں قیام مجلس میلاد، نمازوں کے بعد آواز سے درود شریف پڑھنا۔ گیارہویں دینا۔ مُردے کا تیجا چالیسواں وغیرہ کرنا۔ وظیفہ شیئاً للہ و امداد کن۔ رسول اللہ کو بشر کہنا وغیرہ مسائل پر نہایت فاضلانہ طریق پر بحث کیگئی ہے۔

توحید مقبول یہ ۲۴ صفحہ کا رسالہ ہے جس میں توحید اور شرک کے ضروری مسئلہ کو پوری وضاحت سے بدلائل قرآن و حدیث بیان کیا گیا ہے۔

رسوم اسلامیہ پیدائش اطفال ختنہ۔ عقیقہ منگنی وغیرہ کے متعلق رسومات کا تذکرہ اور ان کے متعلق احکام شریعت کا بیان اس ۱۷ صفحہ کے رسالہ میں درج ہے۔

حرمت مزامیر اس ۱۰ صفحہ کے رسالہ میں باجہ وغیرہ مزامیر کی حرمت متعلق قرآن، حدیث، اور فقہائے اسلام کے اقوال سے کی گئی ہے۔

اسلام میں نکاح بیوگان یہ بھی ۱۶ صفحہ کا رسالہ ہے نکاح بیوگان کی تائید و تاکید میں احکام اسلام کا بہترین آئینہ ہے۔

شب برات۔ شب برات کے متعلق احکام اسلام کا تذکرہ اور آتشبازی وغیرہ موجودہ بدعات کی تردید ہے۔

خُلق محمدی اخلاق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قابل دید بیان جو ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ بنانے کے قابل ہے۔

وظیفے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولہ و فرمودہ وظایف و عملیات ہیں۔

خلاصہ اسلام۔ احکام و ارکان اسلام کا مختصر خلاصہ۔

اختیار رواج کی سزا اس رسالہ میں مالی میراث میں عورتوں کے حق شرعی کا مفصل بیان ہے۔ اور احکام شریعت پر رواج کو ترجیح دینے والوں کے لئے دربار خداوندی کی عبرتناک سزاؤں کا ذکر ہے۔

فوٹو کا شرعی فیصلہ۔ اس رسالہ کا مضمون نام ہی سے ظاہر ہے۔

پیغام رسول۔ تبلیغ تنظیم اور شدھی و سنگھٹن وغیرہ کا بیان۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رسالہ کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بھی مضمون نام سے ظاہر ہے۔

فلسفہ عید قربان۔ قربانی کا مفصل و مکمل بیان۔

ضرورۃ القرآن } اس مضمون پر یہ لاجواب کتاب ہر مسلمان کے لئے قابل دید ہے جس کی ضخامت ۶۰ صفحہ اور قیمت ۲ ر ہے۔

تفسیر سورۂ قریش } اس میں سورۂ قریش کی تفسیر کے ضمن میں علمائے کرام و صوفیائے عظام کے فرائض کو نہایت خوبی اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ہدیہ ۲ ر

تفسیر سورۂ کوثر } اس سورۂ کوثر کی جامع تفسیر کے ضمن میں مخالفین قربانی و اعدائے اسلام کی ہزیمت و ناکامی کے اصول و قواعد درج ہیں۔ ہدیہ ۲ ر

مندرجہ بالا تمام رسائل حضرت مولانا احمد علی صاحب ناظم انجمن خدام الدین و مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور کی تالیفات میں سے ہے۔ جن کے علم و فضل اور زہد و اتقا کا بچہ بچہ واقف ہے۔ یہ تمام رسائل نہ صرف مضامین کی خوبیوں کے لحاظ سے لاجواب ہیں۔ بلکہ کتابت طباعت اور کاغذ وغیرہ کی ظاہری صورت بھی نہایت دیدہ زیب و دلفریب ہے۔ یہ تمام رسائل ایک روپیہ برائے محصولڈاک وغیرہ بھیجنے پر مولانا موصوف سے مفت مل سکتے ہیں۔ ہم برادران اسلام سے بزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف خود ان رسائل کو مطالعہ فرمائیں۔ بلکہ ان مفید رسائل کی اپنے حلقۂ اثر میں بھی اشاعت فرمائیں۔

اسلام و آرین توحید } یہ ۲۲×۱۸ سائز کے ۴۰ صفحہ کا لاجواب رسالہ ہے؛ جو مولٰنا شیخ ناصر الدین صاحب سابق سوامی ستیہ دیو جی صاحب کی تالیفات سے ہے؛

مولٰنا موصوف نے اس رسالہ میں اسلامی توحید کی بے مثل عظمت اور آرین مسائل کی تردید و تکذیب نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے کی ہے۔ جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ایک آنہ (۱ر) کا ٹکٹ بھیجکر انجمن فیض الاسلام رانی تالاب سورت سے طلب فرمائیں :۔

ایک نایاب اور لاجواب تحفہ

بالکل مفت

رسالہ **مہر العلوم** امرتسر کا تنقید نمبر جس میں ہندوستان بھر کے اردو اخبارات اور اکثر کتابوں وغیرہ پر نہایت تفصیل سے بے لاگ و منصفانہ ریویو درج ہے۔ اور جس کی مانگ اس وقت تک نہایت کثرت سے ہو رہی ہے۔ ہم ان تمام خریداران اسلام کی خدمت میں **مفت** پیش کریں گے جن کا سالانہ چندہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء سے قبل دفتر اسلام میں پہونچ جاویگا۔ یہ لاجواب تحفہ تمام اصحاب کی خدمت میں خواہ وہ خود خریدار ہوں یا کسی دوست کی تحریک و ترغیب سے خریدار ہوں۔ **مفت** ارسال کیا جائے گا؛ علم دوست اصحاب کے لئے یہ ایک بہترین چیز ہے۔ اس لئے کسی صاحب کو اس سے محروم نہ رہنا چاہیئے

پتہ :۔ منیجر **مہر العلوم** امرتسر (پنجاب)

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ

نذرِ شعراء

دربارِ رسالتمآب

صلی اللہ علیہ وسلم

میں

شعرائے کرام و سخنورانِ عظام

کا

عقیدتمندانہ نذرانہ

مرتبہ
ابو محمد عبدالمجید محمد مہر الدین عفی عنہ

(از پیرزادہ عبدالعزیز عزیزؔ مخدومی امرتسری مرحوم)

جدھر اٹھی آنکھ ہے تو ہی تو تیری شان جل جلالہ
تیرا جلوہ ہے مرے روبرو تیری شان جل جلالہ

کہیں وردِ قمری خوش بیاں کہیں ذکرِ بلبلِ نغمہ خواں
یہی ہر زباں پہ ہے گفتگو تیری شان جل جلالہ

تیرے حمد کا جو خیال ہو تیرا وصف زیبِ مقال ہو
تری رحمت کی ہو مجھے جستجو تیری شان جل جلالہ

کہیں شورِ غلغلہ زاغ کا کہیں نغمہ بلبلِ باغ کا
کوئی یہ صدا کوئی خوش گلو تیری شان جل جلالہ

تیرا ہر جگہ پہ ظہور ہے مہ و مہر و انجم میں نور ہے
یہ تجلیاں تیری چارسُو تیری شان جل جلالہ

تیرا نام وردِ لبِ زباں تیرا حمد راحتِ انس و جاں
یہی ذکرِ خیر ہے چارسُو تیری شان جل جلالہ

ہے تیرا عزیزؔ حزیں سدا غم و درد و رنج میں مبتلا
فقط اُس کے دُکھ کی دوا ہے تُو تیری شان جل جلالہ

قصیدہ نعتیہ

یہ ایک طویل قصیدہ ہے جس کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ہم اسکا انتخاب نذرِ ناظرین کرتے ہیں۔ (مدیر)

وَاللّٰہِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ
بخدا اے بہترین مخلوق میرے پہلو میں ایک ایسا دل ہے

قَلْبًا مَشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَاکَا
جو آپ کا ہی شیفتہ ہے اور آپ کے سوا کسی کو نہیں چاہتا

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ!
آپ وہ ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شخص نہ پیدا کیا جاتا

کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَا
بلکہ اگر آپ نہ ہوتے تو تمام مخلوق نہ پیدا ہوتی

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسٰی
آپ وہ ہیں کہ آپ ہی کے نور سے چاند نے لباس روشنی پہنا

وَالشَّمْسُ مُشْرِقَۃٌ بِنُوْرِ بَہَاکَا
اور آفتاب بھی آپ ہی کے نورِ حسن سے منور ہے

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا رُفِعْتَ اِلَی السَّمَا
آپ وہ ہیں کہ جب آسمان کیطرف سر اٹھائے گئے تو

بِکَ قَدْ سَمَتْ وَتَزَیَّنَتْ لِسُرَاکَا
تو آپ ہی کی وجہ سے اُسے علو مرتبت حاصل ہوا اور وہ مزین ہو گیا آپکی تشریف بری سے

اَنْتَ الَّذِیْ نَادَاکَ رَبُّکَ مَرْحَبًا
آپ وہ ہیں کہ آپکو آپ کے رب نے مرحبا کہکر پکارا!

وَلَقَدْ دَعَاکَ لِقُرْبِہٖ وَحَبَاکَا
اور بلایا اپنے قرب کے لئے اور بخشا جو کچھ کہ بخشا

أنت الذي فينا سألت شفاعة
آپ وہ ہیں کہ ہم لوگوں کے بارہ میں آپنے شفاعت کا سوال کیا

لباك ربك لم تكن لسواكا
تو آپکے رب نے پکار کر کہدیا کہ یہ مرتبہ سوا تمہارے کسی کو نہوگا

أنت الذي لما توسل آدم
آپ وہ ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے آپکا وسیلہ چاہا

من زلة بك فاز وهو أباكا
اپنی لغزش کے باب میں تو کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپکے جد بزرگ ہیں

وبك الخليل دعا فعادت ناره
اور آپ ہی کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے دعا کی تو آپکی آگ

بردا وقد خمدت بنور سناكا
سرد ہوگئی اور فرد ہوگئی آپ کی روشنی کے نور سے

ودعاك ايوب بضر مسه
اور پکارا آپ کو حضرت ایوب علیہ السلام نے اس سختی میں جو انہیں پہونچی

فازيل عنه الضر حين دعاكا
پس دور کردی گئی اُن سے وہ سختی جسوقت کہ انہوں نے آپکو پکارا

وبك المسيح أتى بشيرا مخبرا
اور حضرت عیسیٰ تشریف لائے آپکی بشارت دیتے ہوئے اور خبر دیتے ہوئے

بصفات حسنك مادحا لعلاكا
آپکے محاسن صفات کی بڑائی کرتے ہوئے آپکے علو پایہ کی

وكذاك موسى لم يزل متوسلا
اور اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام ہمیشہ رہے دنیا میں آپکا وسیلہ پکڑنیوالے

بك في القيامة يحتمي بحماكا
اور قیامت میں اپنے کو محفوظ رکھیں گے آپ کے بچاؤ میں

لك معجزات أعجزت كل الورى
آپکے ایسے ایسے معجزے ہیں جنہوں نے تمام مخلوق کو عاجز کردیا

وفضائل جلت فليس تحاكا
اور ایسے ایسے فضائل جلیلہ ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے۔

نطق الذراع بسمه لك معلنا
کہدیا بکری کے شانہ نے اپنے کو آپ سے بآواز بلند

والضب قد لباك حين أتاكا
اور گوہ نے لبیک کہی جس وقت کہ آئی آپ کے پاس

ودعوت أشجارا أتتك مطيعة
اور جب آپنے درختوں کو بلایا تو آئے سب کے سب فرمانبردار ہوکر

وسعت إليك مجيبة لنداكا
اور دوڑے آپکی طرف آپکی آواز کا جواب دینے کے لئے

والماء فاض براحتيك وسبحت
اور پانی جاری ہوا آپکی ہتھیلیوں سے اور تسبیح کہی ؛

صم الحصى بالفضل في يمناكا
سخت کنکریوں نے آپ کے دست مبارک میں

وعليك ظللت الغمامة في الورى
اور آپ پر سایہ کیا ابر نے خلق میں ؛

والجذع حن إلى كريم لقاكا
اور تنہ کھجور کا مشتاق ہوا آپکے دیدار پر انوار کا

ودعوت عام القحط ربك معلنا
اور دعا کی آپ نے اپنے رب سے قحط کے سال برملا

فانهل قطر السحب حين دعاكا
پس برسنے لگا مینہ آپکے دعا کرتے ہی ؛

ودعوت كل الخلق فانقادوا إلى
اور آپنے تمام خلق کو دعوت اسلام کی پس خوشی خوشی

دعواك طوعا سامعين نداكا
سب چلے آئے آپکے فرمانبردار بنکر آپ کی آواز سنکر

وخفضت دين الكفر يا علم الهدى
اور پست کیا آپنے دین کفر کو اے نشان ہدایت کے

ورفعت دينك فاستقام هداكا
اور بلند کیا آپنے اپنے دین کو پس جم گئی ہدایت آپکی

في يوم بدر قد أتتك ملائك
من عند ربك قاتلت أعداكا

بدر کے دن آپ کے پاس فرشتے آئے
وَالْفَتْحُ جَاءَكَ يَوْمَ فَتْحِكَ مَكَّةَ
اور فتح و فیروزی آئی جس دن کہ آپ نے مکہ فتح کیا
قَدْ فُقْتَ يَا طٰهٰ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ
بے شبہ فائق ہوئے آپ اے طٰہٰ تمام انبیاء پر
وَاللّٰهِ يَا يٰسٓ مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ
بخدا اے حضرت یٰسٓ آپ کا مثل
عَنْ وَصْفِكَ الشُّعَرَاءُ يَا مُدَّثِّرُ
آپکی تعریف سے اے مدثر تمام شعرا عاجز ہو گئے
اِنْجِيْلُ عِيْسٰى قَدْ اَتٰى بِكَ مُخْبِرًا
حضرت عیسیٰ کی انجیل اتری آپکی خبر دیتی ہوئی!
صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى
رحمت بھیجے اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ پر اے نشان ہدایت کے
وَعَلٰى صَحَابَتِكَ الْكِرَامِ جَمِيْعِهِمْ
اور آپ کے تمام صحابہ کرام رض پر " "

آپکے رب کے یہاں سے اور آپکے دشمنوں سے لڑتے
وَالنَّصْرُ فِي الْاَحْزَابِ قَدْ وَافَاكَا
اور نصرت الٰہی جنگ احزاب کے دن آپ کو پہونچی
طُرًّا فَسُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرَاكَا
پس پاک ہے وہ ذات جس نے رات میں سیر کرائی آپکو عالم بالا کی
فِي الْعَالَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ اَنْبَاكَا
تمام مخلوقات میں نہیں قسم ہے اُس کی جس نے آپکو نبی بنایا
عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَا
اور تھک رہے آپ کے صفات عالیہ کے بیان سے
وَلَنَا الْكِتَابُ اَتٰى بِمَدْحِ حُلَاكَا
اور ہمارا قرآن بھی آپ کے حُلیوں کی مدح میں آیا
مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰى مَثْوَاكَا
جبتک کہ آرزومند رہے مُشتاق آپکے ٹھکانے کا
وَالتَّابِعِيْنَ وَكُلِّ مَنْ وَالَاكَا
اور تابعین پر اور اُسپر جو آپ کو دوست رکھے

مَدِيْنَةُ الرَّسُوْل

(مِن ابن مسعود عبد الرشید محمود الانصاری الگنگوھی)

فَهَلْ يَا مَعْشَرَ السِّلْمِ السَّلَامِ —— لَكُمْ فِي بَابِ خَيْرٍ اَوْ سَلَامِ
اے جماعت سلامتی کی کیا تمہیں نیکی اور سلامتی میں رغبت ہے
هَلُمُّوْا نَحْوَ يَثْرِبَ مِنْ حِجَازٍ —— وَزُوْرُوْا مِنْ مَزَارَاتِ الْكِرَامِ
آؤ! مدینہ منورہ میں بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرو
وَتِلْكَ الْاَرْضُ مَوْطِنُ خَيْرِ خَلْقٍ —— وَصَفْوَتِهٖ تَعَالٰى مِنْ اَنَامِ
اس میں بہترین مخلوق یعنی آنحضور صلعم کا وطن ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے چن لیا تھا
هُنَالِكَ الْقُبَّةُ الْخَضْرَا تَرَاهَا —— مَعَادِنُ لِلْمَكَارِمِ وَالْكِرَامِ
اسی جگہ سبز قبہ ہے جو تو دیکھتا ہے کہ وہ سخاوت اور بخشش کی کانیں ہیں
وَفِيْهَا بَعْضُ اٰثَارِ الصَّحَابَهْ —— عَلَيْهِمْ مِنْ صَلٰوةٍ اَوْ سَلَامِ
اسی شہر میں بعض صحابہ کی یادگاریں ہیں انپر اللہ کی رحمت اور سلام ہو

جَرَتْ منهاعیونُ الجودِ طُرًّا ——— وَاَبْحَارُ العَطَایا بِالدَّوَامِ
ان سے ہمیشہ سخاوت کی لبریز نہریں اور بخشش کے دریا بہتے ہیں

وَمنہا فَاحَتِ النفحاتُ فوحًا ——— وَطابَ بِنَشرِھَا کُلُّ المقامِ
ان سے عمدہ خوشبوئیں اڑتی ہیں جن کے پھیلنے سے ہر مقام خوشبودار ہے

وَفیہا روضۃ مَا بَیْنَ قَبرٍ ——— النّبی المصطفیٰ خیر الانامِ
اس میں ایک باغ ہے جو آں حضور صلعم کی قبر مبارک

وَبَیْنَ المنبرالنبوی رَوْ ——— ضِ جنّاتٍ اُعِدَّت لِلْکرامِ
اور منبر کے درمیان ہے جسکو اچھے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے

علیکم ایہا الخلان زوروا ——— بُعَیدَ الحجّ فی البیت الحرامِ
دوستو حج بیت اللہ کے بعد اس کی بھی زیارت کرو،

لانا قد اُمرنا فی حدیثٍ ——— النّبی المجتبیٰ خیر الانامِ
اس لئے کہ حدیث میں آنحضور صلعم فرما چکے ہیں؛

فزوروني اذا انتم ذھبتم ——— بحج الکعبۃ البیتِ الحرامِ
کہ جب بیت اللہ کی زیارت کرو تو میری بھی زیارت کرو

فمَنْ قَدْ زارنی بعد المماتِ ——— کأنْ قد زارنی قبل الحمامِ
کہ جسنے میرے وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اسنے حقیقتاً میری زیارت کی

فَاِنْ لَمْ یاتِنی زورًا جفانی ——— وَماذاکَ بمحمود الانامِ
اور اگر میری زیارت نہ کی تو اسنے مجھپر ظلم کیا اور یہ اچھے آدمی کا کام نہیں

کلام الملوک ملوک الکلام

از اعلحضرت بندگانِ عالی متعالی ظلہم العالی رستم دوران ارسطوئے زمان لفٹنٹ جنرل مظفر الملک و الممالک آصف جاہ سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ، سپہ سالار یار وفادار سلطنت برطانیہ نظام الملک آصفجاہ جی سی۔ ایس۔ آئی جی۔ بی۔ ای نواب میر عثمان علیخان بہادر فتح جنگ

سلام

یہ کہنا عرض اے بادِ صبا سبطِ پیمبر سے
کہ غم میں آپکے دریا رواں ہے دیدۂ تر سے

کہو اشک و فغاں سے ذکر ہوتا ہے شہیدوں کا
گرجنا ہو جسے گرجے برسنا ہو جسے برسے

خدا کی شان یک قطرہ نہ پہنچا حلق تک شہ کے
مگر ہے تیغ کا پانی کہ اونچا ہو گیا سر سے

جو دل کے سخت ہیں وہ بھی غمِ سرورِ میں ہیں گریاں
مئے حُبِ نبیؐ میں رات دن ہم مست رہتے ہیں
قیامت ہوگی برپا اور میدانِ قیامت میں!

عجب تاثیر ہے پانی نکل آتا ہے پتھر سے
نہ خم سے ہے غرض ہم کو نہ شیشے سے نہ ساغر سے
اٹھیں گے ہم جو آنسو پونچھتے دامانِ محشر سے

وہ ہیں اشکِ عزا اپنے بدولت جنکی اے عثمان
چھکایا ساقیٔ کوثر نے ہم کو جام کوثر سے!

(۲)

عشقے بدلم ہست ز سروارِ مدینہ
چوں مسکنِ آں مطلعِ انوارِ خدا ہست
یک نفحۂ عنبر بدماغم برساں زود
اے شیخ ترا جنتِ فردوس مبارک
از بہرِ خریداریٔ رحمت ملک آئند
اے ساقیٔ کوثر ز فیوضِ تو بخواھد
از عرش بہ ہر شام و سحر بہرِ زیارت
عمریست کہ ہستم بدل و جاں من شیدا
باشد چہ فلک عرش برین نیست مثالش
ہر خاک نشین تخت نشین است در آنجا

یا رب سرِ من کن بہ سرِ کارِ مدینہ
نوریست عیاں از در و دیوارِ مدینہ
اے باد صبا زاں گل بے خارِ مدینہ
با شم من شوریدہ و گلزارِ مدینہ
یا ساختہ از سرِ سوءِ گلزارِ مدینہ
ایں تشنہ دہن شربتِ دیدارِ مدینہ
افواجِ ملائک شدہ حضّارِ مدینہ
جویندہ و مشتاق و طلبگارِ مدینہ
اے صلِ علیٰ رفعتِ انوارِ مدینہ
چتر است بہ سر سایۂ اشجارِ مدینہ

از لطف عمیم شہِ لولاک عجب نیست
عثماں برسی گر تو بہ دربارِ مدینہ

(۳)

از نواب امین الدولہ وزیر الملک حافظ محمد ابراہیم علیخان صاحب بہادر **خلیل** صولت جنگ جی سی ایس آئی
فرمانروائے ریاست **ٹونک** دام اقبالہٗ

گھر میرے کام کا ہے نہ زر میرے کام کا!
مولا رہے خیال اس اپنے غلام کا
طاعت مری یہی ہے وظیفہ یہی مرا
آنے کو حشر میں ہے سواری حضورؐ کی
میں خوش ہوں اس لئے کہ ملینگے وہ قبر میں
آخر خدا نے آپؐ کا کمبل بنا دیا
ہوتی نہ ذات اُن کی اگر جاذبِ حیات

عاشق ہوں میں رسول علیہ السلام کا
جب وقت آئے حشر میں دربارِ عام کا
شام و سحر ہے وِرد مجھے تیرے نام کا
ہونے لگا ہے شور صلوٰۃ و سلام کا
دنیا کو غم ہے میرے فراق و دوام کا
ایک ایک خم سنوار کے گیسوئے شام کا
مشکل تھا انتظام جہاں کے نظام کا

بعدِ نبیؐ نہ آئے زمانہ میں جبرئیل
اب ختم سلسلہ ہے پیام و سلام کا
ہر بادشاہ کی ہیں نگاہیں جھکی ہوئیں،
دیکھے تو کوئی رعب تمہارے غلام کا
یوں دل میں نور ریز تصور ہے آپ کا
گویا یَں عکس گیر ہوں ماہِ تمام کا

کریں جو وہ قبول تو دیدوں ابھی خلیلؔ
جاں میرے کام کی ہے نہ دل میرے کام کا

رحمۃ للعٰلمین
صلی اللہ علیہ وسلم

جناب علامہ فصیح سردار غلام محمد خان صاحب طرزی افغانی مرحوم نور اللہ مرقدہ

اے از جمالت آئینہ صنع راجلا
خاک درت بہ چشم ملائک چو توتیا
سوگند ایزد است بہ رد و بموئے تو
در ابتدائے سورۂ و اللیل والضحیٰ
الحق! کہ بود ذات تو مشتق ز نورِ حق
زاں رو نبود سایہ ات اے سایۂ خدا
جائے کہ مادحِ تو بود خالقِ جہاں
ما از کجا و مدحتِ ذاتِ تو از کجا،
عذرم پذیر زانکہ توئی معذرت پذیر!
دستم بگیر زانکہ در افتادہ ام ز پا
ارحم لنا بفضلک یا ارحم الامم
اشفع لنا بلطفک یا شافع الوریٰ

از عینِ لطف و مرحمت اے رحمت اِلٰہ
بنگر بحالِ طرزیِ مسکین بے نوا

نعت شریف

از سر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لاء

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر
جو تیرے کوچہ کے ساکنوں کا فضائے جنت میں دل بہلا
تسلیاں دیرہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر
بہار جنت کو کھینچتا تھا ہمیں مدینہ سے آج رضوان
ہزار مشکل سے اسکو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر
لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حور جنت کو اسیں کیا ہے
کہ شور محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر
تری جدائی میں خاک ہونا اثر دکھاتا ہے کیمیا کا
دیار یثرب میں آہی پہونچے صبا کی موجوں میں مل ملا کر
شہید عشق نبیؐ کے مرنے میں بانکپن بھی ہیں سو طرح کے
اجل بھی کہتی ہے کہ زندہ ہاشمی ہجار نے مرے پہ زہر کھا کر
رکھی ہوئی کام آہی جاتی ہے جنس عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اُسے پوچھتا پھرے ہے زرِ شفاعت دکھا دکھا کر

کرے کمی کیا کہ تاڑ لیتی ہے لاکھ پردوں میں بھی شفاعت
رکھے تھے ہم نے گناہ اپنے ترے غضب سے چھپا چھپا کر

بتائے دیتے ہیں اے صبا ہم یہ گلستانِ عرب کی بو ہے
مگر یہ اب ہاتھ لا ادھر کو وہیں سے لائی ہے تو اڑا کر

تری جدائی میں مرنے والے فنا کے تیر دل سے بخطہ ہیں
اجل کی ہم نے ہنسی اڑائی اُسے بھی مارا تھکا تھکا کر

ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی تھی مجھے بھی محشر میں تاکتی ہے
کہیں شفاعت نہ لیگئی ہو مری کتاب عمل اڑا کر

اڑا کے لائی ہے اے صبا تو جو بوئے زلفِ معنبریں کی
ہمیں سے اچھی نہیں یہ باتیں خدا کی راہ میں بھی کچھ دیا کر

یہ پردہ داری تو پردہ در ہے مگر شفاعت کا آسرا ہے
بلک کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامنِ تر میں منہ چھپا کر

شہیدِ عشقِ نبی ہوں میری لحد پہ شمعِ قمر جلیگی
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید کو اٹھا کر

جسے محبت کا درد کہتے ہیں مایۂ زندگی ہے مجھکو
یہ درد وہ ہے کہ میں نے رکھا ہے دلمیں اسکو چھپا چھپا کر

خیالِ راہِ عدم سے اقبال تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے صلہ مری نعت کا ادا کر

حضور رحمۃ للعلمین

(مولوی ظفر علیخان صاحب بی اے علیگ)

محمد مصطفٰے گنج سعادت کے امیں تم ہو
شفیع المذنبیں تم رحمۃ للعالمیں تم ہو!

ہوئی تکمیلِ دیں تم سے کہ ختم المرسلیں تم ہو
رسالت ہے اگر انگشتری اسکے نگیں تم ہو!

نہ ہوتے تم تو عرش و فرش کا نقشہ نہ جم سکتا
یہ دنیا اعتباری تھی حقیقت آفریں تم ہو!

مبرا کر دیا تم نے خدا کو ذمہ داری سے
کہ ختمِ حجتِ حق کی نشانی بالیقیں تم ہو!

نمکداں خوانِ ہستی کا تمہارا حُسن دلکش ہے
خدا جسپر ہوا سو جان سے شیدا حسیں تم ہو!

اگر پروردگارِ انس و جاں کو ہم نے پہچانا
بلا شبہ و شک اس کی وجہ اولیں تم ہو!

تمہارا خوف ہو دل میں تو بیڑا پار ہے اپنا
خدا کا ڈر نہیں ہم کو جب اُسکے ہمنشیں تم ہو

تمہاری یاد ہو بس دل میں ایسے دل کا کیا کہنا
مکاں ہوگا عجب ہی شان کا جس کے مکیں تم ہو

ہوئی کافور ظلمت کفر کی جس کی شعاعوں سے
زمانہ پر یہ روشن ہے کہ وہ مہر جبیں تم ہو

نہ ہو انّا فتحنا کا نشاں کیوں آشکارا جب
علمبردارِ حق تم ہو سپہ سالارِ دیں تم ہو

خدا کیونکر نہ کھینچے معصیت پر مغفرت کا خط!
مسلماں مذنبیں ہیں اور شفیع المذنبیں تم ہو!

ہوا اسلام کا شرمندۂ احساں جہاں سارا
ہر اک اقلیم پر برسا گئے دُرِّ ثمیں تم ہو!

لقب خیر الامم جس کو دیا تاریخ عالم نے!
اس اُمت کے نگہباں اس زمانے میں تمہیں تم ہو

گنبدِ خضرا کو دیکھکر

(از زبیں الامرار مولانا حاجی محمد علی صاحب بی اے آکسن)

سب سمجھتے ہیں کہ تو شاد ہے مسرور ہے آج
کون کہتا ہے' دلا، تو دلِ رنجور ہے آج

کلفتِ قطعِ منازل ہوئی کافور ہے آج
ہے مدینہ سے جو نزدیک تو سب دور ہے آج

اپنے پلّے کوئی سوغات نہیں اس کے سوا
نقدِ جاں نذر کرے، اے دل یہی دستور ہے آج

سنگِ در تک تو بہرِ کیف رسائی بخشی!
دیکھوں کیا کیا مرے سرکار کو منظور ہے آج

آرزو ہائے دو عالم تھیں اور اک دل کل تک
فقط اک تیری تمنا سے وہ معمور ہے آج

رقصِ بسمل کی ذرا دیر اجازت دیجے!
حسن مسئول نہیں عشق بھی مجبور ہے آج

عشق خود بدعت و سرمایۂ صد بدعت ہے
رحم کر رحم کہ عاشق ترا معذور ہے آج

اب بھی دیدار سے محروم ہی رکھیگا ہمیں
تھی جو اک حسرتِ پابوس بدستور ہے آج

بچگیا بھی جو انا الحق سے تو انت الحق ہے
میرے نعرے میں بھی کچھ مستیٔ منصور ہے آج

لن ترانی کی یہاں بھی وُہی آتی ہے صدا
بیگماں قبۂ خضرا ہی شجرِ طور ہے آج

چھوڑ فقہی کے لئے مسئلۂ موت و حیات
ایک جلوہ ہے عیاں تھا کبھی مستور ہے آج

جس سے چہرے دمک اُٹھتے تھے کبھی یثرب کے
دیکھو جوہر کی بھی آنکھوں میں وُہی نور ہے آج

نعت شریف

(از سید برکت علی صاحب گوشہ نشین۔ وزیر آباد)

(۱)

چہرۂ زیبائے عالم را نگارِ خوش نما!
مصحفِ پیغام را خاتم، محمد مصطفےٰ

مقصدِ ایجادِ عالم۔ غایتِ ارض و سما
مظہرِ یکتائے ذاتِ بے مثالِ کبریا

حسنِ عالم سوز میں تو غیرتِ ماہِ تمام
صدرِ بزمِ ماہرویانِ جہاں تیرا مقام

پرتوِ شمعِ ازل سے تو سراپا نور ہے
چشمِ ظاہر بیں سے لیکن راز یہ مستور ہے

صورتِ رازِ نہان و معنئے کون و مکاں
روحِ مطلق، منبعِ فیضانِ حق، جانِ جہاں

گلشنِ کون و مکاں کے پھول کی بو باس تو
مطلعِ الحمد للہ، مقطعِ والناس تو

عقل کو تجھ سے میسر افسرِ پائندگی!
معرفت کو تجھ سے حاصل ارمغانِ زندگی

وہ ترے معراج کی ادراک سے باہر گھڑی
ہے تری نورانیت کی ذرہ سی جلوہ گری

ہے دمِ عیسیٰ کا ہر اک بات میں تیری اثر — نبضِ ہست و بود کی حرکت سے تو ہے باخبر
حدِ امکاں سے ہے باہر مدحتِ خیر الانام! — شان میں جس کی ہے قرآں اک قصیدہ لاکلام
چشمِ ظاہر میں اگرچہ بو البشر مسجود تھا — اصل میں نورِ حبیبِ کبریا مقصود تھا
شد منور از جماعت آسماں را بام و در — اے ز حسنِ عالم افروزِ تو دنیا بے خبر
باعثِ بیداریت از خوابِ ہوش آسائے تو — بوسہ ہائے پیہم کرد بیاباں بر پائے تو

(۲)

نعت شریف

(از جناب خان صغر حسین خانصاحب نظیر لدھانوی ایجوکیشن آفس شیخوپورہ)

اُڑکے یثرب میں پہونچ جائیگی میری خاک آپ — رفتہ رفتہ راہ پر آجائیں گے افلاک آپ
بس یہی حاصل کسی کی حسرتِ ارماں کا ہے — گوشۂ دامن پہ رہنے دیں یہ مشتِ خاک آپ
سر بکف آتے ہیں صحرا میں غزالانِ حرم — اِس تمنا میں کہ ہوں گے بستۂ فتراک آپ
ہائے اس دردِ محبت میں بھی کیسا لطف ہے — اس بلا کو مول لیتا ہے دلِ بے باک آپ!
جلوۂ صحنِ چمن سے دل بہل سکتا نہیں! — پھول ہیں اُن کی محبت میں گریباں چاک آپ
تجھکو کیا زاہد اگر آلودہ ہے دامن مِرا — دیدۂ پُر آب سے ہوجائے گا یہ پاک آپ

نعت اُس کی کہہ سکیگا کیا نظیرِ زار تُو!
کبریا کہتا ہے جس کی شان میں لولاک آپ

قصیدہ نعتیہ

(از جناب بشیر الدین احمد صاحب نقوی)

مہرباں ایزدِ غفار نظر آتا ہے — پھر زمانہ مجھے گلزار نظر آتا ہے
گلشنِ طیبہ پُر انوار نظر آتا ہے — رشکِ جنت یہ چمن زار نظر آتا ہے
تخمِ توحید جو بویا تھا اسی گلشن میں — وہ شجر خوب ثمردار نظر آتا ہے
شاخ شاخ اسکی ہے بامِ فلک جاہ و جلال — برگ برگ اسکا طرحدار نظر آتا ہے
غنچہ جو اس میں ہے وہ گل سے نکہت میں سوا — گل جو اس میں ہے وہ بے خار نظر آتا ہے
سیر کو نکلی ہیں آنکھوں سے نگاہیں میری — کیسا نورانی یہ دربار نظر آتا ہے
آمنہ کا ہے مکاں آئینہ خانہ اس دم — آنے والا کوئی دلدار نظر آتا ہے
انبیاؑ اور رُسل سب ہیں جلو میں حاضر — اِک عرب قافلہ سالار نظر آتا ہے

حبذا اصلِ علیٰ کی ہوئی آواز بلند — دیکھو رضواں پسِ دیوار نظر آتا ہے
فرش پر سدرہ سے کہتے ہوئے اُترے جبرئیل — جلوۂ احمد مختار نظر آتا ہے
کہتی ہیں حضرت آدم سے جنابِ حوا — یہ پسر گوہر شہوار نظر آتا ہے
پیش کی نوح نے تعظیم کی کشتی پہلے — بیڑا اٹکا ہوا تھا پار نظر آتا ہے
گل صفت نارِ خلیل ؑ آج بنی ہے دلہن — چہرۂ غمزدہ گلزار نظر آتا ہے
یوسفؑ آئے رخِ انور کی بلائیں لینے — کچھ نیا حسن کا بازار نظر آتا ہے
آنکھیں ٹھنڈی کر دیں عشق کا نہیں ہے موقعہ — دیکھو موسیٰ سے ابھی دیدار نظر آتا ہے
فرش سبزہ کا کیا خضرؑ نے گلشن گلشن — سبزہ خوابیدہ تھا بیدار نظر آتا ہے
باغِ عالم میں چلے بادِ صبا کے جھونکے — تازہ دم عیسیٰ بیمار نظر آتا ہے
غل مچا صلِ علیٰ صلِ علیٰ کا ہر جا — دیکھو وہ طرۂ دستار نظر آتا ہے
پوشش خاص سے کیا نورِ مجسم کو غرض — تن پاکیزہ پُر انوار نظر آتا ہے
ہاشمی خون مدنی خاک حجازی آواز — بزمِ کثرت میں الف وار نظر آتا ہے
جسدِ سیدِ عالم کا بیاں کیا کیجئے — سایۂ جلوۂ ستار نظر آتا ہے
ہو ہوا مہرِ عرب ماہِ عجم جلوہ نما — کل خدائی کا سردار نظر آتا ہے
گاہکوں کے لئے رحمت کی دکاں کھولی ہے — جنسِ عصیاں کا خریدار نظر آتا ہے

مانگ پروانہ معافی کا محمدؐ سے بشر
تو مجھے سخت گنہگار نظر آتا ہے

مرا آقا ہے مولائے مدینہ

(از جناب مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی اے)

تمنا ہے تمنائے مدینہ — تماشا ہے تماشائے مدینہ
مرے سر میں ہے سودائے مدینہ — مرے دل میں تمنائے مدینہ
بناؤں خاک اُس کی سرمۂ چشم — خدا دکھلائے صحرائے مدینہ
ہے اُس دل میں یقیناً نورِ ایماں — ہو جس دل میں تولائے مدینہ
شرف ہے عرش پر اس کی زمیں کو — عجب ہے شانِ والائے مدینہ
غلامی اپنی رشکِ سروری ہے — مرا آقا ہے مولائے مدینہ
سراسر ابرِ رحمت چھا رہا ہے — ہے سایہ حق کا بالائے مدینہ

نثار اُس سر پہ سَو ہوش و خرد ہیں
ذرا ہو جس میں سودائے مدینہ

تماشاگاہِ عبرت ہیں یہ آنکھیں
نہ دیکھیں گر تماشائے مدینہ

جمال اس میں ہے کس کا جلوہ فرما
ذرا دیکھو تو سیمائے مدینہ

قسم رب کی وہ پتھر سے ہے بدتر
نہ ہو جس سر میں سودائے مدینہ

مرے دل میں یہ حسرت آرزو ہے
کہ دیکھوں میں تجلائے مدینہ

میلادِ رسُولِ مکرم

صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا

(از جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک بی اے ایچ پی مدیر انقلاب لاہور)

فرشتے تھے فضائے قدس میں صرفِ پرافشانی!
خوشی سے جھومتے تھے اُن کے پیکرہائے نورانی

زمین سے آسماں تک آمد و رفتِ ملائک تھی!
خلا میں گونجتے تھے نغمہ ہائے حمدِ ربانی!

پروں کی جنبشِ لرزاں سے موسیقی کی لے پیدا
لبوں کی لرزشِ پیہم سے طاری کیف روحانی

فضا میں نغمہ ہائے حمد سے ایسا تلاطم تھا
ہوائے عالمِ بالا میں کیفیت تھی طولانی

وفورِ نور کا عالم تھا ایسا آخرِ شب میں
کہ ہر تارے پہ ہوتی تھی فدا خورشید سامانی.

پڑیں فاراں کی چوٹی پہ بوندیں ابرِ رحمت کی!
فزوں تھی پارۂ سیماب سے بھی جن کی تابانی!

خوشی سے مست تھے سب آسماں والے کہ اتنے میں
ہوا روح الامیں کو دفعتہً یہ حکمِ یزدانی!

منادی جا کے کر دو خشک و تر میں بحر میں بر میں
ہوئے پیدا محمد آج عبد اللہ کے گھر میں!

دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

مچی اک دھوم عالم میں محمد مصطفےٰ آئے
ہوا اتمامِ دیں جن پر وہ ختم الانبیا آئے

جہاں کے لوگ تھے سب مبتلائے کفر و گمراہی
انہیں ایمان کا رستہ دکھانے رہنما آئے

خدا کو چھوڑ کر سب ہو چکے تھے لات و عزیٰ کے
خدا کے نام کی عظمت کو محبوبِ خدا لائے

جہاں کو ہوش باقی تھا نہ دنیا کا نہ عقبےٰ کا
جہاں کی رہبری کو ہادیٔ ہر دو سرا آئے

جہاں میں زندگی تھی شاق روحانی مریضوں پہ
طبیب اُن کے لئے لیکر دوائے جانفزا آئے

نہ دیکھی جائے جس سے ذلت و مظلومیٔ انساں
وہ لیکر اپنے سینے میں دلِ درد آشنا آئے

کھِلے افسردہ غنچے باغ میں اور بلبلیں چہکیں
وہ گلزارِ جہاں میں صورتِ بادِ صبا آئے!

قدومِ شاہ سے وادیٔ بطحا ہو گئی روشن!
کہاں کی وادیٔ بطحا کہ دنیا ہو گئی روشن

۷۸۶

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

ہمارا رسول ﷺ

غیروں میں مقبول

مخبرِ صادق نبیٔ برحق حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم
کی
صداقت و عظمت
پر
غیر مسلم محققین کی تحریری و تقریری آراء

مُرتّبہ
ابو عبد المجید محمد مہر الدین عفی عنہ

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

صداقت و عظمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر مسلم محققین کی رائیں

طبیعت پھر زیارت کیلئے میری ترستی ہے!

(از کلک گہر ریز مہاراجہ سر کرشن پرشاد صاحب شاد کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ یمین السلطنت دکن)

مدینہ بھی خداوندا عجب پُر نور بستی ہے
جہاں ہر وقت اور ہر دم تری رحمت برستی ہے

سرور عشق احمد دل میں اور آنکھوں میں ہے ہر دم
یہ کیفیت ہماری ہے۔ اسی نشہ کی مستی ہے

ترسے رُتبے میں کسکو دخل ہے کیا کوئی دم مارے
جو محبوب خدا کا رتبہ پائے کس کی ہستی ہے

فقط اک دل کے دینے پر اگر وہ ہم کو مل جائے
خدا شاہد ہے یہ نعمت بڑی ارزاں ہے سستی ہے

جمال پاک پھر اپنا دکھا دو خواب میں مجھ کو
طبیعت پھر زیارت کے لئے میری ترستی ہے

پڑے جسپر نظر تیری وہ کچھ کا کچھ ہی ہو جائے
کرے مستانہ اک عالم کو وہ آنکھوں میں مستی ہے

بظاہر عین ہیں وہ اور باطن میں خدا جانے
تصور آپ کا شبہ عین حق پرستی ہے

تصور ہے جمال پاک کا آٹھوں پہر ہمکو
ہماری تو یہی اے شاد بس صورت پرستی ہے

رسالہ اسلام امرتسر

کی خریداری میں توسیع کر کے اپنے آپکو سچا مسلمان ثابت کریں اور ثواب دارین سے بہرہ یاب ہوں

کملی والا من موہن

ازجناب سندر لال صاحب تلہری بی اے ایل ایل بی حال حمید عمر

ایک رام سنیہی گیانی گرکل مجھ کو ملا تھا یاروں میں
وہ سندر چہرہ نور بھرا وہ رام سروپی متوالا
لولاک لما کا تاج دھرے وہ کملی والا من موہن
کیوں لوبھ کی مایا نے یار وجی ہٹے تمہارا موہ لیا
سب مایا ہے اُس خالق کی جو خالق ہے ہر کایا کا
وہ سورج بنسی غار حرا سے آیا اتم نگری ... میں
وہ جگت گیانی من موہن تھا واقف بھیرے کے رازوں سے
بس سیس نواؤں حیرتن لاکوں نام محمد جس کا ہے
آنند کے گرسکھلائے گیو اور گھٹ گھٹ میں من
ہم داس رہینگے مرتے دم تک داس گرگیانی کے

وہ نین رسیلے پریم بھرے دلدار تھا وہ دلداروں میں
دلدار تھا وہ دلداروں میں سردار تھا وہ سرداروں میں
توحید کی مایا ہاتھوں میں یوں کہتا تھا ناداروں میں
تم باغ ارم کو چھوڑ یہاں پر پھرتے ہو کیوں خاروں میں
تم اس کے ہوتے اپنا سر کیوں دھرتے ہو بیپاروں میں
تھی کرپا اب نارائن جی کی مگتی کے اظہاروں میں
گن گیان کو لیکر آیا تھا وہ غفلت کے بیماروں میں
شودر ویش کئے سب داخل جس نے ہر کے پیاروں میں
تھا وہ گیانی لاثانی پرمیشور کے اوتاروں میں
ہیں روپ سروپ محمد کے یہاں قدرت کے آثاروں میں

تم لے اس کا نام حمید اپدیش کرو اس نگری میں
یہ گیان دھرم کی آن نہیں جا کر چھپنا غاروں میں

نعت مصطفےٰ

ازجناب چودہری دلورام صاحب کوثری ساکن ناںڈہی ضلع حصار۔

عظیم الشان ہے شان محمد
نبی کا نطق ہے نطق الٰہی
خدا کا نور ہے نور پیمبر
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں

خدا ہے مرتبہ دان محمد
کلام حق ہے فرمان محمد
خدا کی شان ہے شان محمد
غلامان غلامان محمد

بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا
میں ہوں ہر دم ثنا خوان محمد

کوثری تنہا نہیں ہے مصطفےٰ کے ساتھ ہے
جو نبی کے ساتھ ہے وہ کبریا کے ساتھ ہے

کس لئے پھر دو پے آزار ہیں اشرار قوم — اس کا کیا کر لیں گے جو خیر الوریٰ کیساتھ ہے
انکشافِ مدعا پیش احد میں کیا کروں — میم احمد ہے کہ جو میری دعا کے ساتھ ہے
رحمۃ للعالمین کے حشر میں معنے کھلے — خلق ساری شافع روز جزا کے ساتھ ہے

لیکے دلو رام کو حضرت گئے جنت میں جب
غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کیساتھ ہے

مدینے کو چلو دربار دیکھو

(عالیجناب مہاراجہ سر کرشن پرشاد صاحب شاد سابق وزیر اعظم حیدر آباد)

مدینے کو چلو دربار دیکھو! — رسول اللہ کی سرکار دیکھو
نظر آتی ہے واں شانِ خدائی — در و دیوار کے انوار دیکھو
زمیں پر دیکھ لو خلدِ بریں کو — پھلا پھولا ہوا گلزار دیکھو
نہ روکیں گے مجھے درباں کہ ہوں میں — غلامِ احمدِ مختار دیکھو
محمد رحمۃ للعٰلمین ہیں — یہی رحمت کے ہیں آثار دیکھو
نظر ہو میری حالت پر بھی مولا — اِدھر بھی اِک نظر سرکار دیکھو
جدائی میں یہاں بیچین ہوں میں — مِرے مولا مِرے سردار دیکھو
مبارک مومنو ہو چاند تم کو! — ہلالِ ابروئے خمدار دیکھو
اگر ہو دیکھنا وہ جلوہ دِل میں — تو کر کے توبہ استغفار دیکھو!
مسخر آپ کا عالم ہے سارا — فدا ہیں کافر و دیندار دیکھو
مدینہ کی ہوا جس دن سے کھائی — ہوا اچھا دلِ بیمار دیکھو
مدینے چل کے اِک دن حضرتِ دل — شہِ کونین ص کا دربار دیکھو
ستایا ہے بہت مجھ کو فلک نے — مِرے آقا مِرے غمخوار دیکھو
مجھے ہرگز نہ چھیڑو واعظو تم! — کرو مجھ سے نہ یوں تکرار دیکھو!
مِرے مذہب سے کیا تم کو سروکار — نہ یہ پوچھا کرو ہر بار دیکھو!
اگر مومن ہوں یا کافر تمہیں کیا — مِرا اللہ ہے غفار دیکھو!
خدا کو جانتا ہوں دل سے واحد — کہ وحدت سے نہیں انکار دیکھو!
فدا ہوں نامِ احمدِ مصطفےٰ پر — وہ بیشک ہیں مرے سردار دیکھو

کیا ادنیٰ سے اعلیٰ اُس نے اے شادؔ
یہ شانِ حضرتِ جبار دیکھو!

اپنی آنکھوں میں بھی اِک اَوتار سے کب کم ہے تو

جناب بابو برج گوپی ناتھ صاحب بیکلؔ امرتسری

یا خدا تعریف میں کس کی ہوں میں رطب اللساں
چٹکیاں لیتا ہے کیوں دل میں مرا طرزِ بیاں
اے زبانِ کلک اب آتا ہے وقتِ امتحاں
آج دکھلانے کو ہے جوہر مری طبع رواں

آج لب پر ذکرِ محبوبِ خدا آنے کو ہے
ناز کا پھر وقت اے بختِ رسا آنیکو ہے

اے رسولِ پاک اے پیغمبرِ عالی وقار
چشم باطن بیں نے دیکھی تجھ میں شانِ کردگار
تیرے دم سے گل نظر آئے رہِ عرفاں کے خار
خوبیوں کا ہو تری کیونکر بھلا ہم سے شمار

نور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہوئی
تیرے آ گئے آبرو کفار کی پانی ہوئی

اِک جہالت کی گھٹا تھی چار سُو چھائی ہوئی
ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اُٹھی تری جب جلوہ آرائی ہوئی

تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر

کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے
کیوں نہ راہِ حق میں اپنا راہنما مانیں تجھے
دیکھنے کو دے خدا آنکھیں تو پہچانیں تجھے
حق کی ہے بیکلؔ صدا الشمس الضحیٰ مانیں تجھے

گو مسلمانوں کا اِک پیغمبرِ اعظمؐ ہے تو
اپنی آنکھوں میں بھی اِک اَوتار سے کب کم ہے تو

بڑا احسان دُنیا پر کیا حضرت محمدؐ نے

از جناب پنڈت برجموہن لال صاحب تکو۔ ذیبا بی اے ہیڈ ماسٹر ہندو ہائی سکول امرتسر

سبق وحدت کا دنیا کو دیا حضرت محمدؐ نے
دوئی کو دور ہر دل سے کیا حضرت محمدؐ نے
اٹھا کر پردۂ بیگانگی دلہائے عالم سے
انہیں رنگ آشنائی کا دیا حضرت محمدؐ نے
وہ حسرت اور پریشانی وہ وحشت اور پشیمانی
گریباں چاک تھا ؟ آ کر سیا حضرت محمدؐ نے
سبق پاکیزگی کا اور نیکی کا دیا سب کو
بڑا احسان دنیا پر کیا حضرت محمدؐ نے
شریکِ دردِ مظلوماں، انیسِ حالِ محروماں
دل اک عالم کا ہاتھوں میں لیا حضرت محمدؐ نے
کہا ہر اِک کو ہمسایہ سے الفت کر محبت کر
دل آزاری سے بچ، فرما دیا حضرت محمدؐ نے

اِکؔ عربؔ

جناب ہریچند صاحب اختر ایم۔ اے

کس نے ذرّوں کو اُٹھایا اور صحرا کر دیا — کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے جو مرتے ہیں حق کے نام پر — اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
شوکتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم — منہدم کس نے الہٰی قصرِ کسریٰ کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم — اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا
کہدیا لا تقنطوا اختر کسی کے کان میں — اور دِل کو سربسر محوِ تمنا کر دیا
سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسنِ کائنات — اک کسی نے اُس کو عالم آشکارا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اِک عربؔ نے آدمی کا بول بالا کر دیا!

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رسولؐ اپنے اور بیگانوں کی نظر میں

(از محمد اسمٰعیل خان نظامی)

قرآن کریم کا کوئی وعدہ ایسا نہیں جسے کبھی دوسرے وقت کے لئے ٹال دیا گیا ہو۔ بلکہ اسلام نے جو وعدہ کیا وہ کسی نہ کسی رنگ میں دنیا کے سامنے ضرور پیش آگیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکورہ بالا آیت میں وعدہ ہے کہ اے رسولؐ قریب ہے کہ ہم تجھے مقام محمود یا بہت بڑے عزت و عظمت کے مقام پر مبعوث فرمائیں گے۔ بیشک یہ سچ ہے کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے آقائے نامدار کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا وہ وعدہ آج بھی رسول اللہ کے حق میں پورا ہو رہا ہے۔ اور آج دنیا تیرہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی سرور دوجہاں رحمۃ عالمیان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود یا عظمت و بلندی کے مقام پر دیکھنے کے لئے مجبور ہے!

ہر شخص اپنے مذہب کی تعریف اور اپنے بزرگوں اور بانیانِ دین اور مذہبی رہنما کی عزت و تکریم کے لئے فطرتاً مجبور ہے مگر جو شخص اپنوں میں قابل احترام ہونے کے ساتھ غیروں میں بھی اسی عظمت و عزت اور توقیر و منزلت کے ساتھ دیکھا جائے تو وہ یقیناً اپنے اندر کوئی خاص خوبی اور کشش اور روحانی قوت کا اثر رکھتا ہے جس نے دوسروں کو بھی اپنا دالا و شیدا بنا لیا۔ سچ پوچھو، تو اصلی عزت حقیقی فضیلت اور سچی بھلائی وہی ہے۔ جس کا دشمن بھی قائل ہو۔

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

آقائے نامدار صاحب اسوۂ حسنہ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات ایک ایسی برگزیدہ و بے نظیر ہستی ہے۔ کہ جس نے اپنے بڑے سے بڑے مخالف، ضدی سے ضدی دشمن سے بھی اپنی خوبیوں کا اعتراف کروالیا!

آپکی زندگی میں کفار مکہ آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔ آپکو ستاتے ہیں مگر آپ کو الآمین یعنی نہایت سچا امانتدار اور صادق الوعد کہتے ہیں۔ وانذر عشیرتك الاقربین کا حکم سنکر جب آپ نے تمام قوم کے سامنے اسلام پیش کیا۔ تو باوجودیکہ انہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا مگر ان تمام نیک صفات کے متعلق جن کا حضورؐ نے قوم سے سوال کیا سب نے یکزبان ہوکر آپکی ان نیک صفات کا اقرار کیا۔ آج تیرہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر بڑے منطقی بڑے بڑے حکیم و ادیب جناب محمد رسول اللہ کو اسی عزت و بزرگی سے دیکھنے پر مجبور ہیں۔ اور یکزبان ہوکر آپ کی خوبیوں کے معترف اور آپ کی ستائش میں رطب اللسان ہیں۔

مسلمان اگر اپنے آقا و مولا کی خوبیوں کو کیسی ہی دیانتدارانہ رنگ میں پیش کریں۔ انکا یہ فعل محض خوش اعتقادی پر محمول سمجھا جائے گا۔ اس لئے پیغمبر اسلام کے متعلق مختصر خیالات یورپین فلاسفروں، ہندو عالموں اور سکھ فاضلوں کے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ جو امید ہے انشاء اللہ بہت سے دلوں میں محبت اور صداقت پیدا کرنے کے باعث ہوں گے؛ وہو ہذا:-

رسول اللہ کی تعلیم توحید باری تعالیٰ کی اصل جڑ تھی

علامہ ڈاکٹر ولیم ڈریپر جنکا نام نامی بوجہ انکی علمی کارناموں کے ہمیشہ چمکتا رہیگا۔ اپنی مشہور تصنیف کا انفلکٹ ٹوین ریلجن اینڈ سائنس میں اسلام اور رسول عربی کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

اصول لاالٰہ الا اللہ کو جس کا آپ نے اعلان فرمایا تھا۔ آپکے ابنائے وطن نے یکزبان ہوکر تسلیم کرلیا۔ اور آپکی نبوت پر بھی ایمان لے آئے! آؤ اب ہم آپکی طوفان انگیز زندگی کے مہتم بالشان کارناموں سے قطع نظر کریں۔ اور سنیں کہ جب آپکے دولت و اقبال کا آفتاب بصد آب و تاب چمک رہا تھا۔ اور آپکی حیات مستعار کا آخری وقت قریب آچلا تھا۔ تو آپکا طرز زندگی کیا تھا۔ اور آپ نے اس وقت کیا کیا خیالات ظاہر کئے۔[1] عقیدہ وحدت باریتعالیٰ کے انمٹ نقش کو اپنے لوح ایقان پر مرتسم کئے ہوئے آپ اس حج کے قصد سے جس کے بعد پھر کوئی حج آپ نے نہیں کیا۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ ایک لاکھ ۱۴ ہزار مسلمانوں کا قافلہ آپؐ کے پیچھے پیچھے تھا۔ اونٹ پھولوں کے ہاروں سے آراستہ و مزین تھے۔ لہرائے ہوئے پرچموں سے اس پر شکوہ کاروان کی سج دھج دوبالا ہورہی تھی۔ اس شان و شوکت کے ساتھ جب آپ مکہ معظمہ کے قریب پہونچے تو آپنے یہ دعا کی:-

"الٰہی میں تیری عبادت کے لئے یہاں موجود ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تجھی کو عبادت سزاوار ہے، تو ہی مالک الملک ہے۔ کونین کی سلطنت میں تیرا کوئی شریک و سہیم نہیں۔"

اس کے بعد فاضل مصنف کہتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے شخص کا نام نامی تعظیم و تکریم کے ساتھ نہ لیا جائے؟ یہ شخص وہ ہے جس کے اصول آج بھی بنی نوع انسان کے ایک تہائی حصہ کی رہنما و پیشوا ہیں۔

محمد عربی کی تعلیم نے لوگوں پر جادو کا اثر کیا

مسٹر آڈویل اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں محمد عربی کے

[1] فاضل مصنف کا یہاں اس سے یہ مطلب ہے کہ جس وقت آپ دنیا سے کوچ کررہے تھے اور آپکی زندگی کا آخری وقت تھا۔ اس وقت بھی اگر آپ کو کوئی خیال تھا تو صرف اس ذات باری کا تھا اور مرتے دم بھی کوئی چیز یاد آئی۔ تو وہ خدائے قدوس کی یاد تھی۔ اور آپنے اس خیالات کا اظہار کیا جو آپکی پاک

متعلق یوں لکھتے ہیں:۔

"عرب کے یہ سیدھے سادے بکریاں چرانیوالے خانہ بدوش لوگ محمد عربی (صلعم) کی تعلیم و تلقین سے ایسے بدل گئے جیسے انپر کسی نے جادو یا سحر کر دیا ہو۔ وہ سلطنتوں کے قایم کرنے والے ملکوں کے فاتح، شہروں کے بسانے والے، علمی ذخیروں اور کتبخانوں کو جمع کرنیوالے ہو گئے۔ اُن کی قوت عظمت اور سطوت و جبروت فسطاط بغداد قرطبہ سولی (اشبیلیہ) سے ایسی ظاہر ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت و شوکت سے کپکپا دیا۔ اور انہیں ایک تہلکہ ڈالدیا۔

بُت پرستی کو بیخ وبُن سے اکھیڑ پھینکا۔ اور شرک کی جگہ صرف واحد خدا کی عبادت و پرستش کو قایم کیا۔ دختر کشی کو معدوم اور توہمات باطلہ کو مٹا دیا۔ کثرت ازدواج کو گھٹا کر اسکی ایک حد معین کی اور بیشک یہ سب فلاح و برکت آپ کی تعلیم کا نتیجہ تھیں"۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان ریفارمر یا مصلح اعظم تھے جنہوں نے دنیا کی کایا پلٹ دی

ملک روس کا مشہور فلاسفر کونٹ ٹالسٹائی جسکی اعلیٰ قابلیت اور بے نظیر لیاقت نے آسمان شہرت پر چار چاند لگا دیئے تھے اپنے ایک مضمون حکم الٰہی صلعم میں لکھتے ہیں:۔

حضرت محمد (صلعم) مصلحان دین اور ریفارمران قوم سے ایک مصلح اعظم تھے۔ انہوں نے اپنے مذہب کے پیروؤں کی ہیئت مجموعی بہت بڑی خدمت کی حضرت محمد (صلعم) کو فخر کرنے کے لئے یہ امر کافی تھا۔ کہ وہ یہ کہتے تھے۔ کہ انہوں نے ایک بڑے گروہ کو نور حق کی طرف ہدایت کی؛ انکو سکون سلامتی سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ تقوٰی و پرہیزگاری کی فضیلت کو دنیاوی آسائش پر ترجیح دیکر پچھے اور نیک لوگ مہیا کو خون بہانے سے روکا۔ انسانی قربانی کو ناجائز قرار دیا۔ ترقی مدنیت کے راستے بتلائے!

یہ تمام امور نہایت اہم ہیں اور انکا حامل وہی شخص ہو سکتا ہے جو حضرت محمد (صلعم) جیسا پاک و قدسی قوت رکھتا ہو! اس لئے آپ ہر طرح احترام و اکرام کے مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ الٰہی نصرت کے ساتھ کام کر رہے تھے"

پیغمبر اسلام اپنے مشن میں خالص اور صادق تھے

سر ولیم میور سابق گورنر صوبجات متحدہ اودھ جو اپنے علم و فضل کے لئے اور مسیحی مذہب کی حمایت و اشاعت کیلئے بہت مشہور ہیں۔ اپنی کتاب انیلس آف دی ارلی کیلیفٹ (تاریخ خلفائے راشدین) میں حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اوّل کے ذکر میں یوں لکھتے ہیں:

جب میں ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کیطرف غور کرتا ہوں۔ جو بڑا دانا و ذی فہم معاملات دنیا کے پر پیچ حالات سے واقف تھا۔ اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ زیرک تھا۔ پھر اس شخص کی صاف عقیدت ایسی اور بے ریا ارادت کو دیکھتا ہوں جو اس کو رسول عربی (صلعم) کی نسبت تھی؛ تو خواہ مخواہ مجھے شک پڑتا تھا کہ رسول عربی (صلعم) کا دعویٰ شاید صحیح نہ ہو۔ (یعنے اگر رسول خدا صلعم اپنے دعویٰ رسالت و نبوت میں کاذب ہوتے تو ابو بکر صدیقؓ جیسا فہیم و زیرک ذی وجاہت شخص اُن پر ایمان لاکر اپنی سابقہ عزت و وجاہت کو خاک میں نہ ملاتا)

میں حضرت صلعم کا گرویدہ ہو گیا ہوں

محقق جے جے پول اپنی کتاب "اسلام پر ایک نظر" میں اسلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں لکھتا ہے:۔

جہاں دنیا، اسلام اور پیغمبر عرب (صلعم) اور شعبوں میں اس قدر رہین منت ہے؛ وہاں ہمیں بھی ممنون احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ علم ادب میں ایک جدید طرز کی بنیاد ڈالی اور پاک خیالات اور اعلےٰ حقائق کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔

تمام اہلِ علم اس کتاب پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے۔ اور گذشتہ سالوں میں مَیں نے غور سے جو اس کا مطالعہ کیا ہے تو اس کی بلاغت الفاظ کی شان شوکت اور مضمون کی شاندار روانی سے حیران رہ گیا ہوں اور تعلیم اسلام کا ذکر تو در کنار مَیں حضرت محمد (صلعم) کا گرویدہ ہو گیا ہوں ...."

بلاشبہ کلام پاک کی مہتم بالشان بلاغت اور خیالات کی بلند پروازی نے ممالک اسلام کی تمام تصانیف پر بے انتہا اثر ڈالا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی تاثیر ہے کہ کروڑہا انسانوں کے دلوں پر اُن کا قبضہ ہے

ایک سکھ جنٹلمین جو اخبار خالصہ سماچار کے ایڈیٹر ہیں۔ اپنے اخبار مذکور میں یُوں رقمطراز ہیں:-

"۴۳ کروڑ افراد حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیار کرتے ہیں۔ اس سے یہ سمجھ لو کہ لفظ محمد (صلعم) ضرور کوئی خاص اثر و قوت رکھتا ہے۔ جس نے تیرہ چودہ صدیوں کے بعد بھی کروڑہا انسانوں کے قلوب پر اس لفظ محمد (صلعم) کا قبضہ ہے۔ جب ہم محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سوانحعمری پر غور کرتے ہیں۔ تو ان کی سوانحعمری میں اگر کوئی سب سے زیادہ خوبی والی بات نظر آتی ہے۔ تو وہ اللہ پر ایمان کامل ہے۔"

اسلام الٰہی طاقت و نصرت کا کرشمہ ہے

سردار پریتم سنگھ صاحب ایم اے اپنے ایک انگریزی مضمون میں جو ابنائے عالم کے عنوان سے گوردکل میگزین میں شائع ہوا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں ارقام فرماتے ہیں:-

"مَیں ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ نبی جھوٹا ہو، یا اس کی زبان پر کچھ اور ہو، اور اس کے دل میں کچھ اور ہو۔ وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ مَیں خدا کا رسول ہوں لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اسکو طرح طرح کے دکھ دیتے ہیں۔ مگر وہ اپنے کام میں ثابتقدم رہتا ہے اور آخر کار کامیاب ہو کر رہتا ہے۔ کیا تم مجھے اس امر کا یقین دلا سکتے ہو کہ تیس کروڑ مسلمان جو آج قرآن مجید کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس سے پہلے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سچا ایمان رکھتے تھے۔ وہ تمام لوگ ایسے تھے جنہوں نے جھوٹی بات پر اپنے ایمانوں کو جما یا۔ آپ کے احکام پر آج ایک دنیا سر جھکاتی ہے اور گذشتہ تیرہ سو سال سے مسلمان کم از کم دن میں پانچ مرتبہ محمد رسول اللہ کا نام مبارک اپنے زبانوں پر جاری رکھتے ہیں۔ میرے مہربانو! مجھے بتلاؤ کہ یہ طاقت یہ قوت کہاں سے آئی کیا یہ جو تم دیکھتے ہو، الٰہی طاقت نہیں ہے؟ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ الٰہی نصرت کے بغیر یہ طاقت پیدا ہو سکے"

محمد عربی نے اپنے پیروؤں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و رضا جوئی کی راہوں پر چلایا!

ایک مشہور ہندو بزرگ سی پی رام سوامی آئر جنہوں نے وکٹوریہ ہال مدراس میں اسلام پر تقریر کرتے ہوئے اسلام اور محمد عربی کے متعلق فرمایا:-

"محمد صلعم نے اپنے پیروؤں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی رضا جوئی کی راہوں پر چلایا، آگے چلکر فرماتے ہیں، تاریخ اسلام ان دو قابل قدر خصوصیات کی تصویر ہے۔

پیغمبر اسلام ایک با عمل انسان اور بہت بڑے شہری تھے انکی سچائی کی پیاس کو سوائے وحی الٰہی اور کوئی چیز نہ بجھا سکی انہوں نے اپنی قوم کو اپنی زندگی میں مہمل فلسفہ کی تعلیم کبھی نہیں دی۔ بلکہ دکھوں اور مصیبت کے مقابلہ میں سینہ سپر رہنے کا اصول

---

۵۱ موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے تمام دنیا میں ۴۳ کروڑ مسلمانوں کا اندازہ لگایا ہے تیرہ کروڑ تو صرف چین اور ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی ہے۔

ان کی زندگی کا جزو بنا دیا۔ محمد (صلعم) نے ہمیشہ ٹالریشن (رواداری) کی تعلیم وتلقین کی ہے۔ اور وہ ہمیشہ عالمگیر اتحاد کے حامی رہے ہیں۔ (بحوالہ انگریزی اخبار ہندو مدراس)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار کوششوں کا اعتراف

لیلائے علم وطبیل سخن مسز سروجنی نیڈو نے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء کو انگلستان میں یک تقریر کی جس میں اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق یوں گوہر فشانی کی:۔

میں اپنے آپ کو اس قابل پاتی ہوں کہ اس عالمگیر اخوت کا آپ کے سامنے اعتراف کروں جس کے نقش میرے قلب پر محصور ہیں۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاکیزہ اور شاندار کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ کس قدر اعلیٰ کامیابی اور خوبی کے ساتھ یہ کام آپ نے ہمارے زمانہ میں نہیں۔ بلکہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر اس کا دعوےٰ دلی اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

میں اسلام کے پیغمبر کو دنیا کی مہاپرشوں میں سے سمجھتا ہوں

۵ مارچ ۱۹۲۸ء شام کے ۶ بجے بریڈلا ہال لاہور میں ینگ مین ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ہندو و مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ہندوستان کے مشہور محب وطن وفخر قوم وملک شیر پنجاب لالہ لاجپت رائے نے اسلام پر ذیل کے خیالات کا اظہار کیا:۔

میں مذہب اسلام سے اُنس رکھتا ہوں اور آپکی تعلیم کے بعض حصوں کو عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور اسلام کے پیغمبر صلعم کو دنیا کے بڑے مہاپرشوں میں سے سمجھتا ہوں، آپکی (رسول اللہ کی) سوشل لا پولیٹیکل تعلیم کا مداح ہوں۔ اور اسلام کا بہترین رنگ وہ ہے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تھا مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر ضرور جانا چاہئے اور وہاں جا کر یہ بھی بتلانا چاہئے کہ وہ ہندوستان کی پولیٹیکل ترقی کے لئے ویسے ہی خواہشمند ہیں۔ جیسے کہ ہندو اور مسلمان سلف گورنمنٹ چاہتے ہیں اور ان اعتراضات کو رد کریں۔ جو اسلام پر محض ناواقفیت کی وجہ سے کئے جاتے ہیں!!

ہمارا رسولؐ غیروں میں مقبول

(از مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر اہلحدیث امرتسر)

واضح ہو کہ ایک مسیحی عالم نے ایک کتاب "قران السعدین" یعنی "محمد عربی و مسیح ناصری" نامی لکھی ہے۔ اس مسیحی عالم نے اس سے پیشتر ایک کتاب "موازنہ انجیل و قرآن" نامی بھی لکھی تھی! یہ کتاب "قران السعدین" ۱۹۲۶ء میں پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی پریس لاہور میں چھپی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔ (کتاب قران السعدین صفحہ ۴۸) باوجود اس کے جو باتیں اس مسیحی عالم نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تصدیق کے بارے میں لکھی ہیں۔ ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مسیحی عالم لکھتا ہے کہ:۔

"عرب کے اُمی رسول کی زندگی کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ یہاں کہ عقیدت مندوں نے معمولی نقل وحرکت اور نشست و برخاست کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اور ضخیم جلدوں میں روایت ودرایت اور حکایت کی بنا پر نہایت مفصل سوانح حیات لکھی ہیں۔ اور اگر کسی

قوم کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے اپنے رہنما و رہبر اور اپنے ہادی و مقتدا کے حالات زندگی کو کامل اور اکمل طور پر جمع کیا ہے تو وہ صرف اہل اسلام ہیں جنہوں نے نہ صرف اقوال کو محفوظ رکھا بلکہ افعال کو بھی۔ گفتار کو بھی منضبط کیا اور کردار کو بھی۔ ولادت، عہد رضاعت، لڑکپن، شباب، اور کہولت کے سارے حالات و واقعات سوانح نگاروں تذکرہ نویسوں اور محدثوں نے لکھ مارے اور وہ بھی اس جامعیت، وسعت تفصیل اور تکمیل کے ساتھ کہ بقول علامہ شبلی مرحوم اقوال و افعال، وضع و قطع شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاق طبیعت۔ انداز گفتگو، طرز زندگی طریق معاشرت، کھانے پینے چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے سُننے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہی"

(قرآن السعدین صفحہ [illegible])

"خاتمہ میں ہم نے حضرت محمد صلعم کی رسالت پر زور دیا ہے اور بتایا ہے کہ ایمانداری بے تعصبی وسیع القلبی، و شرافت اس بات کی مقتضی ہیں کہ عیسائی دوست اپنے دلوں کو صاف کریں اور یقین جانیں کہ دینداری اس کے علاوہ کچھ اور ہے کہ آنحضرت کو بُرا بھلا کہیں اور ان سے بغض و عداوت رکھیں، بلکہ مناسب ہے کہ اُن کی خوبیوں پر نظر کریں حسب مرتبہ اُن کی قدر کریں تعظیم کریں اور حتی المقدور مسلمانوں کے جذبات کا پاس کرتے ہوئے اُن کے ساتھ رواداری سے پیش آئیں" (ص۵)

"لکھا ہے کہ "رسول ایمانداروں پر شفیق مہربان ہے" اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت ایک "روشن چراغ" رحمۃ للعلمین اور صاحب خلق عظیم تھے کہ ان کے اوصاف سے ان کی کوشش بارور اور سعی مشکور ہوئی" (ص [illegible])

"آنحضرت کی صفات حمیدہ و فضائل حسنہ، خلق عظیم، شرافت و نجابت بلکہ نصب رسالت کا انکار بھی محال ہے" (ص [illegible])

"وہ جس نے عرب کے بادیہ نشینوں کی کایا پلٹ دی اور اس کندہ ناتراش، جاہل، اور کینہ پرور قوم کو اخلاق دلپسندیدہ کے زیور سے مزین کردیا۔ شراب جو انکی گھٹی میں پڑی تھی چھڑادی قمار بازی کی لت جو اُن کی فطرت ثانی بن چکی تھی، ہٹادی اور زنا اور لواطت کی رسم کو مٹادیا۔ غرض بیشمار اخلاق ذمیمہ اور افعال شنیعہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اور شرک و بت پرستی کی بجائے توحید کا علم نصب کیا اور وہ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ان میں ایک بے نظیر اخوت و اُلفت اور مساوات کا جذبہ پیدا کردیا۔ اس شاندار انسان اور قابل قدر مصلح پر بے بنیاد اعتراضات کرنا۔ اُسپر بہتان باندھنا اور ہر ملامت کے لئے اُسے نشانہ بنانا نہایت مکروہ اور نازیبا فعل ہے۔ بلکہ دینداری اور دیانت تو یہ ہے کہ شدید ترین مخالف اور دشمن جان کے محاسن کا ذکر بھی نہایت فراخدلی اور وسعت قلبی کے ساتھ کیا جائے، نہ یہ کہ محض مخالفت و مخاصمت کی بنا پر عرب کے اس اولوالعزم رسول کو پانی پی پی کر کوسا جائے" (ص [illegible])

"ہمارا یقین ہے کہ وہ ایک عظیم الشان ذی قدر اور بلند رتبہ انسان تھا۔ مرسل تھا، مامور من اللہ تھا اور اس میں وہ الٰہی روشنی اور حقیقی "نور پرتو فگن تھا جو دنیا میں آکر ہر شخص کو منور کرتا ہے۔ اور یہ کچھ ہمیں پر موقوف نہیں بلکہ بیشتر غیر مسلم مصنفین باوجود مخالفت و دشمنی کے آپ کی خوبیوں کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگئے یہاں تک کہ بعضوں نے صاف الفاظ میں اُن کا مامور من اللہ اور رسول ہونا تسلیم کیا ہے" (ص ۵۵)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

آخر میں میں یہ شعر لکھکر مضمون کو ختم کرتا ہوں:-

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

اللہ کے محبوب دُنیا بھر کے مطلوب

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ

(از جناب سید محمد کرم حسین صاحب مالک دواخانہ شفاء الامراض و ایڈیٹر رسالہ مسیحائے زمان تجارہ۔ الور)

جس قدر بانیان مذہب اسی دنیا میں آئے، ان کے پرستار انکی تعریف نہ کریں۔ تو اُن کی خوبی عالم میں کسطرح آشکارا ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر ایک بانیٔ مذہب کی ثنا و صفت وہی زیادہ کرتے ہیں جو اُن کے پیرو ہوتے ہیں۔ لیکن برتری اس دنیا میں اُس کی زیادہ ہے جس کی کل قوم اور سب جن و انس مدحگوئی و نعت خوانی میں رطب اللسان ہوں۔

وہ کون! خدا کے سچے محبوب، مطلوب، حبیب، لبیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ جن کے خصائل میں تمام قرآن شریف اور اس کی ایک چھوٹی سی آیت زبردست شہادت دے رہی ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ دنیا جہان ہی نہیں بلکہ آسمان پر بھی آپکا ذکر بلند ہوتا ہے۔ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں اور منٹوں و سیکنڈوں میں کوئی پل ایسا نہیں ہے جس میں حضور سراپا نور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو۔ پانچوں وقت کی نماز فرض، سنت، نفل، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح، نماز عاشقان، عید، بقر عید، جمعہ کی نماز، اذان، خطبہ، تکبیر میں نام لیا جانا۔ محفلوں، مجلسوں میں ایک شخص ذکر خیر کرتے ہوئے جبکہ حضورؐ کا نام لیتا ہے، تمام حاضرین درود پڑھتے، صوفیوں، عارفوں کا ذکر، شغل، توجہ، مراقبہ فنا فی الرسول میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ زمین گردش کرتی ہے۔ اسی گردش سے کسی ملک میں دن ہوتا ہے تو کہیں رات، کہیں دوپہر تو کہیں شام ہوتی ہے۔ غرضیکہ کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا جس میں کسی نہ کسی طرح حمد الٰہی اور نعت رسول پناہی ادا نہ ہوتی ہو!

اس نام کی ایسی برکت ہے کہ بیماری جسمانی اور اوپری بیماری (یعنی آسیب وغیرہ) کے دفعیہ کے لئے مساجد کے دروازوں پر غیر مذاہب اپنے بچوں کو لیجاتے، پھونک دلاتے، پانی پر دم کرا کر لاتے وہ پانی پلاتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور فنا فی اللہ والوں کی خدمت میں حاضر ہوتے، تعویذ لیتے، جھاڑ پھونک کراتے، اپنی حاجتوں کے دفعیہ کے لئے ورد وظائف میں آیات قرآن شریف اور درود پاک پڑھتے۔ خدا سے اپنی حاجتیں پاتے ہیں!

تمام مخلوق کے انصاف پسند لیڈر و قومی رشی مقتدر حضور مفتخر، رسول حق و بشر حبیب رب اکبر کے سچے حالات کتب تواریخ و سیرت محمدیؐ لکھے گئے اور لکھے رہے ہیں۔ جا بجا اجلاسوں اور قومی جلسوں میں طول و طویل حالات حبیب کائنات سنائے ہیں۔ حال ہی کے واقعات ہیں، ۷ جون ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے کہ قادیانی صاحبان نے تمام ہندوستان کے اندر ایک ہی تاریخ مقرر کی اور اس میں شرکت کے لئے ہر قوم و مذہب کے نمائندوں کو دعوت دی گئی۔ جن میں ہندو، مسلمان، عیسائی، وغیرہ لیکچرار تشریف لائے، اور اپنی اپنی زبان سے کسی نے زبانی اور کسی نے تحریری جن کے لکھنے میں بڑا عرصہ گذرا ہوگا۔ اور تلاش میں کئی کئی دن گذرے ہونگے۔ حضور مجمع الصفات کے حالات اہل جلسہ کو سنائے۔ اسی تاریخ میں یہ خاکسار دہلی کے جلسہ میں شریک تھا۔ منجملہ چند معززین مدحگویان میں سے صرف ایک صاحب کا نام نامی یاد رہا جنکا اسم شریف پارس داس صاحب

چینی مذہب کے لیڈر اور شاید آنریری مجسٹریٹ بھی ہیں۔ ان جناب نے حضور پُر نور کی وہ مدح سرائی فرمائی کہ تمام سامعین سُننے کے اشتیاق میں محویت اور خاموشی سے سُن رہے تھے۔ اور ہر کوئی ان کی محبتانہ تعریف کی داد دیتا تھا۔ آخر میں ایک سچی بات یہ سنائی۔ کہ مسلمان ایسے پیغمبر ذی حشم کی تقلید کریں تو پھر برسرِ عروج ہو جائیں، اسی طرح اور شہروں کے حالات اخبارات سے معلوم ہوئے کہ ہر ایک جگہ کے ہندو مسلمانوں سکھوں، عیسائیوں نے مدح سنائی۔

"اتھرون وید" ہندو صاحبان کی ایک بڑی مستند کتاب ہے: اس میں لکھا ہے: برھمان الا مرالرسول محمد رزہ کم بر شیء (ترجمہ) پیدا کر خوا الا اللہ رسول محمد رزور اور کا کون ہے اس کی برابر کا۔"

"رگھ وید" کے منتر میں نام احمد اور یجر وید کے منتر میں نام محمد موجود ہے۔

دوسری عبارت اُن کی جو ہندو صاحبان میں مشہور ہے اور اس کو نتا نوال بھی کہتے ہیں، وہ یہ کہا کرتے ہیں:۔

لا الٰہ ھرلی پاپن الا اللہ پرم پد مجنم
بیکنٹھ پرا پت ہوئے تو جپئے نام محمد م

(ترجمہ) لا الٰہ کہنے سے پرم پد ملتے ہیں جنم بیکنٹھ ہونا چاہو تو نام محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ کرو۔"

چھٹی کانڈ بارہویں اسکندھ میں راسنگ رام میں جو کہ بیاسی جی نے لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ گوسائیں تلسی داس جی نے بزبانِ بھاکا اور بر حاشیہ کے اس طرح لکھا ہے۔

یہاں میں نہ کچھ بات راکھوں
یہاں میں آپ کی طرفداری میں کچھ نہ کہوں گا
وید پُران ست مت بھاکھوں۔
جو وید پُران میں لکھا ہے وہ سچ کہونگا
برکھ سس دس سندلم ہوئی ہے
برس دس ہزار تک رسالت تام ہوگی
تب کی بات نہ پائے کوئے
بعد کو یہ مرتبہ کوئی نہیں پا سکتا
دلیش عرب میں بھرکتا سہائے
ملک عرب میں ایک خوشنما ستارہ ہوگا
سو تھل بھوم گت سنو کھگ رائے
اچھی شان کی زمین ہوگی؛
سنبھو سمت تا کر ہوئے
ان ہونی بات (معجزے) اس سے ظہور میں آوینگی
سنند سم راد یس تھتھ سوئے
ولی اللہ قاسم کہا جائے گا
سمت بکرم کی دو دانگا
سمت بکرماجیت کی سمندروں تعداد کیطابق
مٹھاوک تس جتیر تنگا
نہایت اندھیری رات میں مثل چاند آفتاب کے چمکیگا
راج نیت بھو پریت دکھاوے
بادشاہی قاعدہ کے موافق خلق اور محبت ظاہر کر دیگا
اپن مت سب کو سمجھاوے
اور اپنا مذہب سب کو سمجھا دے گا
جاتر سندر مت چاری
اُس کے چار خلیفہ ہوں گے
تنکلی بنس ہوئے بہو بھاری
ان سے نسل بہت بھاری ہوگی۔
تب لگ جو سندر م جیہ کوئے
اُس دین جاری رہنے تک جو کوئی خدا تک پہنچتا ہے
بنا محمد پار نہ ہوئے
بغیر ذریعہ محمد کے پار نہ ہوگا۔
تب ہووے سنگ لنگ اوتارا۔
تب ہوگا ایک مرد کامل
مہندی کھیں شکل سنسارا
امام مہدی کہیں گے اسکو سب جہان والے

پھر [۱۹] سند رم تمان نہیں ہوئے
بعد ان کے ولایت نہ ہو گی !
تلسی [۲۰] بچن ست مت گوئے
تلسی داس یہ بات سچ سچ کہتا ہے

گوشائیں تلسی داس جی کا دوسرا قول

کاشی پربت یادھن تیرتھ سبھی کام ؛ بیکنٹھ باسی پائیے بنا محمد نام

کبیر داس جی نصیحت کرتے ہیں !

لا الٰہ کا تانا الا اللہ کا بانا ؛ داس کبیر بنت کو بیٹھا ابھا سو برا ونا

بابا نانک صاحب اپنے پیروں کو ہدایت فرماتے ہیں

پہلا نام خدا کا دوجا نام رسول ؛ تیجا کلمہ پڑھ لے نانکا درگہ دیں قبول

سکھ صاحبان کے نامی گرامی لیڈر بھائی بالا صاحب نے اپنی کتاب جنم ساکھی تیسری مرتبہ کی چھپی ہوئی گیکس پرنٹنگ لاہور میں لکھا ہے کہ موحد راہ ہدایت بابا گورو نانک صاحب اپنی پنجابی زبان میں فرماتے ہیں ؎ توریت انجیل زبور اور پڑھ سن ڈٹھے وید ؛ دھیا قرآن شریف کل جگ میں پرواں (ترجمہ) توریت انجیل زبور اور وید پڑھ سنکر دیکھ لئے ہیں، تمام جہان میں نجات کا ذریعہ صرف قرآن شریف ہی ہے۔
اور صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے ؎ ڈٹھی میں چار کتاب اکس باجھ نہ کوئے ؛ وحدہٗ لا شریک ہے دوجا ہو نا کوئے ؛ (ترجمہ) چاروں کتابوں کو دیکھا لیکن قرآن شریف کے بغیر دوسری کوئی کتاب نہیں"

بابا صاحب کی یہ رباعی تو خاص محبت کی نشانی کا پتہ دیتی ہے۔ (اس دنیا میں سب سے بڑا انسان وہ ہے کہ جو لفظ منہ سے بولا جائے اس کا نام نکل آئے) ؎

نام لو جس اچھر کا کرو چوگن سار ؛ دو ملا پنج گنا کر بیسوں دوارا
جو بچے سو نو گن کر دو اور لو ملا ؛ نانک تن بدن سے محمدؐ لو بنا

مثال کے طور پر ایک نام بتایا جاتا ہے، اسیطرح اور جس قدر نام لیکر عدد نکالو گے انہیں سے نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نکل آتا ہے۔ وھو ہذا :۔

امید اس کے الف کا ۱
میم کے ۴۰
ی کے ۱۰
د کے ۴

ان سب عددوں کو جمع کیا۔ ۵۵ ہوئے
ان ۵۵ کو چوگنا کیا یعنی ۴ میں ضرب دیا
۴
۲۲۰ ہوئے
انہیں ۲۔ اور ملائے
تو ۲۲۲ ہوئے
پھر انکو ۵ میں ضرب دیا
۱۱۱۰ ہوئے۔ انہیں ۲۰ دوارا۔ یعنی ۲۰ پر تقسیم کر دیا اسطرح پر

۲۰) ۱۱۱۰ (۵۵
۱۱۰۰
۱۰ بچے
ان میں ۹ اور ضرب دئے
۹۰ ہوئے
۹۰ میں ۲ اور ملائے
۹۲ ہوئے

یہ ۹۲ عدد نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دل تو چاہتا ہے کہ اپنے آقائے نامدار حبیب کردگار مدنی تاجدار کا ذکر پاک بصراحت و وضاحت کتب آسمانی مثل توریت انجیل اور زبور وغیرہ سے بھی لکھکر شائقین با تمکین و محبین مطلوب رب العلمین و طالبین غیر مسلمین کے دلوں کو خوش کیا جائے کیونکہ عاشقوں کو اپنے محبوب کے ذکر سے سیری نہیں ہوا کرتی اور ہونی بھی نہیں چاہئے کیونکہ مشتاقین کا اشتیاق یہ بھی رہا کرتا ہے کہ میرے پیارے کا ذکر ہوا ہی کرے !

چونکہ ہر شخص کی طبیعت علیحدہ علیحدہ ہے، ایک ہی شخص سے طویل مضمون کو دلچسپی سے نہیں پڑھا جاتا۔ اس لئے میں اسکو ختم کرتا ہوں۔ اور کوئی محب ذیشان انگریزی خوان، انگریزی یہودیوں وغیرہ کی تصانیف سے سیاح لامکان کے وہ حالات تحریر فرمائینگے جن سے ہر ایک انسان حضور پر نور سے دلی محبت پیدا کرے، اور راتدن انہی کا کلمہ پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق و ثبات غیروں کی نظر میں

(از جناب مولانا غلام احمد میر صاحب کارکن دفتر ترقی اسلام)

اس دارفانی میں خداوند کریم کی مخلوقات میں ہر رنگ و روپ اور ہر قسم کے انسان اور دیگر حیوانات موجود ہیں۔ کوئی ایسے بھی ہیں جن کو اس خالقِ کل نے ازلی سعادتمند بنایا ہے۔ انکا کام یہی ہے کہ وہ ہر ایک راستباز، مامور من اللہ اور کاذب دغاباز، شیطان کے ساتھی کا روحانی آنکھوں سے موازنہ کرکے فرق ظاہر کرتے ہیں۔ انکو کسی قسم کے دلائل اور براہین کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی مثال اس بزرگ کی مثال ہے جو کہ ہمیشہ سونے کا کام کرتا ہو۔ وہ بغیر کسی کسوٹی پر چڑھانے کے سونے کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔

انہی مخلوقات میں وہ انسان بھی ہیں کہ جن کی سعادت کچھ آگے چلکر ظاہر ہوتی ہے۔ اور انکا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ دلائل اور براہین سے مامور من اللہ اور شیطان کے ساتھی میں فرق کرتے ہیں ان لوگوں کی مثال اس بزرگ کی طرح ہوتی ہے۔ جو کہ سونے کو بغیر کسوٹی پر چڑھانے کے نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان بھی سکتا ہو لیکن اس کے دل میں اصل اور نقل کے متعلق شک رہتا ہے۔ جو کہ کسوٹی پر چڑھانے سے دور ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو عرفِ عام میں کوربا طن کہتے ہیں۔ انکو ان کے اعمال کے باعث کھرے کھوٹے کی پہچان نہیں ہوتی ہے۔

اسیطرح ہر ایک چیز پہچاننے کیلئے بھی کچھ علامات مقرر ہیں جن سے اس چیز کی اصلیت کا پتہ لگتا ہو لیکن خداوند ارض و سما نے بعض چیزوں کو ایسا بھی بنا دیا۔ کہ انپر کوئی علامت احاطہ نہیں کرتی۔ اور خود ہی اپنے مصدق اور شاہد ہوتے ہیں لیکن ان چیزوں کا علم بھی بعض لوگوں کو بغیر کہے نہیں ہوتا ہے مثلاً آفتاب ہے۔ اس کا طلوع ہی اس کے وجود کی دلیل ہے مگر ایک مادر زاد اندھے کو جبتک اسکے متعلق علم نہ دیا جائے اس کیلئے یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کہ آفتاب کیا چیز ہے اور کیسا ہے!

حضرت رحمۃ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے انکی مثال وہی تھی اور ہے جو آفتاب کی ہے۔ یعنی "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" ہر ایک شخص نے اس شمس الضحٰی کے طلوع سے معلوم کرلیا کہ یہی وہ شخص ہے کہ جسکی انتظار ہر خرد و کلاں کو تھی۔ اور یہی وہ نور ہے جس کے وجود باجود کے طفیل سے ظلمت کافور ہو جائیگی۔ یہی وہ پاک ہستی ہے جسکو صلح و آشتی کا شہزادہ یا مجسم آشتی کہنا بجا ہے لیکن وہ لوگ جنکا کہ دلائل پر انحصار رکھتا۔ انہوں نے اس نور کے پہچاننے کیلئے روحانی آنکھوں سے بہت کم کام لیا۔ بلکہ بعض دفعہ بغض و عداوت کے گڑھے میں گھر کر ظاہری آنکھوں کو بند کر دیا۔ لیکن جب انکو ذراسی ہوش آئی اور اس اس گڑھے سے نکلنے لگے جس میں کہ وہ گر گئے تھے۔ تو انہوں نے چشم ظاہر بین کیلئے دلائل کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان نبیوں کے سردار اور پاکبازوں کے پیشرو کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہدے جو دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں کہ میں تمہارے درمیان ایک بہت عرصہ رہا کیا تمنے کبھی مجھکو کسی گناہ، جھوٹ یا فریب کا مرتکب ہوتا محسوس کیا ہے؟ یہ تمہارے لئے کافی دلیل ہے! یہ تو کہنے کو یہ تھوڑے سے لفظ معلوم ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی بلند شان کے مظہر ہیں کہ اُس نے چند لفظوں میں ظاہر پرستوں کو وہ دلیل دی جو ایک ظاہر پرست کیلئے بھی کافی سے زیادہ ہے۔ اس وقت اگر کوئی کم علم اور بغض و عداوت کا مارا ہوا یہ اعتراض کرے۔ کہ ہمیں کیا معلوم کہ رسول اللہ صلعم کی پہلی زندگی کیسی تھی جس سے کہ ہم اندازہ لگا سکیں کہ وہ کس قسم کے انسان تھے۔ اس اعتراض کو دور کرنے کیلئے

میں مشہور و معروف لوگوں کے جو اسلام کے دشمن تھے چند اقوال درج کرتا ہوں جن سے کہ اس آفتاب عالمتاب کے جبین پرضیا سے وہ نقاب دور ہو جائے جو کہ آجکل دشمنانِ اسلام نے مغالطہ دہی سے اس نور کے پتلے پر ڈالنا چاہا ہے۔ اور تا ان شہادات سے وہ لوگ بھی اپنی افترا پردازیوں سے باز آجائیں جو کہ ہمیشہ حق کو باطل سے مشتبہ کرنیکی فکر میں رہتے ہیں۔ میں ان آراء اور اقوال میں سے پہلے ان لوگوں کے اقوال درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکے زمانہ طفولیت سے دعوٰی نبوت تک بلکہ اس کے بعد تک تھے۔

ابوجہل قریش قوم کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اور اسلام کے اشد ترین دشمنوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمنوں کا بھی سرگروہ تھا۔ یہی شخص ایک روز آپکے زمانہ نبوت میں آپکو کہتا ہے "انا لا نکذبک ولکن نکذب ماجئت بہ" (ترمذی) اے محمد (صلعم) ہم تیری تکذیب نہیں کرتے کیونکہ تو صادق اور امین ہے لیکن ہم اُس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو تو لایا"

پھر النظر بن حارث اسلام کے اشد ترین دشمنوں سے تھا۔ اس نے کسی شخص کو یہ کہتے سُنا "کہ محمد جھوٹا ہے" تو یہی دشمن اسلام بیتاب اور خفا ہوکر بول اٹھا" تحقیق محمد (صلعم) تمہیں میں ایک چھوٹا بچہ ہوتا تھا اور تم سب میں زیادہ پسندیدہ اخلاق والا تھا۔ اور سب سے زیادہ راست گفتار تھا۔ اور سب سے زیادہ امین تھا۔ اور اسکے متعلق تمہاری بھی یہی رائے رہی حتٰی کہ جب تم نے اُس کی زلفوں میں سفیدی دیکھی یعنی بڈھا ہوا۔ اور وہ لایا تمہارے پاس جو کچھ بھی لایا۔ تو تم یہ کہنے لگے کہ وہ ساحر ہے۔ نہیں خدا کی قسم وہ جھوٹا تو ہرگز نہیں"۔ (سیرۃ خاتم النبیین مصنفہ مرزا بشیر احمد)

اُمیہ بن خلف رسول کریمؐ کا جانی دشمن تھا لیکن جب سعد بن معاذ نے اسکو یہ خبر سنائی۔ کہ آنحضرتؐ نے تیرے قتل کی پیشگوئی کی ہے، یہ سنکر اسکے اوسان خطا ہو گئے، اور اس نے گھر جاکر اپنی بیوی سے ذکر کیا اور کہا" واللہ ما یکذب محمد اذا حدث" خدا کی قسم محمد جب کوئی بات کہتا ہے۔ وہ جھوٹ نہیں ہوتی ہے"

قریش کو جب حضورؐ نے بغرض دعوتِ اسلام جمع کیا تو اُن سے کہا اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی پچھلی وادی میں ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم میری بات مان لوگے؟ تو سب نے ملکر یہی جواب دیا "ہاں کیونکہ ہم نے تیری بات کو ہمیشہ سچ پایا" (بخاری)

یوں تو اس نور کی تصدیق میں سینکڑوں لوگوں کی شہادات موجود ہیں لیکن طوالت کے خوف سے بعض دیگر لوگوں کی شہادات پر اکتفا کرتا ہوں آر۔ ڈی۔ اوسبورنی جیسا دشمن اسلام بھی یہ لکھتا ہے "اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت (صلعم) کو اپنی رسالت کا سچا یقین تھا۔ آپ ایک ایسی قوم کے درمیان جو بت پرستی میں منہمک تھی توحید الٰہی کے صاف اور روشن ادراک تک پہنچ گئے۔ اور استقلال و ثابت قدمی سے باوجود کفار کی ایذا دہی اور تمسخر استہزا کے اس مسئلہ اعظم کی تلقین کی"

(اسلام زیر حکومت عرب)

مسٹر ٹامس کارلائل اُن معاندین اسلام کی بہتان بندی کیخلاف (جو حضورؐ کو مفتری اور کذاب کہنے سے ذرا نہیں جھجکتے) باین الفاظ رقمطراز ہیں "ایسا ہرگز نہیں یہ ژرف نگاہ شخص جو جنگلی ملک میں پیدا ہوا تھا۔ اپنے دل میں کھب جانیوالی سیاہ آنکھوں اور شگفتہ اور با اخلاق اور پرجود طبیعت کیساتھ بجائے جاہ طلبی کے کچھ اور ہی خیالات رکھتا تھا۔ وہ ایک ذی سکونت اور غیر معمولی طاقتوں والی روح تھی، اور ان لوگوں میں سے تھا۔ جو سوائے راستباز ہونے کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ اور جسکو قدرت نے خود سچا اور راستباز پیدا کیا تھا جیسا کہ اور لوگ مقررہ عقیدوں اور روایتوں پر چلتے اور انہیں پر قائم و قانع تھے۔ یہ شخص ان عقائد اور روایات کے حجاب میں نہ رہ سکتا تھا۔ اور اپنی روح اور حقائق اشیاء کے معلوم کرنے میں اوروں سے مستثنیٰ تھا۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہستی مطلق کا سر عظیم مع اپنے جلال و جمال کے اس پر کھل گیا تھا۔ اور پرانی روایتیں اس حقیقت پر جس کے بیان سے ناطقہ عاجز ہو اور جس نے اپنے تئیں "میں یہاں ہوں" سے تعبیر کیا ہے پردہ نہ ڈال سکیں ایسا صدق جسکا ہم نے کوئی اور لفظ نہ ملنے کیوجہ سے صدق نام رکھا ہے۔ فی الحقیقت ایسے شخص کا کلام ایک آواز ہے جو بلا واسطہ فطرت الٰہیہ کے قلب سے نکلتا ہے اور جس کے سننے میں اور چیزوں کی نسبت زیادہ توجہ چاہئے۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں جو کچھ ہے وہ ہیچ ہے"

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

شریف بی بیوں کیلئے بہترین کتابیں

تعلیم نسواں کی پہلی کتاب ۲ر	تعلیم نسواں کی دوسری کتاب ۳ر	تعلیم نسواں کی تیسری کتاب ۷ر	ولیوں کے حالات قیمت ۸ر	رفیق نسواں قیمت ۹
قرآن اور اہل قبلہ اقبال المقبول قیمت	ہندوستان کی شہزادیاں ۸ر	تاریخ شاہان اسلام قیمت ۱۲ر	رقعات غالب قیمت ۸ر	مولانا شبلی کے تاریخی مضامین
بیوی از محمد حسین کے علمی مضامین ۸ر	بیگمات کے اخلاقی مضامین ۵ر	پیغمبروں کے حالات قیمت ۵	مضامین حالی قیمت ۵ر	خورشید جہاں قیمت ۱
بلند پایہ ادیب مضامین ۵ر	پردہ نسواں قیمت ۵ر	ادیب نسواں قیمت ۵ر	زنانہ اردو خط و کتابت ۵	سوانح زیب النسا قیمت
انشائے نسواں قیمت ۴ر	انتظام خانہ داری قیمت ۴ر	کھانا پکانا قیمت ۴ر	ہدیۃ المستورات قیمت ۴ر	اخلاقی کہانیاں قیمت
ہنر آموزی قیمت ۴ر	طبیب النساء یا لیڈی ڈاکٹر ۳ر	فاروق السلام قیمت ۳ر	جامع القرآن قیمت ۳ر	سرتاج زہرا قیمت ۳
صدیق الرسول قیمت ۳ر	بہشتی حوریں قیمت ۲ر	محبوب سبحانی قیمت ۲ر	دوست مشفق قیمت ۲ر	انسان اور اسکی زندگی
دلپسند ... کی چالیس ترکیبیں	مہمان اور میزبان قیمت ۲ر	پریوں کا بادشاہ قیمت ۲ر	عملیات غوثیہ قیمت ۴ر	عملیات چشتیہ قیمت ۷
عملیات ... قیمت ۴ر	تہذیب و شائستگی قیمت ار	خدا پرست بی بی قیمت ار	نذیری بیگم قیمت ار	محمود غزنوی قیمت
شاہجہاں بادشاہ قیمت ار	وفادار بیٹی قیمت ار	انمول موتی قیمت ار	شہزادی بلقیس قیمت ار	دکھیاری دلہن قیمت
چھ ماہیں قیمت ار زنانہ آداب ۲ر	دکھیا شہزادی قیمت ار	جہانگیر کی چہیتی بیگم قیمت ار	فریبی خالہ قیمت ار	گلزار مدینہ قیمت ار
گیت مدینہ قیمت ار	سچے موتی قیمت ار	ترغیب غار قیمت ار	توبۃ النصوح کاغذ عمدہ قیمت ۱۲ر	فرہنگ توبۃ النصوح ۸ خلاصہ خواب النصوح ۳
مراۃ العروس عمدہ کاغذ وخط قیمت ۱۲ر	بنات النعش خوشخط قیمت ۱۲ر	زیور ایمان کاغذ عمدہ قیمت ۸ر	بہشتی زیور کامل دس حصہ قیمت فی حصہ ۲ر بہشتی گوہر قیمت ۸ر	ریل نامہ بطرز ضعیف قاعدہ یدکتاب قیمت ۳

منگوانے کا پتہ :- **خواجہ عبد الرحمٰن عبد الحنان تاجران کتب کٹڑہ بگھیاں۔ امرتسر**

ترجمان مومن انصار ایک آنہ میں

ترجمان پونے چار کروڑ قوم مومن کا واحد ماہوار پرچہ ہے جس میں قوم مومن کی تائید و حمایت اور اصلاح و ترقی کے متعلق زبردست نثر و نظم مضامین درج ہوتے ہیں۔ اور دوسری مسلمانوں کا فائدہ اور دلچسپی کے لئے ہر قسم کے مذہبی۔ تاریخی۔ علمی ادبی، مضامین اور فسانے ہوتے ہیں۔ مشتہرین کے لئے اشتہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ تین سال سے آب و تاب سے نکل رہا ہے۔ **چندہ سالانہ ۱۲؎**۔ فی پرچہ ۱ہ۔ نمونہ کے لئے صرف **ایک آنہ کا ٹکٹ**۔ بغیر ٹکٹ کے اپنا کارڈ نہ ضائع کیجئے۔ ردی میں ڈالدیا جائے گا۔ مشتہرین مفت طلب کر سکتے ہیں۔ پتہ :-

منیجر ترجمان مومن انصار بنارس

اتحاد اور اتحاد الاسلام

امرتسر کے مطبوعہ خاص نمبر الموسوم "نبی نمبر" اگر آپ نے اب تک ملاحظہ نہ فرمائے ہوں تو آج ہی ۸؍ کے ٹکٹ لفافہ میں بھیجکر منگو لیجئے اتحاد کے دو نبی نمبر ۲۰ × ۲۶ کے ۸ صفحات پر طبع ہوا ہے۔ ہر نمبر میں ملک کے ممتاز و مشاہیر ہندو و مسلم شعراء و ادبا کے لکھے ہوئے چوٹی کے مضامین درج ہیں۔ ضرور منگوائیے۔ اور پبلشر کی محنت کی داد دیجئے۔

قیمت فی پرچہ صرف ایک آنہ (۱؍)
برائے محصولڈاک ایک آنہ
ملنے کا پتہ:۔

مینجر اتحاد الاسلام امرتسر

شعر و ادب کا ماہوار رسالہ

"چمن" امرتسر

ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں تازہ بتازہ کہانیاں افسانے دلچسپ اور پھڑکتی ہوئی غزلیں۔ نظمیں۔ لطیفے۔ اور مفید معلومات کار آمد باتیں۔ شاعری کے متعلق تحقیق اور مفید مضامین۔ اصلاح اساتذہ کے نمونے مسلسل شائع ہوتے ہیں۔

حجم ۴۸ صفحہ سالانہ چندہ صرف (۲؍) ششماہی (۱۲؍)
نمونہ مفت
پتہ:۔

مینجر "چمن" چوک بجلی امرتسر

مَنْ اَنصَارِی اِلَی اللہ

شمع مذہب و ملت کو بجھانے کی غرض سے الحاد و زندقہ اور کفر و بیدینی کی جو خوفناک آندھی چل رہی ہے کوئی قلب نہیں جو اسے محسوس نہ کر رہا ہو لیکن ظاہر ہے کہ فقط احساس کافی نہیں تاوقتیکہ اس طوفان بیدینی سے بچنے کی تدابیر اختیار نہ کی جائیں۔ اسلام اور اہلسنتہ کا لباس پہنکر غارتگران مذہب اور دشمنان ملت حق و باطل کو ملتبس کر رہے ہیں پھر کیا اے پرستاران حق! کیا آپ اسی طرح نچلے بیٹھے رہیں گے؟ آپ کے فرض سے کہتک غافل رہنے کا تہیہ کر چکے ہیں؟ بیدار ہو جیئے! اور جلد

ہفتہ وار اخبار "**الفقیہ**" امرتسر

کی خریداری قبول فرمائیے۔ جمیں مذہب حنفیہ اہلسنتہ کی صحیح اور سچی تعلیمات شائع ہوتی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی مخالفین وہابی غیر مقلد۔ شیعہ۔ مرزائی عیسائی آریہ وغیرہ کا رد اس خوبی سے ہوتا ہے کہ پرستاران باطل مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں یقین نہ ہو تو آج ہی ہم سے نمونہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت منگائیں بذریعہ وی پی للعہ بذریعہ منی آرڈر للہ ششماہی بذریعہ وی پی ۲؍ بذریعہ منی آرڈر ۱؍ مینجر ہفتہ وار اخبار "الفقیہ" امرتسر (پنجاب)

مسیحائے زمان ملاحظہ فرمائیے جو زمانہ کا سب سے پہلا اور واحد ماہوار رسالہ ہے جمیں عورتوں مردوں اور بچوں کی چھپی اور کھلی بیماریاں۔ انکے مجرب علاج طب یونانی۔ ڈاکٹری۔ ویدک۔ ہومیوپیتھی۔ بائی تعلیمات اور ساتہ۔ وظائف۔ دلچسپ فسانے۔ تاثیر میں ڈوبی ہوئی نظمیں۔ دل بہلانے کی باتیں درج ہوتی ہیں۔ اشتہار دینے والوں کیلئے کامیابی یقینی ہے چندہ سالانہ (۱؍) نمونہ مفت۔ پتہ:۔ مینجر رسالہ مسیحائے زمان تجارہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۲۶۵
قال اللہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام
اسلامی مذہبی اور تبلیغی مضامین کا ماہوار
رسالہ
اسلام
امرتسر
جو
ہر مہینے کی ۲۵ تاریخ کو کوچہ دبگراں امرتسر سے شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر۔ محمد مہر الدین
قیمت فی پرچہ دو آنے (۲)

غرض و مقاصد

(۱) [illegible] نبی علیہ السلام اور قرآن کریم کی صداقت و عظمت بیان کرنا

(۲) مسلمانوں کو سچے معنوں میں مسلمان بننے کی تعلیم و تلقین کرنا وغیرہ وغیرہ۔

(۳) مخالفین اسلام کے اعتراضات کا مہذبانہ طریق پر قلع قمع کرنا۔

(۴) مذاہب باطلہ کی تکذیب اور کمزوریاں بیان کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ بعد تک اگر رسالہ نہ پہونچے تو دوبارہ طلب کر لینا چاہئے۔

(۲) چندہ سالانہ والیان ریاست و ہمدردان اسلام جو عطا فرماویں۔ روساء و جاگیرداروں سے دس روپیہ امراء سے پانچ روپیہ۔ عام متوسط حال برادران اسلام سے بذریعہ منی آرڈر دو روپیہ بذریعہ وی۔پی سوا دو روپے طلباء سے ڈیڑھ روپیہ للعہ

(۳) چندہ ہر حالت میں پیشگی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا آنے کا ٹکٹ آنا چاہئے۔

(۵) بیرنگ خطوط وصول نہیں کئے جائیں گے

(۶) جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مینیجر رسالہ اسلام امرتسر پنجاب فرمادیں۔

مفت

رسالہ اسلام امرتسر کا نمونہ

جن اصحاب کی خدمت میں طلب کرنے پر یا بلا طلب بامید خریداری و امداد بھیجا جاوے۔ ان کا فرض ہے کہ مہربانی فرماکر زر امداد (چندہ سالانہ) بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں اور اس خالص اسلامی رسالہ کی سرپرستی و امداد سے مستحق ثواب دارین ہونے کے علاوہ نیازمند کو شکریہ کا موقع عطا فرماویں اور اگر خدانخواستہ کسی صاحب کو اس کی سرپرستی منظور نہ ہو تو رسالہ پہونچنے سے دو ہفتہ کے بعد تک جواب سے مشرف فرمادیں۔ ورنہ بصورت خاموشی دو ہفتہ انتظار کرکے آئندہ پرچہ بذریعہ وی۔پی ارسال خدمت کیا جاویگا جس کا وصول کرنا اسلامی فرض ہوگا۔

(مینیجر)

اہل قلم اصحاب سے

گذارش ہے کہ مقاصد رسالہ کو مدنظر فرماکر قلمی امداد سے مستحق ثواب دارین ہوں

(۱) تمام مضامین صاف خوشخط لکھے ہوں (۲) آسان سے آسان اور عام فہم عبارت میں لکھے جاویں۔ تاکہ کم سے کم استعداد کے لوگ بھی مستفید ہوسکیں (۳) عربی عبارات یا اعراب بمعہ ترجمہ لکھیں (۴) ناپسند مضامین طلب کرنے پر واپس کئے جاسکتے ہیں مگر درج شدہ مضامین واپس نہ ہوسکیں گے۔

فہرست مضامین رسالہ اسلام

جلد (۱) | امرتسر ماہ جنوری ۱۹۲۹ء | نمبر ۱

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

جلد (۴)   بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم   نمبر (۱)

مُناجات

(از تراوش فکر جناب غلام حسین صاحب صفا شاکر صدیقی)

اے کہ خلاق دو عالم ایک تیری ذات ہے
بارگاہ تیری سراپا مصدر برکات ہے

حاجتیں لیکر نہ کیوں آؤں تری سرکار میں
رحم فرمائے ازل! تو قاضی الحاجات ہے

دید رحمت کا مری عصیاں پرستی کو ہے عشق
دیدۂ لاتقنطوا میں جلوۂ حسنات ہے

بادِ عصیاں سے نہ کیوں ہو بحر رحمت موجزن
نفی کی بر ربط سے پیدا نغمۂ اثبات ہے

جس کی قدرت میں ہو ذرے کو بنانا آفتاب
تو ہی اے مولا مرے وہ رافع الدرجات ہے

آفتیں مجھ کو پریشاں لاکھ آآ کر کریں
مطمئن ہوں میں کہ تو ہی دافع آفات ہے

میں وہ بیکس ہوں نہیں جسکا سوا تیرے کوئی
گر نہ ہو تیرا کرم تو دن بھی مجھکو رات ہے

کونسی لاؤں دعا لب پر اجابت کے لئے
اے مجیب کل! عیاں تجھ پر مری ہر بات ہے

ہے اجیب دعوۃ الداع سے پیدا یہ نوید
وا خود آغوش اجابت از پئے دعوات ہے

جُرم و عصیاں کی فراوانی الٰہی کیا کہوں
دل نہیں پہلو میں میرے عالم ظلمات ہے

لذتِ تسکین سے بھر دے دل شاکر مرا
بیقراری مجھ کو یارب عالم میقات ہے

عرض نیاز بحضور سرور کائنات

ایکہ جہاں میں عرش سیر پیکر نور تھا تیرا
دشمن جاں زمیں ہوئی مسلم تلخ کام کی

بزم جہاں کا رنگ یہ کر دیا انقلاب نے
نور سحر پہ خندہ زن تیرگیاں ہیں شام کی

بزم تیری جو دو جہاں میں کل تھی عزیز روزگار
آج ذلیل دہر ہے مثل حقیر غلام کی

اسپہ بتول کی ہے نظر بزم تری ہی خواب میں
لاج خدا کے ہاتھ ہے کعبہ عرش بام کی

بھول گیا ہے صید جو۔ شام ہی سر پہ آگئی
قابل رحم ہے تڑپ طائر زیر دام کی

مسلم خود فروش نے کی ہیں سیہ دیریاں!
انا لہ لحافظون شان ہے جس کلام کی

خون ہو رگوں میں گرم سیرتاب رقم بھی ہو عطا
لکھ سکیں تاکہ پھر بھی ہم سرخیاں تیرے نام کی

معبد حق نہیں رہیں مسجدیں رزمگاہ ہیں آج
تیغ بنی کدورتیں مقتدی و امام کی

زاہد پاکباز ہے خلق خدا سے بے نیاز
اس کو ہے بس لگی ہوئی جلوۂ فی الخیام کی

زلف بتاں میں رہ گئی پھنس کے ہی آج الغیاث
فکر فلک نورد بھی شاعر خوش کلام کی

واعظ و شیخ شہر کو فرصت آگہی نہیں
وہ ہے انا کے پھیر میں فکر اسے ہے جام کی

دشت عرب بھی ہے وہی سحر حدی بھی ہے وہی
چال مگر ہے رک گئی۔ ناقۂ تیز گام کی

نغمہ فروشیاں ہوں وہ دیر میں تیری ساز کی
گونج اٹھے فضا تمام گنبد نیل فام کی

کوئی حسین ہو عیاں سحر فرنگ سے ہو گئی
آج ہے پھر یزید خیز خاک عراق و شام کی

اشک یتیم کی طرح ہم ہیں جہان بیکسی
نصرت حق! روا ہمیں بخشش شہ انام کی

پردۂ شعر میں حضور بہر قبول ہی جھلک
ملت دردمند کے قصۂ ناتمام کی

(العدل)

خلیل بت شکن

(۱)

ہر ایک حاملہ عورت کو تلاش کر کے اس کی نگرانی کرو۔ بچہ ہو تو دیکھو۔ اگر لڑکا ہے تو قتل کر دو۔ لڑکی ہے تو چھوڑ دو اس کو اس کے والدین کے لئے زندہ رہنے دو۔"

فوج کے افسر اعلیٰ نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے بادشاہ نمرود کو الوداعی سجدہ کیا۔ اور تلوار کو میان سے نکال کر فوجی طریقہ پر تلوار کی قسم کھاتے ہوئے کہا۔

"خداوندا! سرکار عالی کے احکام کی سر اور آنکھوں سے تعمیل ہو گی۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے حاملہ عورتوں کو تلاش کیا جائے گا۔ اور جو بھی لڑکا پیدا ہو اس کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔"

نمرود: "میں نہیں سمجھتا کہ وہ ستارہ جو مجھے خواب میں دکھائی دیا اور جسے تم کوئی بڑا آدمی بتلاتے ہو۔ جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہے۔ اب کس صورت سے زندہ رہ سکتا ہے! اگر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ تو میرے دین کو کس طرح مٹا سکتا ہے؟ میری فوجوں کو کس طرح شکست دے سکتا ہے؟"

نجومی: "جہاں پناہ! ہمارے علم نے جو ہمیں بتایا ہم نے عرض کر دیا۔"

نمرود: "ہاں۔ مگر میرے احکام نہ ٹلنے والے۔ میری بادشاہت نہ مٹنے والی اور میری خدائی تمام دنیا کی طاقتوں پر فوقیت رکھنے والی ہے۔"

اہل دربار (یک زبان ہو کر) "سلامت رہیں ہمارے ان داتا سلامت رہیں ہمارے آقا۔"

نمرود: "ہاں۔ نمرود ہمیشہ اپنے راستہ میں آنے والے فتنوں کو پاؤں کے نیچے مسلتا رہیگا۔ کچلتا رہیگا۔ تباہ و برباد کرتا رہیگا۔"

اہل دربار: "جے ہو۔ جے ہو ہمارے جہاں پناہ کی جے ہو ہمارے ان داتا کی"

(۲)

تارخ کا بیٹا آذر نمرود کا وزیر تھا۔ ان سے اپنی بیوی میں حمل کے آثار دیکھے تو بیوی سے کہا:۔

"تم بادشاہ کا فرمان سن چکیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے حاملہ عورتوں کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

آذر کی بیوی سمجھ گئی کہ اس کا خاوند اس کے حمل سے واقف ہو چکا ہے۔ مگر وہ اپنے منہ سے اقرار کرتے ہوئے ڈر گئی۔ کہ بادشاہ تک یہ خبر نہ جا پہنچے۔ اور اس طرح بے فائدہ اسکی جان نہ جائے۔ اس نے انکار کرنے کے ارادہ سے کہا

"ہاں جہاں پناہ کا فرمان میں نے اچھی طرح سن لیا ہے"

آذر: "مگر کیا زندگی سے ہاتھ دھونے کا ارادہ ہے؟"

آذر کی بیوی: "آپ آج کیا فرماتے ہیں میرے سرتاج! میں بچہ سے نہیں ہوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی۔"

آذر: "آخر میں بھی بچہ تو نہیں ہوں۔"

آذر کی بیوی: "مگر غلط فہمی ممکن ہے۔"

آذر: "مجھے نتیجہ خطرناک نظر آتا ہے۔"

(۳)

نمرود آذر کا بادشاہی نہ تھا۔ وہ اپنے آپ کو خدا بھی کہلاتا تھا۔ اور اس کی سب رعایا اور اس کا وزیر آذر بھی اس کو خدا مانتا تھا۔ اگر آذر صرف اس کو بادشاہ ہی سمجھتا تو شاید بیوی کے حمل کی اطلاع نہ دیتا۔ مگر وہ تو اس کو خدا سمجھتا تھا۔ اور اپنے خدا سے کچھ پوشیدہ رکھنا ایک بڑا بھاری گناہ خیال کرتا تھا۔ اس لئے اس نے اسی وقت جاکر نمرود کو اطلاع کر دی کہ اس کی بیوی حاملہ ہے۔

نمرود نے آذر کی بیوی کو بلایا اور دائیوں کو بھی طلب کیا کہ دیکھیں آذر کی بیوی حاملہ ہے یا نہیں ہے۔"

آذر کی بیوی ڈر گئی۔ اس کو یقین ہو گیا کہ اب اس کی جان کی خیر نہیں۔ مگر اس کو کیا معلوم تھا کہ جو بچہ اس کے پیٹ میں ہے کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ خدا کا نبی ہے۔ اس خدا کا نبی جس کو وہ اس کا خاوند اور اس کا سارا ملک خدا مانتا تھا۔ اور نمرود کے نام سے پکارتا تھا — نہیں بلکہ وہ خدا جو اس نمرود کا بھی خدا تھا۔ جو بہت بڑی قدرت والا حکمت والا ہے ملک کی صاحب کمال دائیاں سب موجود تھیں۔ انہوں نے اپنے فن کی ساری ترکیبوں سے آذر کی بیوی کا ملاحظہ کیا — خدا کی قدرت کہ ان کو بالکل معلوم نہ ہو سکا۔ اور سب نے ایک زبان ہو کر کہا تو یہ کہا کہ وزیر کی بیوی بچہ سے نہیں ہے۔

مگر آذر تھا کہ یہی کہے جاتا تھا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے نمرود نے دائیوں کی بات کا یقین کر لیا اور آذر کی بیوی کو اس کے گھر بھیج دیا۔"

(باقی آئندہ)

مُسلم اِتّحاد!

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد

دوستو! ایشیا کے قومی نبض شناس شیخ سعدیؒ نے اس ایک ہی شعر میں گویا دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے فرماتے ہیں ہر طرح کی خیر و برکت اتفاق سے حاصل ہوتی ہے اور نا اتفاقی باعث ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔

مذہب اسلام نے دنیا کے اندر آکر دو باتوں کی تعلیم دی۔ اول توحید دوم اخوت۔ قرآن پاک کی ہر سورۃ ہر صفحہ بلکہ ہر سطر اور ہر لفظ کو دیکھ جاؤ توحید اور اخوت ہی کے جلوے نظر آویں گے اسلام نے جو تعلیم مسلمانوں کو دی ہے اسکا عشر عشیر بھی دوسرے مذاہب میں نہیں مل سکتا۔ آج مختلف مذاہب کے لوگ "مساوات" اور "اخوت" کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں نظر آرہے ہیں۔ یہ سب درحقیقت اسلام کا ہی اثر ہے جس سے متاثر ہو کر اتحاد و اتفاق کا علم بلند کر رہے ہیں۔ اسلام نے جس اخوت کی تعلیم دی ہے اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمل کر کے دنیا کو دکھلا دیا۔ کاش وہ بات مسلمانوں میں قایم رہتی تو آج یہ افلاس نکبت و پریشانی و ذلت کی صورت نہ ہوتی۔ آہ ؎

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی قسمت کی بدولت
شکوہ ہے زمانہ کا نہ قسمت کا گلا ہے

اے اسلام! تیری وہ خوبیاں کیا ہو گئیں؟ آج توحید کا چشمۂ آب زلال مبدل بہ تلخی کیوں ہو گیا؟ تیرے علوم و فنون کیا ہوئے؟ تیرے اخوت کے سبق کہاں گم ہو گئے؟ تو تو تمام دنیا کو توحید سے سیراب کرنے آیا تھا۔ پھر آج کیوں پیاسا ہو رہا ہے؟ تو تو مساوات اور اخوت کا سبق پڑھانے آیا تھا مگر آج کیوں دوسروں کا منہ تک رہا ہے؟ تو تو معلم

بے دولتی از نفاق خیزد

کل بن کر آیا تھا۔ پھر آج کیوں طفل مکتب بن گیا؟ یہ کیا ہوا اور کیوں؟ ؎

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں ☆ اب اسکی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے ☆ اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے ☆ اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا ☆ اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

سچ پوچھئے تو سب اپنا ہی قصور ہے۔ آہ ؎

جو کچھ ہے وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

از حد افسوس اور حالت یاس کا مقام ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب اور مخالفین اسلام کا مسلمانوں کے مابین اتفاق ہو جائے مگر مسلمانوں کے اندر ویسی ہی جنگ و جدل بپا ہے۔ بلکہ پیشتر سے بھی زیادہ کفر و نفاق کی گن مشینوں سے حملہ ہو۔ کیا قرآن نے کنتم خیر امت اخرجت للناس ہم ہی لوگوں کو کہا ہے درحقیقت ہم لوگ اس آیت کے بموجب خیر الامم کہلانے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم لوگوں نے اللہ پاک کی نافرمانی کر کے اپنے کو بہت دور کر لیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

چھوڑ کر حبل المتیں سوتے ہیں میٹھی نیند ہم
ہم پہ غفلت اور سرمستی کا ہے خواب گراں
پھر وہی ہو جام یکرنگ پھر وہی توحید ہو
کاش ہم قرآن کو اپنا بنائیں حرز جاں

(۱) قرآن شریف سے اتحاد و اتفاق کا ثبوت

قرآن پاک نے اتفاق و اتحاد کی صدہا مثالیں پیش کر کے

نفاق اور فساد سے روکا ہے۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوتا ہے کلوا
واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین
(بقرہ ع) کھاؤ پیو اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے
ممانعت فساد میں ۵۰ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اگر قرآن
شریف کو بنظر تعمق دیکھیئے تو اتفاق اور اتحاد کی تعلیم میں قرآن کو
بے مثل اور یکتا پائیے گا۔ ارشاد ہوتا ہے یاایھا الناس
انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و
قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (الحجرات
ع) اے لوگو ہم نے تم کو بنایا ایک نر اور ایک مادہ سے اور کہیں
تمہاری ذاتیں اور گوتیں۔ تا آپس میں پہچان ہو۔ ورنہ اللہ کے
نزدیک تو متقی ہی بزرگ ہے۔

اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ سعدی فرماتے ہیں

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ٭ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار ٭ دگر عضوہا را نماند قرار

پھر ارشاد ہے۔ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ
(شوریٰ ع) قایم رکھو دین اور پھوٹ نہ ڈالو اس میں۔
دوسری جگہہ حکم ہوتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا
تفرقوا۔ مضبوط پکڑو رسی اللہ کی اور پھوٹ نہ ڈالو آل عمران ع
اور اگر باہم رنجش ہو جائے تو کیا کرنا چاہیئے اس کے بارے میں
خدا کا حکم ہے:

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا
بینھما۔ اور اگر دو فرقے مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو
ان میں صلح کرا دو۔ (الحجرات ع) کیونکہ والصلح خیر صلح
میں خیریت ہے بلکہ سچے مسلمانوں کی شان ہی یہ بتلائی گئی ہے
کہ وہ لوگ (رحماء بینھم) آپس میں رحمدل ہوتے ہیں
ایک جگہہ مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے:

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی
الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ
والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور
اولی الامر منکم کی۔ اگر باہم کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو
اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور
دن آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں:-

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ثم
شبک بین اصابعہ (مشکوۃ) یعنی ایک مسلمان دوسرے
مسلمان کے واسطے مثل بنیاد کے ہے کہ ایک کے سہارے
سے دوسروں کو قوت پہنچتی ہے" پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی
دونوں انگلیاں ملا کر بتلایا کہ اس طرح ملے ہوئے اور ایک
جان ہو کر رہنا چاہیئے۔ اور انس رض سے مرفوعاً آیا ہے:-

والذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب
لنفسہ (مشکوۃ) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
کہ نہیں مومن ہوتا تم میں سے کوئی جب تک کہ بھائی مسلمان
کی دل سے بھلائی اور بہتری نہ چاہے۔ جیسے اپنی بہتری چاہتا
ہے۔ ع انچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند۔

(۲) مسلمان کا مسلمان سے تعلق قرآن و حدیث سے

اللہ پاک نے فرمایا ہے:-

من ذکر او انثی بعضکم من بعض آل عمران ع مرد ہو
یا عورت تم آپس میں ایک ہو" اسی طرح اللہ نے اتفاق کی دعوت
دیکر نفاق کی بھی برائی بیان کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو: اطیعوا اللہ
والرسول ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم
اللہ اور رسول کا کہنا مانو اور آپس میں جھگڑا نہ ڈالو ورنہ تمہاری
ہوا بگڑ جائے گی اور نامرد ہو جاؤ گے۔

ترمذی باب الحسد میں انس سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے

لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا

و کونوا عباد اللہ اخوانا و لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث۔ یعنی آپس میں جدائی نہ کرو۔ اور بے مروتی نہ کرو۔ ایک دوسرے کے دشمن نہ ہو۔ اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ سب مل کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی ہو جاؤ اور کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ رنج رکھے۔ یعنی اگر اتفاقاً لڑائی ہو جائے تو واجب ہے کہ تین دن کے اندر ہی اندر صلح کر لے۔ اگر اس سے زیادہ عرصہ تک رنج رکھیگا تو گنہگار ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے ایک سال تک بھائی مسلمان سے صلح نہ کی اس پر اتنا گناہ ہو گیا جتنا قتل کا (مشکوٰۃ)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلوٰۃ والصدقۃ قال قلنا ھی الحالقۃ (مشکوٰۃ)

یعنی کیا نہ خبر دوں تم کو اس چیز سے جو روزے اور صدقہ اور نماز سے بھی افضل ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں فرمائیے سو فرمایا کہ آپس کا سلوک اور اتفاق ہے۔ اور آپس کی بدسلوکی مونڈنے والی ہے۔ یعنی اس سے نیکیاں اس طرح مٹ جاتی ہیں جس طرح استرہ بالوں کو دور کر دیتا ہے۔

(۳) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی صحیح تفسیر

اس آیت شریفہ کی صحیح تفسیر تو وہی لوگ بتلائیں گے جو راسخ فی العلم ہیں۔ البتہ خاکسار اپنی بساط کے موافق عرض کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم "مسلمان آپس میں بھائی ہیں سو ملا دو اپنے دو بھائیوں کو" اسلام نے یہاں تک اس مسئلہ میں توسیع کی ہے۔ کہ اگر دو مسلمانوں کے صلح کرانے میں جھوٹ بولنے کی ضرورت ہو تو ایسے کذب پر گناہ نہیں ہے۔ اسکے بعد اب لفظ "مومنون" تشریح طلب ہے۔ ارشاد باری ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ یعنی مومن وہی ہے جس کے

دل میں اللہ کی محبت ہو" حضرت اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے

میں دیکھتا ہوں صلح و محبت ہے اٹھ گئی
ہر دل سے ہر گروہ سے ہر خاندان سے
اس کا سبب نہیں ہے سوا اس کے اور کچھ
یعنی کہ اٹھ گیا ہے خدا درمیان سے

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اول ہم کو "مومن" بننے کی ضرورت ہے۔ یہاں پر مخالف اعتراض کر سکتا ہے کہ مومن کی شرط کیوں لگائی گئی ہے۔ کیا غیر مسلم مسلمانوں کے بھائی نہیں ہیں۔ سو واضح ہو کہ غیر مسلم کے دل میں اسلام اور خدا و رسول کی عزت نہیں ہو سکتی لا یتخذ المومنون الکافرین "نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو رفیق مسلمان چھوڑ کر" ہاں البتہ ان کافروں کے ساتھ اسلام ایک شرط پر صلح کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ اگر مخالف صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی منظور کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو" وہ لوگ غور کریں جو کہ ہندو مسلم "اتحاد موہومی" کے بانی ہیں۔ اسلام نے کہیں بھی اجازت نہیں دی کہ مسلمان نامسلموں سے اپنی مذہبی امور کو چھوڑ کر صلح کر لیں۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ اہل ہنود ہمارے مفتی اور امام بن رہے ہیں۔ حالانکہ شرعی امور میں کسی کو بھی اختیار نہیں ہے کہ وہ تغیر و تبدل یا ترمیم و تنسیخ کرے چہ جائیکہ نامسلم ہمارے مسئلوں پر ہاتھ صاف کریں۔ اور اپنے رسوم پر عمل کرنے کے لئے ہم کو مجبور کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا حرم حلالا او احل حراما (ترمذی)

یعنی وہ صلح جائز نہیں جس میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھیرایا جاوے۔

اس تعریف کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں جھگڑا ہو جانا ایک فطری امر ہے صلح کرنا بھی فرض ہے اگر آپس میں صلح نہ کی ان کے ایمان ٹھیک نہیں ہیں۔

(۴) قرون اولیٰ میں باوجود اختلاف مسلمانوں کا آپسمیں کیا تعلق تھا

اسلام میں گرچہ فرقہ بندی ہے اور اختلاف ہے مگر اس میں شک نہیں کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل اور اعلیٰ طبقہ سلف صالحین یعنی صحابہ کا تھا جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کیا تھا صحابہ کرام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے پس ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ صحابہ کرام کا طرز عمل کیا تھا جو طریقہ ان کا تھا وہ صحیح ہے یا آج جو ہم لوگ بتلاتے ہیں وہ صحیح ہے؟ یہ تو معلوم ہے کہ خود صحابہ کرام میں بھی اختلاف تھا۔ پھر ان میں باوجود اختلاف کیونکر اتحاد و اتفاق تھا۔ اس کا جواب صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بے نفس تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ قرآن و حدیث کے فیصلہ کو چھوڑکر اور کسی کا فیصلہ ماننے اور سننے پر طیار نہیں تھے۔ قرآن پاک میں اسی اتفاق کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ واذکروا نعمت اللہ علیکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا یعنی اور یاد کرو احسان اللہ کا تم تھے آپس میں دشمن پھر ہوئے آپس میں بھائی بھائی۔ مولانا حالی نے خوب کہا ہے۔

وہ دیں جس نے الفت کی بنیاد ڈالی ؛ کیا طبع دوراں کو نفرت سے خالی
بنایا اجانب کو جس نے موالی ؛ ہر اک قوم کے دل سے وحشت نکالی
عرب اور حبش ترک و تاجیک و دیلم ؛ ہوئے سارے شیر و شکر مل کے باہم

خیر القرون میں سب سے پیشتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روش ملاحظہ فرمائیے۔ مسند دارمی میں میمون بن مہران سے مروی ہے

عن میمون بن مھران قال کان ابوبکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینھم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک الامر سنۃ قضی بہ فان اعیاہ خرج فسأل المسلمین وقال اتانی کذا وکذا فھل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی ذالک بقضاء فربما اجتمع الیہ النفس کلھم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ قضا فیقول ابوبکر الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا فان اعیاہ ان یجد فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع رؤس الناس وخیارھم فاستشارھم فاذا اجتمع رائھم علی امر قضی بہ۔

ترجمہ۔ میمون بن مہران نے کہا کہ حضرت ابوبکر کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو آپ کتاب اللہ میں نظر کرتے پھر اگر قرآن مجید میں پاتے تو اسی کے ساتھ فیصلہ کرتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور کوئی سنت رسول اللہ کی ملتی تو اسی کے ساتھ فیصلہ کرتے اور اگر کسی طرح ان کو کچھ نہ ملتا تو مسلمانوں سے پوچھتے اور کہتے کہ میرے پاس یہ معاملہ آیا ہے تم کو اس بارے میں کچھ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے بعض دفعہ سب لوگ ان کو بتلاتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر کہتے خدا کی تعریف ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کر رکھے ہیں جو ہمارے نبی کے اقوال ہمارے لئے یاد رکھ کر ہم کو سناتے ہیں اور اگر ان کو حدیث نہ ملتی تو اچھے اچھے لوگوں کو جمع کرکے ان سے مشورہ کرتے پھر ان کی رائے جس امر پر جمع ہو جاتی اس کے ساتھ فیصلہ کر دیتے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ملاحظہ کیجیئے۔

ایک روز آپ خطبہ سنا رہے تھے مسجد میں جماعت صحابہ بڑی خاموشی اور سکون کے ساتھ سن رہی تھی ایک بڑھیا اٹھتی ہے اور کہتی ہے۔ اے عمر ہم تیری بات نہیں مانیں گے کیونکہ تو خائن ہے یمن سے جو چادریں غنیمت میں آئی تھیں اور ایک ایک چادر سب کے حصے میں آئی تھی تو نے دو چادریں لی ہیں۔ کیونکہ جو قمیص تیرے بدن پر ہے۔ ایسے جسیم شخص کے لئے ایک چادر میں نہیں بن سکتی۔ فاروق اعظم بڑی بردباری کے ساتھ اس بڑھیا کا کلام درشت مسموع فرما کر کہتے ہیں۔ اے بڑی بی! تیرا کہنا بے شک صحیح ہے کہ ایک چادر میں

میری قمیص نہیں طیار ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے حصہ کی چادر لیکر دو چادروں سے قمیص طیار کی ہے۔ ایک خلیفہ کے لئے اتنا ہی کپڑا کافی تھا۔ مگر آپ نے اتنے ہی پر بس نہیں کیا۔ آپ اپنے فرزند ارجمند کو بلاتے ہیں۔ اور اس بات کی تصدیق کرا کے بڑھیا کو تسکین کراتے ہیں۔ کیا سچ ہے ~

غلاموں سے ہو جاتے تھے بندآقا ٭ خلیفوں سے لڑتی تھی اک ایک بڑھیا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ کو باغیان مصر حراست کئے ہوئے ہیں۔ آپ کو مسجد میں جانے تک کی ممانعت ہے۔ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ باغیوں کے پیچھے نماز پڑھیں؟ آپکی نظر آیہ شریفہ من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیھا (یعنی جو کوئی نیک کام کرے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو برا کرتا ہے اس کا نقصان بھی اسی کو ہے) پر پڑتی ہے آپ فوراً حکم دیتے ہیں۔ "نماز اچھا فعل ہے تم ان کی اقتدا میں نماز پڑھو اور برے کام میں شرکت نہ کرو"

جس زمانہ میں حضرت علی اور امیر معاویہ رضوان اللہ علیہما باہم جنگ تھی اس مخاصمت میں شاہ فارس نے فائدہ اٹھانا چاہا اور یہ منصوبہ باندھا کہ حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچائے امیر معاویہ رض نے شاہ فارس کو لکھا کہ اگر تم نے علی کی فوج پر حملہ کیا تو میں پہلا شخص ہوں گا جو علی کی طرف سے تجھ پر حملہ آور ہونگا۔

امام جعفر صادق ارشاد فرماتے ہیں:-

ایاکم والخصومۃ فی الدین فانھا تشغل القلب و تورث النفاق۔ یعنی تم دین میں جھگڑا کرنے سے اسواسطے بچو کہ وہ دل کو کام کی باتوں سے روکتا ہے۔ اور نفاق پیدا کرتا ہے

اسی طرح امام اوزاعیؒ کا قول ہے:-

اذا اراد اللہ شراً فتح علیھم الجدل ومنع علیھم العمل

یعنی جب کسی قوم کی بربادی خدائے تعالےٰ کو منظور ہوتی ہے تو ان پر جھگڑے کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور اچھے عمل سے باز رکھتا ہے آج اگر ہم غور کریں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ سب خرابیاں محض نااتفاقی کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ سلف کی روش آپ نے ملاحظہ کر لی صحابہ میں کس قدر سادگی اور بے نفسی تھی۔ اگر کسی سے اختلاف رکھتے تھے۔ تو کینہ اور عداوت کا ظہور نہیں ہونے پاتا تھا۔ یہاں پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سلف اور ائمہ دین باطل خیالات کی تردید اور راہ صواب کی تائید نہیں کرتے تھے اور کیا ان کے مناظرے معتزلہ وغیرہ کے ساتھ کتب تاریخ وفن کلام میں مسطور نہیں ہیں پھر کیوں آج اختلاف کو باعث فساد بتلایا جاتا ہے۔ اس کا جواب مولانا حالی صرف ایک بند میں دیتے ہیں ~

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار اسکا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی ٭٭٭ ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

مختصر یہ کہ اس دور پاک میں مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے۔ وہ اشاعت اسلام میں کوشاں رہتے تھے۔ جزئی مسائل میں اختلاف تھا۔ مگر شقاق نہ تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے رسالہ انصاف میں اختلاف اور اس کے اسباب کو کسی قدر بسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

حضرت قتادہؒ عقیدۃً قدری تھے۔ باوجود اس کے بڑے بڑے ائمہ حدیث آپ کے شاگرد تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ کسی نے ان کی روائت کو مستند ماننے میں پس و پیش نہیں کیا۔

عمرو ابن مرۃ تابعی کو اکثر علماء نے مرجیہ میں شمار کیا ہے پھر بھی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہشام دستوائی قدری تھے۔ امام ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ قدری تو تھے مگر ثقہ اور حجت میں لاجواب ہیں۔

سعید ابن عروبہ بھی قدری تھے۔ لیکن فن رجال کے اماموں نے ان کے ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے۔

امام ابو سہل واسطی صالح شیعی تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کی حجت ہونے پر سب کو اتفاق ہے۔

حافظ حدیث ابو معمر قدری تھے اور عبداللہ بن موسیٰ فرقۂ شیعہ کے

علمائے کبار میں سے تھے۔ ان دونوں سے امام بخاری نے روایت کی ہے۔

حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اگر عبدالرزاق مرتد بھی ہوجائے تو ہم سکی روایت موئی حدیثیں نہ چھوڑیں گے۔

امام شعرانی کے بارے میں ابن الاحرم فرماتے ہیں کہ یہ شیعہ ہیں مگر سچے ہیں

یہ تو رہا اقوال سے اتفاق کی مثال۔ اب آپ سلف کے افعال سے اتفاق کی مثال ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت عکرمہ کی (جو خارجیوں کے حامی تھے) حسن بصریؓ اس قدر تعظیم کرتے تھے کہ جب عکرمہؓ بصرہ تشریف لیجاتے تھے تو حسن بصری بوجود گی عکرمہؓ فتوے نہ دیتے تھے۔

امام ابراہیم ابن طہمانؓ عقیدے کے مرجیہ تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں کسی نے ابن طہمان کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ امام ربانی بوجہ ضعف علالت تکیہ کے سہارے بیٹھتے تھے سنبھل سیدھے بیٹھ گئے۔ اور فرمایا جس مجلس میں صلحاء کا ذکر ہو۔ اس میں تکیہ لگا کر بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔

اخفش اور ابن رومی مشہور شاعر سے باہم چشمک ہوگئی۔ ابن رومی بہت ضعیف الاعتقاد تھے اور بدشگونی سے ڈرتے تھے۔ اخفش کبھی کبھی ابن رومی کے دروازے پر علی الصباح پہونچتے تھے اور کچھ کلمات نحس کہکر چلے آتے تھے۔ ابن روز وہم کے مارے دن بھر گھر سے نہ نکلتے تھے۔ جب ابن رومی بہت عاجز ہو گئے تو اخفش کی ہجو میں اشعار کہنا شروع کیا۔ اخفش کلام فصیح پر شیدا تھے۔ اپنی ہجو کے اشعار یاد کر لیتے۔ اور ہر ایک مجلس میں یہاں اور استادوں کے اشعار پیش کرتے وہاں اپنی ہجو کے اشعار بھی خوب مزے لیکر پڑھتے۔ اور فخریہ کہتے کہ ابن رومی نے اس گمنام کو مشہور تو کر دیا خواہ ہجو کے ساتھ ہی۔ جب ابن رومی نے یہ حالت دیکھی تو اخفش کی ہجو کرنی چھوڑ دی۔ مختصر یہ کہ (۱-۵)

رہے حق میں بھی دوڑا اور بھاگ ان کی
فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی
شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی

(۵) مسلمان کیونکر متفق ہو سکتے ہیں

(الف) اتفاق کی اول صورت

حضرت شیخ سعدی رح فرماتے ہیں:۔

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند

آپ نے تو انسان کو ایک جوہر سے پیدا شدہ مانا ہے۔ مگر اہل منطق نے تو یہاں تک اتحاد دکھلایا ہے کہ چونکہ "حیوان" کا اطلاق انسان اور "گھوڑا" دونوں پر ہے اس لئے "انسان" اور "گھوڑا" بحیثیت حیوان ہونے کے دونوں ایک ہیں۔ اس کے آگے "انسان" اور "درخت" بلحاظ جسمانیت ایک ہیں۔ لہذا دونو ایک کلی کے جزو ہیں۔ علی الہذا القیاس دنیا میں سب کا ایک ہی مادہ سے وجود بنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نوع مخلوق پر خواہ وہ انسان ہو یا حیوان سب پر رحم کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اب اور نزدیک آئیے۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ مسلمانوں میں بہت فرقے ہیں اور ہر ایک ایک فرقہ کے اندر کئی کئی گروہ ہیں۔ مثلاً سنیوں میں کئی گروہ ہیں مگر بلحاظ اہل سنت ایک ہیں۔ جو مسئلہ اصولی ہو ان میں متفق رہیں۔ اور جو اختلافی مسائل ہوں ان میں سکوت اختیار کریں۔ اسی طرح اہل سنت اور شیعہ میں اختلاف ہے مگر دونو بحیثیت مسلم ایک ہیں قرآن پاک نے فرمایا ہے انما المومنون اخوۃ ہم تو اسلام کو اور بھی وسیع پاتے ہیں ہم کو اسلام مجبور کرتا ہے کہ بحیثیت انسان سب کو ایک جسم قرار دیں اور ان کے دکھ درد میں شریک ہو کر اتفاق قایم رکھیں جیسا کہ حکم ہوتا ہے وقولوا للناس حسنا (ہر ایک انسان سے اچھا برتاؤ کرو) لیکن ہم کو اپنے مذہب کے خلاف کاموں میں شرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسلام نے اس سے منع کیا ہے حکم ہے لا طاعۃ لمخلوق

فی معصیۃ الخالق

اتفاق کی دوسری صورت

اگر ہندوستان کے جملہ مسلمان اس بات پر متفق ہو کر ایک جلسہ کریں جس میں ہر فریق کے علماء اجل منتخب اکھٹے ہوں۔ تمیع مسائل اتفاقی پر گفتگو نفسانیت چھوڑ کر کریں اور بعد مناظرہ جو جو مسئلے قرآن و حدیث سے صحیح ثابت ہوں بس انہیں کو معمول بہا بنایا جائے اور جو جو مسائل خلاف ثابت ہوں۔ خواہ وہ ایک ہزار برس سے رائج ہوں یک دم ترک کر دئے جاویں۔

اتفاق کی تیسری صورت

میں یہاں پر صرف مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری علیہ الرحمہ کی ملفوظات "خوان پر نعمت" مجلس سی و پنجم سے کچھ عبارت نقل کرتا ہوں۔ ان کے یہ الفاظ بھی میرے نزدیک اتفاق کی ایک فرع ہے۔

"شیخ معز الدین عرضہ داشت کہ یکے کار بر قول مجتہد میکند و مجتہد دیگر را قول بر خلاف اوست۔ اینجا چہ میکند؟ بندگی مخدوم عظمہ اللہ فرمود کہ دریں محل استیاط واجب است و جہ آتی شود کہ میان ہر دو قول جمع آید..... چنانکہ مسح راس نزدیک امام اعظم ربع راس فریضہ است کہ میان ہر دو قول جمع کند جملہ سر را مسح کند..... اگر فردا حکم بر قول امام مالک صواب شود و آنچہ امام اعظم مے فرماید خطا پیدا شود۔ از عہدہ خارج نباشد علی الاطلاق۔ پس خروج از عہدہ علی التحقیق آنگاہ باشد کہ فردا از روئے شرع بروئے حجتے نباشد۔ و ایں آنگاہ شود کہ در عمل بر جملہ اقوال آید۔ باز عرضہ داشت کہ علمائے دنیا از چہ سبب اینہمہ ترک آوردہ اند و ہیچکس برگرد ایں نگشتند۔ فرمود کہ علمائے ظاہر را اگر غم کار دیں باشد ایں غم ایشاں رفتہ است و غم جاہ و منزلت گرفتہ۔ اما مشائخ علمائے آخرت را ایں غم ہمہ وقت است کہ بدال طریق کار کنند کہ میان جملہ اقوال جمع آید تا نزدیک مشائخ آمدہ است کہ متوضی مس ذکر کند وضو بشکند و اعادت وضو کند۔ ازینجا بازن بیچارہ عرضہ داشت کہ قرأت خلف امام مقتدی را وعید است آنجا چہ کند؟ فرمود قرأت فاتحہ کند و مشائخ ہم خوانند و آنکہ دریں باب وعید آمدہ است کہ من قرء خلف الامام ففی فمہ الجمر محتمل کہ ازیں قرأت ضم سورہ مراد باشد امام علی الیقین از کجا آید کہ مطلق قرأت مراد باشد۔ بعد ازاں فرمود کہ ہر مجتہدے را بر اجتہاد خود کردن فرض است۔ امّا در باب احتیاط مجتہد را نیز باشد کہ جمع کند میاں اجتہاد خود و اجتہاد مجتہدے دیگر۔"

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں علمائے دین کے متعدد اور مختلف اقوال ہوں اس میں احتیاط سے کام لے یعنی ایسا عمل کرے کہ ہر مذہب پر عمل ہو جاوے۔ شیخ رحمہ اللہ تمثیلاً تین مسئلے کا ذکر کرتے ہیں۔ اوّل مسح سر ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ربع سر کا مسح فرض ہے اور مالک کے نزدیک پورے سر کا۔ (امام شافعی کے نزدیک دو ایک بال، اس مسئلہ میں امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے سے سب مذہب پر عمل ہو جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر امام ابو حنیفہؒ کا مذہب عند اللہ غلط ہوا تو وضو صحیح نہ ہوا۔ اگر ان کا مذہب صحیح ہوا تو امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے سے وضو صحیح ہو جائیگا۔

دوم مس ذکر ہے حنفی مذہب میں ذکر چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور شافعیہ کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنے سے وضو اور نماز دونوں پر ہر حالت میں صحیح ہوں گے۔ اور اگر حنفی مذہب پر عمل کیا اور عنداللہ بے وضو رہا تو نماز صحیح نہ ہوئی اور گنہگار رہا۔

سوم فاتحہ قرأت خلف الامام کا مسئلہ ہے:۔

حنفیہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ اور شوافع امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض بتلاتے ہیں۔ اور بلا سورہ فاتحہ پڑھے نماز باطل سمجھتے ہیں۔ اور ممانعت والی حدیث کو سورۃ فاتحہ سے مستثنیٰ کر کے قراۃ سورۃ پر لے جاتے ہیں اسلئے مخدوم صاحب سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔ اسی روش پر چلنے کے لئے شاعر کہا ہے ؎

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدو سے ہیں
اپنا یہ ہے طریق کہ باہر حسد سے ہیں

(۱۰) مسلم اتحاد کی بہترین تجویز

ز اتفاق مگس شہد مے شود پیدا
خدا چہ لذت و شیریں در اتفاق نہاد

اتفاق و اتحاد ایک ایسا امر ہے۔ جس کی طرف شاعر نے اشارہ کر کے بتلایا ہے کہ اتفاق ہی سے مکھیاں شیریں شہد اکٹھا کر لیتی ہیں۔ اگر ہم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طرز زندگی پر بنظر غائر غور کریں تو آپ میں ہم کو سب سے بڑی خوبی "اخلاق عظیمہ" کا پتہ ملتا ہے۔ (قرآن ذی آیت انک لعلی خلق عظیم میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔) اسی اخلاق کا نمونہ تھا کہ ہمارے اسلاف باہم شیر و شکر تھے۔ گلہ بانی سے جہانبانی کے درجہ پر فائز مرام ہوئے۔ ایک گمنامی کی زندگی سے نکلے اور دنیا کے آفتاب بن گئے۔ تمام جہان کے کونے کونے میں اپنے اخلاق کا ڈنکہ بجا دیا۔ ان حضرات کے دل میں برادرانہ الفت و اخوت کی حرارت تھی۔ وہ لوگ ادنے اختلاف کو بھی گناہ خیال کرتے تھے۔ آجکل جماعت علماء کی نا اتفاقی کا اثر عوام پر بہت گہرا پڑ رہا ہے۔ اگر مولانا لوگوں کی حالت ٹھیک ہو جائے تو عوام میں بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ ابن عبد البرؒ نے معاذ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں کہ اگر وہ درست ہو جائیں تو سب لوگ درست ہو جائیں۔ اگر وہ بگڑ جائیں تو سب بگڑ جائیں۔ ایک امیر (حاکم) دوسرا فقیہ (عالم) پس فرمان رسول صلعم کے مطابق اصلاح امت کی کنجی حاکم اور عالم کے ہاتھ میں ہے فی زماننا حکومت نصاریٰ کے ہے اس لئے حاکم تو مفقود ہے۔ ہاں ہمارے سامنے جماعت علماء ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ علماء میں فساد و نفرت روبہ ترقی ہے تو پھر عوام کی اصلاح کون کرے۔ اگر شبان ہی گرگ ہو جائے تو بکریاں کون چرائے۔ جب ملاح ہی گرداب عداوت و منافرت میں غوطے لگائیں تو مخلوق کے اتحاد و اتفاق کی کشتی ساحل مقصود پر کیونکر لگے۔ حالانکہ اتحاد و اتفاق کو قایم کرنے کے لئے صدہا انجمنیں قایم ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں۔ مگر بوجہ نا اتفاقی علماء عوام کو سدھار ہاتی ہیں۔ مدارس و مکاتیب میں جوں جوں ترقی ہوتی گئی نفرت کی تخم ریزی اور شقاق کی آبپاشی ہوتی گئی۔ طلبہ فارغ ہو کر نکلے اور کفر کے ٹکسال گھر میں داخل ہو گئے۔

آہ سے

کوئی مسئلہ پوچھنے انسے جائے۔
تو گردن پہ بار گراں لیکے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اسمیں لائے
تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اس کی نکلا زباں سے
تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے
کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے
کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ میں لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اسکو بناتے
کبھی مارنے کو عصا ہیں دکھاتے
ستوں چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

اسی کا اثر عوام پر پڑا اور آپسمیں نفاق اور عداوت برتنے لگے گو نام کے مسلمان رہ گئے۔ مگر نہ اسلامی اخوت رہ گئی اور نہ اسلامی طرز معاشرت۔ نہ اخلاق کا پتہ اور تمدن کا نشان۔ سیرت کے ساتھ ساتھ صورت بھی بدل ڈالی۔ اسلام نے نماز با جماعت اتفاق و اتحاد و مساوات کے لئے بتلائی تھی۔ ہم نے نماز کو بھی جواب دیدیا۔ خدا کی شان ہندو مسلم اتحاد تو ہو جاتے۔ مگر ہماری توحید اور اخوت نرالی ہے کہ ہم لوگ متحد و متفق نہیں ہو سکتے۔ باوجود اس کے ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ذلتیں ہماری نا اتفاقی کا بدلہ ہیں۔ یہ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ افلاس و نکبت ہماری نفسانیت

دخود غرضی کی صلہ میں نہیں آتا۔ روزانہ لایغیر ما بقوم کی تلاوت کرتے ہیں مگر ہنوز اپنے کو پاک و صاف مسلمان سمجھتے ہیں۔ حیرت ہے کہ غیر قومیں اتحاد و اتفاق کے رشتہ کو مضبوط کر چکی ہیں۔ آج گاندھی کو تمام ہندوستان اپنا متفقہ لیڈر مان رہا ہے۔ کیا یہ نظارہ قابل رشک نہیں ہے۔ وائے بر حال ما کہ آج ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک نظر دوڑائیے ہمارا کوئی متفقہ عالم پیشوا نہیں ہے۔ ایک دوسرے سے بیزار اور کفر کا فتوے چپکانے پر نظر آ رہا ہے۔ کیا ہم اسی منہ سے اپنے کو خیر الامم کہہ سکتے ہیں۔ کیا رحماء بینھم کے مخاطب ہم ہی لوگ ہیں۔ حضرت اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں ؎

سر رشتۂ اتحاد ہم سے چھوٹا ۔ آپس کی ہی خانہ جنگیوں نے لوٹا
ایک قرآں ایک اللہ ایک رسول ۔ بدنصیبی ہے کہ تفرق دوامی ہو گئی

مسلم اتحاد کی سب سے بہتر صورت "اخلاق" یعنی اسوۂ حسنہ ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ قط (آنحضرت نے اپنے نفس کا بدلہ نہیں لیا) یہ حدیث تو کہنے کو اور لکھنے کو ایک ہی فقرہ ہے۔ مگر واللہ اسمیں وہ نور و برکت ہے کہ دنیا کی تمام تعلیم ہیچ ہے آہ! ہم کتنا ہی چھپاویں وہ علیم بذات الصدور ہمارے ہر افعال سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ہماری نزاع کسی سے کیوں ہے۔ وہ خوب واقف ہے کہ ہماری مخاصمت نفسانیت پر ہے یا للّٰہیت پر ہے۔ وہ خوب سمجھتا ہے کہ ہماری دشمنی دوسروں کے ساتھ محض زک دینے اور اپنی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ یا اشاعت حق کے لیے۔

کاش ہم آج اس پر غور کریں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو ایک آن میں بڑے بڑے اختلافات بڑی بڑی کدورتیں آن واحد میں مٹ جائیں۔ مثلاً ہندوستان میں دو بڑے فرقے سنی اور شیعہ ہیں۔ اگر یہ دونو فریق نفسانیت کو دخل نہ دیں اور اپنے اپنے طریق پر ایک ہی مسجد میں ایک ہی جماعت میں نماز ادا کریں تو کیا حرج ہے۔ اسی طرح ہر ایک مشترک کام میں دونو یکجا ہو جائیں تو کیا نقصان ہو۔ اس سے گذر کر اول الذکر فرقہ میں کئی گروہ ہیں۔ ان میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ اہلحدیث۔ وہابی۔ صوفی۔ اہل قرآن قادیانی وغیرہ ان میں بھی اسی صورت پر اتفاق ہو سکتی ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے مذہب پر قایم رہ کر ہر شخص سے بخندہ پیشانی پیش آوے حنفی قادیانی[1] کے پیچھے نماز پڑھ لے۔ اور اہل حدیث حنفی کے پیچھے وعلیٰ ہذا القیاس۔ کسی سے کوئی بازپرس نہ کرے کہ تو نے آمین زور سے کیوں نہیں کہی۔ اور نہ کوئی یہ تعرض کرے۔ کہ تو نے رفع الیدین کر کے ہماری مسجد کو گندی کیوں کر دیا[1]۔ بس یہ آسان اور ممکن صورت میں نے بیان کر دی۔ اگر سب مسلمان اس پر متفق ہو گئے کہ نماز باجماعت ہر فریق اپنے ہی طرز پر ادا کرے[2]۔ اور اس کو یہ خیال نہ ہو کہ امامت کرانیوالا حنفی ہے یا صوفی۔ یا اہل قرآن ہے یا وہابی۔ قادیانی ہے یا نیچری تو ہر کام میں للّٰہیت پیدا ہو جائے۔ اور نفسانیت اُٹھ جائے۔ اور بہت جلد سارے مسلمان ایک ہی پلیٹ فارم پر نظر آئیں۔

یا بار آلہا! یا مقلب القلوب! تو ہم مسلمانوں کے دلوں سے خود غرضی کینہ۔ حسد۔ بغض۔ انانیت۔ ہوا و ہوس۔ نفاق و شقاوت۔ نفسانیت و عداوت وغیرہ کو نکال اور بجائے اس کے ہم سیہ کاروں کے قلوب میں اپنی توحید و جلال کے نور سے منور کر دے۔ تا ہمارے دلوں میں اتفاق و اتحاد و اخوت و للّٰہیت کا موج جوش زن ہو۔ متبع ہوا و ہوس نہ ہوں کتاب و سنت کے تابع ہوں۔ مسلمان بھائیوں کی ذلت کے در پے نہ ہوں۔ مسلمانوں کی مدد و خبرگیری پر ہر دم کمربستہ ہوں۔ موجودہ نفاق و فساد کو دور کر کے اپنے اسلاف کی طرح باہم شیر و شکر ہو کر ایک جان دو قالب ہو جائیں۔ ؏

تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آمین

---

[1] ادائے سنت نبوی سے مسجد گندی نہیں ہو سکتی اڈیٹر۔ [2] عام مسلمان شاید کر سکیں مگر علماء سے ناممکن ہے۔ ایڈیٹر

[2] لیکن مرزائیوں کے پنجابی نبی نے یہ فتویٰ دیں کہ [illegible]

ویدوں کے تراجم آج تک کیوں نہیں ہوئے؟

اس کے وجوہ اور اسباب پر سرسری نظر

(از قلم مولوی ابو المسعود محمود ریادی صاحب رنگون)

سوامی دیانند سرسوتی کے پیرو دیانندی تعلیم کے بموجب یہ کہتے ہیں کہ پرمیشور نے اپنے برگزیدہ چار رشیوں پر ایک ایک کرکے چار وید نازل کئے۔ ستیارتھ باب یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چاروں وید اور دنیا ہمعصر و ہم زبان ہیں۔ ویدوں کی تعلیم روئے زمین کی تمام گذشتہ اور آئندہ نسلوں کیلئے یکساں قابل عمل رہی۔ اور قیامت تک رہیگی (بھومکا دیباچہ ازمترجم)

معزز ناظرین! اس بیان کے بعد اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ وید بھگوان جو تمام ممالک و اقوام کے لئے رہبر بنکر آئے ہیں تمام روئے زمین کے باشندوں کے لئے ہدایت نامہ بنکر آئے۔ جو باوا آدم علیہ السلام سے لیکر آج لاکھوں کروڑوں سال گذر جانے پر دنیا میں چلے آئے۔ آیا خود پرمیشور نے یا دنیائے عالم کے کسی ملک والوں نے دنیا کی کسی زبان میں ان ویدوں کا مستند اور کامل ترجمہ کیا ہے یا نہیں؟

یہ ایک سوال ہے۔ جس کے حل کرنے کے لئے جب ہم دنیائے عالم پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو ہماری بدقسمتی سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب جو سنسکرت زبان میں چار دانگ عالم کے لئے رہبر بنکر آئی تھی۔ آج ۱۹۲۸ء تک دنیا کی کسی زبان میں تختۂ دنیا پر اس کا مستند اور صحیح ترجمہ موجود نہیں

ویدوں کے تراجم نہ ہونے کے وجوہات

اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ ویدوں کے ترجمے جو اب تک نہیں ہوئے۔ آخر اس کے کیا وجوہ ہیں۔ اس معاملہ پر جب ہم غور کرتے ہیں۔ یہ یہ چند سطور ذیل اسباب معلوم ہوتے ہیں

وجہ نمبر۱۔ یہ کہ ویدوں کی سنسکرت زبان۔ یہ بذات خود دنیا کے کسی حصہ کی مادری و مروجہ زبان نہیں۔ ستیارتھ باب اور جو سنسکرت آج کل کچھ کچھ پائی جاتی ہے۔ اس سنسکرت میں اور ویدوں کی سنسکرت میں اختلاف ہے۔ (دیباچہ بھومکا ازمترجم)

وجہ نمبر۲۔ یہ کہ دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں ہے جو سنسکرت میں کامل مہارت رکھتا ہو۔ یا ویدوں کا صحیح ترجمہ کرسکتا ہو چنانچہ بعض سرآوردہ ہندوؤں کی یہ شہادتیں موجود ہیں۔

(۱) پنڈت ساتولیکر جی فرماتے ہیں حقیقت میں اس وقت تمام روئے زمین پر کامل ویدمنتروں کی واقعی اور سچی شرح کرنے والا ایک بھی شخص نہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو اس زمانہ میں انسانوں کی حالت اس سے بہت اونچی ہوتی۔ (رسالہ ویدک دہرم جلد ۱ نمبر ۷ صفحہ ۳۲) (۲) پنڈت نندکشور جی فرماتے ہیں کہتے تو ہم ہیں کہ وید کا پرچار کرو۔ مگر ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو چاروں وید جانتا ہو۔ (رسالہ اندر بابت ماہ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۹)

وجہ نمبر۳۔ یہ کہ دوسرے مذہب والوں کے تراجم ہندو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ یورپ کے نامی گرامی علمائے سنسکرت نے ویدوں کے تراجم اپنی زبان میں کئے۔ لیکن جب ویدوں کے اسرار و رموز بے نقاب ہوتے ہوئے ہندوؤں نے جو دیکھے تو جھٹ شور مچایا کہ یہ تراجم تسلیم کرنے کے قابل نہیں۔

چنانچہ آریہ سماج کے مشہور فاضل بھائی نہال سنگھ کرنالی

فرماتے ہیں "یورپ کے سنسکرت داں اور خصوصاً ویدک عالم ان حال کے چار دانگ عالم میں ویدوں کی بےعزتی اور بدنامی ان کا دلی مقصود ہے۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے میں انہیں کسی بڑے سے بڑے ذریعہ کو استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں (دیباچہ بھومکا از مترجم)

ایک آخری مرحلہ

ناظرین کرام! اوپر کے بیان سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ وید دنیا میں ہدایت پھیلانے آئے تھے۔ لیکن آج لاکھوں کروڑوں سال سے ۱۹۲۸ء تک وہ باشندہ عالم سے حقیقی معنوں میں روپوش ہیں۔ ہندو لوگ خود بھی ویدوں کی تعلیم غیر مذہب والوں پر ظاہر نہیں کرتے۔ اور خود غیر مذہب والوں کو بھی جاہل اور ناواقف رکھکر ویدوں کی تعلیم سے نابلد رکھنا چاہتے ہیں۔ ہاں حقیقی معنوں میں بقول آریہ سماج اتنے عرصہ دراز کے بعد ۱۹ سنہ میں اگر ویدوں کے معانی ومطالب اپنے اصلی رنگ میں سمجھنے والے کوئی اگر پیدا ہوئے ہیں تو وہ صرف سوامی دیانند ہیں۔ اکثر وبیشتر آریہ سماج کے اصول وفروع کی بنیاد انہی کی تعلیم پر منحصر ہے۔ انہیں کی شرح وتفسیر آریوں کے ہاں قابل قبول اور قابل تسلیم ہے۔

لیکن سوامی دیانند کی شرح وتفسیر کا بھی حال سن لیجئے جو کہ منتہائے بحث اور آخری مرحلہ ہے۔

نمبر اول یہ کہ سوامی موصوف کی تعلیم بموجب آریہ سماج کامل چار وید تسلیم کرتے ہیں۔ اور سوامی صاحب نے صرف ڈیڑھ وید کا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ گو سوامی موصوف نے بقیہ ڈھائی ویدوں کا ترجمہ آئندہ انسانی دنیا میں آنے کے بعد تحریر کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ سوامی جی کی سوانحعمری کلاں سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کامل ویدوں کا ترجمہ اب تک سوامی جی سے بھی نہیں ہو سکا۔

دوسری بات یہ کہ بقول آریہ سماج سوامی دیانند سنسکرت کے ماہر عالم تھے۔ لیکن یہ کون کہتا ہے کہ سوامی جی معصوم عن الخطا تھے۔ سوامی جی نے کہیں پر یہ نہیں بیان کیا کہ میری تفسیر میں مجھ سے ایک نقطہ ولفظ بھی غلطی عمداً یا سہواً نہیں ہوئی۔ اگر بیان کیا ہو تو بتلاؤ۔

تیسرے یہ کہ سوامی جی صاحب الہام اور رشی نہیں تھے اگر ایسے تھے تو سوامی جی کے الفاظ بیان کرو۔

چوتھے یہ کہ سوامی دیانند نے اپنے وید بھاشیہ کو گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں پیش کیا کہ میرے اس وید بھاشیہ کو کورس میں داخل کیجئے۔ لیکن گورنمنٹ پنجاب نے علماء سنسکرت سے رائے دریافت کی۔ اس پر علمائے سنسکرت نے یہ جواب دیا کہ وید بھاشیہ غلط ہے۔ ترجمہ گھٹا بڑھا کر دیا گیا ہے یہ ترجمہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے محکمہ تعلیم میں داخل کیا جائے چنانچہ گورنمنٹ پنجاب نے سوامی کی درخواست کو رد کر دیا۔ اور سوامی یوں کے یونہی رہ گئے۔

پانچویں یہ کہ سوامی کی وید بھاشیہ کی اس قسم کی خامیاں دیکھکر ہندوؤں کے بڑے لیڈر لالہ لاجپت رائے خود بول اٹھے اور دبی زبان سے اقرار کر چکے ہیں۔ کہ بے شک سوامی کی وید بھاشیہ غلطیوں سے مبرا نہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں "ان کی وید بھاش کی پہلی کوشش تھی۔ (الی قولہ) انہیں نظر ثانی کرنے اور اس پر دوبارہ غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا (آریہ سماج ص۹۵)

ناظرین کرام! اس تمام بیان سے آپ بخوبی خیال کر سکتے ہیں۔ کہ ویدوں کے یہ غیر مستند اور سوامی کے یہ ادھورے تراجم ہم کو کیا فائدہ دے سکتے ہیں۔ یہ اس کتاب کی حالت ہے۔ جو ابتدائے پیدائش سے قیامت تک کی رہبری کا ذمہ لے چکی ہے۔ ہاں وہ کتاب ہے جو عالمگیر اور ناقابل منسوخ کہی جاتی ہے کبھی سننے میں آتا ہے کہ وید بنارس میں نازل ہو گئے۔ لیکن خدا کی شان تب اور بنارس میں اب تک کوئی ویدوں کا سمجھنے والا بھی پیدا نہیں ہوا۔ ہاں کبھی کبھی یہ بھی سنتے ہیں

ویدہمالہ کی چوٹیوں پر نازل ہوئے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہاں پر کوئی ویدوں کا جاننے والا موجود ہو۔ لیکن اس کی صحیح خبر تو آریہ سماج ہی دے گی۔ معزز ناظرین یہ ایک سوال ہے کہ اب تک ویدوں کے تراجم کیوں نہیں ہوئے۔ اس سوال کا جواب میرے خیال میں یہ ہے۔ کہ خداوند کریم ویدوں کے ذریعہ اب ہدایت کا کام نہیں لینا چاہتا۔ اگر وید زندہ کتاب ہوتی تو کم از کم اس کے ترجمے ہوتے اس کے جاننے والے ہوتے۔ ویدوں کی زبان عام طور پر مروج ہوتی۔ لیکن اللہ کے فضل سے یہ سب کچھ اب معدوم ہیں۔ ویدوں کی یہ کس مپرسی کی حالت بتلاتی ہے کہ ویدوں کی یہ آخری حالت ہے وید اب بھی دنیا میں رہنے کے قابل نہیں

(توحید)

مسلمان اور تجارت

(از جناب منشی محمد داؤد خاں صاحب سنبھل)

ایک وہ وقت تھا کہ مسلمان تجارت اور پیشوں میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ اسی تجارت کے ذریعہ تمام دنیا کے جزائر اور کرۂ خاک کے بڑے بڑے برعظموں کو مسلمانوں نے اسلام کی امانت سے مالا مال کر دیا تھا جس کے آثار کہ ابتک موجود ہیں۔ اب زمانہ کے انقلاب نے ان کو لہو ولعب کی جانب کھینچ لیا۔ وہ اپنے تمام دینی و دنیوی نفع کو بھول گئے۔ جو صورتیں کہ ان کے آرام کی تھیں وہ ان کو عیب سمجھنے لگے مسلمانوں کو نہ تجارت سے شوق رہا اور نہ پیشوں سے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

اے مسلمانو سوچو اور سمجھو تمہیں دین اور دنیا کے تمام ضرورتوں کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ایک مفلس شخص دنیا میں کس قدر ذلیل خیال کیا جاتا ہے۔ دیکھو اگر تجارت اور پیشے اچھے نہ ہوتے تو ان پیشوں اور تجارتوں کو پیغمبر علیہم السلام اور بزرگان دین نہ کرتے۔ کسی شخص کو دنیا میں بیکار نہ رہنا چاہیئے۔ ہر ایک شخص روپیہ کمانے کی دھن میں لگ جائے۔ پھر وہ دیکھے کہ دنیا اور دین میں اسکی کیسی عزت ہوتی ہے۔

علمائے کرام کو چاہیئے کہ اپنی تقریروں اور وعظ کی مجلسوں میں تجارت اور پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب دیں اور دولت کے استعمال کے صحیح طریقے اور اس کی قدر و منزلت اور روپیہ کا بڑھانا سکھائیں۔ قوم کو روپے کی از حد ضرورت ہے۔ قوم کو توکل اور زکوٰۃ کی تعلیم دینے کا وقت نہیں ہے۔ بھلا اس شخص کو زکوٰۃ کے مسئلے کیا کام دیں گے کہ جو خود زکوٰۃ لینے کے قابل ہو۔ اسلام کے شیدائیو غور کرو۔

تیری لب بندی سبق آموز گویائی ہوئی
طعنہ زن ہیں تجھپہ قومیں تیری ٹھکرائی ہوئی

اسمائے گرامی	پیشہ	کیفیت
حضرت آدم علیہ السلام	کاشتکاری پارچہ بافی	
حضرت شیث علیہ السلام	تجارت کجاری	
حضرت ادریس علیہ السلام	خیاطی پارچہ بافی	
حضرت صالح علیہ السلام	تجارت	
حضرت ہود علیہ السلام	"	
حضرت ابراہیم علیہ السلام	زراعت	
حضرت شعیب علیہ السلام	تجارت	
حضرت لوط علیہ السلام	زراعت	
حضرت موسیٰ علیہ السلام	بکریاں چرانا	

اسمائے گرامی	پیشہ	کیفیت
حضرت سلیمان علیہ السلام	صنعت	
حضرت عیسیٰ علیہ السلام	"	
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	بکریاں چرانا و تجارت	
عم اکرم رسول اکرم	صنعت و حرفت قصابی. خشت پزی. عطر فروشی	
صلی اللہ علیہ وسلم	معفال پوشی. موچی. بڑھئی. نجاری	
حضرت عمر فاروق خلیفہ دوئم		
حضرت ابو الطیب احمد کوفی		
حضرت یوسف حضرت امام		
ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت عثمان رضہ	بزازی	
حضرت طلحہ رضہ	"	
حضرت عبدالرحمن رضہ	"	
بن عوف		
حضرت عمر	آڑھتے بزازی	
سعد بن ابی وقاص	نیزہ کی بھالیں بنانا	
ولید بن مغیرہ ابو العاص	آہنگری	
ابو سفیان بن حرب	روغن سیاہ کی	سوداگری کرتے تھے
نضر بن حارث	عود اور دستی چھڑیاں	بیچتے تھے۔
عاص بن وائل	بیطاری	
عثمان بن طلحہ	درزی	
قیس بن مخرم	لین دین	دلاق تھے
حضرت سالم بن عبداللہ	بازار میں لین دین	کرتے تھے تذکرہ (صفحہ ۷۷)
امام یونس بن عبید	ریشمی پارچہ	تذکرہ صفحہ ۱۳۰
داؤد بن ابی منذر	"	تذکرہ صفحہ ۱۳۱
امام ابو حنیفہ	"	امام ممدوح کی صدر دکان کوفہ میں تھی اور انکے ایجنٹ کماشتے ملک میں پھیلے ہوئے تھے جہاں سے مال خرید کر صدر کو بھیجتے تھے تذکرہ ۲۵

اسمائے گرامی	پیشہ	کیفیت
امام بخاری رح	تاجر تھے	
حضرت عبداللہ بن مبارک		امام ذہبی انکا ذکر یوں کرتے ہیں الامام التاجر الفصاری ودوسرے موقع پر فرماتے ہیں ابی عمرہ حافظا و تاجرا تذکرہ ۲۵
حافظ الحدیث صدر بصری رح	چادر و سوتی پارچہ	تذکرہ صفحہ ۲۷۵
حافظ الحدیث فضل الکوفی	"	تذکرہ " ۳۴۱
حسن بیع کوفی استاد		
امام بخاری	بورے	اسی تجارت کی وجہ سے انکا لقب بوری ہوا
عبدالرزاق اجمیری	"	امام ذہبی فرماتے ہیں رحل تجارت الی الشام تذکرہ صفحہ ۳۴۶
امام ابو الحسن نیشاپوری		تذکرہ صفحہ "
ہشام دستوائی	پارچہ	دستوا ہواز عراق عرب کا ایک پرگنہ تھا وہاں سے کپڑا لاکر فروخت کرتے تھے اسی لئے دستوائی لقب پڑگیا تذکرہ صفحہ ۱۴۲
امام ابن جوزی	تانبا	آپ کے گھرانے میں تانبے کی تجارت ہوتی تھی
حافظ الحدیث ابن عسا	ادویہ	تجارت کی وجہ سے ان کا لقب عشاب ہوگیا تھا تذکرہ صفحہ ۲۱
ابو یعقوب بغوی	چربی لٹھا	ابن خلکان صفحہ ۱۰۸
محمد بن سلمان	گھوڑے کی تجارت	تذکرہ صفحہ ۱۰۸
ابو الفضل مہندس	گھڑی سازی	اس فن میں وہ بڑے ماہر تھے اور کثرت سے کام ان کے پاس آتا تھا. سارستان کبیر شاہی شفاخانہ کے اکثر دروازے ان کے ہاتھ کے بنے تھے. جامع مسجد دمشق کی گھڑیاں و ساعات انہوں نے

اسمائے گرامی	پیشہ	کیفیت
		درست کی تھیں۔ اور ان کی
		نگرانی کی ان کو تنخواہ ملتی تھی
		صحیحین اور ابوداؤد و
		سات سات بار اور سنن
		ابن ماجہ مد اجرت پر لکھیں
		(تذکرہ صفحہ ۴۰
امام ابوالیدناجی	کتابت	تذکرہ صفحہ ۳۱۷
ابوسعید نحوی	؍؍	دس ورق روزانہ لکھتے یہ کام
		کرکے عدالت قضا میں اجلاس
		کرتے انہی اوراق کی اجرت پر
		بسر کرتے صفحہ ۳۱۸
ابن الشیم	؍؍	تین کتابیں سال بھر میں لکھتے
		محطی متوسطا اور اقلیدس
		اس کی قیمت ڈیڑھ سو اشرفی لیتے
		اور انہیں پر بسر کرتے عیون صفحہ ۹۱

اسمائے گرامی	پیشہ	کیفیت
عبدالعزیز بن احمد	مٹھائی بنانا بیچنا	شیخ احمد حلوی ان کے پسر
	اون بیچنا کمبل	عبدالعزیز بن احمد رحمہ اللہ
	بناکر بیچنا۔ مسی	تعالیٰ۔ شیخ اسحاق بن شیب
	ظروف اور رنگی	ان کے پسر شیخ بن اسحاق
	ظروف اپنے	ان کے پسر شیخ اسمٰعیل بن
	خواہ دوسروں	احمد۔ ان کے پسر شیخ ابراہیم
	کے بنائے	بن اسمٰعیل ان کے پسر شیخ
	ہوئے بیچنا	اسد سلام امام حماد بن ابراہیم
		امام ابوالقاسم احمد بن صیم
		قاضی ابویونس بن امام
		بن جوزی ابوجعفر بزازی بصری
		شیخ ایوب ابن ابوبکر شیخ اسد سلام
		ابوبکر محمد بن علی رازی رحمۃ اللہ
		علیہم اجمعین۔

مسلم سے خطاب

عزت قومی شریک نور ایمانی نہیں
آہ مسلم تجھ میں وہ ذوق مسلمانی نہیں

وائے ناکامی کہ تجھ سے تیری جوہر مٹ گئے
نام کو گوہر ہے لیکن اب دُر افشانی نہیں

ظلمت کفر و ضلالت نے اندھیرا کر دیا
اسلئے مسلم تیرا قلب آج نورانی نہیں

اپنے ہاتھوں پردہ ناموس کر ڈالا ہی چاک
اسلئے سر پر تیرے ظل سبحانی نہیں

نامرادی ہو چکی جوش عمل بھی مٹ گیا
دل تو ہے دلبر مگر نقش سلیمانی نہیں

پرچم اسلام اڑتا تھا فضائے دہر میں
حیف تیرے سر پر وہ تاج جہانبانی نہیں

کیسے کیسے جاں نثار قوم تھے اسلام میں
جنکا تاریخ جہاں میں آجتک ثانی نہیں

کیا حماقت تھی کہ کٹ مرتے تھے نام حق پر وہ
خون میں اب مسلم تیرے پہلی سی جولانی نہیں

مرسلہ عبدالمجید مجید مدرس امرتسر

صفات باری اور مذاہب ثلٰثہ

(بسلسلۂ گذشتہ)

مسئلہ نجات اور مختلف مذاہب

چونکہ مسئلہ نجات ایک اہم مسئلہ ہے اور نجات بھی مذہب کی اہم ترین اغراض میں سے ہے۔ لہذا اس پر کسی حد تک علیحدہ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

مسئلہ نجات اور اسلام نجات کی خواہش انسان میں فطری ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ کے لئے دکھوں سے چھوٹ جاؤں اور انند و سرور کی زندگی حاصل کروں۔ اسلام اس فطری تقاضے کو اس طرح پورا کرتا ہے کہ جو انسان خود کو پاک کر کے نجات کا مستحق بنا لیگا تو خدا ہمیشہ کیلئے اسے دکھوں سے نجات دیدیگا۔ اور جیسا کہ اسنے قرآن مجید میں فرمایا ہے لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین نہ صرف دکھوں سے نجات دیگا بلکہ اس پر ایسے انعام کریگا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ یہ عطا جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے، عطاءً غیر مجذوذ ہوگی۔ یعنی ایسی عطا ہوگی جو کبھی منقطع نہ ہوگی اس حالت کا نام اسلامی اصطلاح میں فلاح ہے۔ جس کے معنی کامیابی کے ہیں۔ نجات کے معنی ہیں صرف خلاصی پانا۔ جس کا مفہوم صرف اس حد تک ہو سکتا ہے کہ انسان دکھوں سے چھوٹ جائے۔ خواہ اسے سکھ حاصل ہوں یا نہ ہوں مگر اسلام بتاتا ہے کہ جو نجات کا مستحق ہوگا۔ اسے دکھوں سے خلاصی دینے کے علاوہ ایسے انعامات ہمیشہ کے لئے دئے جائینگے جو نہ آنکھوں سے دیکھے ہوں گے نہ کانوں نے سنے ہوں گے نہ انسان کے دل پر گذر سکتے ہیں۔ اسلام اس طرح فطری تقاضے کو پورا کرتا ہوا۔ اور خدا کے ابدی احسان کی یاد دلاتا ہوا۔ انسان کو نیکی کے لئے ابھارتا ہے۔

آریہ دھرم اس کے مقابل آریہ دھرم نجات کو محدود صورت میں پیش کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ یعنے انسان دکھوں کی زندگی (یعنی جنم مرن کے چکر وغیرہ) سے چھوٹ تو جائیگا مگر ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ ایک عرصہ گذرنے کے بعد اس پاک جیو (روح) کو جو بے شمار جنموں سے گذر کر ایشور میں ہوا ہے۔ اس حالت سے علیحدہ ہونا پڑے گا۔ اور پھر دنیا میں آکر جنم مرن کے چکر میں پڑنا ہوگا۔ پھر اس چکر سے نکلکر نجات پائے گا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد مکتی خانہ سے نکالا جائیگا یہی سلسلہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ اور یہی سلسلہ جاری رہیگا۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ چونکہ خدا روحوں کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اس وجہ سے روحوں کا خزانہ خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو آخر محدود ہے۔ انہیں محدود روحوں کو جنم مرن کے چکروں میں پھنسا کر معمورۂ عالم کو آباد کیا گیا ہے۔ لہذا اگر نجات پانے والے روحوں کو کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ دنیا میں نہ بھیجا جائے تو پھر دنیا کا سلسلہ کیسے قائم رہے۔ یہ دلیل سنی سنائی نہیں بلکہ اس پر بانی آریہ سماج سوامی دیانند جی مہاراج کی مہر تصدیق ثبت ہے۔ چنانچہ سوامی جی ستیارتھ پرکاش ایڈیشن منجری صفحہ ۲۱۱ پر فرماتے ہیں۔

"اگر مکتی سے لوٹ کر کوئی بھی جیون اس دنیا میں نہ آوے تو دنیا کا سلسلہ ٹوٹ جانا چاہئے"

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

کہ معمار جب پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے تو دیوار ثریا تک بلند چلی جائے

وہ ہمیشہ ہی رہیگی۔

چونکہ سوامی جی روحوں کو قدیم اور انادی ٹھیراتے ہیں کی وجہ سے انہیں محدود ماننے کے لئے مجبور ہیں۔ اور خدا کو روحوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں مانتے۔ لہذا مجبوراً انہیں یہ عقیدہ گھڑنا پڑا کہ نجات دائمی نہیں ہوسکتی۔

اب کوئی ان آریہ دوستوں سے پوچھے کہ جناب والا یہ تو پھر پرمیشور مہاراج کی خود غرضی ہوئی کہ وہ کارخانہ عالم کو چلانے کے لئے ان مصیبت زدہ روحوں کو جنہوں نے خود نہایت محنت وجانفشانی سے تناسخ کے چکر سے گزار کر پاکیزگی حاصل کرکے نجات کا مستحق کیا ہو بلاوجہ اور بلاقصور نکال دیتا ہے اور پھر دنیا میں بھیجکر دوبارہ جنم مرن کے چکر میں پڑنے اور مصیبتیں برداشت کرنے میں مبتلا کردیتا ہے۔ اور انکی فطری خواہش کی کہ ہمیں ہمیشہ کے لئے دکھوں سے نجات ہو کوئی قدر نہیں کرتا۔ محض اس لئے کہ کارخانہ عالم باطل نہ ہوجائے۔ جب روح پلیدی سے پاک ہوکر پرمیشور کی مقرب ہوگئی تو اب تو اسے پاکیزگی اور ترقی کرنی چاہئیے تھی۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ ایسی محنت شاقہ سے پاکیزگی حاصل کرنے والی روح کو محض خود غرضی کے لئے دکھ دنیا کا سلسلہ جاری رکھے، پھر گناہ سے ملوث ہونے کا موقع دیا جائیگا۔ جس روح کو یہ معلوم ہوگا کہ میرا ایسے خدا سے واسطہ ہے جو اتنی مشقتیں جھیلنے کے بعد بھی اپنے دربار سے نکال دیتا ہے تو نعوذ باللہ ایسے جابر۔ اور خود غرض اور ظالم اور ناقدر شناس خدا کے متعلق اس کے دل میں محبت کے جذبات کیسے پیدا ہوسکتے ہیں۔ پس اگر وہ اس کی اطاعت کریگی تو محبت۔ عشق اور قرب چاہنے کی وجہ نہیں بلکہ خوف کے مارے کریگی۔ اور ظاہر ہے کہ جو اطاعت محض خوف کے مارے ہو وہ حقیقی اور اعلیٰ درجہ کی اطاعت نہیں۔ اعلیٰ درجہ کی اطاعت وہی ہے جو عشق ومحبت کے جذبات کی بناء پر ہو۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب خدا کو ان صفات سے متصف مانا جائے جنہیں اسلام پیش کرتا ہے۔ ورنہ آریہ دھرم تو جو نجات پیش کرتا ہے۔ اس کی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کبھی خدا سے محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ پھر وہ نجات جو آریہ دھرم پیش کرتا ہے۔ اس کی حقیقت بقول سوامی دیانند جی مہاراج قید محض ہے۔ یعنی قید بلا مشقت۔ چنانچہ سوامی جی نے جہاں محدود نجات کے ثبوت میں دلائل دئیے ہیں۔ وہاں لازوال مکتی کے رد میں یہ دلیل بھی رقم فرمائی ہے کہ

مکتی سے جانا اور وہاں سے آنا نہ ہو تو عمر قید سے
اتنا فرق ہے کہ وہاں مزدوری نہیں کرنی پڑتی
ستیارتھ پرکاش ایڈیشن پنجم صـ۲۶۲

لیجئے صاحب دائمی مکتی تو ہوئی بقول سوامی جی مہاراج عمر قید بلا مشقت۔ اب اسی پر قیاس کرکے بتائے کیا محدود مکتی۔ محدود قید محض نہ ہوئی۔ پس جب مکتی کی یہ حالت ہے کہ وہ بھی ایک قید ہے گو بلا مشقت تو اس کے حصول کے لئے کب کوئی روح ذوق وشوق پیدا کریگی۔ اور ایسی مکتی دینے والے خدا سے اسے کیسے محبت ہوسکے گی۔ جو روح کی اتنی جدوجہد کے بعد بھی اس پر کوئی احسان کرنے کے لئے تیار نہیں۔

مسیحیت اور نجات

اب لو مسیحیت کو۔ مسیحیت کے نزدیک تو دائمی ہے مگر اس ملنے کا طریق بھی سن لو۔ عیسائی صاحبان کہتے ہیں انسان فطرتاً گنہگار ہے وہ کبھی گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ گناہ کا میلان اس کی فطرت کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ خدا عادل ہے لہذا وہ گناہ معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ گناہ معاف کردے تو عادل نہیں رہتا۔ وہ رحیم بھی ہے اور رحم کا تقاضا ہے کہ مجرم کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ دو متضاد صفتیں ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ اگر خدا رحم کرے تو عادل نہیں رہتا۔ اگر عدل کرے تو رحیم نہیں رہتا۔ پس خدا نے عدل ورحم کو جمع کرنے کی یوں تجویز کی کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں مجسم کرکے بھیجدیا۔ اور لوگوں کے گناہوں کے بدلے اسے صلیب پر مار دیا۔ اور عدل ورحم کو یوں جمع کردیا۔ کہ مخلوق کے گناہوں کی سزا اپنے بیٹے کو دیدی اور رحم اس طرح

کہ جو شخص اسی بات پر ایمان لاتا ہے کہ خداوند یسوع مسیح میرے
گناہوں کی خاطر قربان ہوگیا ہے تو اسے نجات مل جاتی ہے۔
اس سے گناہوں کے متعلق کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

معزز ناظرین! ذرا عدل و رحم کا جمع ہونا ملاحظہ ہو۔ کہ
گناہ تو کرتا ہے زید اور سزا ملے بکر کو۔ کیا کہنے ہیں اس عدل کے
رحم کی بھی انتہا ہوگئی۔ کہ ایک بے گناہ پر تمام گنہگاروں کے
گناہ لاد دئے۔ اور صلیب پر مار دیا گیا۔

محبت کا بھی عجب حال ہے۔ بیٹا پکارتا ہے "اے میرے
باپ اگر ہو سکتا ہے تو یہ پیالہ (صلیبی موت کا ناقل مجھ سے ٹلجائے"
متی ۲۶/۳۹ عین صلیب دیئے جانے کے وقت کہتا ہے ایلی ایلی
لما سبقتنی۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں
چھوڑ دیا۔ متی ۲۷/۴۶ مگر رحم و محبت کرنے والے خدا کو ملاحظہ کرو کہ
وہ اپنے پیارے اور اکلوتے بیٹے کی ایک نہیں سنتا۔ اور سنے
بھی کیونکر اسے تو اپنی صفات رحم و عدل کو جمع کرنیکی دھن
لگی ہوئی ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یصفون۔

آئیے! ذرا غور کریں کہ یہ نجات جس کا وعدہ دیا جا رہا ہے
یہ ہے کیا چیز اور ملنے والی چیز ہے۔ یا خالی خوش کن عذر ہی ہے
مسیحیت کے نزدیک نجات نام ہے گناہوں کی سزا سے بچنے اور
میلان گناہ کے دور ہونے کا۔ اب اگر ہمیں کوئی ایسا قطعی اور
یقینی ثبوت مل جائے کہ مسیح کے کفارہ (صلیبی موت) پر ایمان
لانے سے انسان گناہ سے بچ جاتا ہے۔ تو سارا معاملہ ہی طے
ہو جاتا ہے۔ اور درمیانی اعتراضات کی طرف توجہ کی ضرورت
ہی نہیں رہتی۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب اس امر
کی تحقیق ہو جائے کہ کیا مسیح کفارہ (صلیبی موت) پر ایمان لانے
کے بعد سزا نہیں ملتی۔ تو واقعات اس کا جواب نفی میں دیتے
ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن عیسائی لوگ بھی دوسری
قوموں کی طرح گناہ کرتے ہیں جیل خانوں میں جاتے ہیں
سزائیں پاتے ہیں مشن کے احاطہ میں قصور کرنے والوں کو
سزائیں ملتی ہیں۔ اب اگر کفارہ ایمان لانے کا نجات سے
کچھ تعلق ہوتا تو چاہیئے تھا کہ عیسائی دنیا کو گناہ کرنے پر قطعاً
کوئی سزا نہ ملتی۔ کیونکہ ان کے گناہوں کی سزا بقول ان کے
یسوع مسیح اٹھا چکے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہونا چاہیئے
تھا کہ عیسائیوں سے قطعاً کوئی گناہ ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ
نجات کی دوسری شق میلان گناہ کا دور ہونا ہے۔ انجیل کے
رو سے تو دولت مند ہونا بھی جرم ہے۔ کیونکہ انجیل میں لکھا
ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔
بالفاظ دیگر نجات نہیں پا سکتا۔ پس جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس
دنیا میں عیسائی مجرم بھی گناہ کرتے ہیں اور ان کو اسی دنیا میں
سزا کا ملنا بھی مشاہدہ کر رہے ہیں۔ تو جو کفارہ اس دنیا میں
نجات نہیں دلا سکا۔ اس کے متعلق کیسے یقین ہو سکتا ہے
کہ وہ آئندہ زندگی میں نجات دلا سکیگا۔

بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم و حوا نے گناہ کیا جس کی سزا
یہ ملی کہ مرد محنت سے روٹی کمائے اور عورت درد زہ سے بچے
جنے۔ گویا محنت سے روٹی کمانا اور درد سے بچے جننا آدم کے
گناہ کی سزا ہے۔ اب اگر کفارہ پر ایمان لانے سے گناہ معاف
ہو سکتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے۔ عیسائیوں کو بغیر
محنت کے روٹی مل جائے اور ان کی عورتوں کو بچہ جننے سے
درد زہ کی تکلیف نہ ہو۔ جب واقعات بتاتے ہیں۔ عیسائی دنیا
کو روٹی کمانے کے لئے بڑی جد و جہد کرنی پڑتی ہے اور انکی
عورتیں بھی درد زہ سے مستثنےٰ نہیں کی گئیں بلکہ دوسری قوموں
کی طرح سزا میں مبتلا ہیں تو کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ مسیح
کے کفارہ (صلیبی موت) پر ایمان لانے سے نجات ہو سکتی
ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ میلان گناہ تک دور ہو جاتا۔ مگر برعکس
اس کے کفارہ کو ماننے سے تو بجائے میلان کے دور ہونیکے
گناہوں پر اور دلیری و جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس
شخص کو یہ یقین ہوگا کہ میرے اگلے اور پچھلے گناہ کے بدلے خداوند
یسوع مسیح کفارہ ہو چکے ہیں۔ اور میں جتنے گناہ کر لوں مجھے کوئی
پرسش نہ ہوگی۔ تو یقیناً وہ گناہ کرنے پر زیادہ دلیر ہو جائے گا

کیونکہ اسے بازپرس کا کوئی ڈر نہیں۔

کیا عیسائی صاحبان کے پاس اس بات کا بھی کوئی جواب ہے کہ مسیح علیہ السلام سے پہلے جس قدر لوگ دنیا میں گذر چکے ہیں ان کی بابت کیا سامان تھا؟ ان کی نجات ہوئی یا نہ ہوئی؟ اگر ہوگئی ہوتی تو پھر جب پہلوں کی نجات خدا کے بیٹے کی قربانی کے بغیر ہوگئی تو پھر مسیح علیہ السلام کے زمانے میں اسی ذریعہ نجات سے کیوں کام نہ لیا گیا۔ اگر کہو پہلوں کی نجات نہیں ہوئی تو پھر بتایا جائے کہ کیوں ان لوگوں کی نجات کا سامان نہ کیا گیا۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ پہلے زمانہ کے لوگوں کو نجات سے محروم کر دیا جائے؟ پس اگر خدا کے بیٹے کی قربانی کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی تو چاہئے تھا کہ شروع دنیا میں بیٹا آتا اور تمام آنے والی نسلوں کے لئے قربان ہوجاتا۔

نیز انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی قوم پر عذاب آنے لگا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے سفارش کی وہ سفارش قبول کر لی گئی اور قوم پر عذاب نہ آیا۔ اب بتایا جائے اگر عدل کا تقاضا یہ تھا کہ مجرم پر عذاب نازل کیا جائے تو پھر قوم کو معاف کیوں کیا گیا۔ کیا اس وقت کا رحم عدل کے خلاف نہ تھا۔ یا کیا اس وقت خدا نے عدل کے خلاف کام کیا۔ اگر اس وقت کا رحم خلاف عدل نہ تھا تو بعد میں کیسے خلاف عدل ہو گیا کیوں مسیح علیہ السلام کے وقت خدا کو یہ تجویز سوجھی کہ بیٹے کو قربان کر کے رحم و عدل کو جمع کیا جائے۔ یہ چند باتیں ہیں جب تک انکا کوئی شافی جواب نہ ہو ماننا پڑتا ہے۔ کہ کفارہ کی بنیاد ریگ کے تودہ پر ہے اور اس پر نجات کی جو عمارت تعمیر کیجائے کی کوشش کی جارہی ہے۔ وہ سراسر بے سود ہے۔ کیونکہ کفارہ کو مان کر نجات بالکل موہوم ہوجاتی ہے۔

مسیح علیہ السلام کی سچی تعلیم انجیل کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ہرگز ایسی تعلیم نہ دی تھی۔ بلکہ آپ کی تعلیم وہی تھی جو اسلام دے رہا ہے۔ یا جو موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی کہ عمل کرو۔ تاکہ پاکیزگی حاصل ہو۔ اور نجات پاؤ۔ بلکہ مسیح علیہ السلام نے تو یہاں تک فرمایا کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں جب تک کوڑی کوڑی ادا نہ کر دیگا۔ وہاں سے ہرگز نہ چھوٹیگا۔ متی ۵/۲۶

پھر فرمایا:۔

میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ ...... جو کوئی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی توڑے گا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھلائیگا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ متی ۵ آیات ۱۷ تا ۱۹

پس کفارہ کے عقیدہ کو تو خود موجودہ انجیل دھکے دے رہی ہے اور نجات کے مسئلہ میں بھی اسلام کی صداقت کا اعتراف کر رہی ہے۔ فللہ الحمد

(محمد نذیر معلم عربی ہائی سکول لائلپور)

تبلیغی رسالے مفت

انجمن رفیق الاسلام گرگانواں ضلع امید۔ رفیق الصیام تحفۂ عید۔ تحفۂ عید قرباں۔ نئی گنی۔ اسلامی مجلس چھاپ کے مفت تقسیم کر رہی ہے۔ ان میں مسائل قصہ کے پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ اچھی تبلیغ ہے۔ بچے اور بڑے آدمی بھی ان رسالوں کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ یہ رسالے پتہ ذیل سے ڈیڑھ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر دمحصولڈاک کیلئے) بیرنگ مفت منگائے جاسکتے ہیں چندہ شکریہ سے قبول کئے جائینگے (مظفر احمد ایم اے گیل گانوؤ گڑگانواں (پنجاب)

آریوں کا پرمیشور

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا

(از جناب مولانا غلام احمد صاحب میر کارکن دفتر ترقی اسلام)

آریوں کا پرمیشور

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

اسلام نے جہاں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو مدنظر رکھکر وہ احکام جاری کئے جن پر ہر ایک انسان بلا تکلیف اور ہر ایک عقل بلا اعتراض عمل کر سکتی ہے۔ اور جن احکام کو ہر ایک روشنی میں ترجیح دی جاتی ہے۔ اور جن احکام پر دیگر مذاہب اس زمانہ میں شوق و سعادتمندی سمجھکر عمل کرتے ہیں۔ وہاں انسانی فطرت کی اس بڑی شق کو پوری وضاحت اور دلائل سے بیان کیا جو مذہب اور عبودیت کی غرض و غایت ہے۔ اور جو خواہش انسانی فطرۃ میں روز ازل سے اس خالق کل نے ودیعت کر رکھی ہے۔ یعنی اس اعلیٰ ہستی کا ثبوت اور قدرت اور اوصاف جس نے تمام ذروں کو نیست سے ہست کر دیا۔ اور سان کے لئے ہر ایک نعمت انعام کے طور پر پیدا کی۔ اور انکی دل دہی کی خاطر ہمیشہ ان سے بولتا ہے۔ ان کی خبر گیری اور ہدایت کے لئے اپنے رسولوں کو بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ اس مسئلہ عظیم میں ٹھوکر نہ کھائیں۔ جسکی پیاس اور تلاش ان کے دلوں کو لگا دی گئی ہے۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو جس وضاحت سے بیان کیا وہ اصحاب بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن آئے دن ہمارے برادران وطن حق پر پردہ ڈال کر اس صداقت کو دنیا کی آنکھوں سے مستور کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ سعی کبھی بھی کارگر اور کامیاب نہ ہوئی۔ اور نہ ہوگی

کیونکہ اسلامی تعلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سعادتمندوں کے دلوں کو خود گھیر لیتی ہے۔ اسی لئے اسلامی زندہ خدا نے یہ دعوے کیا ہے کہ واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکفرون یعنی اسلامی تعلیم دنیا کے ہر ذرہ میں داخل ہوگی۔ خواہ کافر دل کے سینے اس کامیابی سے جل ہی کیوں نہ جائیں۔ آریہ دوست جہاں اور بے سروپا اعتراضات اسلام پر کرتے ہیں۔ وہاں وہ اسلامی توحید پر بھی کبھی کبھی لب کشائی کی تکلیف گوارا کرتے ہیں۔ گویہ ان کی شپری کی دلیل ہے۔ بھلا چمگادڑ کے چھپ جانے سے روشن سورج آریوں کے پرمیشور کو معہ اس کے ایک حکم کے میدان میں لاتا ہوں تا آریہ دوست بھی ایسے اعتراضات سے پرہیز کریں۔ اور ان کے خوش قسمت نفوس اسلام کے گرویدہ ہو کر ابدی خدا سے ابدی نجات حاصل کریں۔ اس کے بعد میں ان طالبوں سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں اور آریہ دوستوں سے بالخصوص یہ عرض ہے۔ کہ وہ میرے مضمون کو پڑھ کر سچ سچ بتا دیں۔ کیا وہ ایسے پرمیشور کی غلامی پسند کرتے ہیں جو خواہ مخواہ موجودات دنیا کا (بزعم آریان) جبری حاکم بنا ہوا ہے۔ اور جو ایک تنکے کے پیدا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ بلکہ اور روحیں بھی بزعم آریہ صاحبان قدیمی اور غیر مخلوق ہونے میں اس کی شریک ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اس بات سے ہراساں رہتا ہے کہ اگر میں کسی روح کو ابدی نجات دوں تو وہ کہیں اس کے تخت کا ہی مالک نہ بن بیٹھے۔

آریہ دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام ارواح انادی اور غیر مخلوق ہیں اور جس ہستی کو وہ پرمیشر کرکے پکارتے ہیں۔ اسکا

شغل صرف یہ ہے کہ وہ خواہ مخواہ ارواح کو سزائیں اور تکلیفات دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک حاکم جابر کی طرح ہے۔ جس نے نہ کسیکو پیدا کیا اور نہ کسی کی حاجت روائی کی اور نہ اس کی رہبری کی اگر اس کا کام ہے تو صرف یہ ہے کہ ایک ایک گناہ پر ہزاروں جونوں میں ڈالتا ہے حتےٰ کہ رذیل سے رذیل کیڑوں کی اور چوپاؤں کی شکل بناتا ہے۔ اور اتنی سزا کے بعد اس پرمیشر صاحب کی یہ مہربانی ہے کہ جب کوئی روح گناہوں سے بالکل مبرا ہو جائے تو اس کو چند روز کے لئے مکتی خانہ میں داخل کرکے زیادہ بے عزتی سے نکال دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض آریہ دوست "ایں ہم غنیمت است" سمجھکر کہتے ہوں۔ چلو کچھ بھی کیوں نہ ہو مکتی ملتی ہی ہے۔ لیکن دیکھئے یہ حضرت پرمیشور پھر اپنے مکتی یافتہ بندہ سے کیا سلوک کرتا ہے۔ جس نے ہزاروں اور لاکھوں جون بدل کر مکتی یعنے نجات پائی تھی۔ اور اس حاکم جابر کو اتنے جونوں میں پرمیشر پرمیشر کرکے پکارا تھا۔ جب جناب پرمیشور کو ان انادی اور غیر مخلوق روحوں میں کمی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ اس بات سے خوفزدہ ہوتا ہے کہ اگر میں انکو پھر سزائیں نہ دوں تو عنان حکومت سے دستبردار ہونا ہوگا تو مکتی یافتہ کو کان سے پکڑ کر مکتی خانہ یا چند روزہ سجن سے باہر [illegible] ہے۔ اور اس خوف سے کہ اگر میں ہر ایک روح کو مکت بنا کر مکتی خانہ میں رکھوں تو میرے پلے کچھ بھی نہیں رہتا۔ اور میں نے تو ایک سخت غضب کیا میرے پاس صرف وہی رہیگا یا میں رہوں گا۔ پھر بطریق سابقہ مکتی یافتہ کو لاکھوں جونوں میں ڈال کر اپنا کام چلاتا ہے۔ اور اس غریب کو جسے پہلے مکتی کا لالچ دیا گیا تھا ہزاروں تکلیفوں کا آماجگاہ بنا دیا جاتا ہے۔ دوستوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر ایک انسان شروع دنیا سے تا بہ انجام آریہ پرمیشر کی عبادت کرتا رہے۔ تو بھی اسے وہ خوشی اور سرور حاصل نہیں ہوتا۔ جس کے لئے وہ دنیا کی [illegible] لذت کو چھوڑتا ہے۔ اور دنیا کے عیش و آرام کو اپنے پر حرام کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ اس پرمیشر صاحب میں غضب کی صفت تو ہے۔ جس کی وجہ سے وہ روحوں کو اتنی تکلیفیں دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل پر اس میں صفت عفو بالکل مفقود ہے۔ بلکہ بالکل ہی نہیں ہے۔ کیا آریہ دوست اس خدا کی رحمت کے نیچے آنا چاہتے ہیں جو کہ ہمیشہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ اور اگر کسی کو سزا دیتا ہے تو وہ بھی اتنی دیتا ہے جس سے کہ اس کا علاج ہو جائے۔ یعنی عذاب محدود کرتا ہے اور نعمت غیر محدود دیتا ہے۔ شاید بعض دوست یہ بھی کہہ دیں کہ یہ میری اپنی اختراع ہے۔ نہیں نہیں۔ وہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم خود فرماتا ہے رحمتی وسعت کل شیئ

یعنی میری رحمت میرے غضب پر وسیع ہے۔ اگر آریہ دوست تھوڑا سا تدبر کریں تو وہ ضرور اس خدا کی عبادت کو ترجیح دینگے جو اپنے بندوں کو ان کی محدود خدمات کے صلہ میں لاانتہا انعام دیتا ہے۔ اور ان نافرمانیوں کو توبہ کے پانی سے دھو بھی دیتا ہے۔ اور اگر کسی کو سزا دے تو وہ سزا ایسی نہیں جسمیں آریوں کے پرمیشور کی طرح معافی کا نام بھی ہو۔ بلکہ دوا اور علاج کے طور پر سزا دیتا ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ آریوں کا پرمیشور کیا کر سکتا ہے۔ اب ذرا اور سنئے اور آریوں کا پرمیشر بول بھی نہیں سکتا۔ اور اگر بولے بھی تو ایک وقت مخصوصہ میں۔ ان چار نامعلوم رشیوں کے ساتھ جن پر وید نازل ہوئے ہیں۔ یہ بولنے کا زمانہ وہ ہے جب کہ دنیا کا آغاز ہوا تھا۔ اس وقت سے تا ایندم آریوں کا پرمیشر بالکل نہ بول سکتا ہے۔ اور نہ بولیگا۔ پھر بھی اگر بولے تو انہیں رشیوں کے ساتھ بولتا ہے۔ جن سے پہلے بولا تھا۔ اور بولتا بھی کیا ہے۔ چار وید جو اس نے طوطے کی طرح شاید رٹ لئے ہیں۔ کیونکہ وہ آریوں کے اعتقاد کے مطابق اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں بولتا ہے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ آریہ مذہب میں آج تک کوئی انسان اس مرتبہ کو نہیں پہنچا۔ کہ پرمیشر [illegible] کے ساتھ بولے۔ اور نہ ویدوں میں اس قسم کی راہ [illegible] کہ اس پر چل کر انسان اس منزل عظیم کو طے کرے

یا یوں بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ایسی بات ہوگی جو اوروں پر
ظاہر کرنے کے قابل نہیں۔ سوئم دوستوں کے اس آرزو
کو بھی پورا کر دیتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ آریہ پرمیشر ان چار رشیوں
سے کیا بات کرتا ہے۔ اور اس کی عرض کیا ہے۔ اور جس بات
کے سنانے کے قابل وہ آریہ ورت میں کسی کو نہیں جانتا۔ سو
واضح ہو کہ پنڈت دیانند جی مہاراج نے اس بات کو وضاحت
سے بیان کیا ہے جو یہ پرمیشور اپنے گمنام چار رازداروں سے
بولتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ پرمیشر جسکا میں نے پہلے ذکر
کیا جب اس خیال میں پڑا کہ اگر یہ روح میری مدد نہ کریں تو
میری خدائی کی کون داد دے۔ اور یہ ظلم و ستم میں کس پر
روا رکھوں۔ اس لئے اس نے اس عقدۂ لاینحل کو حل کرنے
کے لئے ان چار رشیوں کو کہدیا کہ تم میرے رازدار ہو۔ اور
تم کو معلوم ہے کہ میں ایک مچھر کو بھی پیدا نہیں کر سکتا ہوں۔
اگر کوئی اس بھید سے واقف ہوا تو میری خیر نہیں۔ اس لئے
تم دنیا میں نیوگ (زنا) کو رواج دو۔ تاکہ میری خدائی چند
روز چلتی ہی رہے۔ یہ وہ راز ہے جو کہ پرمیشر نے چار رشیوں
سے کہدیا۔ اور دیانند جی مہاراج نے اس کو دنیا کے لئے
قابل عمل بتایا۔ گو مسئلہ نیوگ (زنا) آریہ دوستوں کی وجہ سے
مشہور عالم ہوا ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے۔ کہ بعض دوستوں
کو معلوم نہ ہو۔ سو ان کی اطلاع کے لئے میں عرض کئے ہی دیتا
ہوں۔ آرین نیوگ یہ ہے کہ اگر کسی مرد یا عورت کے اولاد پیدا
نہ ہو تو وہ خود اپنے آپ کو غیر مرد کے ساتھ ہم بستر ہو کر اولاد
حاصل کرے۔ یا اس کا خاوند کسی مشٹنڈے کو اس پوتر
کام پر لگا دے۔ اگر کوئی مرد کسی کام کے لئے اپنے دیس سے
باہر گیا ہو تو اس کی عورت اوروں سے اولاد حاصل کر کے
اس کے آنے پر بطور ہدیہ یہ پوتر اولاد پیش کرے۔ اگر
کسی سے سہا نہ جائے اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ نیوگ
(زنا) کی اصلیت آپ کو معلوم ہوئی۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ یہ نیوگ کب تک جائز ہے۔ اس کے متعلق ہمیں آریہ
کتب سے پتہ ملتا ہے۔ کہ جب تک نیوگن استری سے گیارہ
بچے پیدا ہوں۔ تب تک یہ کام بزعم آریہ مذہب روا اور درست
ہے۔ پرمیشر کے اس راز پر مجھے کہنے کی ضرورت نہیں۔
"عیاں راچہ بیاں" لیکن اس سے چند ایک باتیں ظاہر
ہوتی ہیں جنکو میں ذرا اور وضاحت کے ساتھ بیان
کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ان مسائل سے آپ کو
معلوم ہوا ہوگا کہ اگر ایک انسان اگر ہزاروں سال آریہ
پرمیشر کی عبادت کرتا رہے تو بھی اس قابل نہیں ہوتا کہ
خدا اس کے ساتھ کلام کرے۔ یا اس کو اپنے مذہب کے
کسی امر پر آگاہ کرے۔ دوم یہ کہ پرمیشر میں اتنی طاقت نہیں
کہ وہ کسی کو صالح اولاد حلال کی کمائی سے دے۔ بلکہ ہر ایک
بندہ خود مزدور لگا کر اولاد حاصل کرے۔ اور ان کو آریہ
پرمیشر کی خدمت میں لگا دے۔ پرمیشر کا اس میں بغیر اسکے
کچھ حصہ نہیں کہ وہ ظلم کرتا اور جون بدلواتا رہے۔ اور نہ
وہ اپنے بندوں کے نیک اعمال کے صلہ میں انعام کر سکتا
ہے۔ گو اس سے اور بھی بہت سی باتیں نکلتی ہیں۔ جو کہ
اس پرمیشور کو چھوڑ کر انسانی ہستی کے لئے بھی باعث
صد ننگ و عار ہیں۔ لیکن میں ان کو انشاء اللہ کسی اور
وقت بیان کروں گا۔ فی الحال میں اپنے آریہ سماجی دوستوں
کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اے گم کردہ راہ بھائیو! اس مذہب
کو تلاش کرو جس کا خدا کہتا ہے۔ عاجزی اور نماز مومن
بندہ کا معراج ہے۔ یعنی جو شخص اپنے خدا کے حضور تضرع
اور زاری کرتا ہے۔ خداوند کریم اس کے ساتھ مل جاتا ہے
یہاں تک کہ وہ اسے کہتا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل
الورید وہ خدا کو دیکھتا ہے اور خدا اس کی سنتا ہے
اور اس کی حالت کو دیکھتا ہے۔ اور اس پر رحم کرتا ہے۔
اے آریہ دوستو! آؤ اور اس خدا اور اس مذہب پر
سر تسلیم خم کرو جو کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں اپنے بندوں
کے ساتھ بولتا ہے اور انکی رہنمائی کرتا ہے۔ جو کہ اسلام میں

میں علانیۃ ۔۔۔۴۰ ۱۲ ہزار کو ملا۔ جو کہ ہر ایک دکھوں اور مصیبت میں انسان کی سنتا ہے۔ اور اس کے مصائب و آلام کو دور کرتا ہے۔ اے دوستو! ذرا اپنی ضمیر کو تو دیکھو۔ کہ یہ تمہیں نیوگ (زنا)، کے مسئلہ کے متعلق کس طرح ملامت کرتی ہے اور تم بلا وجہ عفیفہ اور پاکدامن استریوں سے جبرًا خلاف فطرت گناہ کراتے ہو۔ تم کو اس پرمیشور سے کیا فائدہ ہوا جس نے اپنی کم طاقتی کی وجہ سے تم کو فاحشات کا حکم دیا جس کو ساری دنیا بلکہ تمہاری ضمیریں بھی ملامت کرتی ہیں - اور وہ پاک دامن استریاں جو حقیقی خالق و مالک کا خوف اپنے دلوں میں رکھتی ہیں تو تمہارے اس فعل کو وحشیانہ قرار دے کر اس سے احتراز کرتی ہیں۔ ابھی بھی موقع پاکر آریہ دوست اپنے ہم مذہب سناتنیوں کو کوستے ہیں کہ تم بت پرست ہو۔ کیا آریہ دوست اس اپنی ہٹ پرستی کو نہیں سمجھتے کہ ایک بے طاقت پرمیشر کی اطاعت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع شاید بعض دوست یہ اعتراض کریں کہ تم نے پہلے لکھا ہے کہ ابلہ پرمیشور سزائیں وغیرہ دیتا ہے۔ اور اب یہ بے ضرری کہاں سے آئی - تو یاد رہے کہ وہ میں نے آریوں کے خیال کو پیش کیا ہے۔ ورنہ اس بے تعلق پرمیشر کو انسانی دکھ اور راحت سے کیا تعلق ہے؟ فتدبروا۔“

اتحاد و تنظیم

کھول کر چشم بصیرت دیکھ نیرنگ جہاں　　ذرے ذرے میں نہاں زندگی کی داستاں
کارفرما ہے جہاں آب و گل میں اتحاد　　ہے اسی بنیاد پر قایم زمیں و آسماں
قوم کے ہر فرد کو تنظیم کا پیغام دے　　ہے اسی مٹی سے تعمیر حیات جاوداں
فرقہ بندی کا مرض پھیلا ہے تیری قوم میں　　اُٹھ ذرا اپنی خبر لے اے مسیحائے زماں
ہے جو آزادی کی خواہش طائر فطرت نوا　　گلستان اخوت میں بنائے آشیاں
دانوں سے خرمن فردوں سے ہے صحرا کی نمود　　قطرہ قطرہ مل کے بن جاتا ہی بحر بیکراں
آہ تو نے ان کو وقف طاق نسیاں کر دیا　　اتحاد و نظم ہیں اسلام کی روح رواں
غیر تو عامل ہوئے اسلام کے احکام پر　　اور تو اب تک گرفتار طلسم این و آں

فرقہ آرائی پیام مرگ ہے تیرے لئے
ایک ہو جا چھوڑ بحث رنگ و نسل و خانداں

عبدالمجید سالک بسری

مخفی طاقت

(نوشتہ مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے وکیل گڑگانوہ)

ایشیا روحانیت کا گھر ہے۔ خاصکر اسلام نے روحانیت کے مسائل میں جو بالغ نظری کا ثبوت دیا ہے حیرت انگیز ہے یہ علم دیدنی ہے لفظوں سے اس کا تعلق کم ہے۔ چونکہ ہمارے روحانیت داں عملی لوگ ہوتے ہیں اور لفاظی انکا شغل نہیں انہیں اس لئے دیگر مذاہب کے بعض آدمی اسلام پر بیخبری میں اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام روحانیت سے آگاہ نہیں کیونکہ قرآن پاک میں "روح" کی تعریف تک نہ کی جاسکی حالانکہ جو الفاظ روح کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں اس قدر وسیع المعنی ہیں کہ ان پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اور لکھی بھی جاچکی ہیں۔

یورپ میں اب روحانیت کا شوق بڑھتا جاتا ہے۔ سر آرتھر کیتھ، سر اولیور لاج اور سر آرتھر کینن ڈائل جیسے لائق فائق حضرات اپنی زندگیاں ان مسائل کے مطالعہ میں صرف کررہے ہیں۔ کیلیفورنیا میں ایک خاندان میں کچھ ایسے عجیب واقعات رونما ہوئے ہیں کہ سائنسداں اس کی توضیح کرنے سے قاصر ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس خاندان کی بڑی بوڑھی ماں ایک طویل علالت کے بعد فوت ہوگئی۔ اس کے بیٹے کو اس سے بڑی محبت تھی۔ اسے اس کی موت کا سخت صدمہ ہوا۔ اسے ایسی کتابوں کے پڑھنے میں تسکین قلب محسوس ہوتی جن میں موت کا ذکر ہوتا۔ وہ موت کی دوسری طرف والی دنیا کے حالات معلوم کرنے کے لئے سرگرداں رہنے لگا۔ اس نے سینکڑوں کتابوں میں ایک مشرقی مصنف کی کتاب پڑھی جس میں اپنے اندر ایک ایسی برقی طاقت پیدا کرنے کی ترکیب بتائی گئی ہے۔ جو بجلی سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ جو پیدا ہوتے ہی تصورات میں ہیجان پیدا کرکے روحانی باتوں کا انکشاف کرنے لگتی ہے۔ بہتوں نے اس کتاب کو پڑھا ہے کہیں اس نوجوان نے اسے پڑھ کے اس پر عمل شروع کردیا۔ اس طاقت کا یہ بھی اثر ہوتا ہے۔ کہ اس سے آدمی بہت ہی حساس ہوجاتا ہے۔ اور اگر اپنے اوپر پوری قدرت حاصل نہ ہو آدمی بے قابو ہوجاتا ہے۔ یہ دیانتدار عقلمند کے ہاتھ میں کمال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور حریص وجاہل کے ہاتھ میں نہایت خطرناک چیز ہوجاتی ہے۔

اس طاقت کو پیدا کرنے میں کامیاب ہو کے اس نوجوان کو عجیب عجیب تجربے ہوئے وہ گھنٹوں تک خاموش بےحس وحرکت بیٹھا رہتا۔ اور مراقبہ میں مصروف رہتا تھوڑی دیر بعد اسے اپنے چاروں طرف ہر چیز پر۔ میز پر چوطھے پر۔ کارنس پر دستک یعنی کھٹکے کی آواز آتی۔ ہر چیز زور کی آواز سے گونج جاتی۔ کہنے سے بعض دفعہ کئی کئی کھٹکے ایک چیز پر ہوتے اور بعض دفعہ خاموشی طاری رہتی غیر مرئی موجودگی کا احساس صاف صاف ہوتا تھا۔

ایک اتوار کے روز دونوں وقت ملتے ہوئے اسکی بیوی باورچی خانہ کی میز کے پاس کھڑی تھی اور گھر میں کوئی نہ تھا۔ اچانک میز پر تین زور زور سے دستکیں ہوئیں جیسے کوئی ہتھوڑا مار کے آواز نکالتا ہے۔ یہ آوازیں تار کی زبان میں حرف "سی" بنتی تھیں۔ جو اس عورت کے نام کا پہلا حرف تھا۔

اب راتوں کو شور وشغب رہتا۔ ہر جگہ سے آوازیں آتی

نظر نہ آنے والی ہستیوں کی موجودگی کے عجیب و غریب احساس ہوتا رہتا۔ چناتی روشنی ہوتی۔ سرد ہوا کے ہلکورے جیسے کسی دور کے ساحل سے آیا کرتے ہیں محسوس ہوتے حتے کہ ان کا روزانہ کئی کئی دفعہ اٹھ کے روشنی کرنے کا شغل ہوگیا۔ روشنی ہوتے ہی یہ کیفیت جاتی رہتی۔

گھر میں دو چھوٹے بچے بھی تھے۔ انکی صحت قائم رکھنے کے لیئے ایک اور مکان لیا گیا لیکن وہاں بھی دیواروں سے ہی آوازیں آتی رہیں۔ ایک اور مکان لیا گیا۔ ایک روز شام کے وقت بیوی کے ہاتھ میں ایک بجلی کی سی تڑپ معلوم ہوئی اور جس میز پر اس کا ہاتھ رکھا تھا اسپر دستک کی آوازیں آنے لگیں پھر ایک آواز نے اس کے کان میں آہستہ سے کہا "لڑکا" چند روز کے بعد ایک بچہ آنتوں کی بیماری میں ایسا پڑا کہ اسے شفا خانہ لے گئے۔ جہاں وہ مرگیا۔ پھر یہ کیفیتیں بند ہوگئیں چند سال بعد پھر یہ شروع ہوگئیں۔ انہوں نے ایک پرانا گھر خرید لیا۔ جہاں وہ چند سال تک رہتے رہے تھے پہلی ہی رات کھٹکوں کی آوازیں آتی رہیں بند ہی نہ ہوتی تھیں۔ کھٹکا۔ کھٹکا۔ کھٹکا۔ تمام گھر میں کھٹکا ہی کھٹکا تھا۔ دروازوں پر، کرسیوں، بستروں، باجوں اور دول سب پر کھٹکا ہوتا۔ ہر چیز سے جس سے آواز نکلتی تھی دستک کی آواز آتی تھی۔ بعض دفعہ ان کے معنی بھی ہوتے تھے مثلاً ایک دستک ملنے "مجھے خبر نہیں" دو کے معنی "نہیں" تین کے "ہاں" ہوتے تھے لیکن انکا کوئی معنوں مطلب نکلتا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی جوڑی چھڑی سے چوٹ لگا کے آواز نکالی جاتی ہے۔

چیزیں حیرت انگیز طریقے سے غائب ہوجاتیں چند روز بعد پھر واپس آجاتیں۔ اور ایسی جگہہ رکھ دی جاتیں جہاں سے اچھی طرح سے نظر آجاتیں۔ یہ کیفیت یہاں تک بڑھی کہ گھر والوں کو چیز کے غائب ہونیکی پرواہ بھی نہ ہوتی۔ کیونکہ چند روز بعد واپس آجاتی۔

ایک اور شخص کا ذکر ہے کہ جب وہ کسی چیز پر ہاتھ رکھتا اس سے کھٹکے کی آواز نکلنے لگتی۔ کوئی اخبار پڑھتا تو کچھ نہ ہوتا وہ ہاتھ رکھ دیتا فوراً کھٹکے کی آواز کاغذ پر ہونے لگتی دماغ میں خیال پیدا ہوتا فوراً کھٹکے کی آواز ہوتی۔

آخر یہ کوئی تو طاقت ہے کہ خیال کے آتے ہی آواز ہوتی ہے۔ اس شخص کی بیٹی بھی اس طاقت سے اسطرح متاثر ہوئی کہ اسے ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی زبردست اسے لکھنے پر مجبور کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ پنسل کاغذ لے کاغذ پر رکھتی تو سیکڑوں پیام لکھے جاتے۔ جن میں پیشنگوئیاں بھی ہوتیں تھیں۔ بہت سی بعد میں جاکے سچی نکلتی تھیں۔ بعض غلط ثابت ہوتیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی روحیں اپنے اپنے موقعہ پر پیام دیتیں۔ ان پیاموں میں انکی شخصیت کا اثر ہوتا تھا۔ بعض شہادتیں بھی درست نکلتی تھیں۔ مثلاً اس کی پہلے جہاں ماں رہی اس کے پتے دئے گئے جنہیں دریافت کیا گیا تو درست نکلے۔

ہڈسن اس کو "باطنی دل" کی کرشمہ سازی بتاتا ہے لیکن کوئی اس رائے کی تائید نہیں کرتا کہ کسی کا باطنی دل اپنے ہی نقصان کی باتیں ظاہر کرتا کہ سارا خاندان گھر بدلتا پھرے۔ آوازیں نکال نکال کے اپنے ہی آدمیوں کو پریشان کرے۔ کوئی باطنی دل بیماریاں پیدا کر کے اپنے ہی آدمی کو نہیں مار سکتا۔ نہ اپنے آدمیوں کو غم و اندوہ میں مبتلا کرنا پسند کرسکتا ہے۔ نہ چیزوں کو غائب کر کے پھر چند روز نمایاں جگہہ پر رکھ سکتا ہے۔ نہ نقصانات کر کے گھر والوں کو پریشان کرنے پر آمادہ ہوسکتا ہے یہ تو کچھ اور ہی بات ہے۔

مغربی محقق یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص میں ایک فطری روحانی طاقت موجود ہے اس کی زیادتی کیفیتیں متشکل کر دیتی ہے گو ہمیں اس کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا۔ کوئی

اندھی طاقت عقل و ادراک کی حرکات سرزد نہیں کرسکتی۔ یہ تو کوئی انفرادی یا مجموعی عقلی طاقت ہے۔ ان مغرب والوں کو احساس ہونے لگا ہے کہ جب سائنس اس نہایت اہم علم کی تحقیق میں کامیاب ہوکے اس کے اصولوں کو سمجھنے لگیگا جس سے اس طاقت کا ادراک کیا جاسکے تو زندگی ہی بدل جائے گی۔ ہم ان چیزوں سے جو آج ہمارے لئے سدّراہ بنی ہوئی ہیں اور ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔ اس آزادی کا لطف حاصل کرسکیں گے۔ تحقیق میں سرگرمی ظاہر کی جارہی ہے اور ہمیں امید ہوتی ہے کہ ایک جدید دور عنقریب شروع ہوگا اور ہم کو دوسری دنیا میں اپنی اس زندگی کے جاری رہنے کا یقین حاصل ہوجائے گا۔

سر آرتھر ڈائل نے ایک موقعہ پر ایک حلقہ میں شرکت کی۔ جب روشنی کی گئی تو میز پر رکھی ہوئی طشت آہستہ آہستہ ایک کنارہ پر کھڑی ہوگئی۔ اور ہلنے لگی۔ سوال کیا جاتا تو جواب ملتا۔ تین جنبش سے مراد "نہیں" اور ایک سے "ہاں" ہوتا تھا۔ جب طاقت کم ہوگئی تو یہ طشت گر پڑی۔ کسی قسم کا دھوکا نہ تھا۔ انہوں نے اس معاملہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا بیان کیا ہے۔ کسی نادیدنی طاقت نے طشت کو کھڑا کرکے ہلایا۔

انہوں نے دو واقعے بیان کئے ہیں۔ ایک ۱۹۰۳ء کا ہے۔ تمام خاندان میں اس سے پریشان ہوگیا۔ چند آدمی دو رات مسلسل بیٹھے۔ زور زور سے شور ہوتا۔ ٹوٹنے اور کھٹکے کی آوازیں آتی رہیں کہاں سے آتی تھیں کچھ پتہ نہ چلتا تھا اس کے بعد وہ سامنے اس گھر میں بس آئے۔ ایک تو گھر جل گیا۔ دوسرا باغ میں دفن شدہ لڑکے کی ہڈیاں کھود کے باہر آگئیں۔ کوئی شریر روح تھی۔ جس نے پریشان کر رکھا تھا کچھ عرصہ پہلے کوئی جرم وہاں ہوا تھا اور اسکا اثر چلا آرہا تھا۔

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ سر آرتھر کو ایک خط ملا کہ ایک لڑکی پر خدا جانے کیا اثر ہے۔ کہ ہر چیز ٹوٹ جاتی ہے۔ نکلا آگ بیکار ہوجاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہاں میں گیا اور اسے ایک ماہر علم روحانی کے پاس لے گیا۔ کیونکہ اس وقت مجھے خود اس میں دخل حاصل ہوا نہ تھا۔ پچاس پونڈ کے برتن آزمائش کے طور پر رکھے گئے۔ لڑکی سے فاصلہ پر یہ سب ٹوٹ گئے۔ اس عاملہ کی کوشش سے لڑکی اچھی ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے واقعات کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اخبار وں میں نہیں آتے۔

انکی رائے میں روحانی دنیا کے شریر بچے اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ اس دنیا میں رہنے والے ان کے سنجیدہ بزرگوں کو بلاکے ان کی شرارت روکی جاسکتی ہے۔ انکی رائے میں یہ دعا سے کام لیا جاسکیگا۔ اور یہ دعا کی ایک عملی صورت کہی جاسکیگی۔

یہاں کے عالموں کی باتوں پر بعض اعتبار نہیں کرتے حقیقت یہ ہے کہ سچے عاملوں کا قحط ہے ورنہ اگر ان کے ذریعہ سے یہ علم کتابی صورت میں آجائے تو یورپ کے سرگرداں لوگوں کی بہت کچھ رہنمائی کی جاسکتی ہے۔

ناظرین کو اطلاع

اس مرتبہ سلسلۂ عملیات اس وقت دفتر رسالہ اسلام میں پہونچا کہ تمام کام پہلے طیار ہوچکا تھا۔ شائع ہونے سے رہ گیا۔ ناظرین دوسری اشاعت کا انتظار فرماویں۔

(منیجر)

(از جناب منشی محمد داؤد خاں صاحب ساکن سنبھل)

غم نہیں قابل بخشش نہیں عصیاں میرا — بخشوا لیگا مجھے احمد ذیشاں میرا

کچھ گریباں ہی نہیں چاک ہے داماں میرا — یا نبی دیکھ لو تم حال پریشاں میرا

کشمکش نزع کی ہے بار گنہ ہے سر پر — موت کا ہاتھ ہے اور چاک گریباں میرا

دم لبوں پر ہے مرا ہچکیاں آتی ہیں مجھے — دیکھکر روتے ہیں سب حال پریشاں میرا

میں ہوں حضرت پہ فدا تو ہی فقط اک گل پر — عشق تیرا سا نہیں بلبل نالاں میرا

کشتۂ تیغ ادا یاد نہیں کرتا ہے — پھر تڑپ کر نہ اُٹھے لاشۂ بیجاں میرا

مجھ سے ناکام محبت کا پتہ ہی کیا ہے — دشت ہے میرا وطن گھر ہے بیاباں میرا

حسرت و یاس و الم دل میں بھرے رہتے ہیں — خوب آباد ہے اب خانۂ ویراں میرا

کسی در سے بھی نہیں کوئی تعلق مجھکو — اب ٹھکانا ہے فقط کوچۂ جاناں میرا

ہائے ناشاد چلا دید کا موقعہ نہ ملا — اے اجل ایک بھی نکلا نہیں ارماں میرا

دل ٹھکانے ہو تو یکسو ہو خیال اے داؤد
ہے مری طرح تصور بھی پریشاں میرا

مندرجہ ذیل طریقوں سے آپ رسالہ اسلام کی مدد فرماویں

محبان اسلام وہمدردان ملت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے رسالہ اسلام کی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل فرماویں۔ ذیل میں امداد اسلام کے چند طریقے لکھے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان طریقوں سے امداد فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرماوینگے۔ تاکہ آئندہ اشاعتوں میں ہم معاونین کرام کے اسماء گرامی شکریہ درج رسالہ کر سکیں۔

(۱) رسالہ کی خریداری خود منظور فرماویں۔

(۲) اپنے احباب و آشنا کے نام اور پورے پتے تحریر فرماویں تاکہ انکی خدمت میں نمونہ مفت بھیجا جاوے۔ اور نمونہ پہونچنے کے بعد آپ ان سے چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں۔

(۳) مریدوں، شاگردوں، معتقدوں اور دوستوں کے نام ایک کھلا خط تحریر فرما کر ہمیں ارسال فرماویں کہ رسالہ اسلام ایسا رسالہ ہے اور اسلام کی ایسی خدمت کر رہا ہے اسلئے اسکی ضرور خریداری فرماویں۔ یہ خط قلمی لکھکر بھیجدیں ہم اس کی نقلیں لکھ کر نمونوں کے ساتھ بھیجدیا کریں گے

(۴) علمی مذہبی مجالس اور خطبات و وعظ میں اسلام کی خدمات دینی کا تذکرہ کرکے مسلمانوں کو اسکی خریداری کی رغبت دلاویں

(۵) نئے خریداروں کے لئے اپنی طرف سے انعامات مقرر فرماویں۔

(۶) اپنے علاقہ کے لکھے پڑھے معزز مسلمان اصحاب کے نام اور پورے پتے زیادہ سے زیادہ تعداد میں جس قدر آپ بھیج سکیں، صاف خوشخط لکھ کر ارسال فرماویں۔

(۷) ملک کے مشہور و معروف ذی علم اصحاب کو رسالہ کیلئے بہترین مضامین لکھنے پر آمادہ کریں۔

(۸) ہر قسم کے تاجروں کو ترغیب دیں کہ وہ اپنے اشتہارات رسالہ اسلام میں چھپوادیں کیونکہ یہ رسالہ کثیر الاشاعت مقبول عام و ہر دلعزیز ہے اور دور دراز مقامات پر پہونچتا ہے اور دن بدن اسکا حلقہ اشاعت وسیع ہو رہا ہے۔

نیازمند:- مینیجر رسالہ اسلام امرت سر (پنجاب)

تفسیر کبیر

رئیس المفسرین امام المناظرین حضرت امام محمد ملقب بہ فخر الدین ابن ضیاء الدین عمر خطیب رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ شخصیت اور بلند پایہ علمی قابلیت سے اسلامی دنیا ناواقف نہیں۔ تفسیر کبیر آپ ہی کی تصنیفات میں سے ہے جو علوم قرآنی کا ایک بیش بہا خزانہ اور مطالب و معانی کلام الٰہی کا لاجواب آئینہ ہے۔ اسمیں امام موصوف نے ہر قسم کے مسائل دینی نہایت واضح طور پر بیان فرمائے ہیں۔ صرف الحمد شریف ہی میں سے چھ ہزار مسائل کا آپنے استخراج کیا ہے تفسیر کبیر چونکہ فلسفیانہ رنگ میں ہے۔ اس لئے موجودہ زمانہ کے لئے بیحد مفید ہے۔ مگر عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے علماء کے سوا عام مسلمان اس کے فیوض و برکات سے بالکل محروم ہیں۔ ہم نے قرآن مجید کی اس خدمت کو انجام دینے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ اور تفسیر کبیر کے اردو ترجمہ کیلئے ایک لائق عالم خدمات حاصل کرلی ہیں۔ جو پوری محنت اور شوق سے اس قرآنی خدمت کو انشاء اللہ انجام دینگے۔ ترجمہ میں یہ خاص خوبیاں ہونگی (۱) اصل تفسیر کا ترجمہ لفظ بلفظ ہوگا۔ انتخاب اور اختصار یا کاٹ چھانٹ سے اصل تصنیف میں کسی قسم کا تصرف یا دست اندازی نہوگی (۲) اگر کسی مسئلہ میں مترجم کو دوسرے مفسرین کی رائے ظاہر کرنا مطلوب ہوگا تو وہاں اس تفسیر کا نام جلی لکھنے کے بعد اردو میں ہی لکھا جاویگا (۳) آیات قرآن مجید نہایت جلی خط میں خوبصورت لکھی جاوینگی اور ترجمہ میں دوسرے مقامات کی آیات قرآنی جہاں کہیں بطور استدلال ہونگی وہ با اعراب لکھ کر انکا بھی اردو ترجمہ لکھا جائیگا (۴) ہر آیت کی تفسیر میں جس قدر مسائل بیان ہوں گے۔ انکے عنوان قایم کئے جائینگے غرضیکہ تفسیر کا یہ لاجواب ترجمہ تمام اردو داں برادران اسلام کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگا (۵) ترجمہ کی خوبیوں کے علاوہ کتابت و طباعت وغیرہ کے ظاہر حسن سے بھی انشاء اللہ پسندیدہ و دلفریب ہوگا۔ سردست پارہ اول کا پہلا ربع انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب شائع کیا جائیگا۔ جو اصحاب شائع ہونے سے پہلے اپنا نام و پتہ درج رجسٹر کرالیں گے انکو چوتھائی قیمت کی رعائت دی جائے گی۔ اور دوسرے اصحاب سے پورا ہدیہ لیا جائے گا۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اشاعت تفسیر کبیر کے لئے اپنے علاقہ میں پوری کوشش فرمائیں اور کلام الٰہی کی اس خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹا کر ثواب دارین حاصل فرماویں۔ اس لئے آپ پوری کوشش فرماکر اپنے احباب و آشنا کے نام (معہ پورے پتے کے) بھی اپنے نام کے ساتھ درج رجسٹر ہونے کے لئے بھجوادیں۔

ہدیہ:۔ ربع اول صرف (عہ) علاوہ محصول ڈاک

نوٹ:۔ نام درج رجسٹر کرانے والے اصحاب سے کوئی رقم پیشگی نہیں لیجائیگی۔ صرف نام اور پورا پتہ خوشخط ہونا چاہئے

خط و کتابت کا پتہ

مینجر رسالہ اسلام امرتسر
(پنجاب)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۶۵

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر

وللہ الحمد

رسالہ

اسلام

امرتسر

کا

عید نمبر

عید الضحیٰ کے متعلق ملک کے بلند پایہ اہل قلم اصحاب کے منظوم و منثور مضامین

ایڈیٹر

محمد مہر الدین

قیمت فی کاپی ۶ ر

پتہ:- منیجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

نمونہ تازہ پرچہ کیلئے ۲ ر کا ٹکٹ اور پرانا پرچہ مفت

مندرجہ ذیل طریقوں سے آپ رسالہ "اسلام" کی مدد فرماویں

محبان اسلام وہمدردان ملت کا فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے رسالہ اسلام کی امداد فرماکر ثواب دارین حاصل فرماویں۔ ذیل میں امداد اسلام کے چند طریقے لکھے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان طریقوں سے امداد فرماکر شکریہ کا موقع عطا فرماوینگے۔ تاکہ آئندہ اشاعتوں میں ہم معاونین کرام کے اسمائے گرامی شکریہ سے درج رسالہ کرسکیں۔

(۱) رسالہ کی خریداری خود منظور فرماویں۔

(۲) اپنے احباب وآشنا کے نام اور پورے پتے تحریر فرماویں تاکہ ان کی خدمت میں نمونہ مفت بھیجا جاوے۔ اور نمونہ پہنچنے کے بعد آپ ان سے چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوادیں۔

(۳) مریدوں، شاگردوں، معتقدوں اور دوستوں کے نام ایک کھلا خط تحریر فرماکر ہمیں ارسال فرماویں (کہ رسالہ "اسلام" ایسا رسالہ ہے اور اسلام کی ایسی خدمت کر رہا ہے اسلئے اس کی ضرور خریداری فرماویں) یہ خط قلمی لکھکر بھیجدیں ہم اس کی نقلیں لکھ کر نمونوں کے ساتھ بھیجدیا کریں گے۔

(۴) علمی مذہبی مجالس اور خطبات ووعظ میں "اسلام" کی خدمات دینی کا تذکرہ کرکے مسلمانوں کو اسکی خریداری کی رغبت دلاویں۔

(۵) نئے خریداروں کے لئے اپنی طرف سے انعامات مقرر فرماویں۔

(۶) اپنے علاقہ کے لکھے پڑھے معزز مسلمان اصحاب کے نام اور پورے پتے (زیادہ سے زیادہ تعداد میں جس قدر آپ بھیج سکیں، صاف خوشخط لکھ کر ارسال فرماویں۔

(۷) ملک کے مشہور ومعروف ذی علم اصحاب کو رسالہ کیلئے بہترین مضامین لکھنے پر آمادہ کریں۔

(۸) ہر قسم کے تاجروں کو ترغیب دیں کہ وہ اپنے اشتہارات رسالہ "اسلام" میں چھپوادیں کیونکہ یہ رسالہ کثیر الاشاعت مقبول عام وہر دلعزیز ہے اور دور دراز مقامات پر پہنچتا ہے۔ اور دن بدن اس کا حلقۂ اشاعت وسیع ہو رہا ہے

نیازمند

منیجر رسالہ "اسلام" امرتسر (پنجاب)

إِنَّ صَلَوٰتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رسالہ

عیدالضحیٰ کے متعلق ملک کے ممتاز و بلند پایہ اہل قلم اصحاب کے منظوم و منثور مضامین کا لاجواب گلدستہ

ایڈیٹر

ابو عبدالمجید محمد مہر الدین

قیمت فی کاپی ۶/

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا

بزرگانِ ملّت و برادرانِ اسلام

کو

عید مبارک

خاکسار

ابوعبدالمجید محمد مہرالدین ایڈیٹر اسلام امرتسر (پنجاب)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

جلد ۲ نمبر ۵ و ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حمد

(ابوالجمیل منشی دین محمد عقیل انصاری ناظم انجمن اصلاح الانصار مالیگاؤں)

تو قادر ہے ہر اک شے پر جدھر چاہے ادھر کردے — سحر کو شام کردے شام کو چاہے سحر کردے
اگر چاہے زمینِ خشک میں پیدا ثمر کردے — گہر کو سنگ ریزہ سنگ ریزے کو گہر کردے
تو مالک کل جہاں کا ہی جہاں ہے تابع فرماں — اگر چاہے زمین و آسماں زیر و زبر کردے
پھنسی ہے کشتئ عمر رواں بحر طلاطم میں — ابھی ہو پار اے مولا جو رحمت کی نظر کردے
ترے محبوب کی چوکھٹ پہ جا پہنچونگا میں بیکس — مہیا غیب سے یارب جو تو سامانِ سفر کردے

ہوا دل سے عقیل زار جب تو طالب مولیٰ
ہے باقی زندگی جتنی فقیری میں بسر کردے

نعت

کچھ اُن کے خُلق نے کرلی کچھ اُن کے پیار نے کرلی — مسخر اس طرح دنیا شہِ ابرار نے کرلی
یہ پیدا بدگمانی دل سے کیا کفار نے کرلی — کہ قبضے میں خدائی دین کی تلوار نے کرلی
غضب ہے دعوتِ اسلام پر دشمنی تم سے — ادھر اغیار نے کرلی ادھر گھر بار نے کرلی
مسیحائی کی شہرت ہی سُنا کرتے تھے عالم میں — تری رفتار نے کرلی تری گفتار نے کرلی

بہار گلشن یثرب کے لوٹے گا نہ سے حالی
اگر کوشش تری کوشش میں کچھ تری سرکار نے کرلی

بڑھے اور عز و وقارِ دکن

پنجاب کے شہرہ آفاق اور ہونہار شاعر جناب ابوالاثر صاحب حفیظ جالندہری نے فردوسی کے فارسی شاہنامہ کی طرز پر ایک اسلامی شاہنامہ لکھنا شروع کیا ہے۔ اس شاہنامہ میں اعلیحضرت حضور نظام میر عثمان علی خان سلطان العلوم تاجدار دکن کی شان میں بھی ایک قصیدہ لکھا ہے جو نہایت فخر سے درج "اسلام" کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

نگارش کو معراج درپیش ہے　　بڑا مرحلہ آج درپیش ہے
ادب اے قلم ساعت سخت ہے　　کہ شاہِ سخن برسرِ تخت ہے
سخن کو تکلف سے رکھنا معاف　　بہت سادہ سادہ بہت صاف صاف
عقیدت کو ہے آج قسمت پہ ناز　　کہ محمود کے سامنے ہے ایاز
ادب اے قلم بزمِ سلطاں ہے یہ　　درِ میر عثماں علی خاں ہے یہ
وہ عثماں کہ ہے شاہِ شاہانِ ہند　　پناہِ سیاست پناہانِ ہند
وہ عثماں کہ ہے شہریارِ دکن　　بہار آفرینِ بہارِ دکن
وہ عثماں کہ ہے آج صاحبقراں　　مثیلِ جہانگیر و شاہِ جہاں
وہ عثماں کہ جس کی جلالی نہیب　　زمانہ میں ہے مثلِ اورنگ زیب
اسی سے مفخر ہے فرماندہی　　اسی کو مقدر ہے ظلِ الٰہی
یہی تاج شاہوں کا سرتاج ہے　　یہی شاہ ہے جس کے سر تاج ہے
یہی تخت ہے جس کا بالا نشیں　　فقط اک مثال اپنی رکھتا نہیں
یہی سلطنت ہے کہ جس کا وقار　　ہے تہذیب اسلام کی یادگار
یہی ہے وہ درگاہِ عالی جناب　　کہ جس سے ہے سارا جہاں فیضیاب
زمانہ میں وہ کونسا ہے بشر　　نہیں ہے جو اس فیض سے بہرہ ور
عراق و عرب مصر و ایران و روم　　نہیں ہے کہاں اس سخاوت کی دھوم
ہے کافی و وافی فقط اک مثال　　عیاں جس سے ہے شاہ کے دل کا حال
مصیبت زدہ جب خلیفہ ہوا　　مقرر یہاں سے وظیفہ ہوا
ملا بحرِ غم سے کنارا یہیں　　کہ ہے ڈوبتوں کا سہارا یہیں
یہ قوموں کا گھر یعنی ہندوستان　　اسی کے کرم سے ہے جنت نشان
سلامت رہے شہریارِ دکن　　بڑھے اور عز و وقارِ دکن
جو بدخواہ ہیں خوار ہوں زار ہوں　　شرارت سے مجبور و لاچار ہوں
الٰہی یہ اسلام کا تاجدار　　رہے رہتی دنیا تلک برقرار

گذارندہ خاکسار۔ ابوالاثر حفیظ جالندہری

حیدرآباد دکن کی عید

حیدرآباد کی عید بڑی پررونق ہوتی ہے اب کے چاند سہ شنبہ کی شام کو بلا اختلاف دیکھا گیا۔ شہر کی مکہ مسجد مسجد افضل گنج و دیگر مساجد کے علاوہ شہر سے باہر عیدگاہ میں بھی بہت ہجوم ہوتا ہے چنانچہ اب کے عید پر وہاں پچیس تیس ہزار کے مجمع کا اندازہ کیا گیا ہے۔ عیدگاہ کا انتظام محکمہ امور مذہبی کے متعلق ہوتا ہے جو وہاں فرش و فروش و سائبانوں کا انتظام کرتا ہے چنانچہ عید سے پہلی شام کو نواب صدر یار جنگ بہادر صدر الصدور نواب اختر یار جنگ معتمد و ناظم امور مذہبی خود انتظامات دیکھ آئے تھے۔

اب کے اعلیٰحضرت معظم خسرو دکن نے دوگانہ عید عیدگاہ میں ہی ادا فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس وجہ سے اب کے عیدگاہ میں خاص رونق تھی۔ تمام راستہ بھر سڑک پر چھڑکاؤ تھا اور صبح ۶ بجے سے ہی مسلمان عیدگاہ پہنچنے شروع ہو گئے۔

دروازہ عیدگاہ پر نواب صدر یار جنگ بہادر و نواب اختر یار جنگ بہادر کوتوال صاحب بلدہ مع دیگر اہلکاروں کے اعلیٰ حضرت معظم کے استقبال کے لئے موجود تھے سواری مبارک ۹ بجکر ۳۰ منٹ پر رونق افروز عیدگاہ ہو گئی چنانچہ شاہی رونق افروزی کے ساتھ ہی صفوں کی درستگی اور نماز کی تیاری شروع ہو گئی۔

اب کے دوگانہ عید میں دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین تکبیریں کہے بغیر رکوع میں چلے گئے جس پر نواب حبیب یار جنگ بہادر کے مقتدی پر گو وہ کھڑے ہو گئے۔ مگر پھر وہ بجائے تین کے چار تکبیریں کر گئے اور ختم دوگانہ پر خطبہ شروع کر دیا۔ تو نواب حبیب یار جنگ بہادر کی درخواست پر اعلیٰحضرت نے دوبارہ دوگانہ پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ مگر دوسرے دوگانہ سے اتنا فائدہ ہو گیا کہ پہلی جماعت میں جو لوگ شرکت سے رہ گئے تھے وہ بھی شریک ہو گئے۔ نماز خطبہ قریباً ½۱۰ بجے ختم ہوا۔ خطبہ اولے و ثانی میں اعلیٰحضرت حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کی ترقی عمر و اقبال کی دعائیں کی گئیں جس پر حاضرین نے نہایت صدق دل سے آمین کہی۔ خطبہ میں اعلیٰحضرت کی طرف سے خطیب صاحب کو خلعت عطا ہوا۔ خطبہ کے بعد قاری فخر الدین صاحب نے تلاوت فرمائی جس کے بعد سواری مبارک مراجعت فرمائے کنگ کوٹھی مبارک ہوئی۔ جو توں کی حفاظت کا انتظام انجمن خدام المسلمین کے رضاکاروں نے کیا تھا جو بہت اچھا تھا۔ بعد میں مسلمان آپس میں مصافحہ و معانقہ سے فارغ ہو کر گھروں کو چلے۔ اور تمام دن آپس میں ملاقاتو کا شغل رہا۔ مگر یاد رہے کہ عید کے بعد مصافحہ مسنون نہیں ہے صحابہ رض و تابعین خیر القرون سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

راقم حکیم ابو تراب

دار السرور ریاست بہاولپور کی عید کا نظارہ

(از جناب سردار پیر محمد صاحب ربانی پنشنر کوٹلہ بوتھن گڑھ)

یہ اسلامی ریاست جس کا طول مشرق سے مغرب تک تین سو میل اور عرض شمال سے جنوب تک چالیس میل ہے۔ اور جس کا رقبہ بارہ ہزار مربعہ میل ہے۔ عباسی بادشاہوں کی یادگار ہے اور اپنی وسعت کے لحاظ سے یورپ کے مشہور ملک بلجیم سے زیادہ وسیع ہے۔ اور ہالینڈ کے برابر اور سوئیزرلینڈ سے کسی قدر چھوٹی ہے۔ مگر چونکہ اس کے بڑے حصہ پر ریگستان اور چٹیل میدان محیط ہیں۔ اسلئے تاحال آبادی سات آٹھ لاکھ سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر دن بدن آبادی نہایت سرعت سے بڑھتی جاتی ہے اور وہ دن جلد آنیوالا ہے جبکہ ریاست کا چپہ چپہ آباد ہو جائیگا کیونکہ دن بدن پنجاب وغیرہ سے اکثر قومیں ریاست میں آباد ہو رہی ہیں۔ اور نہر ویلی کی بدولت تمام کا تمام رقبہ آباد ہوکر یہ ریاست عنقریب سونے کی بن جائے گی۔

مذہب کے لحاظ سے اس ریاست میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ اور ان کے عادات و اطوار اہل عرب سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اور ریاست کے اکثر حصہ میں کھجوروں کے بہت سے جھنڈ پائے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب جب سندھ کے رستے ہندوستان میں وارد ہوئے تھے وہ اس امتیازی نشان کو بھی ہمراہ لائے تھے۔

اس ریاست کا حکمران حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کا چشم و چراغ ہے اور شاہان عباسیہ کی شان و شوکت کا نقشہ ہے۔ جن کی حکومت کئی صدیوں تک بغداد وغیرہ میں رہی اور جن کے مبارک حالات سے تواریخ کے ہزاروں اوراق پُر ہیں۔ اور اُن کے تزک و احتشام اور رعب و جلال کی گواہی دے رہے ہیں۔

ریاست ہذا کے موجودہ فرمانروا نہایت مدبر۔ روشن خیال۔ مسلمان ہیں۔ جنکے دل میں اسلامی درد موجزن ہے۔ غریبوں کی امداد۔ محتاجوں اور بیکسوں کی خبرگیری۔ مظلوموں کی دادرسی حضور ممدوح کا خاص شیوہ ہے۔ جو صفات ایک کامل مسلمان میں ہونا لازمی ہیں حضور ممدوح کی ذات ستودہ صفات میں سب پائی جاتی ہیں۔ اور نیز عباسی بادشاہوں کی سب صفات ان کی ذات میں موجود ہیں۔ جن کا بیان کرنا موجب طوالت ہے۔

اسلامی جلسوں میں خاصکر رونق افروز ہونا ان کا شیوہ ہے اور جمعہ شریف کو جامع مسجد میں خود تشریف لاکر نماز ادا فرماتے ہیں۔ جب تشریف لاتے ہیں تو روپے پیسے اور نقدی سے محتاجوں اور فقیروں کو سیراب کرتے آتے ہیں۔ اور نماز سے فارغ ہوکر واپسی پر بھی نقدی کی بارش کرتے واپس دولت خانہ عالیہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔

ریاست بہاولپور میں چند ایک تقریبات کو عید کے نام سے ہی موسوم کرتے ہیں۔ جن میں سے ایک عید تو عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس میں حضور سرکار عالی دام اقبالہ وملکہ کی طرف سے بہت سا روپیہ جیب خاص سے علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ مگر ہر ایسے فعل سے احتراز کیا جاتا ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہو۔

حضور عالیہ حضرت بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ (خدا ان کو غریق رحمت کرے) موجودہ حکمران ریاست کی والدہ ماجدہ تھیں اور نہایت ہی نیکدل اور مسلمان خاتون تھیں۔ جو اکثر

خاص تقریب پر ہزاروں روپیہ اپنی جیب خاص سے علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی خدمت میں پیش فرمایا کرتی تھیں۔ اور خاص میلاد نبی کے مبارک دن کو اور عشرۂ محرم کو ہزار ہا قسم کے لذیذ کھانے۔ پلاؤ۔ زردہ۔ فرنی وغیرہ کی دیگیں پکوا کر مستحقوں اور غرباء میں تقسیم فرمایا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ ہر ایک محکمہ مثلاً فوج۔ رسالہ پولیس وغیرہ میں بھی بہت سی کھانے کی دیگیں محض خوشنودی خداوند کریم کو مدنظر رکھ کر بھجوایا کرتی تھیں۔ اور اسی طرح جیلخانہ کے قیدیوں میں بھی حسب ضرورت کھانے کی دیگیں تقسیم فرمایا کرتی تھیں۔ اور نیز ان کے ارشاد عالی کے بموجب میلاد شریف کے دن ایک خاص مجلس منعقد ہوا کرتی تھی جس میں ہزاروں علمائے کرام اور صوفیائے عظام شرکت فرماکر اپنے اپنے مواعظ حسنہ سے خلق خدا کو مستفید فرمایا کرتے تھے۔

حضور نواب صاحب دام اقبالہٗ و ملکہ کی سالگرہ کے دن کو بھی ریاست میں عام طور پر لوگ عید ہی تصور کرتے ہیں۔ اور اس دن بھی بہت سی رسوم بڑی دھوم دھام سے ادا کی جاتی ہیں اور لکھوکھا روپیہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک محکمہ کے ملازم کو خواہ ادنٰے ہو یا اعلٰے ایک پوری تنخواہ خزانہ صدر سے بطور انعام مرحمت فرمائی جاتی ہے خداوند کریم ایسے مخیر اور ایسے فیاض اور سخی دل حکمران کو ہمیشہ باقبال سلامت باکرامت رکھے۔

ہندو مسلم کا تفرقہ اور امتیاز بالکل نہیں ہے۔ حکمران کی نظر میں تمام افراد خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں نہایت عزیز ہیں۔ بلکہ اکثر محکموں میں ہندوؤں کی کثرت ہے۔

عیدین پر بھی بہت ہی خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح عید الضحٰی پر بھی بہت خوشی کی جاتی ہے۔ چونکہ ہندو مسلم آپس میں حقیقی بھائیوں کی طرح بسر اوقات کرتے ہیں۔ اس لئے حتی الامکان ایسے وطیرے اختیار نہیں کئے جاتے۔ کہ کسی دوسری قوم کی دل آزاری کا موجب ہوں۔

دہم ذالحجہ کو خاص طور پر اجلاس خاص بہاولپور میں کرکٹ گراونڈ بیرون ملتانی دروازہ نزد پرانی کوٹھی جو ایک نہایت پرفضا اور خوشنما میدان ہے۔ اور اس کے اردگرد نہایت عمدہ اور وسیع باغات ہیں منعقد کیا جاتا ہے۔ اور ڈیرہ نواب صاحب میں پہلے کا میدان اس خاص تقریب کے لئے مقرر ہے۔

عید کے دن دولت خانہ عالیہ سے لیکر اُس میدان تک تمام رستہ میں دورویہ سواروں اور پیادوں کی فوج فلڈریس وردی زیب تن کئے اور تمام ہتھیاروں سے آراستہ پیراستہ ہوکر کھڑی ہوجاتی ہے۔ تمام سڑکیں نہایت صاف و مصفا ہوتی ہیں۔ شہر کی دکانیں سجائی جاتی ہیں۔ سڑکوں کو رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے سنوارا جاتا ہے۔ عیدگاہ کے میدان کو نہایت ہی اعلٰے اور بیش قیمت شامیانوں اور خیموں اور قناتوں سے سجایا جاتا ہے۔ اور ان خیموں کے نیچے بڑی بڑی دریاں اور غالیچوں کا فرش بچھایا جاتا ہے۔ جو سب عام و خاص کے لئے نماز دوگانہ کے لئے وقف ہوتا ہے۔ ایک ادنٰے سے ادنٰے مزدور سے لیکر کسی بڑے سے بڑے آدمی تک نماز پڑھنے کی جگہ مخصوص نہیں ہوتی۔ محمود اور ایاز ایک صف میں دست بستہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ البتہ قاضی اور خطیب کے لئے جگہیں مقرر ہوتی ہیں۔ اور ان کے نزدیک ہی حضور نواب صاحب دام اقبالہٗ و ملکہ جلوہ فگن ہوتے ہیں۔

اجلاس خاص کے لئے جو نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ایک نہایت وسیع اور خوبصورت خیمہ چاندی اور سونے کے استادوں پر نصب کیا جاتا ہے۔ یہ خیمہ رنگ برنگ کی گلکاریوں اور بیل بوٹوں سے مزین ہوتا ہے۔ سجاوٹ اور خوبصورتی اور وسعت کے لحاظ سے ایک نہایت خوبصورت شاہی محل معلوم ہوتا ہے۔

اس خیمہ کے سامنے فیل خانہ کے ہاتھیوں کی قطار کھڑی کی جاتی ہے۔ جن پر نہایت خوبصورتی سے نقرئی اور زریں عماریاں کسی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ان کے پہلو میں اعلٰی اعلٰی قسم کے گھوڑے جن کے زرنگار ساز و براق پر نظر نہیں ٹھہر سکتی۔ کھڑے کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے بعد بگھی اور مارواولی وغیرہ

صف ہوتی ہے۔ جن کے پالان طلاکار ہوتے ہیں۔ اور
پالانوں کے پیچھے نہایت خوبصورت مخملی گدے رکھے
ہوتے ہیں۔ جنکی مہاریں چاندی سونے میں غرق ہوتی ہیں۔
ایک طرف توپخانہ اور اس کے پرہیبت وبارعب جوان
اپنے پورے سامان کے ساتھ کمربستہ موجود ہوتے ہیں
اور دلوں پر رعب اور ہیبت کا اثر ڈالتے ہیں دوسری طرف
مکمل بینڈ اپنے چمکتے دمکتے ہوئے سامان کے ساتھ
مبارک باد کے ترانے بجاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔
سڑکوں پر جو فوجی کمپنیاں اور رسالہ کے ٹرپ ہوتے
ہیں۔ وہ اپنے ہمراہ اعلیحدہ اپنے اپنے باجے وغیرہ
لاتے ہیں۔ علاوہ باجوں کے بگلر بھی ہوتے ہیں
جو مارشج بجاتے وقت نہایت شاندار معلوم
ہوتے ہیں۔ باجہ بجنے پر جب تمام فوج قدم ملا کر
مارچ کرتی ہے۔ تو نہایت ہی دلچسپ منظر آنکھوں
کے سامنے پھر جاتا ہے۔

شاندار خیمے کے اندر خوبصورت ریشمی اور
اُونی قالینوں کا فرش بچھایا جاتا ہے۔ اور اجلاس
کی جگہ زریں مسند بچھائی جاتی ہے۔ اور ایک خوبصورت
چبوترہ تخت کی شکل کا بنایا جاتا ہے۔ جس کو گلکاری اور
زرنگار قالینوں سے آراستہ وپیراستہ کیا جاتا ہے
حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ وملکہ کا پرائیوٹ
اسٹاف مقام اجلاس کے دائیں بائیں موجود ہوتا
ہے اور اردلی اور عام خدمتگار زرق برق لباس
میں کربستہ دکھائی دیتے ہیں۔ جنکے مینوں پر ریاست
عالیہ کا خوشنما نشان ہلال وستارہ نظر آتا ہے

نواب صاحب کی سواری کا جلوس اکثر بگھیوں
میں نکلتا ہے۔ مگر پہلے ہاتھیوں پر بھی نکلا کرتا تھا
بگھی میں نہایت اعلےٰ قسم کے شریف النسل چار
گھوڑے لگائے جاتے ہیں۔ جو شکل و شباہت اور
قد و قامت میں ہم شکل ہوتے ہیں اور بیش قیمت زیورات
اور جھولوں سے از سرتاپا مزین ہوتے ہیں حضور نواب
صاحب کی سواری کے پیچھے عملہ اور اسٹاف کے واسطے
چند بگھیاں ہوتی ہیں۔ جن کی خوبی سواروں کی حیثیت
پر موقوف ہوتی ہے ان بگھیوں کی تعداد عموماً پندرہ
سولہ کے قریب ہوتی ہے۔ اور ان میں سواریوں کی تعداد
اور سامان کے وزن کے لحاظ سے گھوڑے پانچ چھ
جوتی جاتی ہیں۔ رسالہ باڈی گارڈ کا ایک دستہ آگے
اور ایک پیچھے مقدمہ کے طور جلوس ہذا کے ہمراہ
رہتا ہے جنکی وردی اور ہتھیاروں کے سامنے نظر
نہیں ٹھہر سکتی۔ اس دستہ میں طبل اور نشان بھی ہمراہ
ہوتا ہے۔ جو روانگی کے وقت بجتا ہے۔ رسالہ کے
دستہ کے آگے حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ و ملکہ کی
سواری ہوتی ہے جنکے پہلوؤں میں عموماً افسران
فوج اور مشیران حاضر باش اور سواران باڈی
گارڈ کی جماعت ہوا کرتی ہے اور اس کے بعد پچھلا
دستہ ہوتا ہے۔ اسکے بعد وہ بگھیاں نکلتی ہیں۔ جو
پرائیوٹ اسٹاف اور عملہ ہمراہی کی سواری کے لئے
مخصوص ہوتی ہیں۔

حضور سرکار عالی کی سواری جب دولت خانہ عالیہ سے
جلوہ فرما ہوتی ہے۔ تو اول کا رسالہ زور سے نقارہ
پر چوب لگاتا ہے اور دولت خانہ عالیہ کے دروازوں
پر جو نقار خانہ موجود ہوتا ہے۔ وہ بھی نہایت خوبصورتی
سے بجنے لگتا ہے۔ جب سواری سڑک پر پہونچتی ہے
تو علاوہ فوج کے جو سڑک پر دورویہ استادہ ہوتی
ہے۔ لکھوکھا بندگان خدا بلا لحاظ ہندو مسلم نہایت
بے تابی سے اپنے محبوب بادشاہ کے دیدار کے اشتیاق
میں دھکم دھکا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر پولیس
نہایت مستعدی سے انتظام میں مصروف نہ ہو۔ تو

شاید کوئی ہنگامہ پیدا ہو جائے۔ جب مخلوق کے سامنے
سرکار عالی کی سواری آتی ہے۔ تو دیدار محبوب سے
مستفیض ہو کر خوشی کے نعرے بلند کرتے ہیں اور درازیٔ
عمر و ترقیٔ اقبال کی دعائیں بلند کی جاتی ہیں۔ بعض
بعض تو جوش عقیدت سے خوشی کے ترانے گانے لگتے
ہیں جن میں نعتیہ فقرے ہوتے ہیں
ان میں سے جب کسی فوجی دستہ کے پاس سواری
کا جلوس پہنچتا ہے۔ تو ہر ایک فوج کے دستے کا سردار
سلامی کا حکم دیتا ہے۔ فوجی نشان کو جھکا دیا جاتا ہے
اور بینڈ باجہ سلامی کا بجایا جاتا ہے۔ اور باقی
ملازمان فوج پیادہ و سوار اپنے اپنے ہتھیاروں سے
سلامی کرتے ہیں اور ہر ایک دستے کا سردار کرچ
سے سلام کرتا ہے۔

اسی طرح جلوس نہائت شان و شوکت اور تزک
و احتشام کے ساتھ عیدگاہ کے میدان میں پہونچتا
ہے حضور سرکار عالی کی بگھی سے ایک پاؤں پائیدان پر رکھتے
ہی توپخانہ جو پہلے سے تیار ہوتا ہے سلامی کی نسبت توپیں
سر کرتا ہے اور بینڈ باجہ جسمیں اسّی نوّے کے قریب
باجہ بجانے والے ہیں نہایت سریلی سروں میں
سلامی بجاتا ہے۔ حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ و
ملکہ سواری سے نیچے تشریف لا کر خراماں خراماں
نماز کی صف تک پہونچتے ہیں چونکہ انبوہ عظیم اور
اژدحام کثیر ہوتا ہے۔ تمام لوگ کھڑے درمیان
میں ایک سڑک کی قسم کا راستہ بنا دیتے ہیں اور
اپنے محبوب بادشاہ کے دیدار فیض آثار سے آنکھیں
منور کرتے ہیں۔

عید کی نماز ادا کرتے ہی قاضی صاحب کو بیحساب
انعام اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا جاتا ہے
نماز سے فراغت پانے کے بعد حضور [illegible]
عالی دام اقبالہ خیمۂ اجلاس میں تشریف لے جاتی ہیں
اور تخت پر جلوہ افروز ہو کر اجلاس فرماتے ہیں یہاں
اراکین سلطنت کے علاوہ ملازمان فوج اور سول
وغیرہ جن کی تنخواہیں پچاس روپیہ تک یا اس سے زیادہ
ہوتی ہیں سلام کے لئے حاضر ہو کر سرفراز ہوتے
ہیں۔ یہ سلامی درجہ وار ہوتی ہے۔ یعنی سب سے پہلے
اراکین سلطنت یعنی ممبران کونسل اپنی اپنی باری
سے سلام خاص کا فخر حاصل کرتے ہیں اور حسب
حیثیت نذریں پیش کرتے ہیں۔ اسکے بعد ہر صیغہ
کے افسران اور صاحبزادگان عباسی ادب سے آگے
بڑھتے ہیں۔ اور سلام کر کے نذریں پیش کرتے ہیں۔ وہ
وقت بھی عجیب وقت ہوتا۔ حضور نواب صاحب کروفر
سے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہی بینڈ اپنے نہائت
سریلے سروں میں بجتا ہے۔ قوالوں اور ارباب
نشاط اور مجرائیوں کا طائفہ الگ اپنے اپنے گانے
کے کمال دکھاتا ہے اور اکثر شعرا قصیدے پیش
کر کے انعام سے مالامال ہوتے ہیں۔

اجلاس کے ختم ہوتے ہی توپ خانہ اسلامی کی
توپیں داغ چھوڑتا ہے۔ اور حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ
واپس دولت خانہ عالیہ میں تشریف لے جانے کے لئے
سوار ہوتے ہیں اور تمام رستے میں روپے پھینکتے اور
خیر خیرات کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ تمام راستہ
میں دعائے ترقیٔ اقبال اور درازیٔ عمر کے نعروں
سے آسمان گونج اٹھتا ہے۔

اگر یہ رسومات ڈیرہ نواب صاحب میں ادا کی
جائیں۔ تو پھر حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ و ملکہ
کو اسی دن بہاولپور میں بذریعہ موٹر قدم رنجہ فرمانا
پڑتا ہے۔ کیونکہ یہاں کے ملازمان فوج سول وغیرہ
نہایت بے قراری سے اپنے بادشاہ کے دیدار

کے منتظر ہوتے ہیں۔ جب حضور تشریف لاتے ہیں۔ تو تمام رسومات مندرجہ بالا دوبارہ ادا کی جاتی ہیں۔ اور اگر بہاولپور تشریف فرما ہوں۔ تو ڈیرہ نواب صاحب میں تشریف لے جا کر وہی رسومات ادا کی جاتی ہیں

ابھی بہت کچھ لکھنا باقی تھا۔ لیکن مضمون کی طوالت کی وجہ سے پر اکتفا کرتے ہوئے یقین دلایا جاتا ہے۔ کہ پھر کسی وقت کسی دوسرے رنگ میں ناظرین اسلام کی دلچسپی کے لئے کچھ عرض کیا جائے گا اب مندرجہ ذیل دعائیہ شعر پر مضمون ہذا کو ختم کیا جاتا ہے ؎

شاہا بقائے عمر تو یا دہزار سال
لیکن بایں حساب کہ با حشمت و جلال
سال ہزار ماہ و ماہ ہزار یوم
یوم ہزار ساعت و ساعت ہزار سال

اسلام

ہم نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ حضور پر نور عالی دام اقبالہ و ملکہ والئے بہاولپور کی خدمت اقدس میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہوئے دلی و قلبی دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس شباب پر ہوگا۔ کو تا قیامت سلامت با کرامت رکھے۔ عمر و اقبال میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب ہو ؎

تیرے دربار کی یہ دولت و اقبال باندی ہو
طلا ہو خاک پاؤں کفش کی خاک چاندی ہو

ایڈیٹر اسلام

مسلمانان ہند کی عید

عالیجناب جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر

(مرحوم) کے سی ایس آئی ایل ایل ڈی۔ بانی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڈھ

اسلام علیکم، وعلیکم السلام۔ یہ تو فرمایئے آپنے عید کی نماز کہاں پڑھی؟ مسکرائے اور کہا، کہ حضرت میں تو کہیں نہیں گیا۔ دلی میں جب تھا۔ جب بھی کچھ التزام نہ تھا۔ کبھی عیدگاہ اور کبھی جناب مولانا مولوی محمد مخصوص اللہ مرحوم کے سبب سے قاضی واڑہ کی مسجد میں چلا جاتا تھا غدر کے بعد سے بلکہ دو برس پہلے سے مجھے یاد نہیں ہے کہ عید کی نماز کو کہیں گیا ہوں۔

آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ جناب میں تو عیدگاہ میں گیا تھا۔ جب تک میں نہ جاتا۔ نماز کیسے ہوتی۔ امام کو گیارہ روپیہ اور دو شالہ۔ متولی کو سات روپیہ اور پگڑی موذن کو پانچ روپیہ اور دوپٹہ کون دیتا۔ میں تو گیارہ ہی بجے چلا گیا تھا۔ اگر میں شام تک نہ جاتا تو نماز نہ ہوتی۔ آپکو نہیں معلوم کہ اس قصبہ کا میں ہی رئیس گنا جاتا ہوں۔ جب میں امام کو پگڑی باندھ لیتا ہوں۔ تب اور رئیس پگڑیاں باندھتے ہیں۔ اور نذریں دیتے ہیں۔ امام کو۔ متولی کو۔ موذن کو۔ خدا کے فضل سے بہت کچھ مل جاتا ہے۔

شاید کوئی ہنگامہ پیدا ہو جائے جب خلوق کے سامنے سرکار عالی کی سواری آتی ہے۔ تو دیدار محبوب سے مستفیض ہو کر خوشی کے نعرے بلند کرتے ہیں اور درازی عمر اور ترقی اقبال کی دعائیں بلند کی جاتی ہیں۔ بعض بعض تو جوش عقیدت سے خوشی کے ترانے گانے لگتے ہیں جن میں رعایا کی فرحت ہوتے ہیں

ان میں سے جب کسی فوجی دستہ کے پاس سواری کا جلوس پہونچتا ہے۔ تو ہر ایک فوج کے دستے کا سردار سلامی کا حکم دیتا ہے۔ فوجی نشان کو جھکا دیا جاتا ہے اور فوج کا باجہ سلامی کا گیت بجاتا ہے۔ اور باقی جوانان فوج پا سوار اپنے اپنے ہتھیاروں سے سلامی کرتے ہیں اور ہر ایک دستے کا سردار کرچ سے سلام کرتا ہے۔

اسی طرح جلوس نہایت شان وشوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ عیدگاہ کے میدان میں پہونچ جاتا ہے حضور سرکار عالی کی بگھی سے ایک پاؤں پائیدان پر رکھتے ہی توپخانہ جو پہلے سے تیار ہوتا ہے سلامی کی شلک توپیں سر کرتا ہے اور بینڈ باجہ جسمیں اسی نوے کے قریب باجہ بجانے والے ہیں نہایت سریلی سروں میں سلامی بجاتا ہے۔ حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ و ملکہ سواری سے نیچے تشریف لاکر خراماں خراماں نماز کی صف تک پہونچتے ہیں چونکہ انبوہ عظیم اور ازدحام کثیر ہوتا ہے۔ تمام لوگ کھڑے درمیان میں ایک سڑک کی قسم کا راستہ بنا دیتے ہیں اور اپنے محبوب بادشاہ کے دیدار فیض آثار سے آنکھیں سرد کرتے ہیں۔

عید کی نماز ادا کرتے ہی قاضی صاحب کو بیحساب انعام اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا جاتا ہے نماز سے فراغت پانے کے بعد حضور سرکار عالی دام اقبالہ خیمہ اجلاس میں تشریف لے جاتے ہیں اور تخت پر جلوہ افروز ہو کر اجلاس فرماتے ہیں یہاں اراکین سلطنت کے علاوہ ملازمان فوج اور سول وغیرہ جن کی تنخواہیں پچاس روپیہ تک یا اس سے زیادہ ہوتی ہیں سلام کے لئے حاضر ہو کر سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ سلامی درجہ وار ہوتی ہے۔ یعنی سب سے پہلے اراکین سلطنت یعنی ممبران کونسل اپنی اپنی باری سے سلام خاص کا فخر حاصل کرتے ہیں اور حسب حیثیت نذریں پیش کرتے ہیں۔ اسکے بعد ہر صیغہ کے افسران اور صاحبزادگان عباسی ادب سے آگے بڑھتے ہیں۔ اور سلام کرکے نذریں پیش کرتے ہیں۔ وہ وقت بھی عجیب وقت ہوتا۔ حضور نواب صاحب کرفر سے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں بینڈ اپنے نہایت سُریلے سروں میں بجتا ہے۔ قوالوں اور ارباب نشاط اور مجرائیوں کا طائفہ الگ اپنے اپنے گانے کے کمال دکھاتا ہے اور اکثر شعرا قصیدے پیش کرکے انعام سے مالا مال ہوتے ہیں۔

اجلاس کے ختم ہوتے ہی توپ خانہ اسلامی کی توپیں دوبارہ چھوڑتا ہے۔ اور حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ واپس دولت خانہ عالیہ میں تشریف لے جانے کے لئے سوار ہوتے ہیں اور تمام رستے میں روپے پھینکتے اور خیر خیرات کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ تمام راستہ میں دعائے ترقی اقبال اور درازئے عمر کے نعروں سے آسمان گونج اٹھتا ہے۔

اگرچہ رسومات دیڑھ نواب صاحب میں ادا کی جائیں۔ تو پھر حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ و ملکہ کو اسی دن بہاولپور میں بذریعہ موٹر قدم رنجہ فرمانا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہاں کے ملازمان فوج سول وغیرہ نہایت بے قراری سے اپنے بادشاہ کے دیدار

کے منتظر ہوتے ہیں۔ جب حضور تشریف لاتے ہیں۔ تو تمام رسومات مندرجہ بالا دوبارہ ادا کی جاتی ہیں۔ اور اگر بہاولپور تشریف فرما ہوں۔ تو ڈیرہ نواب صاحب میں تشریف لے جا کر وہی رسومات ادا کی جاتی ہیں

ابھی بہت کچھ لکھنا باقی تھا۔ لیکن مضمون کی طوالت کی وجہ سے پر اکتفا کرتے ہوئے یقین دلایا جاتا ہے۔ کہ پھر کسی وقت کسی دوسرے رنگ میں ناظرین اسلام کی دلچسپی کے لئے کچھ عرض کیا جائے گا اب مندرجہ ذیل دعائیہ شعر پر مضمون ہذا کو ختم کیا جاتا ہے ؎

شاہا بقائے عمر تو یا دہزار سال
لیکن باین حساب کہ با حشمت و جلال
سال ہزار ماہ و ماہ ہزار یوم
یوم ہزار ساعت و ساعت ہزار سال

اسلام

ہم نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ حضور پرنور عالی دام اقبالہ و ملکہ والئے بہاولپور کی خدمت اقدس میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور تہ دل سے قلبی دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس عباسی یادگار کو تا قیامت سلامت باکرامت رکھے۔ عمر و اقبال میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب ہو ؎

تیرے دربار کی یہ دولت و اقبال باندی ہو
طلا ہو خاک پاؤں کفش کی خاک چاندی ہو

ایڈیٹر اسلام

مسلمانان ہند کی عید

عالیجناب جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر

(مرحوم) کے سی ایس آئی، ایل ایل ڈی۔ بانی محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج علیگڈھ

اسلام علیکم، وعلیکم السلام۔ یہ تو فرمائیے آپنے عید کی نماز کہاں پڑھی؟ مسکرائے اور کہا، کہ حضرت میں تو کہیں نہیں گیا۔ دلّی میں جب تھا۔ جب بھی کچھ التزام نہ تھا۔ کبھی عیدگاہ اور کبھی جناب مولانا مولوی محمد مخصوص اللہ مرحوم کے سبب سے قاضی واڑہ کی مسجد میں چلا جاتا تھا غدر کے بعد سے بلکہ دو برس پہلے سے مجھے یاد نہیں آتا۔ کہ عید کی نماز کو کہیں گیا ہوں۔

آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ جناب میں تو عیدگاہ میں گیا تھا۔ جب تک میں نہ جاتا۔ نماز کیسے ہوتی۔ امام کو گیارہ روپیہ اور دو شالہ۔ متولی کو سات روپیہ اور پگڑی۔ موذن کو پانچ روپیہ اور دوپٹہ کون دیتا۔ میں تو گیارہ ہی بجے چلا گیا تھا۔ اگر میں شام تک نہ جاتا تو نماز نہ ہوتی۔ آپکو نہیں معلوم کہ اس قصبہ کا میں ہی رئیس گنا جاتا ہوں۔ جب میں امام کو پگڑی باندھ لیتا ہوں۔ تب اور ہمشیرہ پگڑیاں باندھتے ہیں۔ اور نذریں دیتے ہیں۔ امام کو۔ متولی کو۔ موذن کو۔ خدا کے فضل سے بہت کچھ مل جاتا ہے۔

افسوس! اگر آج ہم بھی امام ہوتے۔ تو آج خوب کماتے۔ مجید صاحب! اور وہاں کیا کیا ہُوا؟ حضرت بڑا اژدحام خلائق تھا۔ تِل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ مجھکو جاتے میں ذرا دیر ہوگئی تھی دھوپ میں ذرا تیزی آگئی تھی۔ عیدگاہ میں پورا فرش تو ہے نہیں۔ لوگوں کو اتنا مقدور نہیں مصلّے خریدیں ہزاروں آدمی زمین پر دُھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دُھوپ میں بھی بلا کی تیزی تھی۔ گرد بھی اُڑنی شروع ہو گئی تھی۔ اُس وقت میرا پہنچنا لوگوں کو غنیمت ہوگیا معلوم نہیں' اتنے آدمی کہاں سے اُمنڈ آئے تھے۔

حضرت! اُن میں ہندو بھی تو بہت ہوں گے؟ واہ کیا آپکا بھی ذہن رسا ہے۔ ماشاءاللہ عید کی نماز ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہندو بھی ہونگے۔ اے جناب سب مسلمان تھے اور مسلمانوں ہی کی بہ کثرت تھی۔ ہاں! دوچار نوجوان ہندو بھی نہایت عمدہ گھوڑوں کو سنہری روپہلی ساز لگائے کارچوبی غاشیہ گھوڑوں پر ڈالے نہایت عمدہ و نفیس کپڑے پہنے زمرد و یاقوت اور موتیوں کی مالائیں اور کنٹھے گلے میں ڈالے نہایت نفیس سرخ رنگ اور طلائی تلہ کا چیرہ باندھے سیر کرتے پھرتے تھے۔

جناب حقیقت میں بڑا بھاری میلہ تھا۔ آپنے خوب سیر کی۔ ثواب کا ثواب کمایا اور میلہ کا میلہ دیکھا۔ آپ کا دل بہت خوش ہُوا ہوگا۔ آہ! ایک ٹھنڈی لمبی سانس بھری اور کہا۔ ہاں! صاحب، ثواب تو ہُوا۔ خدا تینیوں روزے اور دونوں دوگانے۔ اور فطرہ کے گیہوں اور آٹے جلنے بھی ڈگیں سب قبول کرے۔ مگر دل خوش نہیں ہُوا۔

آپ کا دل کیوں خوش نہیں ہُوا؟ ارے میاں! وہاں ہزاروں مسلمان تھے۔ مگر ایک سے ایک بدتر حالت میں پائے جاتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں عید کا دن بڑی خوشی کا ہے ہر ایک مسلمان اپنے مقدور بھر اچھے سے اچھے کپڑے پہنتا ہے۔ پسنہاری بھی دو کوڑی جمع کرکے عید کے لئے اپنے بچہ کو نیا جوڑا بنا دیتی ہے۔ لیکن اگر تم جاتے اور مسلمانوں کے غول کو دیکھتے، تو انکی تباہی کا حال جانتے۔ میاں میں نے ہزاروں پر نظر ڈالی۔ کسی کے گلے میں بجز گزی اور دھوتر کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ کپڑے تو سب کے دھوئے اور اُجلے تھے۔ مگر ہزاروں آدمیوں کے انگرکھے میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اگر کسی کے گلے میں گزی کا نیا انگا تھا، تو یقیں جانئے۔ کہ پُرانا پیجامہ تھا۔ جس میں چھلنی کے سے چھید تھے۔ جوتے تو کسی کے پاؤں میں ثابت نہ تھے۔ بہتوں نے رسی یا چیتھڑے سے باندھ لئے تھے۔ کیونکہ پاؤں سے نکل نکل جاتے تھے بھلا بڑے بوڑھوں کا کچھ ذکر نہیں۔ بچوں کے عید کے دن اچھے اچھے کپڑے پہنے کھلونے لینے کا بڑا شوق ہوتا ہے کسی بچے کا یکساں لباس نہ تھا اگر سر پر چھوٹے گوٹے کی ٹوپی ہے۔ تو پاؤں میں جوتا نہیں پیجامہ نیا ہے۔ تو انگا پرانا۔ لنگ لاٹ کا پیجامہ اور دھوتر کا انگرکھا۔ تینوں کا انگا اور گزی کا پیجامہ۔ ہر ایک پر ایسے مبارک اور خوشی کے دن میں نہایت افلاس اور مصیبت برستی تھی۔ کسی کا دل اندر سے خوش نہ تھا ہر ایک غمگین روتی صورت۔ لبسورتی شکل۔ تیوری چڑھی ہوئی۔ ڈاڑھی پر گرد پڑی ہوئی پیادہ پا چلنے میں پسینہ سے شور بور نہایت پریشان و متفکر نظر آتے تھے چند قصائی جو چمڑا چربی بیچتے ہیں۔ اور چند لانے جو دغنط کرکر لوگوں کا مال مارتے ہیں اور دو ایک ڈپٹی کلکٹر اور صدر الصدور اور وکیل جو انگریزوں کے صدقہ سے روٹی کماتے اور آسودہ حال دکھائی دیتے تھے۔ ہاں تین چار مسلمان جو گھوڑوں کے آگے دوڑتے جاتے تھے۔ وہ بھی آسودہ حال معلوم ہوتے تھے، جب میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ لالہ چھنامل کے بیٹے سیر کو آئے ہیں۔ اُنکے سائیس ہیں۔ انہوں نے عید سے پہلے کہا تھا

کہ مہاراج ہمارا تیو ہار ہے - اگر تنخواہ پیشگی مل جائے تو بڑی پرورش ہوگی مہاراج نے رو کر لیٹے کو کہا تھا - کہ یہ مسلا تہوار تہوار پکار رہا ہے - آنہ روپیہ بیاج کا لکر اسکو پیشگی تنخواہ دیدو - سن بے - اگر دوسرے ظلمی تہوار کو کچھ مانگنے آیا تو ناک کان کاٹ لونگا میں نے سنا ہے - کہ دلی کے ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کی خستہ حالی پر بڑی مہربانی کی ہے - اور یہ ٹھہرایا ہے - کہ گھوڑوں پر تمام مسلمان سائیس رکھے جائیں -

عید گاہ کے باہر جو میں نکلا - تو ایک غول بھیک منگوں کا نظر پڑا - جو دو دو کوڑی مانگتے تھے - اور پیچھا نہیں چھوڑتے تھے - بیسیوں مسلمان سڑک پر کپڑا بچھائے بیٹھے تھے - اور پکار رہے تھے - کچھ خیرات دیتے جاؤ - تینوں روزے قبول - ایک طرف سینکڑوں عورتوں کا غول تھا اور ان میں بیسیوں برقعہ اوڑھے ہوئے چلا رہی تھیں کہ اے بیٹا! ہم سیدانی ہیں فاطمہ بی بی کا دانہ کھانے والی ہیں - اشراف گھرانے کی ہیں - ہم پر مصیبت پڑی ہے اپنے بال بچوں کا صدقہ، خاتون جنت کا صدقہ کچھ دیتا جا - جب تمام قوم کا یہ حال تھا تو مجھکو عید اور عید گاہ میں جانے کی کیا خوشی ہوتی -

بھائی! اُس وقت تو میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس کا فرمرتد سید احمد کی جو علیگڈھ میں آنکر چھپا ہی بات یاد آگئی - بھلا خدا مارے یا چھوڑے وہ مسلمان ہو یا کرسٹان - مگر کہتا سب سچ ہے - میرے دل میں تو اُس کی سب باتیں بیٹھتی جاتی ہیں - میرا تو بہت دل چاہا کہ اُس کے پاس جاؤں - اور اسکے کاموں کی جو مسلمانوں کی قومی ترقی کیلئے کر رہا ہے مدد کروں - مگر مولوی محمد یعقوب اٹھویں خاتم النبیین پر حضرت جبرائیل خدا کے پاس سے وحی لائے ہیں - کہ وہ دجال ہے میرے دل سے پوچھو تو ایسے بیدوں سے تو دجال ہی بہتر ہے -

حضرت! آپ اتنے کیوں رنجیدہ ہوئے - اپنے اپنے مسلمان بزرگوں کی اور واعظ مولویوں کی نصیحت ہی نہیں سُنیں ... کہتے ہیں، کہ مسلمان اسی لئے دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ تکلیفیں اور مصیبتیں بھگتیں - آپنے سنا ہے: کہ دنیا مسلمانوں کے لئے دوزخ ہے - اور کافروں کے لئے بہشت پس جس قدر مسلمان مفلس اور تباہ ہوتے جائیں - اتنی ہی خوشی کی بات ہے - کہ اب پورے ہوئے -

یہ سُن کر بہت خفا ہوئے - اور درشتی سے بولے کہ میاں! یہ کون کہتا ہے؟ حضرت مولوی خفا ہو کر بولے - کہ جھوٹے ہیں - تمام دھنئے، جولاہوں قصابوں سے نذریں لے لے کر مال مارتے ہیں - روپیہ جمع کرتے ہیں - چار چار جوروئیں کرتے ہیں - اسکے لئے گہنے پر گہنا بنواتے ہیں - مکانات تعمیر کرتے ہیں - دنرات پلاؤ قورمہ خیرات کی روٹیاں کھاتے ہیں - اور لوگوں کو سمجھاتے ہیں - کہ مسلمانوں کیلئے دنیا دوزخ ہے جھوٹ مکار - یقولون مالا یفعلون - مگر یہ تو بتائے - آپ نماز کو تو گئے نہیں - مگر عید کے دن آپ نے اپنا مکان تو خوب سجایا ہے - جناب یہ تو خدا کی عنایت سے ہمیشہ یونہی رہتا ہے - یہاں تو عید دن و رات شب برات رہتی ہے - کیا آپ کی نزدیک عید کے دن کو کچھ فوقیت نہیں ہے - اور مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن نہیں ہے؟ جناب کیوں نہیں - مگر جس طرح آپ سمجھتے ہیں اُس طرح نہیں

یہ اور ہوئی - ہم کس طرح سمجھتے ہیں؟ حضرت آپ تو عید کو یہی سمجھتے ہیں کہ ماہ مبارک رمضان تشریف لے گئے - خدا خدا کر کے تینوں روزے ... پورے ہوئے - دن کو نہ حقہ پی سکتے تھے - نہ پان ...

کھا سکتے تھے سُستی سے جان تنگ تھی کچھ کام نہیں ہو سکتا تھا جمائیوں پر جمائیاں آتی تھیں۔ ہاتھ پاؤں میں غوث و ابدال کا مرتبہ تھا۔ خدا خدا کر کے وہ دن کٹے۔ تو اب عید کرو۔

جو حضرات مقدس و خدا پرست ہیں۔ انہوں نے ماہ مبارک کو غنیمت سمجھا تھا۔ دن کو روزہ رکھتے تھے رات کو تراویح پڑھتے تھے۔ شب قدر کی رات میں راتوں جاگتے تھے۔ سلے بانہ ملے دوگانہ پر دوگانہ پڑھ کر ایک ایک کے ستر ستر گنتے تھے۔ ثواب کی گٹھڑیاں باندھ باندھ کر رکھتے جاتے تھے جیسے کہ تجارت کے موسم میں سوداگر اپنا مال بیچ کر دوگنے چوگنے کما لیتا ہے جب خوب مال یا ثواب جمع ہو لیا۔ تو اب برس بھر کو بچنت ہو لئے اور عید منائی۔ سارے دن کہیں فطرہ کے گیہوں بٹ رہے ہیں۔ کہیں اُسکے عوض نقد بھیجا جاتا ہے۔ کہیں سویاں بٹ رہی ہیں۔ پیروں کو مولویوں کو۔ واعظوں کو نذریں دی جاتی ہیں۔ یہ تو آپ کی عید ہے۔ ایّام جاہلیّت میں بھی رمضان آتا تھا اسی مہینہ میں تیس روزے رکھے جاتے۔ اسی طرح جب تمام روزوں سے ختم ہونے کی خوشی تھی۔ پس آپ کی عید میں اور زمانہ جاہلیّت کی عید میں۔ تقصیر معاف ہو۔ کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

بھلا صاحب! آپ کی عید کس طرح ہوتی ہے طرح کیا! میاں سورج نکلا۔ یکم شوال آئی عید ہوئی۔ بھلا اپنا خیال تو بتائیے کہ عید کیا ہے۔

میاں! یکم شوال کا نام عید ہے۔ اجی حضرت آپنے کہا تھا۔ کہ عید خوشی کا دن ہے۔ وہ کیسی خوشی ہے۔ ہاں آپ یہ پوچھتے ہیں۔ جناب رمضان کے روزوں کا حکم ہے۔ جس نے روزے رکھے اُس نے خدا کے حکم کی اطاعت کی۔ رمضان کے بعد دوسرا مہینہ شروع ہوا۔ اس خیال سے تو عید کے دن کو خوشی کا دن قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہاں! اگر ہمکو یہ خیال ہو کہ برس میں کا یہ وہ پہلا دن ہے۔ جس میں رسُول خدا صلعم نے فرمایا کہ

"میں خدا کا پیغمبر ہوں، تمام دنیا کے لئے خدا نے میرے پاس رحمت بھیجی ہے مجھ پر وحی نازل کی ہے۔ اور قرآن اتارا ہے ایک خدا کو مانو اور اُسی پر ایمان لاؤ خدا کے سوا کسی کو مت پوجو"

تو بلاشبہ اُس اصلی دن کی یادگار کا جو سنہ ایک بنوی میں آیا تھا دن ہے۔ اُسکی یادگار میں ہمکو خدا کا شکر کرنا۔ اور اپنا نیاز بذریعہ دوگانہ نماز کے اُسکی جناب میں ادا کرنا لازم ہے مگر ابھی تک خوشی کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہاں تک جو خیال میں نے بتایا۔ وہ شکر کا تھا نہ خوشی کا۔ اب ہم کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس پچھلے برس میں اُس گروہ کا جس نے اُس پیغمبر رحمت للعالمین کی بات کو مانا تھا۔ کیا حال ہو رہا ہے اُسکی امانت کو انہوں نے کس طرح برتا۔ اُسکے مقاصد کو کس طرح پورا کیا۔ رحمت، شفقت محبت۔ سچائی۔ نیکی۔ خداترسی۔ ہمدردی، قومی ہمدردی رحم، کرم، صبر اور تحمل نے کس طرح اُن کے دلوں میں ترقی کی۔ تہذیب و شائستگی میں۔ کس طرح انہوں نے قدم بڑھایا۔ علوم و فنوں میں جو سب سے اعلیٰ ذریعہ قدرت کا ملہ صانع حقیقی پر یقین کرنے کا ہے ترقی کی انہوں نے اپنی حالت اپنی عادت سے کس طرح دنیا

میں اسلام کی صورت کی تصویر بنا کر دکھائی اگر اس طرح پر گذشتہ سال کا ریویو کرنے سے قوم کی حالت اچھی معلوم ہو۔ تو عید کا دن خوشی کا دن ہے ورنہ محرم سے بدتر ہے۔

ظاہری حالت جو قوم کی تھی۔ وہ خود آپنے ہی تبادی اگر باطنی حالت قوم کی پوچھوگے۔ تو شیطان بھی پناہ مانگیگا۔ کینہ و نخوت۔ اپنے تقدس و بزرگی اور خدا پرست ہونے کا گھمنڈ۔ مقدس لوگوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا پائیے گا۔ اگر شیطان کو ڈھونڈھتے پھرو تو بجز مقدسین کے جبہ و دستار مبارک کے اور کہیں پتہ نہ ملے گا اُن سے اتر کر جو لوگ ہیں۔ اگرچہ اُن کے پاس شیطان کے آنے کی ضرورت نہیں [illegible] مگر [illegible] واقترا۔ دغا و نفاق میں بھرا پایا [illegible] دنیا کے کتوں۔ کافر مرتد۔ دجالوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔

پس جبکہ یہ حالت ہے۔ تو عید کے دن کی خوشی کیسی ہر ایک کو جو خدا اور اُسکے رسول کو اور اُسکی امت کو دوست رکھتا ہے، اپنے اپنے گھر میں بیٹھ کر رونا چاہئیے۔ خوشی کیسی

یہ سن کر میرے خیالی دوست آنسو بھر لائے اور کہا۔ کہ میاں تم کہتے تو سچ ہو۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ والسلام۔

ہلال عید

عبدالمجید خاں صاحب سالک بٹالوی

ہلالِ عید کی گردوں پہ آمد آمد ہے
ہزار شکر، کہ مسلم ہیں شاد آج کے دن
یہ اس خوشی کو سمجھتے ہیں پایدار افسوس
ہمارے واسطے گم ہے خوشی کا نام و نشان
نہیں ہے آج وہ اگلی سی فارغ البالی
ذرا سے اپنے ہاتھوں سے خانہ خراب دے بیٹھے
نگاہِ مہر و ترحم ہو۔ خالق باری!

جو راحت نظرِ اُمتِ محمد ہے
سبھی جہان میں ہیں نامراد آج کے دن
گرچہ عیش نہیں جاودان ہزار افسوس
نہیں ہے دہر میں آسودگی کا نام و نشان
بھرا ہُوا ہے جو دل اپنے ہاتھ میں خالی
تونگری کو ہم کبکے جواب دے بیٹھے
کہ خوں رلاتی ہے اسلامیوں کی ناداری

ہلال عید ہماری نظر میں کچھ بھی نہیں
کہ عید آ گئی اور اپنے گھر میں کچھ بھی نہیں

عید مبارک کی خوشی میں رسالہ کی توسیع اشاعت کا بھی خیال رکھیں (منیجر)

آنکھوں میں پھر رہا ہے سماں روز عید کا

جناب سید محمد حسین صاحب ملوق سہارنپوری نے سورۂ ق
کے مضامین کو نہایت خوبی سے اس نظم میں بیان فرمایا ہے

محشر میں کسکو شوق نہیں اُسکی دید کا
مدت سے انتظار تھا یوم الوعید کا

مژدہ سنا ہے جب سے لدینا مزید کا
چہرہ خوشی سے لال ہے نکلے شہید کا

عاشق کو اشتیاق ہے یوں اُنکی دید کا
جسطرح روزہ دار ہو مشتاق عید کا

حقا وہی ہے رازقِ جن و وحوش و انس
خالق ہے دشت جنت و حب الحصید کا

مختار ہے غنی ہے قوی ہے قدیر ہے
مالک ہے دو جہان کے سیاہ و سفید کا

ربِّ جہاں ہے عبد سے اپنے قریب تر
ہستا کہ فضل تک نہیں حبل الورید کا

وا ہو گا اُسکے فضل سے قفل درِ مراد
بس اک نگاہ کام کرے گی کلید کا

اللہ اب بھی منکر احسان دست ہے
یارب ہو روسیاہ عدوئے عنید کا

کفار بھول جائینگے آتش بیانیاں
نعرہ ابھی سنا نہیں ھل من مزید کا

یہ لن ترانیاں نہ رہینگی منافقو
چکھا مزہ جو سوط عذاب الشدید کا

محشر میں وے رہے ہیں گواہی جو دست و پا
چہرہ ہے زرد قابلِ رجع بعید کا

جرأت کبھی نہ ہو سخن ناصواب پر
گر ہو یقین بشر کو رقیب عتید کا

اسکے مزے کوئی دلِ مومن سے پوچھ لے
مشترق کو کیا مذاق کلام مجید کا

حق ناسپاس راہ ہدایت نہ پا سکے
پردہ پڑا ہوا تھا ضلال بعید کا

حقا وہ لاجواب و عدیم المثال ہے
عاشق ہوں جس یگانہ و فرد و فرید کا

ہو گا کبھی یزید نہ ہمسا زبایزید
رتبہ نہیں ہے ایک شقی و سعید کا

دیکھو کلام حالی و داغ و جلال کو
کیوں نام لے رہے ہو رشید و لبید کا

اے شوق! جب سے ہے خبر آمد حبیب
آنکھوں میں پھر رہا ہے سماں روز عید کا

عید کس کو کہتے ہیں اور دنیا کتنی عیدیں مناتی ہے

(مولوی محمد حفظ الرحمٰن صاحب لاہور جامع حفظ العلوم یعنے "انسائیکلو پیڈیا")

دیدنی ہیں انقلابِ دہر کی نیرنگیاں
ہم لٹے جاتے ہیں غیروں کے گھروں میں عید ہے

عید = (اسم مونث) یہ اصل میں سریانی زبان کے لفظ عیدا سے بگڑ کر آرامی میں آیا اور زبان آرامی سے عربوں نے مستعار لیا۔ جس کے معانی حسب ذیل ہیں:-

(۱) خوشی و خورمی (۲) وہ تہوار جو برسویں دن عود کرکے آئے (۳) برس کا برس دن (۴) مسلمانوں کے جشن کا روز (۵) خوشی کا تہوار (۶) خوشی کے عود کرنے کا دن (۷) واپس آنیوالی چیز (۸) ہر چیز بار بار آنیوالی (۹) خوشی کا دن (۱۰) جشن (۱۱) خوشی

آج بھی منع ہے بادہ اے زاہد!
تیرے نزدیک عید عید نہیں (شیفتہ)

عید کی جمع اعیاد ہے۔ عربی ہو یا عجمی۔ ایشیائی ہو یا یورپی گوری ہو یا کالی۔ ہر قوم اپنی اپنی عید کی خوشی مناتی ہے اور نمائش کرتی ہے۔

اقسام عید

عیدوں کی تاریخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے سے ملتی ہے۔ یہودیوں کے ہاں بہت سی عیدیں ہیں یا اور تھیں۔ کچھ بعد میں انہوں نے ایجاد کیں۔ عیسائیوں کے ہاں ۲ عیدیں ہیں۔ مگر ان کا ذکر نئے عہد نامہ میں کہیں نہیں آیا۔ البتہ یہودیوں کی اعیاد کا ذکر بہت دفعہ اناجیل میں آیا ہے مسلمانوں میں پہلے صرف ۲ مشہور عیدیں تھیں۔ بعد میں اوروں کا اضافہ کیا گیا۔ مگر قرآن مجید میں کہیں عید کا حکم تک نہیں آیا۔ بعض عیدیں شیعہ حضرات نے ایجاد کیں مجوسیوں میں بھی عیدوں کا دستور (جو کہ جشن کہلاتی ہیں) بہت پرانا چلا آتا ہے۔ یہودیوں کی عیدیں بہت دلچسپ ہیں۔ شائد جتنی عیدیں یہودیوں کے ہاں ہیں۔ دنیا کی کسی قوم میں نہیں ہیں۔ اب میں ردیف وار جملہ اعیاد کا ذکر کرتا ہوں جو حسب ذیل ہیں:-

عید اعیاد

یہودیوں کی قدیم اعیاد جس میں بہت عیدیں شامل ہیں۔ جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ سال میں تین دفعہ منائی جاتی ہیں۔ یعنی ہر بار پے در پے ان کے ہاں اعیاد کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے:

(۱) عید سبت و عید نئے چاند کے سبب سے و عید فطر عید سالوں سال یا عید اسابع و عید سنہ یوبیل کی و عید پنتیکسٹ۔

(۲) عید الفصح یا عید فسح و عید پنجاہ سالہ یا عید خمسین و عید ہفتوں کی و عید الجمعہ۔

(۳) عید پورم یا فوریم و عید تجدید و عید خیمی و عید المطلب و عید مساکین و عید مظال و عید کرم و عید بستان۔

پہلی دو اقسام کی اعیاد دین موسوی ہے۔ اور تیسری اقسام کا پتہ اس وقت لگتا ہے۔ جب بابل پر قبضہ ہوگیا۔ اور یہ ضروری تھا۔ کہ ہر مرد پہلی دو اقسام کی اعیاد میں ضرور شامل ہوا کرے۔

عید آخر سال کی

یہودیوں کی عید جو ماہ ابیب میں ہوتی ہے۔

عید آخری چہار شنبہ

ماہ رجب کا آخری بدھ بڑا خوشی کا دن ہے۔ اس روز جناب سرورِ کائنات فخرِ موجودات رسولِ مقبولؐ نے غسلِ صحت فرمایا۔ پھر تفریح کے لئے باغ میں تشریف لیگئے تھے۔ اسی لئے اس دن مسلمان اس سنت نبوی کو پورا کرنے کیلئے غسل کرکے نئے لباس پہنکر باغوں کی سیر کرتے ہیں۔ اور دل بہلاتے اور چلے وغیرہ بناکر پیتے اور نماز پڑھتے اور خوشی مناتے ہیں۔

عید آزادی

اس عید کو عید ماہ اسد بھی کہتے ہیں۔ یہ ماہ اسد میں یغمان (افغانستان) میں ہر سال منائی جاتی ہے اور آٹھ دن رہتی ہے۔ بڑی بڑی دور سے سیاح بھی آکر شریک ہوتے ہیں۔ اور شاہ افغانستان خود اس عید کا افتتاح کرتا ہے۔ اور ایک پر اثر خطبہ بھی پڑھتا ہے۔ شاہ امان اللہ نے اپنے عہد میں آخر ماہ اسد تک اس عید کو منایا۔ اس دن بادشاہ عوام سے ہاتھ ملاتا ہے۔ بعد ازاں نیزہ بازی۔ گھوڑ دوڑ۔ تفنگ بازی مصنوعی جنگ اور طرح طرح کے فوجی کرتب تماشے ہوتے ہیں۔ ان تفریحوں میں شاہ افغانستان بذات خود شامل ہوتا ہے۔ اگر شامل نہ ہوسکے تو تماشائیوں میں ضرور شریک ہوتا ہے

عید الضحیٰ

(اسم مؤنث) عید القربان۔ حج کی عید۔ بڑی عید۔ بقر عید بقرا عید۔ بکر عید۔ عید النحر عید الکبیر اور ترک قربان بیرم کہتے ہیں۔ یہ دس ذوالحج کو منائی جاتی ہے۔ اس دن حاجی منیٰ میں قربانی کرتے ہیں (ایام تشریق میں) قربانی دیجاتی ہے۔ جس کی تین دن تک میعاد ہے۔ یہ سنتِ قربانی دنیا کے ہر حصہ میں ادا کی جاتی ہے!

(اضحیٰ لفظ اضحات کی جمع ہے اور اضحات اصل میں اضحوۃ تھا کیونکہ اس کے معنے اس قربانی کے ہیں جو چاشت کیوقت کیجائے۔ یہ رسم ابراہیم خلیل اللہ کے وقت سے جبکہ انہوں نے اپنے بیٹے کی قربانی بحکم خدا کی۔ وہاں بیٹے کی بجائے خداوند تعالیٰ کے ارشاد سے حضرت جبرئیلؑ نے دنبہ رکھدیا جاری ہوئی) ہے

یہ عجب رسم دیکھی کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

یہ عید تین روز تک رہتی ہے۔ اور گائے۔ بکرا۔ دنبہ۔ اونٹ وغیرہ قربان کئے جاتے ہیں شیعہ حضرات اس روز ماتم کرتے ہیں۔ اس عید کے روز دو رکعت نماز بطور شکر ادا کرنا واجب ہے

عید الفطر

(اسم مؤنث) رمضان کے ختم کی عید جو یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ سیویوں والی عید۔ چھوٹی عید میٹھی عید۔ وہ عید جس میں فطرہ دیا جاتا ہے۔ عید الصغیر عید رمضان۔ ٹرکی میں شکر بیرم کہتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو صدقہ فطر دینا لازمی ہے۔ جو نماز پڑھنے سے پہلے دینا چاہئے۔ اگرچہ اس کا نام عید صغیر ہے مگر اسلامی ممالک میں بڑی شان سے منائی جاتی ہے۔ اور دوگانہ شکر ادا کیا جاتا ہے۔ اس دن مسلمان نئے کپڑے پہنتے خوشبو لگاتے۔ عید گاہ میں جانے سے پہلے غسل کرتے اور خطبہ سنتے ہیں!

عید بابا شجاع

یہ عید شیعہ لوگ ۹ ربیع الاول کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں مناتے ہیں!

عید پوریم

یا عید فوریم۔ یہ عید یہودیوں کی ہے۔ جسکو ملکہ آستر اور مردکی ... یہودی نے رائج کیا ہے۔ اور تین دن تک ماہ ادار کی ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ کو منائی جاتی ہے۔ ماہ ادار ماہ نیساں ایک ہی مہینہ کا نام ہے۔ اس میں یہودی بچے بڑے خوش رہتے ہیں۔ اور ان کو شور وغیرہ مچانے سے منع نہیں کیا جاتا اور نہ ہی انپر کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے اور یہودیوں کے پاس ایک لکڑی یا پتھر کا ٹکڑا رہتا ہے جسپر ہامان لکھا رہتا ہے جس کو وہ مارتے اور مٹاتے ہیں۔ یہودی اسکو عبادت خیال

سے فارغ ہو کر کھانے پینے اور تماشے میں لگجاتے ہیں۔ اور اس دن مخمور رہنا وہ زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔

عید پہلے پھلوں کے گذرانے کیواسطے

یہ عید پہلے پھل کاٹنے اور آخر سال میں جمع کرنے کے لئے کیجاتی ہے۔ یہودی اپنے ہاں کے پہلے پھل کو ٹوکروں میں سجا کر اور ایک بیل بھی اپنے ساتھ لیکر یروشلم بجا کر ہیکل میں گذرانتے ہیں۔ خواہ غریب ہو یا امیر اپنی ٹوکری آپ اٹھاتے ہیں اور بیل کے سینگوں پر سونے کی سینگوٹیاں چڑھاتے اور بیل کے سر پر زیتون کے پتوں کا تاج پہناتے ہیں۔

عید تاجپوشی

اسے عید ماہ حوت بھی کہتے ہیں۔ جو ماہ حوت میں افغانستان میں منائی جاتی ہے۔ ماہ حوت ماہ فروری کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ افغان بچے ہاتھ پاؤں کو مہندی لگاتے اور اُجلے کپڑے پہنتے ہیں۔ مبارک سلامت کا غل مچاتے اور جشن ہائے ضیافت ترتیب دیتے ہیں۔ ہر شہر کی گلی گلی میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ یہ عید افغانوں کی قومی آزادی کی عید ہے۔

عید تجدید

یہ یہودیوں کی عید ۱۴۶ سنہ قبل مسیح سے مقرر ہوئی۔ اسدن یہودیوں نے ہیکل کو جسے انٹوچس ایپی فانس نے ناپاک کیا تھا۔ تقدیس کیا۔ یہ عید نہایت دھوم دھام سے آٹھ روز منائی جاتی ہے۔ اس عید کا بانی یہودہ مکیبوس تھا۔ یہ عید یہودیوں کے نویں ماہ کی ۲۵ تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ جو ماہ دسمبر کے لگ بھگ ہے۔

عید تجلی

عیسائیوں کی عید کا نام ہے۔ جو سریانی سال کے بارہویں مہینہ کی ۶ تاریخ کو ہوتی ہے۔

عید جس میں کفارہ دیا گیا

کفارہ کے معنی پردہ ڈالنا۔ گناہ بخشوانے کیلئے ایسی قربانی یا عبادت کرنا جس سے گناہ بخشے جائیں۔ یہ یہودیوں کی عید ہے۔ یہودی اس دن اپنے گناہوں کا اقبال کرتے ہیں اور بیرونی تحریکوں سے بچنے کیلئے کفارہ دیا کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس کفارہ سے موت کی تکلیف یا موت کا خیال بھی جو تکلیف دہ ہوتا تھا۔ وہ دُور ہو جاتا تھا۔ دس دسمبر یا اکتوبر کو وہ روزہ رکھتے تھے۔ بعد ازاں اَور روزوں کا اضافہ کیا گیا۔ مگر جس دن حضرت موسیٰ نے روزہ رکھا تھا۔ اسدن وہ ضرور روزہ رکھتے ہیں۔ جو سورج غروب ہونیکے بعد سے شروع ہوتا اور دوسرے دن سورج غروب ہونے تک رہتا ہے۔ یا اُفق پر تین ستارے نظر آنے تک اَور بہت سی رسومات ادا کیجاتی تھیں اور ہیں۔ اسدن ہر بنی اسرائیلی اپنی جان کو سخت دُکھ دیتا تھا۔ یہ عید ساتویں ماہ کے دسویں دن منائی جاتی ہے۔ اور لوگ یروشلم میں جمع ہوتے ہیں۔

عید جمعہ

یا عید المومنین۔ مسلمانوں میں ہر جمعہ خوشی منائی جاتی ہے اور بہت سی اسلامی حکومتیں اب بھی جمعہ کو چھٹی مناتی ہیں۔ اس دن مسلمان لوگ دنیاوی کاروبار چھوڑ کر نہاتے دہوتے اور کپڑے بدلتے ہیں۔ جمعہ کی نماز کیلئے جامع مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے بھی جمعہ کو روز عید تسلیم کیا ہے۔ یہ مسلمانوں کا قول ہے کہ اسی روز آدم پیدا ہوا۔ دنیا ختم ہو گی۔ اور قیامت بھی اسی دن آئیگی۔ خداوند تعالیٰ نے جمعہ کو بزرگی دی ہے۔

عید خیمہ

یہودیوں کی عید جو ماہ ابیب میں ہوتی ہے۔ اسکو عید جمع یا عید سال کی عید و عید خیام عید اطلب و عید مسائین و عید المظال و عید کرم و عید بستان بھی کہتے ہیں۔ پہلے جب خیمہ میں یہ عید منائی جاتی تھی۔ اس پر (۹۲۵۰۰۰) لیرا۔ آسٹریلین خرچ ہوتا تھا اور کاریگر دو ماہ میں اسے ختم کرتے تھے۔ اس وقت جو خیمے اس عید کے لیے تیار کئے جاتے ہیں۔ اس کے تین حصے ہوتے ہیں۔ یہ عید نئے پھل اور نئی فصل کاٹنے کے بعد منائی جاتی ہے۔ اور یہ عید ساتویں ماہ کی پانچویں تاریخ کو منائی جاتی

ہے۔ اور اس عید کے تین حصے ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے منائے جاتے ہیں۔

عید سبت کی

لفظی معنی کامل آرام۔ اور کام کا علیحدہ ہونا۔ ہفتے کا دن قرآن مجید میں بھی اسکا ذکر (اعراف ۹ پ) میں ہے۔ اور بائبل میں بار بار اسکا ذکر آتا ہے۔ (احبار ۲۳۔ باب ۲ و ۳ آیت) و (گنتی ۲۹ باب ۱۔آیت) و (احبار ۲۵ باب ۲ لغایت ۷ آیت) و (احبار ۲۵ باب ۸ تا ۱۷ آیت) یہ یہودیوں کی عید ہے۔ جس میں لوگ یروشلم جمع ہوتے ہیں۔

عید سیدۃ العذرا

عیسائیوں کی عید سریانی سال کے بارہویں مہینے کی پندرہ تاریخ کو ہوتی ہے۔

عید شاہد

یہ یہودیوں کی عید ہے۔ جسے بنو ادبیل بنو جاد نے جاری کیا۔ اس عید کو یہودی رسم مذبح ادا کرتے ہیں۔ خیال ہے کہ یہ مذبح اردن کے مشرق میں ہے۔ جو کوندرفنیطن اور قرن کے پاس اور سیلون سے گیارہ میل شمال کو ہے۔

عید صعود

یہ عیسائیوں کی تیسری عید ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کے آسمان پر چڑھ جانے کی یادگار میں اور عید قیامت کے چالیس روز بعد منائی جاتی ہے۔

عید عرفہ

یہ عید ۹ ذوالحجہ کو مسلمانوں میں منائی جاتی ہے مسلمانوں کا نہایت مقدس دن ہے۔ اس دن عرفات میں آدم اور حوا ملے تھے۔

عید غدیر

شیعہ حضرات ۱۸۔ ذوالحجہ کو حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت کو خوشی میں مناتے ہیں۔

عید فسح

یا عید فصح۔ بنی اسرائیلؑ اس عید کو مناتے تھے۔ جو نہیں مناتا تھا۔ وہ ان میں سے الگ کیا جاتا تھا۔ اور اس دن فطیری روٹی کھائی جاتی تھی۔ اور کڑوی ترکاری کا سالن اس فطیری روٹی کے ساتھ کھانا ضروری ہوتا تھا۔ یہ عید ماہ ابیب کی دس تاریخ کو شروع ہوتی۔ اور ۷۔ دن رہتی ماہ ابیب اور ماہ نیسان ایک ہی ماہ کے دو نام ہیں۔ یہ عید بنی اسرائیل کی مصر کی آزادی کی یاد میں منائی جاتی ہے۔

عید فطیر

یہودیوں کی عید ۱۵۔ ماہ ابیب کو منائی جاتی ہے۔ اسکو فطیری روٹی کی عید کہتے ہیں۔ ماہ ابیب میں ۷ یوم تک انکے ہاں فطیری روٹی کھانے کا حکم ہے۔ (استثنا۔ ۱۶ باب ۱۶ آیت) پہلے یہ عید سات دن منائی جاتی تھی۔ اب ایک دن منائی جاتی ہے۔ اس دن یہودی کامل آرام کرتے ہیں۔ بلکہ چوپایوں سے بھی کام نہیں لیتے۔

عید قرنین کی

یہ عید ہر ساتویں ماہ منائی جاتی ہے۔ جس میں نرسنگھے اور تریاں یہودی بجاتے ہیں۔ اور سوختنی قربانیاں دیتے ہیں۔

عید قیامت

عیسائیوں کی دوسری عید جو خداوند مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کی یادگار میں روزوں کے ۴۰ روز بعد منائی جاتی ہے۔ یعنی اکتالیسویں دن منائی جاتی ہے۔ امسال ان کی عید ۱۲ فروری کو ہوئی۔

عید لکڑی لانے کے لئے

اس دن یہودی عبادت گاہ کے لئے لکڑی دیا کرتے تھے۔ یہ عید ۱۴۔ ماہ آب میں منائی جاتی ہے۔ یہ عید نحمیاہ کے دنوں میں مقرر ہوئی تھی۔

عید مباہلہ

شیعوں کی عید اس کی یادگار میں منائی جاتی ہے۔ کہ نجران کے عیسائیوں اور رسول مقبولؐ کے درمیان ایک مباحثہ قرار

پایا۔ اور یہ قرار پایا کہ ہر فریق اپنے اپنے اقارب کو سامنے لا کر ایک دوسرے پر بتضرع وزاری دعا مانگیں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ اور یہ آیت مباہلہ (سورۃ آل عمران) نازل ہوئی۔ عیسائی شکست ان کئے رسول مقبول معہ بی بی فاطمہؓ زہرا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسین علیہ السلام میدان میں آگئے تھے۔ اور عیسائی خوف کھا کے مغلوب ہو گئے تھے۔

عید میلاد امام العصر والزمان

یہ شیعوں کی عید ہے۔ بارہویں امام کی ولادت کا دن کیونکہ شیعوں کے نزدیک وہ امام مہدی ہیں۔ جو خوف اعداء سے ابتک کہیں غار میں چھپے بیٹھے ہیں۔ ان کے پاس مصحف فاطمہؓ اور وہ قرآن جو حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ انہیں امام غائب کے پاس ہے۔ یہ عید ۱۵ شعبان کو منائی جاتی ہے

عید میلاد النبیؐ

تھی یہ صبح زندگی تمہید میلاد النبی
آپ خالق نے منائی عید میلاد النبی

جاوا میں عید سکاتن کہتے ہیں یہ عید ۱۲۔ ربیع الاول کو ہوتی ہے۔ اس کو بعض مسلمان مناتے ہیں۔ اس دن حضرت رسول مقبولؐ پیدا ہوئے تھے اس رات کو محفل میلاد کی جاتی ہے۔

عید میلاد علیؓ

یہ شیعوں کی عید ہے۔ اس دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے تھے۔ یہ عید ۱۳۔ رجب کو منائی جاتی ہے

شادیانے گا رہے ہیں طائرانِ نغمہ سنج
عید میلاد علیؓ کا غلغلہ پیدا ہوا

عید نزول

عیسائیوں کی چوتھی عید۔ یہ عید عید صعود کے دس دن بعد روح القدس کے نازل ہونے کے دن منائی جاتی ہے۔

عید نوروز

شیعوں کی عید جس کو وہ سب اعیاد سے اوّل درجہ پر سمجھتے ہیں۔ اور محفلیں کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس روز حضرت علیؓ بمقام خم غدیر مسند خلافت ہوئے۔ اس لئے یکم فروردین جو مجوسی نوبدی سنہ کے حساب سے منائی جاتی ہے۔

عید نئے چاند کے سبب

اسے عید راس شہر اور عید ہلال بھی کہتے ہیں۔ یہودیوں کی عید جس میں وہ قربانی گذرانتے وقت نرسنگا پھونکتے ہیں۔ یہ عید نئے چاند کے تہوار کے دن مہینے کے غرے میں منائی جاتی ہے۔ سوختنی قربانی کے علاوہ شراب بھی تپاؤں میں گذرانتے ہیں۔

عید ولادت

عیسائیوں کی پہلی عید۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے پیدائش کے دن منائی جاتی ہے۔ جو ہر سال ۲۵۔ دسمبر کو ہوتی ہے۔

عید ہفتوں کی

اس کو پنتکست بھی کہتے ہیں۔ یہ عید ماہ ابیب میں ہوتی ہے۔ عید فطیر کے بعد ساتویں ہفتے کے آخر میں صبح کو پانچویں دن منائی جاتی ہے۔ یہودیوں کے ہاں اس عید کو پہلے گیہوں کی فصل میں سے دو روٹیاں گذرانی جاتی ہیں اور خطا کی نذر اور امن کی نذر پیش کی جاتی ہیں۔ یہ دن نہایت مقدس سمجھتے ہیں۔ اور کوئی کام نہیں کرتے۔ عیسائیوں کا بیان ہے کہ یہودی اس لئے خوشی کرتے ہیں۔ کہ اس دن مقدس روح پروانہ ہوئی۔

عید یوحنا کے سر کٹنے کی یادگار میں

سُریانی سال کے بارہویں مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو یہودی مناتے ہیں۔ کہ اس دن یوحنا کا سر کاٹا گیا۔

(حفظ الرحمٰن)

بیوہ کی عید

(از محمد عبد العزیز صاحب صدیقی عزیز اکبر آبادی)

صغیر احمد باوجود نئی روشنی کا تعلیم یافتہ نوجوان ہونیکے کہنہ خیالی اور قدامت پسندی کا بیحد پابند تھا۔ اس نے انٹرنس تک پڑھا تھا۔ اور بعد تکمیل تعلیم کسی دفتر میں سو روپیہ ماہوار کا ملازم ہوگیا تھا۔ اسکی شادی اس کی پھوپھی کی لڑکی زبیدہ بیگم کے ساتھ ہوئی تھی۔ جو نہایت بدمزاج مغلوب الغضب اور بدسلیقہ تھی۔ صغیر اگرچہ بیوی کی تند مزاجی سے بیحد نالاں اور عاجز تھا لیکن کچھ تو بزرگوں کے خوف سے اور کچھ اس قدر سیدھا ہونے کی وجہ سے جوکہ زمانہ بیوقوفی میں شمار ہے۔ بیوی کی سخت مزاجی سے خائف رہتے ہوئے اس کے جائز وناجائز احکام کی فوری تعمیل کرتے کرتے زن مریدی کے درجہ کو پہونچگیا تھا۔ اس کی مجال نہ تھی کہ بیوی کی مرضی کے خلاف کوئی کام بھی کرسکے۔ اگر کبھی مجبوراً یا سہواً اس سے کوئی امر بیوی کے خلاف منشا۔ سرزد ہوجاتا تھا۔ تو زبیدہ کے غصے کی یہ حالت ہوتی تھی۔ کہ سارے گھر کو سر پر اٹھالیتی تھی۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین و آسمان لرز رہے ہیں بیچارے صغیر کو گھر میں ٹھہرنا دشوار ہوجاتا تھا۔ اس لئے اس غریب کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ بلا تامل بیوی کی ہاں میں ہاں ملائے۔ اگر بیوی دن کو رات یا رات کو دن کہے۔ تو وہ بھی بخندہ پیشانی اس کی تائید کرے۔

صغیر احمد کے والد مولوی بشیر احمد جو کسی ریاست میں ملازم تھے اور بعد تکمیل مدت ملازمت پنشن لیکر خانہ نشین ہوگئے تھے۔ ملازمت پیشہ اور کثیر الاولاد ہونے کی وجہ سے اس قدر پس انداز نہ کرسکے تھے کہ اپنے بعد اولاد کی معقول بسر اوقات کے لئے کچھ اثاثہ چھوڑ سکتے۔ ان کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ سب سے بڑی لڑکی تھی جسکا نام شوکت آرا تھا۔ اس سے چھوٹے دو لڑکے اور جن کا نام ضمیر احمد اور صغیر احمد تھے ضمیر احمد بڑا تھا جس نے ایف اے تک تعلیم پائی تھی۔ اور کسی فرم میں ڈھائی سو روپیہ ماہوار کا ملازم تھا۔ صغیر احمد اس سے چھوٹا تھا جس کا ذکر باب اول میں آچکا ہے۔ اس سے چھوٹی دو لڑکیاں نصرت جہاں اور فرحت جہاں تھیں۔ بشیر احمد نے شوکت آراء اور ضمیر احمد کی شادیاں اپنی حیات میں ہی کردی تھیں۔ قریب سو برس کی عمر پوری کرنے کے بعد جب بشیر احمد کا پیغام اجل آیا۔ تو اس نے ضمیر احمد کو اپنے پاس بلاکر صغیر نصرت اور فرحت کے ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیئے۔ اور آبدیدہ ہوکر کہا: "بیٹا ضمیر! ہراساں ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میرا وقت آپہنچا۔ میں نے دنیا کے تمام نشیب وفراز خوب دیکھے۔ اور عیش ومصیبت سب بھگت لیے خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میں دنیا سے مطمئن اور بیفکر جارہا ہوں۔ اور کسی کے ماں باپ سدا نہیں بیٹھے رہتے خدا سے دعا کرو۔ کہ میرا آخرت میں بیڑا پار ہو۔ بچوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اپنی بہن کو پیچھے نہ دینا۔ اللہ تعالیٰ تمہارا سب کا نگہبان ہے۔" ضمیر یہ سنکر رو دیا۔ اور تسلی آمیز گفتگو کرنے لگا۔ بشیر احمد نے کلمہ شہادت پڑھا۔ ہچکی لی اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ سب نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونا پیٹنا ہونے لگا۔ تجہیز وتکفین کیگئی۔ ضروری مراسم ادا ہونیکے بعد ضمیر نے اپنی پوری توجہ بہن بھائیوں کی پرورش اور دلجوئی میں صرف کردی۔ جس وقت بشیر احمد کا انتقال ہوا

صغیر کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔ اور آٹھویں درجہ میں پڑھتا تھا باپ کی وفات کے بعد ضمیر نے اس کی پرورش اور تعلیم میں پورے صرف اور توجہ سے کام لیا۔ اور اس کو انٹرنس پاس کراکر ایک دفتر میں کوشش کر کے سو روپیہ ماہوار کا ملازم کرا دینے کے کے بعد باپ کی خواہش و وصیت کے مطابق اُس کی شادی بھی پھوپھی کی لڑکی زبیدہ کے ساتھ کر دی تھی۔ شوکت آرا کا شوہر بھی جو تجارت کرتا تھا۔ کئی سال ضیق النفس کے مرض میں مبتلا رہکر راہی ملک عدم ہوا۔ اور بیوہ بہن کا بار بھی غریب ضمیر پر ہی پڑ گیا۔ لیکن وہ بہن کی خدمت اور دلجوئی میں اب پہلے سے بھی زیادہ مصروف رہتا تھا۔

ضمیر احمد کی شادی اس کی ماں کی حیات میں ہی اس کے ماموں کی لڑکی حبیبہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس کی طرح نیک نفس شریف طبع رحمدل اور سلیقہ شعار ہونے کی وجہ سے ہر طرح پر اسکی زوجیت کیلئے تھی۔ اور اپنے شوہر کی طرح وہ بھی بیوہ نند اور یتیم دیور و نندوں کی خدمت اور دلجوئی میں ہمہ وقت مصروف رہتی تھی۔ ضمیر احمد کے صرف ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام اس نے انیس احمد رکھا تھا۔ بیچارے انیس کی عمر ابھی پانچ ہی سال کی تھی کہ ضمیر کو یکایک سخت نمونیہ ہوا۔ اور وہ ایک مہینہ کامل علیل رہا۔ باوجود صغیر کی بے انتہا دوڑ دھوپ اور کافی علاج معالجہ کے کوئی صورت شفایابی کی نہیں ہوئی۔ بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی حتی کہ ایک روز اسکی حالت غراب ہو گئی۔ اور اس کو محسوس ہوا کہ اب دنیا سے سفر کرنے کا وقت آگیا زندگی سے مایوس اور ناامید ہو کر اس نے صغیر کو اپنے پاس بلایا اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا صغیر میاں تمہیں میری تیمارداری میں بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔ تم نے میرے علاج میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا۔ لیکن حکم خدا سے سب مجبور ہیں۔ مجھے تمہاری محبت کا کافی احساس اور اندازہ ہے۔ حقیقتاً تو یہ

بازداری کا نام ہے۔ میرا پیمانۂ زندگی اب لبریز ہو چکا۔ اور عنقریب چھلکنے والا ہے۔ مجھے اپنے مرنے کا مطلق غم نہیں۔ البتہ تمہاری کم عمری اور ناتجربہ کاری کو دیکھتے ہوئے اُن ذمہ داریوں کا خیال کر کے جو میرے بعد تمہارے اوپر پڑنے والی ہیں۔ کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ آج میں ان خدمات کا بار جو ابا میاں مرحوم نے میرے سپرد کی تھیں۔ مجبوراً بڑے قلق کے ساتھ تمہارے اوپر چھوڑتا ہوں دیکھو دنیا کے نشیب و فراز سے گھبرا نہ جانا۔ خدا تمہارا سب کا نگہبان اور محافظ ہے۔ کمرہمت مضبوط رکھنا۔ اللہ تمہاری مدد کریگا۔ انیس کی تعلیم و تربیت سے غافل نہ رہنا۔ اتنا کہنے کے بعد اس نے درد سے بیچین ہو کر ایک آہ کی اور حبیبہ و انیس کی طرف پُر حسرت نگاہوں سے دیکھا۔ سانس زور زور سے چلنے لگی۔ اور اس نے کلمۂ شہادت پڑھکر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر میں روح پرواز کر گئی۔ اور گھر میں کہرام مچگیا۔ صغیر دیواروں سے سر پھوڑتا اور پاگلوں کی طرح چیختا تھا۔ شوکت اور حبیبہ کے بین سے چھلنی پھٹتی تھی۔ معصوم انیس سب کو روتا دیکھکر رونے لگتا تھا۔ اور پریشان تھا۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے ضمیر کی جوانا مرگی پر کون تھا۔ جو آٹھ آٹھ آنسو نہ روتا ہو۔ چند روز تک یہی حال رہا۔ اور جملہ مراسم ادا ہونے کے بعد رفتہ رفتہ رنج کم ہوتا گیا۔ صغیر کے ساتھ زبیدہ نے بھی چند روز تک تو بیوہ نند جٹھانی اور یتیم بھتیجے کے ساتھ اچھا سلوک رکھا۔ لیکن آخرکار اس کو ان سب کا بار اپنے شوہر پر کھٹکنے لگا۔ اور اس نے انکے ساتھ بدسلوکی اور بے رُخی کا برتاؤ شروع کر دیا۔ صغیر اس کی بدمزاجی کے خوف سے دم نہ مار سکتا تھا۔ اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاکر رہ جاتا تھا۔

ضمیر کے انتقال کے پانچ مہینے بعد رمضان کا مہینہ آیا اور روزے شروع ہو گئے۔ اوائل رمضان سے ہر جگہ حتی الوسع عید کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ زبیدہ نے بھی اپنے اور اپنے بچوں کے لئے نئے نئے جوڑوں کا انتظام کیا۔ حبیبہ بیچاری یہ سب اہتمام دیکھ رہی تھی۔ اور اگرچہ وہ انیس کے واسطے بھی

کپڑے بنوانا چاہتی تھی۔ لیکن دیورانی کے خوف سے خاموش تھی
آہ یہ وہی انیس ہے جس کے لاڈ و پیار کی ضمیر کی حیات میں
کوئی انتہا نہ تھی۔ کوئی تیوہار ایسا نہ ہوتا تھا۔ کہ جسپر ضمیر نہ صرف اپنے
حبیبہ اور انیس کے لئے بلکہ کل گھر کے واسطے نئے نئے کپڑے نہ
بنواتا ہو۔ آج اسی ضمیر کا اکلوتا بچہ چچا چچی کے ترس کا محتاج ہے
رمضان کی آخری تاریخ تھی۔ عصر کی نماز کے بعد سے سب کی نظریں
نہایت بے چینی و بے صبری کے ساتھ آسمان کیطرف لگی ہوئی
تھیں۔ خدا خدا کر کے وہ وقت آیا کہ ہلال عید نے افق مغرب پر
نمودار ہو کر پیغام عید سے مؤمنین کے دلوں کو مسرور کیا۔ ہر بات
خوشی اور الم دونوں کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ پیغام عید بھی
اگر ایک طرف سینکڑوں دلوں کو مسرت بخشنے کا باعث ہے
تو دوسری جانب ہزاروں غمگین دلوں کے زخم تازہ کر کے ان کے
انتہائی ملال کا سبب ہوتا ہے۔ ہلال عید نمودار ہونے کے بعد قلق
اندوہ کا حال ان ضعیف والدین کا سایۂ عاطفت ان کے سروں
سے اٹھ چکا ہو۔ ان بہن بھائیوں سے جن کے قوت بازو کو بے رحم
اجل نے جدا کر دیا ہو۔ یا ان حرمان نصیب بیواؤں سے جن کے
سرتاج ان کو بیکس و بے بس چھوڑ کر سدھار چکے ہوں پہنچا چاہئے
روز عید کی تیاری میں ہر شخص مصروف و مشغول تھا۔ باوجود رات
کا ابتدائی حصہ گذر جانے کے بازاروں میں خلاف معمول کافی چہل
پہل تھی۔ حبیبہ نے بھی اس خیال سے کہ صبح دیر نہ ہو جائے۔ انیس
کے پرانے کپڑے نکالے۔ لیکن انیس جو انقلاب دنیا سے قطعی بیخبر
تھا نئے کپڑوں کے لئے ضد کرنے لگا۔ بچے کو نئے کپڑوں کے
لئے بضد دیکھکر حبیبہ کا دل اپنے شوہر کی حیات میں گذشتہ عید کے
اہتمام کا زمانہ یاد آ کر بھر آیا۔ کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ اگرچہ اسکا پیمانۂ
صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اور قریب تھا کہ وہ چیخ مار کے رو کر اپنے
دل کی بھڑاس نکالے۔ لیکن اس خوف سے کہ مبادا زبیدہ اسکو
بدشگونی سے تاویل کر کے کوئی شگوفہ نیا کھڑا کر دے۔ بمشکل تمام
ضبط سے کام لیکر انیس کو بہلانے لگی۔

شوکت سے جو کہ یتیم بھتیجے سے بیحد مانوس تھی۔ اسکا یہ ملال دیکھکر
ضبط نہ ہو سکا۔ اور اس نے صغیر کو بلا کر کہا "کیوں صغیر ابا میاں
کے انتقال کے بعد جس بھائی نے تمہیں اولاد کی طرح پالا۔ اور
تمہاری خوشنودی مزاج کو ہمیشہ مقدم سمجھا۔ کیا اس کا یتیم بچہ اسی
سلوک کا مستحق تھا۔ کہ جب عید جیسے تیوہار پر بھی تم نے اس کے
لئے دو نئے چیتھڑے تک نہ بنوائے۔ تو آئندہ اور کیا کرو گے"!
صغیر یہ سنکر چپ کا چپ رہگیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا
"ابا جان! انیس کے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔ اگر وہ میری
کھال کی جوتیاں بھی بنا کر پہنے تو مجھے عذر نہ ہوگا۔ وہ میرے مرحوم
بھائی کی نشانی اور میری آنکھوں کا تارا ہے میں نے تو شروع
رمضان میں ہی کپڑوں کے تھان لا دیئے تھے۔ تا کہ سب چھوٹے
بڑوں کے کپڑے یکساں اور اطمینان سے بنجائیں۔ کیا بھابی
اور انیس کے کپڑے نہیں سلے"؟ شوکت نے کہا "تمہیں تو بھیا
دولہن اور انیس کے لئے تو کچھ بھی نہیں بنا ہے۔ چھوٹی دولہن نے
اپنے اور اپنے بچوں کے لئے سب کپڑے بنوا لئے"! بس اتنا سننے
کے بعد زبیدہ میں کہاں تاب تھی کہ ضبط کر سکے غصے میں لال تاؤ
اور آپے سے باہر ہو کر بولی: "آں ہاں میں نے اپنے اور اپنے
بچوں کے کپڑے بنوا لئے۔ تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ میرے
میاں کی کمائی ہے۔ چاہے جو کچھ کروں میرے بچوں کی بڑی ہائے
ہائے ہے۔ میرے پاس اتنا کہاں سے آیا۔ جو سب کو ٹھونسا دیتی
تھی۔ اور سب کے ارمان بھی پورے کروں۔ کیا انیس کے دادا باوا کچھ
دھڑ دھڑ چھوڑ مرے تھے۔ جو میں انیس کے لئے بھی نئے نئے جوڑے
تیار کرا دیتی۔ کیا میں ان کی وجہ سے اپنے بچوں کا بھی مان میلا
کرونگی۔ واہ رے لوگو باوا والے اور بے باوا والے سب ایک سے
ہوگئے۔ انیس ایسا چہیتا تھا۔ تو باوا کچھ چھوڑ مرے ہوتے"!
یہ سنکر صغیر کا فرض تھا کہ بیوی کو روکتا۔ لیکن وہ تو کان
پکڑی بھیڑ کی طرح تھا۔ بیوی کو غضبناک دیکھکر فوراً گھر
سے باہر نکل گیا۔ حبیبہ جسطرح شریف طبع اور نیکدل تھی۔
اسی طرح بڑی غیور اور خوددار بھی تھی۔ اگرچہ زبیدہ کے ان طعنہ
آمیز کلمات نے اس کے زخمی دل پر نمک پاشی کا کام کیا۔ لیکن

اس نے مصلحتِ وقت سمجھکر اس وقت معاملہ کو ٹالا اور زبیدہ کی ہاں میں ہاں ملاکر جھگڑے کو رفع کیا ؎

رات کا ایک بج چکا تھا۔ لیلائے شب نے حرمان نصیبوں کے ماتم میں تاریکی کا سیاہ لباس پہن لیا تھا۔ آسمان پر ستارے مظلوم اور بیکس ہستیوں کے اضطراب سے متاثر ہوکر ٹمٹمتے ٹوٹتے اور نیچے آتے آتے فنا ہوجاتے تھے۔ لوگ خواب غفلت میں مشغول تھے۔ البتہ کبھی کبھی پہرہ داروں کی آوازیں سُننے میں آجاتی تھیں۔ حبیبہ انیس کو لئے ہوئے اپنے کمرہ میں لیٹی تھی۔ اول شب کی گفتگو کا اثر اس کو اسقدر بے چین کئے ہوئے تھا کہ فرطِ الم سے روتے روتے اس کی آنکھیں سُوجھ گئی تھیں۔ حبیبہ ہنوز جوان تھی سینہ میں دل اور دل میں ارمان رکھتی تھی۔ مگر آہ چرخ ستمگار نے موت کے بے رحم ہاتھوں سے اس کے سرتاج اس کے مالک اسکے آقا اس کے رفیق شوہر کا سایہ اس کے سر سے اٹھا کر اسکے ارمانوں کی دنیا اُجاڑدی تھی۔ یہ وُہی حبیبہ ہے جو اب سے چھ ماہ پیشتر اس گھر پر حکومت کرتی تھی۔ آج وہی گردش روزگار کے ہاتھوں دوسروں کی دست نگراور محتاج لطف وکرم ہے اسے روتے روتے معاً خیال آیا کہ ایسی ذلت اور بے توقیری کی زندگی سے مرجانا بہتر ہے۔ یکایک اسکی نظر الماری میں اُس شیشی پر پڑی جس میں ضمیر کے سینے پر ملنے کی دوا تھی۔ جانتی تھی کہ وہ زہر قاتل ہے۔ اور غمناک زندگی کا آناً فاناً میں خاتمہ کرسکتا ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس کا دل سینے میں دھڑکنے لگا۔ اور اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے شیشی کو اٹھایا۔ شیشی لیکر وہ مُڑی ہی تھی کہ ناگہاں اس کی نظر ضمیر کی تصویر پر جو کمرہ میں لٹکی ہوئی تھی۔ پڑی۔ تصویر کو دیکھکر اسے اپنی گذشتہ زندگی کے عیش ومسرت کا زمانہ یاد آیا۔ اور اسکو موجودہ بےعزتی کی زندگی سے نفرت پیدا ہوگئی۔ وہ تصویر کے قریب گئی۔ اور بڑی محبت سے اس کو بوسہ دیکر کہا "پیارے شوہر صرف ایک تمہاری ہستی نہ ہونے سے جو مظالم ہم لوگوں پر ہورہے ہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ برداشت کئے جاسکیں تم گھبرانا نہیں۔ جدائی کی مدت ختم ہوئی اور اب میں معہ انیس کے تمہاری خدمت کو حاضر ہوتی ہوں"۔

یہ کہکر اُس نے انیس کی طرف رخ کیا۔ جو پلنگ پر گہری نیند سورہا تھا۔ اور لیمپ کی روشنی میں اسکا چہرہ مثل چاند کے چمک رہا تھا۔ انیس کی صورت دیکھکر محبت مادری نے جوش کیا۔ اور وہ بے ساختہ اسپر جھک کر پیار کرنے لگی۔ اس کے ارادہ میں کسی قدر لغزش پیدا ہوگئی۔ لیکن فوراً ہی اسکو خیال آیا کہ جب میں ہی نہ ہونگی۔ تو انیس کو ایسے بیرحموں میں چھوڑنا عبث اور نادانی ہے۔ اس نے شیشی میں سے تین حصہ دوا گلاس میں اُنڈیلی۔ اور کئی مرتبہ مُنہ تک لیجا لیجا کر رکھدیا اور کچھ سوچتی رہی۔ بالآخر وہ سنبھلی۔ اس کی آنکھوں میں استقلال اور مستعدی کی ایک چمک نمایاں ہوئی۔ اور یہ کہکر کہ ہرچہ بادا باد گلاس کو مُنہ سے لگایا۔ اور ایک ہی سانس میں خالی کردیا۔ دوا نہایت تیز تھی۔ جس نے حلق سے اُترتے ہی اس کے کلیجہ میں ایک آگ سی لگادی۔ لیکن وہ تکلیف کو ضبط کرگئی اور بقیہ دوا گلاس میں انڈیل کر انیس کو جگایا۔ اور یہ کہکر کہ تمہیں حرارت ہے۔ یہ دوائی پی لو۔ وہ دوا اس کے حلق میں ڈالدی۔ انیس بچہ تھا اس سم قاتل کو زیادہ برداشت نہ کرسکا۔ اور تھوڑی دیر تڑپ تڑپ کر ماں کی گود میں ٹھنڈا ہوگیا۔ حبیبہ تھوڑی دیر تو مُردہ انیس کو گود میں لئے بیٹھی رویا کری جب اس کی رگوں میں بھی تشنج اور جسم میں تکلیف وہ سنسناہٹ ہونے لگی۔ تو اس نے انیس کو بستر پر لٹا دیا۔ اور کاغذ وقلم ودوات لیکر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مندرجہ ذیل پرچہ لکھا۔ اور سرہانے رکھکر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر میں اس کو خون کی قے ہوئی اور اس کی روح بھی دارفانی سے عالم جاودانی کو رحلت کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

"بھائی صغیر! میں تمہاری ہمدردی اور محبت کی بیحد مشکور ہوں لیکن یہ دیکھکر کہ ہم لوگوں کی موجودگی تمہارے

اوپر ایک بارِ عظیم ہے۔ جو تمہاری اور تمہارے بچوں کی
تکلیف کا باعث ہے میں معہ انیس کے اس دنیائے
ناپائدار کو خیرباد کہتی ہوں۔ رنج کرنے کی کوئی ضرورت
نہیں۔ جو قسمت کا لکھا تھا پورا ہوا۔ آخری وقت تمہیں
ایک تکلیف دیتی ہوں۔ اور امید کرتی ہوں کہ تم میری
درخواست کو ضرور پورا کرو گے۔ وہ یہ ہے کہ مجھے اور
انیس کو اپنے بھائی کی قبر کے پائیں میں برابر برابر
دفن کرانا۔ میرا زیور فروخت کرکے یا تو کسی مسجد میں یا
کسی مسجد میں دیدینا اور یا ضرورت مند محتاجوں کو خیرات
کردینا۔ ورنہ بہتر یہ ہوگا۔ کہ اگر تمہیں کوئی وہم نہ ہو تو
نسرت اور فرحت کو مساوی تقسیم کردینا اچھا خدا حافظ
میرا کہا سُنا سب معاف کرادینا۔ اور بچوں کو پیار کرنا
خدا تمہیں خوش رکھے اور اپنے بچوں کا عیش دیکھنا
نصیب ہو۔

ادہر تو یہ ستم رسیدہ ہستیاں اسطرح دنیا سے سدہاریں ادہر
نصف شب سے زیادہ گذرنے کے بعد صغیر نے جو غفلت کی نیند
سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ باپ معہ ضمیر کے آیا ہے ضمیر کا چہرہ
نہایت غمگین اور پژمردہ ہے۔ اور اس کی آنکھوں سے اشکوں کا
ایک چشمہ جاری ہے۔ باپ اس کے سر کو چھاتی سے لگائے صغیر کی
طرف نہایت غیض کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ صغیر باپ کو اسطرح
غضبناک دیکھکر تھرا گیا۔ اور ڈرتے ڈرتے باپ سے اس کی
ناراضگی اور ضمیر کی رنجیدگی کا سبب دریافت کیا۔ باپ نے
ایک آہ سرد کے ساتھ آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ صغیر آج
تیری لاپروائی سے تیری بیوی نے میری اور ضمیر کی روحوں کو
جو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچایا ہے۔ وہ ہم سے حشر تک دُور
نہیں ہوسکتا۔ کیا شرطِ وفاداری اور محبت اسی کا نام ہے کہ جس
بھائی نے برسوں تجھے اولاد کی طرح پالا۔ اور تیری نازبرداری میں
کسی قسم کی کوتاہی نہ کی۔ اسکے انتقال کے تھوڑے ہی عرصہ بعد
اُسکی بیوہ بیوی اور یتیم بچے کی اسطرح بے توقیری کیجائے کیا تو سمجھتا
تھا کہ حبیبہ ان باتوں کو برداشت کریگی؟ نہیں وہ خوددار تھی۔ وہ
غیرتمند تھی۔ وہ اس ذلیل زندگی کو گوارا نہ کرسکی اور زہر سے اپنی و انیس
کی زندگی کا خاتمہ کرلیا۔ ہم دونوں انہیں لینے آئے ہیں۔ فلک پر حوریں
انکے استقبال کو منتظر ہیں۔ ان کی اس مظلومانہ موت سے آسمان پر ایک شور
واویلا برپا ہے۔ عرش و کرسی لرز رہے ہیں اور فرشتے صف ماتم بچھائے
بیٹھے ہیں۔ یہ ہولناک خواب دیکھکر صغیر کی آنکھ کھُل گئی۔ وہ گھبراکر
اٹھا اور دیوانہ وار حبیبہ کے کمرے کیطرف روتا ہوا اور کہتے ہوئے بھاگا
ہائے میرا پیارا انیس میرے بھائی کی نشانی اے اللہ میں لُٹ گیا
ہائے میں برباد ہوگیا چلاتا ہوا دوڑا۔ اُسکی آواز سے شوکت وغیرہ بھی
جاگ اٹھیں اور سب گھبراکر اس کی وحشت کا سبب دریافت کیا۔ صغیر
نے رو رو کر سارا خواب بالتفصیل سنایا۔ جسکو سنکر شوکت نے بھی سر
پیٹنا اور دہاڑیں مار مار کر رونا شروع کردیا۔ حبیبہ کے دروازہ کو بہتیرا
کھٹکھٹایا۔ لیکن نہ تو اندر سے کُنڈی کھُلی اور نہ کوئی جواب ملا ہمسایوں
کی مدد سے فوراً دروازہ توڑا گیا۔ اور اندر جاکر دیکھا تو حبیبہ اور اس کے
کلیجے سے لپٹی ہوئی انیس کی مُردہ لاشیں پڑی تھیں۔ شوکت ایک دل
ہلادینے والی چیخ مار کر بھاوج اور بھتیجے کی لاشوں پر گر کر ایسی بیہوش
ہوئی۔ کہ پھر ہوش نہ آیا۔ صغیر کی حالت نہایت غیر تھی۔ اُس نے اپنے
کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔ اور سر و چھاتی پیٹ کر ایسا بلک بلک کر روتا
تھا کہ دیکھا نہ جاتا تھا۔ جوں توں کرکے سویرا ہوا۔ لوگ غسل کرکر کے
نئے نئے اور عمدہ کپڑے بدلکر نماز کیلئے عیدگاہ جانیکی تیاریاں کررہے تھے
رشتہ داروں کی مدد سے بیکس حبیبہ مظلوم انیس اور ستم رسیدہ شوکت کی
لاشوں کو بھی غسل دیا گیا۔ اور کفن کے نئے جوڑوں سے انکو ملبوس کرکے نماز کیلئے
لیگئے۔ زبیدہ پر ایک سکتہ کا عالم طاری تھا۔ وہ ضمیر کی گذشتہ محبت اور
عنایات کو یاد کرکے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے بڑی شرمندہ اور
اسکے اندوہناک نتیجہ پر متاسف تھی لیکن اب افسوس بیکار اور شرمندگی
عبث تھی۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ نماز عید کے بعد ان شہیدانِ غیرت کی
میتوں پر بھی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد حبیبہ کی وصیت کے مطابق انکو
دفن کردیا گیا۔ اور ان کشتگانِ حمیت و خودداری کی عید اسطرح ختم ہوئی

مظلوم کی عید

(ک خاتون اکبر آبادی)

آمدِ عید الفطر سے شاد ہیں اہلِ زمن! ہے گریزاں ظلمتِ غم تہنیت لمعہ فگن
آج ہے صرفِ ترنم بلبلِ شیریں سخن اور ہیں محوِ تبسم غنچہ ہائے یاسمن

آمدِ عید الفطر سے کھلکھلا اٹھی نسیم
برگِ گل سے کر رہی ہے شوخیاں موجِ شمیم

گلشنِ ہستی ہُوا ہے رشکِ صد نو بہار ہے ہوائے دہر عشرت آفرین و عیش یار
مخزنِ بہجت ہے قلبِ مسلمِ وحدت شعار گوشہ گوشہ بزمِ عالم کا ہے رشکِ لالہ زار

ہو گئی سیماب پا ہر دل سے اب افسردگی
چپہ چپہ سے جہاں کے مٹ گئی پژمردگی!

ہے مگر اِک نوجواں لڑکی سراپا رنج و غم عید کی خوشیاں ہیں اُسکے واسطے وجہِ اَلم
قلب وقفِ حزن و حرماں چشمِ میگوں رشکِ یم روئے پاکیزہ سراسر مظہرِ رنج و اَلم

ہے برنگِ قطرۂ سیماب یکسر اضطرار،
اور مانندِ گلِ پژمردہ دامن تار تار،

گیسوئے مشکیں ہیں دوشِ سیمگوں پر منتشر یا کہ ہے پیشِ نظر نظارہ چاکِ سحر
نالہ سوزاں زِ سینہ میکشد آں سیم بر اور بہ شکلِ اشکِ گلگوں ہے رواں خونِ جگر

ہر نفس اخگر چکاں و ہر صدا شیون طلب
زیرِ لب آہستہ گوید پیکرِ رنج و تعب

عید آئی ہے مگر غم کا مرے ساماں ہوا — یہ دلِ شوریدہ پھر وقفِ غم و حرماں ہوا
داغ تازہ ہو گئے زخمِ جگر خنداں ہوا — دل کے نامہ پر اَلم پھر زینتِ عنواں ہوا
پھر کسی کی یاد سے زخمِ جگر آلے ہوئے
پھر مرے داغ جنوں آتش کے پرکالے ہوئے

ہائے اُن کی یاد میں دل ماہیِ بے آب ہے — جوششِ گریہ سے پھر خوں دیدۂ بے خواب ہے
کاہشِ غم سے یہ زخمِ قلب لذّت یاب ہے — چار سو اپنی نظر میں سوختن کا باب ہے
محفلِ عیش و مسرت بزمِ ماتم ہو گئی!
آہ! یہ عید الفطر روزِ محرم ہو گئی!

عید آئی ہے مری سرسبزیِ غم کیلئے — ساتھ سیلِ اشک لیکر چشمِ پُرنم کیلئے
درد پہلو میں اُٹھا ہے اُن کے ماتم کیلئے! — جل رہی ہوں شمع ساں میں اپنے ہمدم کیلئے
یاد میں "اُن کی" یہ آنکھیں رودِ جیحاں ہو گئیں
دل میں خوشیاں جسقدر تھیں وقفِ حرماں ہو گئیں

آہ کیا ہو لطف اندوزِ مسرت قلبِ زار — قبل از وقت ہو گئی وقفِ خزاں جسکی بہار
چھن گیا ہے آہ جس سے اک عزیزِ جاں نثار — فرقتِ محبوب میں جو بن گیا یکسر شرار
کیا منائے عید وہ رنجور اے اہلِ شعور
ہو گیا ویران جس کا خانۂ عیش و سرور

منظرِ عبرت ہے اے خاتون یہ رنگِ جہاں — اور سبق آموز ہیں دنیا کی یہ نیرنگیاں
ہستیِ موہوم ہو جائے گی اکدن بے نشاں — جب نکل جائے گی جسمِ زار سے روحِ رواں
دیکھنا ہو جائے گا برہم نظامِ زندگی
صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا نامِ زندگی

یتیموں کی عید

یتیموں کی زبان سے

علامہ سیماب اکبرآبادی مدظلہ العالی

عید آپہونچی نشاطِ دوجہاں لیتی ہوئی
ساتھ اپنے عشرتوں کی بدلیاں لیتی ہوئی
اپنی سانسوں میں بہارِ گلستاں لیتی ہوئی
کچھ غریبوں کے دلوں میں چٹکیاں لیتی ہوئی

سال بھر پہلے جو تھی شانِ تماشا ہے وہی
ہم یتیموں کی مگر ویران دنیا ہے وہی

لوگ کہتے ہیں کہ ہیں ماں باپ اکرام خدا،
جس کے سر پر باپ ہے اُس پر انعامِ خدا
ہم نے دیکھا ہی نہیں ماں باپ کو نامِ خدا
ہم سے روٹھی ہی رہی یہ رحمتِ عامِ خدا

ہے ہمارا حال کیا کوئی سوالی ہی نہیں
آج دنیا میں ہمارا کوئی والی ہی نہیں

آپ کے بچوں نے پہنا ہے بہت اچھا لباس
ہیں پرانے اور پھٹے کپڑے بدن پر اپنے پاس
عید کے دن بھی بدستور اپنے چہرے ہیں اُداس
دل میں سو ارمان اور آنکھوں سے جاری اشکِ یاس

چاہتا ہے دل، ہمیں بیٹا بنالیتا کوئی،
باپ کی مانند سینے سے لگالیتا کوئی

آپ کے بچوں سے ہم کرتے ہیں جب کہ گفتگو!
ڈانٹتے ہیں آپ ہٹ جا کون ہے ناپاک تو
کیا کہیں ہم کون ہیں خانہ خرابِ آرزو
خستۂ لاوارثی، آوارہ گردِ چارسو!

کیا ہماری زندگی دنیا میں لاحاصل نہیں
آپکے بچوں سے ملنے کے بھی ہم قابل نہیں

آپ تو بچوں کو لے کر جارہے ہیں عیدگاہ　　اور ہم تنہا کھڑے ہیں حال ہے غم سے تباہ
موٹروں پر اور تانگوں پہ ہے حسرت سے نگاہ　　جارہے ہیں عید کے متوالے اپنی اپنی راہ

کونسا دن ہے کہ یاں ماتم نصیبوں کا نہیں
پوچھنے والا کوئی ہم غم نصیبوں کا نہیں

بے قصور اِس عالمِ فانی میں ہم ناشاد ہیں　　صدمۂ لاوارثی ہے، اس لئے برباد ہیں
عید کے دن بھی وہی آمادۂ فریاد ہیں　　اُن سے اتنی عرض ہے جو صاحبِ اولاد ہیں

سر پہ گو اماں نہیں اور پشت پر ابا نہیں
کچھ ہمارا بھی ہے اس دنیا میں حصہ یا نہیں

ہم ہیں قدرت کی طرف سے واردِ حالِ جہاں　　ہے ہمارے ہی ذریعے آپ سب کا امتحاں
امتحاں انسانیت کا دے سکو تو دو یہاں　　ورنہ ڈرنا چاہیئے قہرِ خدا سے بے گماں

کیا نہیں معلوم اُس مالک کی قوت آپکو!
ایکدم میں جس سے چاہے چھین لے ماں باپ کو

کچھ اخوت کچھ مساوات و مروت چاہیئے!　　آپ اپنا ہی ہمیں بچہ یقیں کر لیجئے!
آپ کی خدمت کرینگے ہم خلوصِ قلب سے　　عید کا دن ہے ترستے ہیں خوشی کے واسطے

آپ سے ہم کو توقع بھی ہے اور امید بھی
آپ اگر چاہیں تو ہو جائے ہماری عید بھی

عید

اثر :- خیام العصر خالق جذبات حضرت ساغر نظامی سیابی (علیگ) مدیر پیمانہ و مستقبل

اے چمکدار سحر! اے زرنگار سحر کے عشرت آگین تبسم!
کیا میں مسکرا دوں؟ کیا میں قلب کی نوخیز غنچگی کو پھولوں
کی سرسبز عمر عطا کر دوں؟ اے صبح عید کے کیف آور دہندلکے
اے افق کی میکدہ بر دوش ہلکی ہلکی سرخی! کیا میں مست
ہو جاؤں؟ اور کیا میں واقعی کھو جاؤں؟

اے جھیل کے شفاف پانی کی نغمہ ریز لہروں پر زہرہ
کی طرح رقص کرنیوالی کرنو! کیا میں آج حقیقی مسرت کا
یقین کر لوں؟ ______ اور اے کنول کے پتوں پر
ہیرے کی طرح تاباں پانی کے مرتعش قطرے! کیا سچ
مچ آج "عید" ہے؟

اے معطر اور زریں لباس میں مہکا دینے والے نوجوانو!
کیا تم واقعی آج مسرور ہو؟ اور کیا حقیقتاً تمہارے دلوں میں
مسرت کے سمندر کی فضا بوس موجیں شور افگن ہیں؟
اے نکہت سے زیادہ خوشبودار، کرنوں سے زیادہ چمکدار؛
پھولوں سے زیادہ رنگین اور قوس و قزح سے زیادہ بھینا
لباس پہنکر گھروں میں بیٹھنے والی عشرت اور مسرت کی خوش
نصیب دیویو! کیا واقعی تم مسرور ہو؟ کیا حقیقتاً تمہاری زندگی
عید کی مسرور کیفیتوں میں جھولا جھول رہی ہے۔

آج جبکہ تمہاری بہت سی بہنیں اپنے کثیف دوپٹوں میں اپنے
شفاف آنسوؤں کی نہ رکنے والی ندیوں کو پیتی ہوئی جذب
کر رہی ہیں۔ اور جن کے دلوں میں جذبات غم کا ایک اندوہناک
محشر ہے۔ جنکے سینے ایک جلا دینے والی ہوک سے لبریز ہیں
اور جن کی رگوں کا خون اس فوراً آجانیوالے خیال سے کہ
انکے اسباب مسرت قتل کر دیئے گئے اونٹ رہا ہے۔

عید! عید!

اے ناہمدرد ہستیو! عید نہیں ہے بلکہ فطرت نے آج
تمہارے لئے ایک خوبصورت لعنت کا نزول کیا ہے ایک
نہ ختم ہونیوالا غمگین وقت تمہارے اوپر برسایا ہے۔
جاگو! جاگو! چونکو! اور اپنی ہمدردی کو
جگا دو۔ ورنہ انسانیت کا انتقام شورشوں پر
ہے

صُبحِ عید

(از حضرت فرنیزی رشید بی اے اکبر آبادی)

ڈُوبتے ہوئے سُورج کی زرّین شعاعیں رنگینی کے پردہ میں ایک نیا طلسم قائم کر رہی ہیں۔ کسی حسرت زدہ کی مایوس نگاہیں بار بار بے چینی سے سورج پر پڑتی ہیں۔ ان سے ترشح ہو رہا ہے کہ غروبِ آفتاب گویا اسکی امید کے چراغ کا حسرت و مایوسی کی تاریکی میں پنہاں ہو جاتا ہے۔ آفتاب کی تیز قدمی اسکا دل بیٹھائے دیتی ہے۔ شفق کے رنگین تغیرات میں اس کو اپنے حسرت و حرمان کی آخری کشمکش نظر آ رہی ہے۔ اور پھر آفتاب غروب ہُوا ادہر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور اُس نے درد بھری آواز میں کہا۔

آہ بیکس کا کوئی بھی ساتھی نہیں۔ کیوں اے آفتاب تجھے غروب ہونے کی اس قدر کیا جلدی تھی۔ اس کے چہرہ سے اس کے انتہائے الم کا پتہ چل رہا تھا۔ کبھی کسی خیال کے آنے سے اسپر مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ مگر پھر الم حاوی نظر آتا ہے دُھند لکا بڑہتا دیکھکر اُس نے اِدہر اُدہر دیکھا۔ اس کا کلیجہ دہک سے ہو گیا۔ ذرہ ذرہ سے مسرور کُن آوازیں آ رہی تھیں مسرت کا رنگ پتہ پتہ سے جھلک رہا تھا۔ گھبرا کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ پھر ہٹا لئے۔ کئی مرتبہ آسمان کیطرف نگاہ اٹھانے کی کوشش کی مگر ہمت نہ پڑی۔ بہت جی کڑا کر کے آسمان کیطرف دیکھا۔ وہ دم بخود رہ گیا۔ بے اختیار اسکے مُنہ سے نِکلا "کیوں اے ہلال.... ہلال عید.... تُو.... تُونے بھی غریب فیروز پر رحم نہ کھایا۔ کیا تو خیال کر سکتا ہے کہ تیری.... آمد.... میرے.... لئے.... کسقدر.... آہ.... اتنا کہا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔

فیروز کی آنکھ کُھلی تو اُس نے اپنے کو ایک سبزہ زار میں پایا ہر طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا۔ بآہِ سرد اُٹھا اور ایک سمت کو چلدیا۔ کچھ دُور ایک سپید عمارت نظر پڑی جس کی چہار دیواری پر خوشنما بیلیں کا کُل پیچاں کیطرح ہوا کی موج کے ساتھ لہرا اُٹھتی تھیں۔ پھاٹک پر دو مسلح سفید پوش پہرہ دے رہے تھے۔ ڈرتے ڈرتے پھاٹک کے نزدیک پہنچا۔ پہرہ داروں کی اُسپر نگاہ پڑی۔ اس کی حالتِ زار و نزار دیکھکر اُن کے چہرہ سے غصہ ٹپکنے لگا۔ ایک نے آگے بڑھکر پوچھا۔

س۔ تم کون ہو۔ اور یہاں کیسے آئے؟

ج۔ میرا نام فیروز ہے اور میں....

فیروز کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کہے "اور میں" کے بعد خاموش ہو گیا۔ پہرہ داروں نے خاموش دیکھکر ذرا ڈانٹ کر پھر وہی سوال کیا۔ فیروز نے ڈرتے ڈرتے سارا واقعہ سنا دیا کہ کس طرح وہ وہاں آیا۔ اس پر ایک نے ترشروئی سے کہا تمہیں یہاں آنے کا کوئی حق نہ تھا۔

فیروز۔ "میں اپنے بس سے نہیں آیا"

.... "ہم کچھ نہیں جانتے۔ خیریت اسی میں ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ"

فیروز۔ اچھا تو اتنا ہی بتا دو کہ یہ کس کا محل ہے؟

(دونوں تلواریں نکالکر) تو اسطرح نہیں جائیگا۔ یہ کہکر چاہتا تھا کہ اس پر حملہ کریں۔ کہ از خود ایک کمند اُسپر گری اور دونوں بندھکر گرے پھاٹک کھلا اور مسلح سفید پوش نکلے۔ اور چھپٹ کر اسپر وار کرنا چاہتے تھے۔ کہ وہ بھی خود بخود بندھکر گرے پھاٹک بند ہو گیا۔ اور ایک غبار زمین سے اُٹھا۔ جس نے محل کو چھپا لیا۔

فیروز حیرت سے کھڑا ہوا یہ سماں دیکھ رہا تھا۔ یکایک اسکے
پہلو سے کوئی چیز اُچھلکر زمین پر گری اور انسانی شکل اختیار کی
اُس کے چہرہ پر سیاہ نقاب پڑا ہوا تھا۔ اس نے خاک کی
ایک چٹکی اٹھائی اور اس غبار پر ماری۔ خاک پڑتے ہی
غبار صاف ہو گیا۔ اور دروازے پر ہاتھ رکھا۔ دروازہ فوراً
کھل گیا۔ اس کے اندر ایک نہایت پُر فضا باغ تھا۔ جسمیں
بلبلانِ خوش نوا مست لطف بہار تھیں۔ باغ کے بیچ میں
ایک عالیشان محل تھا۔ نقاب پوش نے فیروز کا ہاتھ پکڑ کر چلنے
کا اشارہ کیا۔ دونوں باغ میں داخل ہو گئے۔ محل ہی سے
ایک نہایت ہی حسین شہزادہ جس کے حسن کی ضیا ذرہ ذرہ
کو منور کر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک نورانی خنجر تھا
جس سے اس نے فیروز پر وار کیا۔ اس کے ساتھی نے بڑی
پھرتی سے اس کو پیچھے دھکیل کر اپنا سینہ سپر کر دیا۔ خنجر اسکے
سینہ میں لگا۔ زخم سے ایک خون کا فوارہ نکلکر شہزادہ کے
منہ پر پڑا۔ اسکے ہاتھ سے خنجر چھوٹکر گر پڑا۔ اور لڑکھڑاتا ہوا
پیچھے ہٹا۔ نقاب پوش کے زخم سے خون ٹپکنا بند ہو گیا اور
اس میں سے ایک کمند نکلکر شہزادہ پر گری اور وہ اُلجھکر
گر پڑا۔ اس نے اس کو کمند میں باندھ لیا۔ اور محل کیطرف
بڑھا۔ فیروز نے جھجکتے ہوئے اُس سے پوچھا۔

"یہ جگہ کیا ہے۔ اور یہ شہزادہ کون ہے"

نقاب پوش۔ یہ نشاط محل ہے۔ اور یہ شہزادہ ہلال
ہے اور سفید پوش اس کی فوج انجم۔

فیروز۔ شہزادہ ہلال کون ہے؟

نقاب پوش۔ ملکۂ عید کا اکلوتا نور عین۔

فیروز کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھی نے کہا
"چلو محل میں چلکر ملکۂ عید کو بھی گرفتار کر لیں"

نقاب پوش۔ خود ظاہر ہو جائے گا۔

ملکۂ عید محل کے آخری حصہ میں جلوہ افروز تھی۔ اس کے
چاروں طرف حسین دوشیزاؤں کا مجمع تھا۔ بار بار مسکرا کر
اس مجمع پر نظر ڈالتی تھی۔ جس سے اسپر ایک عجیب کیف
طاری تھا۔ یکایک اس کے چہرہ پر حزن و ملال کے
آثار ہویدا ہوئے۔ محفل عیش و نشاط میں سناٹا چھا گیا
ملکۂ نے اپنی ایک سہیلی کو اشارہ سے پاس بلایا۔ اور یکایک
آہ سرد کو دباتے ہوئے کہا؛

"چور دروازہ سے نکلکر ملکۂ عیش کی خدمت میں جانا اور
کہنا غنیم نے چڑھائی کر دی۔ شہزادہ ہلال معہ فوج کے
گرفتار ہو گیا۔ میرے بھاگنے کی راہ مسدود ہو گئی ہے۔
اور بہت جلد میں بھی غنیم کے ہاتھوں میں گرفتار ہونیوالی
ہوں۔ جو آپ تدارک کر سکیں وہ کریں۔ سہیلی آداب
بجا لا کر رخصت ہوئی۔ ملکۂ عید نے ایک سنہری گیند اٹھاکر
دروازہ پر مارا جس کے پڑتے ہی ایک نورانی حجاب دروازہ
پر حائل ہو گیا۔ اور ایک مسرت کی لہر محفل میں دوڑ گئی۔
بزم نشاط پھر گرم ہو گئی۔

نقاب پوش اور فیروز جس وقت محل کے اس حصہ میں پہنچے
ایک نورانی پرتو انپر پڑا۔ نقاب پوش جھجک کر پیچھے ہٹا
وہ مسکرایا اور اُس کے ساتھ ہی ایک برق چمکی اور گہری
سیاہی پھیل گئی۔ اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔ تاریکی
اور نورانی پرتو رفع ہو گیا۔ کمرہ کا دروازہ صاف نظر آنے
لگا۔ یکایک دروازہ کھلا۔ اور ملکۂ عید انداز بے پروائی کے ساتھ مع اپنے
مصاحبوں اور سہیلیوں کے برآمد ہوئی۔ اس کے حسین چہرہ پر حزن
و ملال کے آثار ہویدا تھے۔ اس نے بڑھکر نقاب پوش سے کہا۔

"اس ظلم کا نتیجہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا"

نقاب پوش۔ یہ تو نتیجہ معلوم ہونے پر دیکھا جائیگا
تمہارا مطلب کیا ہے اور کیوں چڑھائی کی ہے؟

یہ سُنکر نقاب پوش نے تالی بجائی جس کے ساتھ ہی ملکۂ
عید اور اُسکے ساتھیوں کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔ اس نے

شہزادہ ہلال اور ملکۂ عید کو فیروز کے حوالے کیا اور کہنے لگا۔

"لو دوست میری خدمت ختم ہوئی۔ تھوڑی دیر میں حسن کی دیوی اور محبت کے دیوتا کے دربار میں تمہیں طلب کیا جائیگا۔ میں تمہیں وہیں ملونگا۔ اچھا رخصت!

فیروز۔ میرے قابل قدر محسن! کم سے کم اپنا نام ہی بتاؤ"؟

نقاب پوش میں اور تم کوئی غیر نہیں۔ میرا نام تم پر خود ظاہر ہو جائیگا۔ گھبرانا نہیں! مجھے ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا۔ یہ کہکر نقاب پوش غائب ہوگیا؛

جس وقت فیروز حسن کی دیوی کے دربار میں پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک بلند تخت پر حسن کی دیوی جلوہ افگن ہے۔ اور اس کے پہلو میں محبت کا دیوتا بیٹھا ہوا ہے۔ تخت کے چاروں طرف حسن و محبت کے پرستاروں کا مجمع ہے۔ ملکۂ عیش فریادی صورت بنائے ایک طرف کھڑی ہے۔ اس کی نگاہیں سہیلیوں پر پڑیں۔ اس نے دیکھا کہ اس کی دل و جان کی مالک ناہلہ بھی اس مجمع میں ہے۔ چاہتا تھا کہ دوڑ کر ناہلہ کے قدموں میں گر پڑے کہ کسی نے اُس کے کان میں کہا ذرا صبر۔ بنا بنایا کام بگڑ جائیگا۔ وہ رک گیا اس نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا! اسکا محسن نقاب پوش محبت کے دیوتا کے جلو میں کھڑا ہوا نظر آیا۔ اور وہ اشارہ سے اسکو روک رہا تھا۔ ملکۂ عیش کی فریاد سنکر حسن کی دیوی فیروز کیطرف مڑی اور اس سے پوچھا "تم نے ملکۂ عیش کو کیوں ستایا"؟

فیروز چپ کھڑا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ کیا کہے۔ اتنے میں نقاب پوش آگے بڑھا "معزز دیوی! اسکا جواب میں دونگا"

دیوی "تم کون"؟

"فیروز کا جزو حیات"

"یعنی، روحِ رواں"

"مگر تم اور میرے پرستاروں کے خلاف جنگ"

"مجھ پر ظلم ہوا اور میں نے مجبوری یہ سب کیا"

"وہ کیا"؟

"شہزادہ ہلال کی آمد نے نوید عید بنکر میرے سکون و اطمینان کو متزلزل کردیا"

حسن کی دیوی برہم ہوکر "یہ خود تمہارا فعل تھا۔ ملکۂ عید یا شہزادہ ہلال کا کچھ قصور نہ تھا۔ اس کی سزا یہی ہے"..... محبت کا دیوتا بات کاٹکر "معزز دیوی! میرے پرستاروں کو سزا دینے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ اگر چاہو تو یہ معاملہ سہولیت کیساتھ طے ہو جائے گا"

حسن کی دیوی "وہ کیونکر"؟

محبت کا دیوتا "اگر تم اپنی مصاحب ناہلہ فیروز کو بخش دو۔ تو نہ صرف ملکۂ عید اور شہزادہ ہلال رہا ہی ہو جائینگے۔ بلکہ فیروز انکا بڑی مسرت سے خیر مقدم کرے گا"

دیوی۔ یہ تو مجھ پر ظلم ہوگا۔ ناجائز دباؤ ڈالنا ہے تو اور بات ہے

دیوتا "اسکے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہیں"

دیوی کچھ سوچکر "اچھا مجھے منظور ہے" اس نے ناہلہ کو اشارہ سے بلایا اور فیروز سے کہا "لو ناہلہ تمہیں عطا کیگئی۔ اب تم ملکۂ عید اور شہزادہ ہلال کو چھوڑ دو"

محبت کا دیوتا مسکرایا اور فیروز اور ناہلہ دوڑ کر ایکدوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ ملکۂ عید اور شہزادہ ہلال بھی اسکے ساتھ ہی آنکھ او جھل ہوگئے

فیروز نے محسوس کیا کہ کوئی نرم نرم چیز اسکے گلے میں حائل ہے وہ چونک پڑا۔ آنکھ کھولکر کیا دیکھتا ہے کہ اسکی ننھی بچی شمیم اُسکے گلے سے لپٹی ہوئی اسکو جگا رہی ہے۔ نہ وہ نورانی دربار ہے۔ نہ وہ فضائے عیش تھوڑی دیر تک وہ خاموش پڑا رہا۔ دروازہ سے اُسکی بیوی ناہلہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ کون ناہلہ! وہی ناہلہ جو حسن کی دیوی نے اُسے بخشی تھی۔ ناہلہ بولی:-

"توبہ ہے آج کبتک سوئے۔ صبح ہوگئی میں نے تو ہمیشہ کہا کہ تین بجے تک نہ جاگا کرو۔ مگر تمہیں تو کتابیں پڑھنے کی دھت ہے۔ غسل کرو۔ شیر خرما تیار ہوگیا ہے۔ اُٹھ کے فاتحہ دو۔ ایسا نہ ہو۔ نماز عید کا وقت نکل جائے"۔

عید مبارک

علامہ ڈاکٹر سر اقبال مدظلہ العالی

اے مہِ عید بے حجاب ہے تو — حسنِ خورشید کا جواب ہے تو
اے گریبانِ جامۂ شبِ عید — شاہدِ عیش کا شباب ہے تو
اے نشانِ رکوعِ سورۂ نور — نقشۂ کلکِ انتخاب ہے تو
اے جوابِ خطِ جبینِ نیاز — طاعتِ صوم کا ثواب ہے تو
ہائے اے حلقۂ پرِ طاؤس — قابلِ ذٰلک الکتاب ہے تو
فوجِ اسلام کا نشان ہے تو — چشمِ نصرت کا انتخاب ہے تو
چشمِ طفلی نے جب تجھے دیکھا — کہہ دیا خواب کو کہ خواب ہے تو
طوفِ منزلگہِ زمیں کے لئے — ہمہ تن پائے در رکاب ہے تو
یہ ابھرتے ہی آنکھ سے چھپنا — روشنی کا مگر حباب ہے تو

تو کمندِ غزالِ شادی ہے
لذت افزائے شورِ طفلی ہے

پیامِ عید

(از نثار الملک مَیّر احدی اجمیری)

پڑھ پڑھ کے دوگانہ عید کا جب آپس میں مسلماں مِلتے ہیں
الفت کی ہوائیں چلتی ہیں، اخلاق کے غنچے کھلتے ہیں

جو عید ہماری ظاہر ہے وہ عید ہماری باطن ہو
اِس شان سے یارب دل بھی ملیں جس شان سے سینے مِلتے ہیں

بنیوں کی دکانیں کھلتی ہیں تب عید ہماری ہوتی ہے
اغیار سے قرضہ لیتے ہیں تب عید کے کپڑے سِلتے ہیں

اک حشر بپا کر رکھا ہے اغیار کی سخت کلامی نے
واں دل کے پھپھولے پھوٹتے ہیں یاں زخم جگر کے چھلتے ہیں

دُنیا میں کسی مقصد کی اشاعت ہوتے ہوتے ہوتی ہے،
محنت کے ثمر اے مَیّر بشر کو مِلتے مِلتے مِلتے ہیں!

رسمِ قربانی

(از جناب میاں محمد الدین صاحب تاثیر ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

قربانی کی رسم ہر ملک اور قوم میں پائی جاتی ہے۔ اور اسکا رواج ازمنۂ ماقبل تاریخ سے چلا آرہا ہے۔ ہر زبان میں اس کے لئے ایک مخصوص لفظ ہے جس سے اس رسم کی مقامی اہمیت کا سراغ ملتا ہے۔ معاشرت کے ارتقاء سے اسکی اصلی حیثیت بہت کچھ بدلتی رہی مگر مختلف النوع کے مقابلہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ قربانی خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔ انسان کے سنونِ پیدائش سے ہی مروج ہے۔ قربانی کی نفسیاتی وجوہ کے متعلق محققین میں بہت کچھ اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ وہ ضد ہے جو ہر نظریہ ساز سے لازم ملزوم ہے۔ ہر محقق چاہتا ہے کہ وہ قربانی کی ہر نوع کو ایک ہی قسم کے محرکاتِ نفسی کی تحت میں لا سکے۔ اور اسطرح وہ واقعات کو اپنے مطلب کے لئے مروڑ لیتا ہے۔

قربانی کے متعلق مختلف نظریے

اس مسئلہ کے متعلق سب سے پہلے ڈاکٹر ٹیلر نے تحقیق کی۔ اسکا نظریہ بہت مقبولِ عام ہے۔ یعنی یہ کہ قربانی ایک قسم کا تحفہ ہوتا ہے جو قوتِ مافوق العادت کی خدمت میں حصولِ قرب و تلطف کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تحفہ یا رشوت کا خیال ایک عالمگیر جذبہ ہے۔ اور اسکا وجود شائد ہر عبادت گذار کے ذہن میں ہو۔ مگر اسی ایک وجہ کو قربانی کا محرک قرار دینا محض ہٹ دھرمی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ٹیلر نے واقعات کی جانچ پڑتال کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اور محض منطقی صغرے کبرے مرتب کر کے ایک خوش کن نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کی ہے۔

غالباً روبئین سمتھ پہلا شخص ہے جس نے مختلف رسوم کا مطالعہ کیا۔ اور پھر استقرائی طریق سے انکو قواعد کی تحت میں منضبط کیا۔ اس نے قربانی کی تین اقسام و اغراض بتلائی ہیں

(ا) عابد اور معبود دونوں ایک ہی سنگت میں بیٹھکر ہم نوالہ ہوتے ہیں۔ گویا اس قربانی سے مقصد دونوں میں رابطۂ مودت کا بڑھانا ہے۔ ازمنۂ جاہلیت میں قربانی کی اس قسم کی ترویج ارتقائے ذہنی کا ایک مرتفع مقام ہے۔ قربانی کا گوشت معبود اور عابد دونوں کا جزو بدن ہوتا ہے۔ اور دونوں کی رگوں میں ایک ہی خون موجزن ہوتا ہے۔

(ب) قربانی کفارہ ہوتا ہے (ہر گناہ کے لئے ایک خاص قسم کا جانور قربان ہوتا تھا) اگر مجرم دور ہو یا جائے مقام سے باہر ہو تو اس کی جگہ کسی جانور کو قربان کر دیا جاتا ہے خواہشِ کفارہ فطرت انسانی کی ایک بڑی بھاری کمزوری ہے۔ جس سے عیسائیت نے بہت بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ حضرت موسیٰ نے جو گائے طلب کی تھی۔ اس کے متعلق بنی اسرائیل کے سوال و جواب اسی رسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ج) خود معبود کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ یعنی اسکا گوشت لیا جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کو الوہیت کا رتبہ دیا جاتا ہے۔ اور پھر اسے قتل کر کے احساسِ تفوق حاصل کیا جاتا ہے شیعیان کشمیر کا کسی کو امام حسین قرار دیکر تمثیلی طور پر شہید کرنا اسی رسم کی مسخ شدہ صورت ہے۔

سمتھ کے بعد فریزر نے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا۔ اور اس نے مختلف رسومِ جاہلیت کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ قربانی کا مقصد حیاتِ الوہیت کو برقرار رکھنا ہے۔ عابد یہ تصور کرتا ہے۔ کہ خدا کو جبتک تازہ بتازہ خون نہ پہنچایا جائے وہ کمزور اور مائل بہ تنزل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اُسے زندہ اور شباب پرور رکھنے کے لئے قربانی دینا لازمی ہے۔

ہر چند یہ ایک نوعِ قربانی ضرور ہے مگر فریزر کی یہ کوشش

کہ قربانی کی دوسری تمام قسمیں اسی سے ماخوذ ثابت ہوں۔ بالکل لغو ہے۔ اور یہ وہی خبط ہے۔ جو یورپ کے تمام محققین کو ہمیشہ گمراہ کرتا ہے۔

فرانس کا مشہور محقق لاماری لیئر قربانی کو ایک جادو کی قسم قرار دیتا ہے۔ قربانی کرنے سے ایک ساحرانہ قوت آزاد ہوتی ہے۔ جس سے خدا پر قبضہ ہو سکتا ہے۔ یہ نوعِ قربانی بھی ترقی یافتہ ذہن کا نتیجہ ہے۔

المانی محقق ڈاکٹر ویسٹر مارک انسانی قربانی کو بھی ایک کفارہ کی قسم قرار دیتا ہے۔ مگر یہ محض انسانی قربانی کے متعلق ہے۔ اور فریزر سمتھ کے نظریے سے مطابقت رکھتا ہے حضرت عیسیٰ کا مصلوب ہونا۔ اور دنیا بھر کے لئے کفارہ بننا اسی پرانی رسم سے ماخوذ ہے۔ اور انسانی خود غرضی کیلئے بہت دلپسند تحریک ہے۔ ایرانیوں نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت کو بھی کفارہ کے مترادف قرار دیا ہے۔

ہوبرٹ اور موشن بھی تحفے کے نظریئے کو پیش کرتے ہیں آجتک جرمن کسان غلے کے آخری خوشے کھیت ہی میں چھوڑ آتے ہیں۔ یہ غلے کے دیوتا ووڈن کے لئے تحفہ ہوتا ہے۔

قربانی کی مختلف رسوم

انسانوں اور حیوانوں دونوں کی قربانیاں ہوتی ہیں۔ یہ مسئلہ آجتک نزاع میں رہا ہے کہ دونوں میں سے کونسی قربانی پہلے رائج تھی میکسیکو میں حیوانات کی قلت کی وجہ سے انسانوں کی قربانی شروع ہو گئی تھی۔ قربانی کیلئے حیوان یا انسان کو ذبح کرنا۔ جلا دینا۔ بلندی سے گرا دینا۔ دفن کر دینا۔ صدقے میں چھوڑ دینا۔ کھال کا بتوں پر چڑھا دینا۔ خون پینا۔ غرض کئی طریقے رائج رہے ہیں۔ کسی معبد کے لئے وقف کر دینا ایک عام طریقہ ہے جس کا قرآن میں بھی ذکر ہے۔

لغت اور مصوری

اس رسم پر لغت سے بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس کے لئے عبرانی اور عربی الفاظ ایک ہی ہیں۔ ذبح کا لفظ دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔ اور اس میں مذبوح کی جان کا خاتمہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ لاطینی زبان کے الفاظ مذبوح کی تقدیس کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ فرق قدیم زمانے کی تصاویر دیکھنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

مَیں نے رومن یادگاروں کی تصاویر بکثرت دیکھی ہیں۔ ہر فتح اور خوشی کے موقع پر قربانی کی جاتی تھی۔ مصور قربانی کے جانور کو ہی تمام سین کا مرکز بناتا ہے۔ اور ذبیحہ کی تصاویر میں ایک خاص شان، ایک خاص وقار پیدا کرتا ہے۔ اہل روما کے لئے قربانی کا ہونا خوشی اور فتح کو برقرار رکھنے کیلئے لازمی تھا۔ اور یہ ذبیحہ اس رسم کی اہمیت کی وجہ سے مقدس سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں جو قربانی کے جانور کو سجایا جاتا ہے اور اسکا جلوس نکالا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی قسم کی ذہنیت کا نتیجہ ہے

مَیں نے مختصرًا ازمنۂ قدیم کی قربانیوں کے متعلق جس قدر نظریے رائج ہیں پیش کر دیئے ہیں۔ یہ انواع ممسوخ صورت میں آجتک جاری ہیں۔ اور مذہب ان ہی کی اصلاح کیلئے کوشاں رہا ہے۔

مذہب اور قربانی

مذہب میں سب سے پہلی قربانی کا ذکر مہذب انسانوں کے پہلے جوڑے کی اولاد ہابیل اور قابیل کے قصے میں آتا ہے۔ یہ قربانی خدا کے غصے کو فرو کرنے یا اس سے رشتۂ اخوت قائم کرنے یا اس پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ خود اپنے اتقا کی وجہ سے کی گئی تھی۔ انما یتقبل اللہ من المتقین یہ قربانی درحقیقت خواہشاتِ نفسانی کی قربانی کے مترادف ہے۔ اور قابیل کی قربانی اسی لئے نامقبول ہوئی۔ کہ اس کا دل خود غرضی اور حرص سے بھرا ہوا تھا۔ اور وہ قربانی محض حصول منفعت کے لئے کر رہا تھا۔ اس کے دل میں وہی جاہلیت کے خیالات تھے جن کے رو سے قربانی کا مقصد خدا کو رشوت دے کر مائل تلطف کرنا تھا۔ ہابیل کی قربانی کی یاد دلوں سے محو ہو گئی۔ اور جاہلیت کا یہ دور دورہ ہوا کہ گوسالہ پرستی شروع

ہو گئی۔ حضرت موسیٰ نے اس مذموم رسم کے دور کرنے کیلئے گائے کو ذبح کرنا ضروری قرار دیا۔

روئیٹن سمتھ کے نظریئے کی شق (ب) سے بنی اسرائیل کے سوال و جواب پر جو انہوں نے مطلوبہ گائے کے متعلق کئے کافی روشنی پڑتی ہے۔ گائے کا رنگ کیا ہو؟ قد کیا ہو قسم کیا ہو وغیرہ وغیرہ۔

انسانی اور حیوانی قربانی آہستہ آہستہ زوروں پر ہو گئی (جگن ناتھ کے مندر کے قصے سب کو معلوم ہیں) غرض لوگوں نے قربانی کی اصلی غرض وغایت کو بھلا دیا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ سے دونوں قسم کی قربانیوں کی حقیقت واضح ہو گئی۔ انسان کا اپنے عزیز بیٹے کو حکم خداوندی پر قربان کر دینے کے لئے آمادہ ہو جانا۔ اور خدا کا اس فعل کو روک دینا ایثار کی اصلی روح کو زندہ کرنا ہے۔ اور اس سے ظالمانہ قربانیوں کا سدباب ہوتا ہے۔ حیوان کی قربانی گویا اس رسم کو دُور کرنے کے لئے ہے۔ جو میکسیکو کے وحشی قبائل میں میں ابتک جاری ہے۔ اس بنجر ملک میں جہاں زراعت کی ضرورت ہے اور حیوانات کی قلت ہے۔ وہاں دیوتاؤں کے آگے حیوان کی جگہ انسان کو پیش کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ جب عرفات کے پاس پہنچے۔ تو پیچھے مُڑ کر مکہ پر ایک حسرت بھری نظر ڈالی۔ اور دعا کی۔ یہ دعا خاص معانی رکھتی ہے۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ .... رَبَّنَا .... ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ

اے پروردگار (یہاں رب کا لفظ خاص شان رکھتا ہے) مَیں نے اپنی کچھ اولاد اس ناقابل زراعت بیابان میں بسائی ہے۔ اے رب ان کو پیداوار سے روزی دے۔ تاکہ وہ شکر کریں۔"

یہودیوں کا اونٹ کو حرام قرار دینا۔ اور غالباً عربوں کا لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اسی اقتصادی وبا کی وجہ سے تھا

اسلام اور قربانی

اسلام کی ایک خصوصیت اسے جملہ مذاہب سے ممتاز کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ یہ مذہب فطرت کے مطابق ہے اسلئے یہ بد رسموں کا فوری سدباب اسطرح کرتا ہے کہ طبیعت بغاوت کئے بغیر خود بخود اصلاح کی طرف راجع ہو جاتی ہے۔ مروی ہے کہ ایک پرانا بدور راہزن آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ یا حضرت ڈاکے ڈال ڈال میری فطرت مسخ ہو چکی ہے۔ مجھے اسلام سے کیا فائدہ ہوگا۔ آنحضرتؐ کو اُن پر فطرت کی سب پیچیدگیاں واضح تھیں۔ فرمانے لگے کہ اعمال کا انحصار نیت پر ہے۔ اور تم جو پہلے شاہراہِ فطرت اللہ پر ڈاکہ ڈالتے تھے۔ اب خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ اور دشمنانِ دین الہٰی کو راہِ راست پر لاؤ۔

اسلام ہمیشہ اسی اصول پر کاربند رہا ہے۔ غلامی ہی کو لیجئے۔ اسلام نے اس کو مطلق حرام قرار نہیں دیا۔ مگر غلاموں کے ساتھ برتاؤ کے متعلق اور ان کی آزادی کے مواقع کے متعلق ایسے احکام نافذ کر دیئے کہ یورپ جس نے غلامی کو لفظاً تو مطلق ممنوع قرار دیدیا ہے۔ مگر کالے گورے کی تمیز کو غلام اور آقا کی تمیز سے بھی زیادہ شدید کر دیا۔ اور حیران ہے کہ اسلامی ممالک میں غلامی بالکل مفقود ہے۔ اور لونڈی غلام مسلمانوں کے حاکم رہے ہیں۔ ہندوستان میں خاندانِ غلامان کا وجود اسلام کی صداقت کا ایک نہایت ناقابل تردید ثبوت ہے!

سرمایہ داری ایک اور ایسی ہی لعنت ہے۔ جو فطرتِ انسانی کا ایک جزو بنگئی ہے۔ اسلام نے روسیوں کیطرح ایسے جابرانہ احکام جاری نہیں کئے۔ جو قدرتی طور پر ردِ عمل کے اصول سے کھوکھلے اور کمزور ہو رہے ہیں۔ مگر اس نے تقسیم دولت کے ایسے قوانین بنا دیئے کہ ان کے تتبع سے غربت مطلقاً مفقود ہو سکتی ہے۔ زکوٰۃ۔ وراثت خیرات۔ خرابہ وغیرہ کے قوانین سرمایہ کے ایک جگہ پر اکٹھا ہو جانے کو محال کر دیتے ہیں۔ چنانچہ خلفائے راشدین کے

عہد میں غریب ایک نامعلوم شئے ہوگئی۔ آج روس اس بات پر نازاں ہے کہ وہاں کے باشندوں کی کفیل سلطنت ہے اور اسلام آج سے تیرہ سو سال پہلے اس تجویز کو عملی صورت دیچکا ہے خلفاء کا وظائف مقرر کرنا اسی قبیل سے تھا۔ نکاح اور زنا ہی کی تفریق کو لیجئے۔ ہندو زنا کی کثرت سے تنگ آکر دوسری انتہا کو پہونچ گئے۔ اور انہوں نے شادی کو ایک رکن مذہبی قرار دیا۔ جو ناقابل تنسیخ ہے۔ یہی حال عیسائیوں کا تھا مگر یہ ایک غیر فطرتی طریقے تھے۔ اور ان سے جو نقائص پیدا ہوئے وہ سب پر واضح ہیں۔ اسلام نے نکاح کو ایک قانونی عہد و پیمان قرار دیدیا۔ اور طلاق اور خلع کو ممکن الحصول کردیا۔ اسیطرح کثرت ازدواج کو بھی حلال ٹھیرایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی ممالک میں حدِ شرعی کی سختی کو کم کردینے کے باوجود زنا دوسرے ممالک کی نسبت کم پایا جاتا ہے۔

اسیطرح اسلام نے قربانی کی رسم کو قائم رکھتے ہوئے اسے ایک ایسی صورت دیدی کہ وہی رسم جو دنیا کے مذموم ترین رسموں میں تھی۔ اسلام میں آکر ایک منفعت رساں شعار بنگئی۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوی منکم ۔ اس آیت کو پڑھکر سائیکلو پیڈیا اف ریلیجنز اینڈ ایتھکز" کا مصنف اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیا۔ کہ اسلامی قربانی محض ایک ذاتی فعل ہے۔ جو نہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کفارہ پرستی۔ نہ قدیم آریاؤں کی گئو ہتیا کے وحشیانہ جشنوں اور نہ جاپانیوں کی اجداد پرستی کے مشابہ ہے

دین ابراہیم علیہ السلام

(حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی)

اے کہ پرسی دین ابراہیم چیست — دینِ او از غیرِ حق بیگانگیست

عشقِ مرداں ماسوا اندیش نیست — اعتبارِ او زخونِ میش نیست

عشق چوں از خویش گردد باخبر — "می نہد ساطور بر حلق پسر"

از مقامِ گفتگو دور است عشق — تا بگفتار است مستور است عشق

کارش از کردار گردد بے حجاب

کارکن تا یار گردد بے حجاب

قربانی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا (ابن ماجہ ومسند ابن حنبلؒ)

ترجمہ:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو جو استطاعت رکھکر قربانی نہ کرے۔ وہ ہماری صف میں نہ آئے"!

ناظرین! ہم آپکو قربانی کے متعلق ایک دلچسپ مضمون سنانا چاہتے ہیں۔ اور قربانی کے متعلق بعض ضروری اور خاص امور پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں قربانی اسلام پاک میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان مبارک سے ہے کہ:۔

(۱) جو شخص باوجود مقدرت قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(۲) ایک روز ایک صحابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قربانی کیا چیز ہے؟ آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ پھر اس نے دوبارہ عرض کیا" یا رسول اللہ ہمارے واسطے اس میں کیا منفعت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جتنے بال قربانی کے جسم پر ہوتے ہیں۔ اتنی ہی نیکیاں قربانی کرنیوالے کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں (مسند امام احمد وابن ماجہ)

(۳) حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور ابو سعید خدری اور عمران بن حصین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ کہ اول قطرۂ خون جو قربانی سے زمین پر گرتا ہے اس کی وجہ سے جو گناہ بندے نے کیا ہے وہ بخشا جاتا ہے اور قیامت کے دن قربانی کا چمڑا اور گوشت نیکی کے پلہ میں رکھا جائیگا۔ اس کا وزن ستر حصہ نیکیوں کو بڑھائیگا۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کرامت خاص اہل بیت کے واسطے ہے یا سب مسلمانوں کیلئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نعمت میں سب مسلمان شریک ہیں۔ (ترغیب حمیدیہ)

(۴) حضرت ام المومنین عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضور انور صلعم نے فرمایا" کہ ابن آدم نے نحر کے دن خون کے جاری کرنے سے بہتر کوئی عمل اللہ کے نزدیک محبوب ہو نہیں کیا۔ اور تحقیق ذبح کیا ہوا جانور قیامت کے دن مع اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے آئیگا۔ (یعنی پلصراط پر سواری بنے گا) اور بیشک اسکا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہو جاتا ہے۔ پس اس سے دل خوش کرو" (ترمذی وابن ماجہ)

اس حدیث شریف سے خاص طور پر یہ ثابت ہوا کہ عید الاضحےٰ کے دن افضل عبادت خون بہانا ہے۔ یعنی قربانی کرنا ہے اور وہ قربانی قیامت کے روز بلا کم و کاست جیسی دنیا میں تھی بعینہٖ موجود ہوگی تاکہ اس کے ہر ہر عضو کے بدلے میں اجر حاصل ہو اور پلصراط پر سواری بن سکے!

قربانی پر اعتراضات

بعض لوگ قربانی کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کہا کرتے ہیں۔ کہ" جانوروں کا خون بہانے سے کیا فائدہ۔ یہ تو بڑا بے رحمی کا کام ہے۔ اس کی بجائے اگر کوئی اور چیز صدقہ کر دی جائے تو بہت بہتر ہو" علیٰ ہذا القیاس اس قسم کی کئی باتیں کہی جاتی ہیں۔ جو محض لاعلمی یا تعصب مذہبی کا نتیجہ ہیں۔ ایسے لوگوں نے آجتک اس مسئلہ پر غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی ہم چاہتے ہیں کہ آج اس پر بھی کچھ روشنی ڈالدیں۔ تاکہ عوام وخواص کو قربانی کی حقیقت معلوم ہو جائے

قربانی ہر قوم میں رائج تھی

قربانی ایک ایسی چیز ہے۔ کہ ہر زمانہ میں اور ہر قوم اور ہر ملک میں اسکا وجود ثابت ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برطانیکا جلد ۲۱ نمبر

صفحہ ۱۳۔ اور انسائیکلو پیڈیا ببلیکا جلد ۴ صفحہ ۴۲۰۸ تا ۴۲۲۰ میں ہے: ایران، ہندوستان، روم، یونان، روم، عرب، افریقہ، قدیم امریکہ، اور روما میں قربانی کا عام رواج تھا۔ اور رضاء الٰہی کفارۂ معاصی، ازالۂ غضب اصنام کے لئے، نیز غریب کی عزت دُور کرنے، شاعر کی قوت بڑھانے اور بیمار کی شفا کے واسطے ہوا کرتی تھیں۔

یہودیوں کی قربانیاں

عبرانیوں میں شکریہ، کفارہ اور حمد الٰہی کیلئے لڑکے کے تولد ختنہ شادی اور مہمان کے آنے، فتحمندی، زمین کے جوتنے۔ کنوئیں کی بناء، بنیاد عمارت، باہمی معاہدہ، مردہ کی سالانہ رسم تکار کے بعد۔ اور جب کسی کا جانور پہلا بچہ دے تو قربانی ہوا کرتی تھی۔ تورنت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آغاز دنیا سے یہ رسم جاری ہے۔ ہر قوم میں اس کا نیا نیا انداز ہے۔ اور نئی نئی صورت ہے۔ یہودی اپنے گناہوں کے کفارہ کیلئے قربانی کیا کرتے تھے۔ اور پھر اسے وہ آگ میں جلا دیتے تھے۔ گناہوں کے کفارہ کے لئے قربانی کیا کرتے تھے۔ اور پھر وہ اُسے آگ میں جلا دیتے تھے۔ گناہوں کے کفارے کیلئے قربانی کرنے کا غلو اس قدر بڑھا کہ عام طور پر لوگوں کو یہ یقین ہونے لگا۔ کہ آسمان سے ایک بے دھوئیں کی آگ اترتی ہے۔ اور مقبول قربانی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے بعض پیغمبروں کو ایسا بھی پیش آیا۔ کہ انہوں نے خدا کی نیاز کی۔ آسمان سے آگ آئی۔ اور نیاز کو جلا گئی جس سے اُن لوگوں نے سمجھ لیا کہ نیاز قبول ہو گئی۔ بابلی لوگ قیدیوں میں سے ایک انسان کی قربانی کرتے تھے۔ اور افریقہ میں حسین آدمی کی قربانی ہوتی تھی۔ بابلیوں میں ہرن کی قربانی، اور عبرانیوں میں بادشاہ اہل رعایا کی طرف سے شاہی قربانی کے لئے چھ چھیلے اور ایک دُنبہ ضروری تھا۔ سوختنی قربانی بھی اگنی دیوتا (آگ یا آگ کے فرشتہ) کے لئے دی جاتی تھی۔ اور اس کو ہولی کہتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے جب ہیکل تیار کی، تو قربانیوں کی نوبت لاکھوں تک پہونچی۔ مسیحی دین میں قربانی کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور تمام انبیائے بنی اسرائیل قربانی کے مؤید رہے ہیں۔ لیکن نصرانیوں کو چونکہ یہودیوں سے سخت دشمنی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس قدیم رسم کو مٹا دیا۔ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے صلیب پانے پر قربانی کو ترک کر دیا۔ پہلے تو مسیحی باوجود پال کے انکار کے قربانیاں کرتے رہے۔ جب دنیا طلبی غالب ہو گئی۔ تو قربانیوں کا روپیہ قربانیوں کے قائم مقام ہو گیا۔ اور اسی بہانہ سے اصل قربانی موقوف ہو گئی۔ تاہم برائے نام یا حقیقتاً اب بھی مسیح کا لہو گوشت عشاء ربانی میں کھایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ خیال کہ ایک جان کے مارنے سے انسان گناہ سے بچ جاتا ہے۔ نصرانی اپنے دل سے دُور نہ کر سکے۔ کیونکہ انکا خیال ہے کہ ہمارے گناہوں کے کفارہ میں حضرت یسوع نے (جو خدا کا اکلوتا بیٹا تھا) صلیب پر جان دیدی۔ جسطرح یہودی یہ سمجھتے تھے۔ کہ خواہ ہم کیسا ہی گناہ کریں۔ ایک بھیڑ یا بکری کو ذبح کر کے جلا دینا اس گناہ کو مٹا دیگا۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ حضرت مسیح کا صلیب پانا ہمارے گناہوں کے کفارہ کا باعث ہو گیا۔ روما میں سور کی اور یونان میں شراب کی قربانی کا بھی معمول تھا۔ میکسیکو کے تین منزلہ مندر میں سبز پتھر پر قربانی ہوتی تھی۔ ڈاہومی میں بادشاہ کی وفات پر دو ہزار آدمیوں کی قربانی ہوتی تھی۔ یہ تو ان قوموں کا حال تھا۔ جو اپنے آپ کو آسمانی کتب و صحائف کا پیرو خیال کرتے تھے۔ مشرکین کا حال ان سے بھی بدتر تھا۔ وہ لوگ اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے پتھروں کے بتوں، تصویروں، درختوں، اور فرضی شیطانوں پر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ یہ بت اور درخت اور شیطان اس جانور کا خون پی کے خوش ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ خوش ہو جائیں گے۔ تو ہم پر نظر عنایت رکھیں گے۔

عرب کے مشرکین کا دستور تھا کہ وہ اللہ کے سوا اپنے بتوں اور خیالی معبودوں، وہمی شفیعوں کے نام پر قربانی کیا کرتے تھے۔ یہ دستور اب تک ہندوؤں میں رائج ہے اور دیبی کی بھینٹ دی پرانا دستور

ہندو مذہب میں قربانی

ہندوستان میں بھی تمام قوموں میں قربانیاں ہوتی تھیں :
ہندوستان میں منوجی مہاراج بڑے رشی اور قابل عزت آدمی ہیں ۔
منوسمرتی آپکی بہت مشہور اور مستند مذہبی اور قانونی کتاب ہے
اسمیں انہوں نے گوشت خوری اور قربانی کے احکام درج کئے ہیں
جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندوؤں میں قربانی اور گوشت خوری
کی رسم عام تھی ۔

چنانچہ منوجی فرماتے ہیں :-

(۱) حلال جانوروں کے کھانے سے کھانے والوں کو کوئی
گناہ نہیں ۔ (ادھیائے ۵ اشلوک ۲۸)

(۲) قربانی کیلئے ہرن اور پرند مارنا چاہئے ۔ اگلے زمانہ میں
اکت رشی نے ایسا ہی کیا ہے ۔ (منو ادھیائے ۵ اشلوک ۲۲)

(۳) اگلے زمانہ میں رشیوں نے قربانی کے لئے ہرن اور پرند
کو مارا ہے ۔ (ایضاً اشلوک ۲۳)

(۴) ایشور نے جانوروں کی قربانی کے لئے پیدا کیا ہے ۔ یہ
قتل قتل نہیں کہلاتا ۔ (ایضاً اشلوک ۲۹)

(۵) جانور پرند قربانی کئے جانے سے دوسرے جنم میں اعلےٰ
درجے پاتے ہیں (ایضاً اشلوک ۴۰)

(۶) جو ہنسا اس دنیا میں وید کے حکم کے موافق ہے ۔ اسکو ہنسا
یعنی جان کشی نہ جاننا چاہئے ۔ کیونکہ وید ہی سے دھرم نکلا ہے ۔

مندرجہ بالا اشلوکوں سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ اگر غذا حاصل
کرنے کیلئے اور مناسب طریق سے کھانے کیواسطے یا قربانی کے
لئے جانور ذبح کئے جائیں ۔ تو نہ کوئی گناہ ہے نہ پاپ ہے ۔ نہ
وید دروہ کے مخالف ۔ البتہ محض کھیل تماشہ کی نیت سے بطور
لہو ولعب جیسے بعض شکاری لوگ جانوروں کو مارتے ہیں ۔ و
نیز حرام جانوروں کا مارنا منع ہے ۔ اور پاپ ہے ۔ اس کی تشریح
بھی خود منوجی نے کردی ہے ۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں :-

(۱) پروکش نام سنسکار سے جو مانس (گوشت) بنتا ہے
اور یگیہ (قربانی) ہون کرنے سے جو مانس بچا ہے ۔ ان دونو
طرح کے مانس کو بھوجن کرنا (کھانا) چاہئے ۔ اور جب برہمنوں کو
مانس کھانے کی اچھا (خواہش) ہو تب شاستر کی بدہ (موافق)
بھوجن کریں ۔ اور جبکہ بھوک سے جان جاتی ہو ۔ اس وقت بھی
مانس بھوجن کریں ۔ (منو ادھیائے ۵ اشلوک ۲۷)

(۲) دنیا میں ساکن اور متحرک جس قدر اشیا ہیں سب جان
کی غذا ہیں ۔ اس بات کو شری برہماجی (ایشور یعنی خدا) نے
کہا ہے ۔ (ایضاً اشلوک ۲۸)

(۳) کھانے کے لائق جانور کھانے سے کھانیوالے کو دوش
(گناہ) نہیں ہوتا ۔ کیونکہ کھانے کے لائق جانور کو برہماجی (ایشور)
ہی نے پیدا کیا ہے (ایضاً اشلوک ۳۰)

اسی قسم کے کئی اشلوک منوسمرتی میں ملتے ہیں ہم نے
اس موقعہ پر اس بحث کو صرف اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ ثابت
ہوجائے کہ قربانی کی رسم ہندوستان میں قدیم سے چلی آتی ہے
اور ابتک اس کے آثار موجود ہیں ۔ بلکہ ابتدائی ایام میں تو انسانی
قربانی کا بھی رواج تھا ۔ کاشی جی (بنارس) میں وہ مقام موجود
ہے ۔ اور اب ان دونو مقامات میں انگریزی عملداری کے اثر
کی وجہ سے امن ہے ۔ البتہ جے پور میں ہر روز ایک بکرے
کی قربانی ہوتی ہے ۔

ہندو راجوں مہاراجوں کی بیماریوں میں صدہا جانوروں
کی قربانیاں کی جاتی تھیں ۔ پرانے راجوں مہاراجوں کی قربانیاں
آجکل کے ناٹکوں اور اندر سبھاؤں کے تماشوں میں مذہبی رنگ
میں دکھائی جاتی ہیں ۔ بلکہ بچوں کی قربانی اور اسپر والدین کا
منگل گانا ہزاروں آدمیوں کی آنکھوں کے سامنے کا نظارہ
ہے ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان قدیم میں قربانی
کی رسم بہت عام تھی ۔ اور نہ صرف جانوروں کی قربانی کی رسم
تھی ۔ بلکہ بچوں اور نوجوانوں اور عام آدمیوں کی قربانی بھی
ہوتی تھی ۔ اور اس قربانی کے مختلف مقاصد و مطالب تھے ۔

اقوام ثلثہ کی قربانی پر نظر

یہودی تو یہ سمجھتے تھے کہ قربانی ہمارے گناہوں کے مٹانے کا ذریعہ

ہے۔ ان کا یہ یقین تھا کہ خواہ ہم کیسے ہی گناہ کریں ایک
بھیڑ یا بکری کو ذبح کرکے جلا دینا اس گناہ کو مٹا دیتا ہے
اور عیسائیوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ حضرت یسوع کا مصلوب
ہونا ہمارے گناہوں کے کفارے کا باعث ہوگیا۔ اس کے
قریب قریب ہندوؤں کا بھی یہی خیال تھا۔ اور ساتھ ہی
وہ یہ بھی سمجھتے تھے۔ کہ قربانی کا خون پی کے ہمارے یہ بت
اور درخت اور شیطان خوش ہوجائیں گے۔ اور ہم پر کرپا
(مہربانی) کرتے رہیں گے۔ یہ اخلاقی کمزوری ان تینوں
بڑی اقوام میں موجود تھی۔ اگرچہ تینوں گروہوں کے اصولی
قربانی علیحدہ علیحدہ تھے۔ مگر نتیجہ سب کا ایک ہی نکلتا تھا۔

مقدس دین اسلام چونکہ اس قسم کی کمزوریوں سے بالکل
پاک تھا۔ اس لئے ان تینوں قوموں کی اس غلطی کو آشکارا کیا
اور خدا کی مقدس کتاب (قرآن مجید) نے اس بات کا فیصلہ
فرمادیا کہ:۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ
التقوٰی منکم۔ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور
نہ ان کے خون۔ بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔
یعنی کسی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہونچتا۔ وہاں تو دلوں
کی صفائی اور قلبی طہارت کی قدر ہے۔

صاحبو! چونکہ قربانی میں خدائے تعالیٰ کیلئے مال خرچ کرنا
پڑتا ہے۔ اسلئے وہ ایک قسم کی عبادت قرار دیگئی۔ کیونکہ اس سے
خدائے تعالیٰ کی طرف رغبت صحیح طور سے معلوم ہوتی ہے؛
اسلام پاک میں قربانی صرف یہی ہے، کہ اس نے ایک جانور
کا گوشت کھانا جائز قرار دیا۔ مگر چونکہ وہ خالق زمین وزمان
سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے یہ حکم دیا کہ جانور کو ذبح کرتے
وقت اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ تاکہ وہ باطل عقائد جو یہودیوں
اور نصرانیوں اور دیگر مشرک اقوام کے ہیں مٹ جائیں۔

ایک عقلمند اور صحیح الفطرت انسان جب قربانی کی اصلیت
پر غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جانور کے ذبح کرنے
کی نسبت تینوں قوموں کے عقائد نے کیسی خطرناک صورت اختیار
کرلی ہے۔ اور اسلام پاک نے ایک سادہ قربانی کا حکم دیکے
کیونکر ان کے ناپاک خیالات کی بنیاد کو ڈھا دیا ہے۔ ایک صحیح
الفطرت انسان اس راز کو سمجھ سکتا ہے۔

دیکھو عیسائی ابتک سخت دھوکے میں ہیں؛ جسے وہ قربانی
کہتے ہیں۔ اور جو طرز انہوں نے یہودیوں سے اڑائی تھی حضرت
یسوع پر اس قربانی کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام ان کے خیال کے مطابق صلیب پر جان دے کے
پھر زندہ ہوگئے تھے۔ قربانی کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ
زندہ نہو۔ جب زندہ ہوگئی تو پھر وہ قربانی کہاں رہی؟ یہودی
تو اپنے گناہوں پر ایک بے زبان جانور کو مار کے قربان کردیتے
تھے۔ مگر عیسائیوں نے اپنے خداوند کے صلیب پانے سے
فائدہ اٹھا کے قیامت تک اپنے گناہوں سے سبکدوشی
حاصل کرلی۔ یہی خیالات افریقہ کے بادیہ گردوں کو مدت دراز
تک رہے ہیں۔

ایک شائستہ اور تعلیمیافتہ آدمی خیال کرسکتا ہے کہ ایک
نوجوان شخص مظلومانہ اور بیرحمانہ حالت میں جبراً قتل کرڈالا
گیا۔ اور اس کے معتقد بجائے رنج اور افسوس کرنے کے الٹے
اس دردانگیز موت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ یہ کیسا عقیدہ
ہے۔ اس زمانہ کے متمدن یورپ نے ان خیالات کو رد کردیا ہے
مگر دیسی کرسٹان ابتک اس لکیر کے فقیر بنے چلے جاتے ہیں اور
یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص کی بے بسانہ موت ہماری نجات
کا باعث ہوگئی۔ العیاذ باللہ

الغرض یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات کا دارومدار
بالکل جانور یا انسان کے گلا کٹنے پر ہے۔ ایک یہودی یہ
سمجھتا ہے کہ میں تمام عمر گناہ کرتا ہوں۔ اور جب گناہوں کا
بوجھ ہلکا کرنے یا اپنے اوپر سے ٹالنا چاہونگا۔ تو فوراً
ایک بھیڑ کو ذبح کرکے آگ میں ڈالدونگا۔ اور عیسائی کا یہ
خیال ہے کہ یسوع ناصری کو جو نہایت بے بسانہ حالتیں

زبردستی یہودیوں نے صلیب دیدیا۔ بس کُل "خداوند" پکارنے والوں کی نجات ہوگئی۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ ہے اہل کتاب کا مذہب اور یہی اس کے اصول جن مسیحی مؤرخوں نے یہ لکھا کہ اسلام نے قربانی کی رسم یہودیوں سے سیکھی بڑی غلطی کی۔ کیونکہ یہودیوں اور مسلمانوں کی قربانی کی نوعیت میں بڑا فرق ہے۔ جس کو ہم نے بیان کردیا ہے۔

اسلام میں قربانی کی نوعیت

اب ہم اسلامی قربانی کی نوعیت کو بیان کرتے ہیں حضرات چونکہ مقدس دین اسلام بالکل مطابق قانون قدرت و موافق قواعد فطرت ہے۔ اس لئے پہلے کائنات عالم پر نگاہ ڈالئے۔ آپکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ تمام چیزوں میں قربانی پائی جاتی ہے۔ اور قربانی ہی سے تمام دنیا و مافیہا کی نشو و نما اور تربیت جسمانی و روحانی برقرار ہے۔ گویا قربانی ہی پر تمام عالم کے کاروبار کا دار و مدار ہے۔ آکسیجن ہر متنفس میں انسانی آرام کے لئے قربان ہوتی ہے۔ کاربن درختوں کے لئے قربان ہوتی ہے۔ کروڑوں من لکڑی اور کوئلہ آگ کی نذر ادر اسٹیمروں ریلوں اور ورکشاپوں پر قربان ہوتا ہے۔ تب انسان کے لئے راحت و آسائش میسر ہوتا ہے۔

ہزاروں لاکھوں درختوں کی قربانی مکانوں کے لئے کی جاتی ہے۔ اَن گنت بے شمار جھاڑ اور پودے روزانہ حیوانات کی خاطر کاٹ دیجاتی ہیں۔ اسی طرح باقی نباتاتی اور جمادی چیزوں کا حال ہے۔

اس سے آگے جب ہم ذرا نظر کو اور دَوڑاتے ہیں۔ تو ہم کو حیوانی قربانی کا سلسلہ بھی وسیع نظر آتا ہے۔ انسان کا جب کوئی عضو سڑ جاتا ہے۔ تو ہزاروں جانیں ایک جان کی خاطر ہلاک کی جاتی ہیں۔ جب کہیں مریض کو راحت ہوتی ہے۔ بڑے بڑے مدعیانِ رحم جب کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ان کی عملی حالت بتلا دیتی ہے۔ کہ انسان اپنی ضرورت اور آرام کے لئے کتنی جانوں کو قربان کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ کسی بڑے ہی رحیم و کریم آدمی کے کسی عضو میں جب کیڑے پڑ جاتے ہیں تو صرف اس عضو کو بچانے کی خاطر کتنی جانوں کا نقصان کرنا گوارا کیا جاتا ہے۔

جب ہم اور ضروریات انسانی پر غور کرتے ہیں تو قربانی کا سلسلہ اور بھی وسیع نظر آتا ہے۔ سیاستِ بدن میں ادنیٰ آدمی اعلیٰ کے لئے ہمیشہ قربان ہوتا ہے۔ سفر مینا اور ادنیٰ سپاہی پہلے مارے جاتے ہیں۔ پھر ادنےٰ افسر اور اسی طرح درجہ بدرجہ۔

شہد کی خاطر کس قدر غریب مکھیوں کی خانہ ویرانی کیجاتی ہے۔ مشک کے لئے کتنے کستوری کے ہرن قربان ہوتے ہیں اور دُودھ اور گھی کے لئے جانوروں کے بچّوں کو کیونکر دُودھ سے روکا جاتا ہے۔ اسی قانون قدرت کے مطابق اسلام پاک نے قربانی کی اجازت دی۔ اور خدا کی مقدس کتاب قرآن مجید نے حکم دیا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے پروردگار کی نماز پڑھو۔ اور اسی کے نام کی قربانی دو۔

پہلے نماز کا حکم دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ قربانی پر نماز کو مقدم کیا کرو۔ اور اگر کوئی جانور ذبح کیا جائے تو اسی کے نام پر ذبح کیا جائے جس کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور باقی وہ جانور جو دوسری طرح سے ذبح کئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہیں۔

حضرات قرآن کریم میں سوائے اسکے قربانی کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ یہ ہرگز نہیں سمجھا دیا گیا کہ قربانی چھوٹے بڑے تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔ یا یہ کہ اس سے انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کے قرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ البتہ حدیثوں میں گناہوں کی معافی کی بشارت موجود ہے مگر اسکا مقصد صرف یہ ہے کہ بندہ قربانی سے خدا تعالیٰ سے خلوص کو جو اس کے دل میں ہوتا ہے ظاہر کرتا ہے اور اپنے مال سے ایک رقم صرف کر کے جانور کو ذبح کرتا ہے

فقراء و مساکین اور عزیز و اقارب کو گوشت کھلاتا ہے۔ یہ ایک قابل اجر و ثواب عمل ٹھیرتا ہے جس کی وجہ سے خدائے تعالے اپنے بندے پر مہربان ہوتا ہے۔ اور اس کے نامۂ اعمال میں نیکی اور ثواب لکھواتا ہے۔ اور بندے کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے۔ یہی حالت اعمال حسنہ نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام کی ہے کہ ان سے بھی بندے کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا ہے اور ان کے گناہوں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

عیدین میں مکلف پر کئی چیزیں واجب ہیں

حضرات عید کے روز اگرچہ خون بہانا سب عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے مگر خدائے پاک کے مقدس ارشاد سے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ قربانی کا اصل مقصد تقوےٰ ہے جو تمام عبادتوں کی جان ہے۔ تقوےٰ ہی تمام اعمال کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ متقی لوگ ہی ہدایت یافتہ اور جنت کے وارث ہیں۔ متقیوں ہی کو اعمال کا اجر غیر ممنون ملنے والا ہے۔ اور متقی کوئی شخص نہیں بن سکتا۔ جبتک تمام منہیات شرعیہ سے نہ بچے۔ اور تمام احکام الٰہی کو دل وجان سے بجا نہ لائے۔ اگر آدمی کو تقوےٰ ہی حاصل نہ ہو تو خون بہانا اور گوشت خیرات کرنا اسلام پاک کی نگاہ میں کوئی زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

یہی وجہ ہے کہ عید میں مکلف پر کئی چیزیں واجب ہیں۔

اوّل معاصی کا ترک کرنا، اسلئے کہ گناہ کرنا اگرچہ ہر وقت بُرا ہے لیکن بعض اوقات اس وقت کی شرافت کے سبب قباحت میں بہت زیادہ اور جرم میں سخت ہوتا ہے۔ لہٰذا اسکا ترک کرنا لازم و واجب ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

ان عدۃ الشھور عند اللّٰہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللّٰہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذٰلک الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم

اللہ کے نزدیک مہینوں کا شمار بارہ ہے کتاب اللہ میں جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہی پکا اور سیدھا دین ہے پس مہینوں میں اپنے اوپر ظلم مت کرو۔

وہ چار مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ ان مہینوں کی حرمت یہی ہے کہ ان میں کوئی بُرا اور گناہ کا کام نہ کیا جائے۔ کیونکہ جس طرح ان میں نیک عملوں کا ثواب زیادہ ہے۔ گناہوں کا عذاب و عقاب بھی سخت اور زیادہ ہے۔

صاحبو! اسلام پاک یہ سکھاتا ہے کہ آدمی ان اوقات کی تعظیم کرے۔ اور وہ تعظیم صرف نیک اعمال کی کثرت ہے۔ اور جو شخص اس سے عاجز ہو۔ تو کم سے کم اس کی تعظیمی حالت یہ ہو کہ ان وقتوں میں ان چیزوں سے بچے جو اسپر حرام اور اس کے لئے مکروہ ہیں۔ اور دیگر جملہ ممنوعات کو ترک کر دے اور اپنی نماز و قربانی کو خالصًا لوجہ اللہ بنا دے، اور اسی کا ہو رہے۔ اور اس کے ماسوا سے مُنہ موڑ لے۔ ایام عیدین اور ان کی راتوں میں جو لوگ لہو و لعب اور ناٹکوں اور تماشا گاہوں وغیرہ میں جاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے گناہوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ وہ خوب سوچیں، اور ان سے تائب ہو جائیں۔

حضرات! اب ہم قربانی کی اصلیت اور اسکے اقسام کا فلسفہ بتاتے ہیں۔ اور اس میں جو جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ ان کی تشریح و توضیح کرتے ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ التقوٰی منکم (پ ۱۷ ع ۱۵)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کو (تمہاری قربانیوں) کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کو تمہاری طرف سے تقوےٰ پہنچتا ہے"

اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسلام پاک میں قربانی ایک خاص فضیلت اور خصوصیت رکھتی ہے۔ قربانی کی تائید میں جس قدر احادیث اور دیگر مضامین آپ نے سُن لئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قابل لحاظ وہ حدیث ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک موجود ہے کہ من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا۔ ابن ماجہ و مسند ابن حنبلؒ

جو شخص باوجود مقدرت کے قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

قربانی کی تاکید کی وجہ

اس قدر تاکید شدید کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک وقت ایک عبادت کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک وہ عبادت مقرر ہے جس کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ادا کیا تھا۔ ان ایام میں اگر کوئی اور عبادت اس سے افضل ہوتی۔ تو آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو کیوں فدیہ دیتے۔ اسی بنا پر اکثر علماء کی رائے ہے۔ کہ اس دن خون گرانا ہی ضروری ہے۔ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنے سے وہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔

ذبح کرنا ہی افضل عبادت ہے

چنانچہ صاحب خلاصہ نے لکھا ہے کہ دس درہم کو قربانی خریدنا اور ذبح کرنا ہزار درہم کے تصدق کر دینے سے بہتر ہے۔ کیونکہ جو قرب الٰہی خون بہانے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ خیرات کرنے سے نہیں ہوتا۔

صاحبو! یہ فتوائے بالکل درست اور بجا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس دن خون بہانا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا مندرجہ عنوان ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہونچتا لیکن اس کو تقویٰ تمہاری طرف سے پہنچتا ہے۔ ضرور قابل لحاظ ہے جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ صرف خون بہانا اور گوشت کا کھلانا معتبر نہیں ہے۔ بلکہ اعتبار تقویٰ کا حاصل کرنا ہے۔ جو تمام عبادات کے مقبول ہونے کی شرط ہے۔

چنانچہ خدائے پاک کی مقدس کتاب اس کی شہادت بدیں الفاظ دیتی ہے۔ کہ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ "اللہ صرف تقویٰ والوں ہی سے (قربانی) قبول کرتا ہے۔" اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ تقویٰ بدوں تمام منہیات سے باز رہنے اور تمام احکام کے بجالانے کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور جب یہ حاصل نہ ہوا تو خون بہانا اور گوشت خیرات کرنا ان کے کچھ کام نہ آئیگا۔

صاحبو! اس آیت شریف نے قربانی کی حقیقت واضح کردی اور بتا دیا کہ وہ صرف ایثار نفس و فدویت جان و روح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اس کا گوشت یا خون خدا تک نہیں پہنچتا۔ خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے۔

اسلامی قربانی کی حقیقت

حضرات! انبیاء علیہم السلام قوموں کے مصلح ہو کر آتے ہیں۔ وہ رسومات سابقہ کا استیصال کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان میں جو رسم محض غلطی اور توہم پر مبنی ہو۔ اس کو تو باطل کر دیتے ہیں اور جس رسم کی اصل صحیح ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی کچھ غلطی لگی ہو۔ اس میں صرف غلطی کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ باستثنائے اہل فلسطین قدیم کنعانیوں میں انسانی قربانیوں کا رواج تھا۔ (جناب) ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے رویا کے مطابق جب بجائے لڑکے کے مینڈھا ذبح فرمایا۔ تو اس طریق سے انسانی قربانی کا ازالہ فرما کر حیوانی قربانی اس کے قائم مقام کردی۔

صاحبو! حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے جذبات رحمت ماسوائے اللہ کی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے جان و نفس کی جو قربانی کی۔ اسی کی یادگار اسلامی قربانی ہے فی الحقیقت یہی فدیہ "ذبح عظیم" تھا۔ جیسا کہ خدائے پاک کی کتاب (قرآن مجید) میں ہے:۔

فلما اسلما وتله للجبين وناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا انا كذلك نجزي المحسنين ان هذا لهو البلاء المبين وفديناه بذبح عظيم

(پ ۲۳ صفّٰت ۶ ع)

اور جب دونو (باپ اور بیٹے) تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور حضرت ابراہیم نے جوش قربانی میں اپنے محبوب فرزند کو ماتھے

کے بل پچھاڑا۔ تاکہ راہِ حق میں ذبح کر ڈالیں۔ تو اس وقت ہم
نے پکارا کہ اے ابراہیم بس کرو! بلاشبہ تم نے اپنے رویائے
صادقہ کو پورا کر دکھایا۔ ہم اسی طرح اربابِ حق و احسان کو انکی
جاں فروشیوں اور قربانیوں کا صلہ دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم
نے اس طرح یہ قربانی قبول کر لی۔ کہ اس کے فدیہ میں ایک
بہت ہی عظیم الشان اور دائمی قربانی قرار دی۔ تاکہ یہ پاک یادگار
دنیا میں قائم و دائم رہے۔

صاحبو! خدا کی قائم کی ہوئی یادگاریں کاغذوں اینٹ اور
پتھروں کی دیواروں اور خالی زبانوں کی روایتوں میں باقی نہیں
رکھی جاتی ہیں۔ یہ انسانوں کے کام ہیں! وہ اپنے جس بندے
کو بقائے دوام کیلئے چن لیتا ہے۔ اس کی یادگار کو مجمع انسانیت
کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور نوع بشری اس کی حامل بن جاتی ہے
پس نہ تو وہ مٹ سکتی ہے اور نہ کوئی اسے مٹا سکتا ہے۔ آج
بھی کروڑوں انسان کرۂ ارض پر موجود ہیں۔ جو اس اسوۂ ابراہیمی
کی یادگار مناتے ہیں اور ہر سال زندہ رکھتے ہیں۔ یہ خدا کی مشیت
اور اس کی مرضی ہے کہ ابتک اسوۂ ابراہیمی کی یہ یادگار قائم
رکھی گئی اور لاکھوں انسانوں کا اسوۂ ابراہیمی کا پیکر بنا گیا جو
اسلام کے تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی زندہ ہے۔ اور
ہمیشہ زندہ رہیگی!

حضرات یہ قربانی جس کا خون ہر سال میدان منا میں جوش
زن ہوتا ہے۔ اور یہ ذبح عظیم جس کی ہر مسلمان شوق و ذوق
سے طیاری کرتا ہے۔ فی الحقیقت اسلام کی حقیقت اعلیٰ کی
ایک تمثیل ہے جس کے پردے میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان
باللہ کا دار و مدار قربانی پر ہے۔ اور جبتک یہ مقام حاصل نہ
ہو۔ اس وقت تک کوئی ہستی مومن و مسلم نہیں ہو سکتی۔

قربانی کے اقسام اور اسکی مصلحتیں

ممنوع قربانیاں

مقدس دین اسلام چونکہ اقوام عالم کے اعمال و عقاید کی
اصلاح کے لئے ہے۔ اس لئے اس نے بعض قربانیوں کو قطعاً
حرام اور نیست و نابود کر دیا ہے۔

پہلی قسم قربانی

اول وہ قربانی جس میں بت پرستی اور شرک ہو۔ کیونکہ مبتلائے
شرک انسان بحیثیت مشرک ہونے کے حقیقی اسباب کو ترک کر کے
اپنی دیوی دیوتا سے کامیابی کا امیدوار ہوتا ہے۔ اس لئے
حقیقی کامیابی سے محروم رہتا ہے۔ اور دوسرے ان مشرکوں
اور پجاریوں کو اپنی اپنی دوکان گرم کرنے کے لئے صدہا جھوٹے
قصے بنانے پڑتے ہیں پس جو جانور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور
کے نام پر قربان کیا جائے۔ اس کی حرمت معنوی ہے۔ اور
فرضی نہ کہ ذاتی۔ یعنے جانور ہر چند حلال وطیب بالذات ہو۔
لیکن جب ماسوی اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ حرام ہو گیا۔
کیونکہ قربانی جیسا فعل غیر اللہ کے نام پر یا اسکا تقرب حاصل
کرنے کیلئے کرنا گویا غیر کو خدا کا شریک و سہیم بنانا اور اسے
خدا کا رتبہ دینا ہے۔ چونکہ ایسا کرنے سے توحید کو جو اصل دین
ہے سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ لہذا اس توحید کی حامی شریعت
نے ایسی تمام قربانیوں کو باطل کر دیا۔ اور محرمات میں اسکو رکھدیا
اور خدا کی مقدس کتاب نے پکار کر فرما دیا۔

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما
اھل بہ لغیر اللہ (پ ۶ مائدہ ۱)

مرا ہوا (جانور) اور لہو اور سور کا گوشت اور جو (جانور) خدا
کے سوا کسی اور کا نام لیکر ذبح کیا گیا ہو۔ تم پر حرام کیا گیا!

اور سچ یہ ہے کہ ایسے جانور کی حرمت باقی ان سب
چیزوں کی حرمت سے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہیں زیادہ
سخت ہے۔ اس لئے کہ ان سے صرف جسمانی ضرر متصور ہے
اور غیر اللہ کے لئے قربانی کرنے سے اور اس کے کھانے
سے یقیناً دین میں خلل آتا ہے!

دوسری قربانی

دوم اسلام پاک نے ان تمام قربانیوں سے روک دیا جو

ذبح کے بعد آگ کی نذر کردیجاتی ہیں۔ یعنی سوختنی قربانیاں جس میں وہ ہر چیز داخل ہے جو آگ میں ڈالکر تباہ کی جاتی ہے۔ اسی قربانی کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت شریفہ میں موجود ہے

الذین قالوا ان اللہ عھد الینا ان لا نؤمن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینٰت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صٰدقین ؕ

(ترجمہ) وہ جنہوں نے کہا کہ ہم رسولؐ کی بات نہیں مانینگے جبتک کوئی پیغمبر ہم کو نذر و نیاز کا (یہ معجزہ) نہ دکھائے کہ خدا کی درگاہ میں نذر و نیاز کرے۔ اور اس کو آسمان سے آگ (آکر) چٹ کر جائے۔ (تبتک ہم اسپر ایمان نہ لائیں گے) (اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے کہو کہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر تمہارے پاس کھلی کھلی نشانیاں لائے اور جس نشانی کی اب تم فرمائش کرتے ہو (وہ بھی لائے) تو اگر (تم اپنے دعوے میں) سچے ہو تو پھر تم نے ان کو کس لئے قتل کیا؟

تیسری قربانی

اسلام نے وہ تمام قربانیاں موقوف کردیں جن سے عوام الناس کے اس خیال کی تائید ہوتی تھی۔ کہ اس سے اُن کے گناہ، بدکاریاں اور نافرمانیاں معاف ہوجاتی ہیں۔ اور وہ قربانی کرنیوالے کے تمام پچھلے اور اگلے گناہوں کا کفارہ بنجاتی ہیں! اور جو یہودیوں اور نصرانیوں میں متوقع ہیں۔ اسی قسم کی قربانی نے ان اقوام کو دلیر اور بے باک کردیا ہے۔ وہ عقل اور علم کے برخلاف بڑے بڑے گناہ کرتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ گناہ کی معافی کو قربانی سے کیا واسطہ ہے!

جائز قربانیاں

حضرات! آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ قربانی کی رسم تمام دنیا کے مذاہب اور جملہ اقوام و ملل میں قدیم سے چلی آتی ہے۔ اس میں یہودی، نصرانی، ہندو اور مسلمان سب برابر ہیں۔ آپ یہ بھی سُن چکے ہیں کہ اسلام جیسے کامل و اکمل اور سچی توحید مذہب نے قربانی میں کیا اصلاح کی اور کن قربانیوں سے رد کا ہے؟ اب ہم آپکو یہ سنانا چاہتے ہیں کہ اس دین کامل نے کن قربانیوں کو جائز رکھا ہے۔ سب سے پہلے اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ لفظ قربانی کی تشریح کردیں۔ تاکہ آئندہ مضمون کا لطف دوبالا ہونے کے علاوہ قربانی کا مطلب و مفہوم ذہن نشین ہوجائے۔

لفظ قربانی کے معنی

لغت عرب میں قربانی کے معنے یہ لکھے ہیں۔ القربان بالضم ما قرب الی اللہ وما تقربت بہ۔ قربان بالضم جو اللہ کے ساتھ نزدیک کرے۔ اور قربان وہ ہے جس کے ذریعہ تُو اللہ کے نزدیک ہو!

پس قربان کے معنے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں اپنے آپ کو محو کردینا۔ اور اس ذریعہ سے اپنے آپکو اس کے نزدیک کردینا اور اُس کے خاص بندوں میں شامل ہوجانا۔

پہلی قربانی

اوّل قربانی جس کو اسلام پاک نے جائز قرار دیا ہے وہ نفسانی قربانی ہے اور وہ مقامِ عبودیت یا فنا فی اللہ کا مرتبہ ہے جس کی نسبت کاملین کا بیان ہے کہ یہ قربانی خدائے پاک کو بہت مقبول و محبوب ہے۔ اسی قربانی کا ذکر اس حدیث قدسی میں موجود ہے۔

مایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتّٰی احببتہٗ فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہٖ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا (بخاری)

میرا بندہ نفلوں کے ذریعہ میرے قریب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے پیار کرتا ہوں۔ جب میں اسے پیار کرتا ہوں تو اُس کے کان بنجاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اور آنکھ بنجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے

اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے؟

اور درحقیقت جب کوئی انسان ایسا ہوتا ہے کہ نہ اسکو کسی کے ساتھ مخلوق میں سے ذاتی بغض و عناد ہوتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ ذاتی محبت اور تعلق، اس کی محبت خلق سے ہوتی ہے۔ مگر لِلّٰہ و باللہ و فی اللہ ہوتی ہے۔ اور اس کو بغض بھی ہوتا ہے۔ مگر للہ و باللہ و فی اللہ۔ وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس لئے کھاتا ہے کہ اُس کے خالق نے کلوا (کھاؤ) کا حکم دیا ہے۔ وہ اسلئے پیتا ہے۔ کہ اس کے پیدا کرنے والے نے واشربوا (پیو) ارشاد فرمایا ہے۔ وہ اپنی بی بی سے محبت اس لئے کرتا ہے کہ خداوند حقیقی نے حکم دیا ہے کہ اپنی بیویوں سے عاشروھن بالمعروف اچھی طرح سلوک کرو۔

غرض مال اور اولاد اور دیگر اعزہ و اقارب سے اس کی محبت صرف اسی بنا پر ہوتی ہے کہ اس کے مولا کا حکم ہے۔ جب وہ اپنے آپکو اس درجہ پر پہنچا دیتا ہے تو تمام اخلاقی رذائل اس کے وجود سے نکل جاتے ہیں؛ وہ شہوت، غضب، طمع، حرص، جزع فزع، عجز، کسل، بے استقلالی کینہ، حسد، تکبر وغیرہ رذائل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے وہ انعامات کے وقت اگر شکر کرتا ہے، تو ارشاد الٰہی سے اگر مصائب پر صبر کرتا ہے تو رضاء الٰہی کے واسطے، وہ اپنے اور دوسروں کے معاصی پر اس لئے ناراض ہوتا ہے کہ اس کا مولا ان باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ مشرکوں، بے ایمانوں شریروں پر تلوار اٹھاتا ہے۔ مگر الٰہی ہتھیار بنکر یہی انسانی قربانی ہے۔ جس کی نسبت خدا کی مقدس کتاب ان الفاظ میں شہادت دیتی ہے کہ:۔

اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین (پ ۶ مائدہ ع ۵)

جب دونوں ہابیل و قابیل نے (خدا کی جناب میں) نیاز چڑھائیں۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی۔ اور دوسرے کی رد ہوئی تو (وہ مارے حسد کے بھائی سے) کہنے لگا۔ کہ میں تجھ کو ضرور قتل کر کے رہونگا۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ تو صرف پرہیزگاروں کی قربانی کرتا ہے۔

دوسری قربانی

مقدس دین اسلام نے ایک اور انسانی قربانی بھی جائز رکھی ہے۔ اور وہ ملک و قوم کی فلاح و حفاظت کے لئے جوانان قوم اور دلیران ملک کی قربانی ہے۔ یہ قربانی بھی ایسی قربانی ہے کہ تمام اقوام و ملل و جملہ ادیان و مذاہب کے نزدیک بڑی قابل قدر اور قیمتی ہے۔ ہر قوم و ملک کو اس قربانی کی ضرورت رہتی ہے جس قوم میں یہ قربانی موجود نہ ہو۔ وہ قوم کبھی دوسری اقوام کے پنجۂ غلامی سے رہائی نہیں پا سکتی۔ اور نہ کبھی ترقی کر سکتی۔ اور قوموں میں تو یہ قربانی ملک گیری اور بیجا لوٹ مار اور ظلم و ستم کے لئے جائز سمجھی جاتی ہے۔ مگر مقدس دین اسلام نے اس قربانی کو صرف دفاعی جنگوں میں منحصر اور محدود کر دیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جب مذہبی تعصبات سے مخالفین مسلمانوں کو قتل کریں۔ اور اسلام کے مٹانے کی تدبیریں کرنے لگیں۔ تو اسوقت انکو بھی اجازت ہے۔ کہ وہ انکا مقابلہ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو ان کے حملہ سے بچائیں۔ جیسا کہ خدا کی مقدس کتاب میں ہے

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر (پ ۱۷ حج ع ۱۳)

جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں۔ اب ان کو بھی ان کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شک و شبہ نہیں۔ کہ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ کیونکہ وہ مظلوم لوگ ہیں۔ خدا مظلوموں کی مدد کیا کرتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی بدیں الفاظ موجود ہے

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا

ان اللہ لا یحب المعتدین ، (پ بقرہ ع ۲۴)

اور جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے (یعنی دین کی حمایت میں سے ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا۔ اللہ کسی طرح زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ بھی ارشاد باری ہے کہ :۔

وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ ۔ (پ ۲ بقرہ ع ۲۴)

"اور یہانتک ان سے لڑو کہ (ملک میں) فساد باقی نہ رہے اور ایک خدا کا حکم چلے"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے جانشین اول نے اس اجازت اور لڑائی کے یہ معنے لئے ہیں کہ لڑکے عورتیں، بوڑہے، فقیر اور تمام صلح جو نہ قتل کئے جائیں اور نہ دشمنوں کے کھیتوں کو تباہ کیا جائے ؛

صاحبو ! نام پاک تو دنیا میں صلح و امن کا پیغام تھا۔ مگر دشمنوں نے جہالت اور تعصب مذہبی کی وجہ سے غریب مسلمانوں پر دین اسلام کے مٹانے کے لئے تلوار اٹھائی۔ اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ تو ابتداءً اسلام پاک نے بڑی فراخ حوصلگی سے مسلمانوں کو بغاوت و مقابلہ سے روک دیا۔ کہ غدر نہ کرو۔ بلکہ اس ملک سے ہجرت کر جاؤ۔ جہاں تکلیف ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے وطن مکہ مکرمہ کو چھوڑ دیا جب دشمنوں کو اس سے بھی تسکین نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے تعاقب کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور مسلمانوں کے جان و مال خطرے میں آ گئے تو اسلام نے تلوار اٹھائی اور دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر اسلام کا بول بالا کر دکھلایا۔

غرض یہ قربانی بھی ملک و قوم کی حفاظت کیلئے ضروری ہے جیسا کہ اس موجودہ جنگ یورپ میں ہزاروں لاکھوں جوان اپنی اپنی قوم اور ملک پر جانیں قربان کر گئے اور کر رہے ہیں

تیسری قربانی

یہی جانوروں کی قربانی ہے۔ جو حج کے ایام میں مسلمانوں پر واجب کیگئی ہے۔ اس قربانی میں کئی مصلحتیں ہیں۔

پہلی مصلحت

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے یہ قربانی حضرت خلیل اللہ اور اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اس محبت و فدویت کی سچی قربانی کی یادگار ہے۔ جو ان دونوں نے شوق جانثاری میں کر دکھلائی۔ اور جس کا بیان خدا کی مقدس کتاب کی اس آیت میں ہے :

قال یا بنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ ۔ قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین ۔ (پ ۲۳ صفت ع ۳)

تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جیسے تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم بھی تو اپنی جگہ غور کہ تمہاری کیا رائے ہے ! بیٹے نے کہا کہ ابا جان جو آپکو حکم ہوا ہے (بلے تامل اس کی تعمیل کیجئے۔ انشاءاللہ آپ مجھکو بھی صابر ہی پائیں گے۔ اس کے بعد جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے :

دوسری مصلحت

اس قربانی میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اسلام پاک مشرکوں اور بت پرستوں کو دکھانا چاہتا ہے کہ تمہارے معبود ان باطل کی قربانیاں سب باطل ہیں۔ ان کی ذرہ برابر ضرورت نہیں۔ خدا کے پرستار اور اس کے سچے خالص بندے کا فرض ہے۔ کہ اس کے سب کام الٰہی رضامندی کیلئے ہوں۔ اور اس کا کوئی کام، کوئی حرکت، کوئی سکون، ایسا نہ ہو جو محض اسی کے لئے نہ ہو۔ نماز ہو تو اسی کی۔ قربانی ہو تو اسی کے نام کی، ذبح ہو تو اسی کے نام پر۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے۔

قل ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ولاشریک لہ وبذلک امرت و

انا اول المسلمین (پ ۸ انعام ع۲)

اے نبی کریم فرما دیجئے۔ کہ میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اسکا شریک نہیں۔ اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے۔ اور میں اس کے فرمانبرداروں میں اول درجہ کا فرمانبردار ہوں؛

حضرات گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے سب کو دکھا دیا۔ کہ ایسے پروردگار کے مقابلہ میں کسی دوسری دیوی دیوتا کی قربانیوں کی کیا ضرورت ہے اگر یہ ضروری ہیں تو دیکھو میں جانوروں کو ذبح کرتا ہوں مگر پھر بھی ان دیوی دیوتا کی نذر و نیاز میں نہیں چڑھاتا اور نہ ان کے نام سے ذبح کرتا ہوں۔ اور نہ میں آگے میں ان کو ڈالتا ہوں۔ مگر میرا ذرا نقصان نہیں ہوتا۔ اگر کوئی دیوی دیوتا خونخوار ہے اس میں کسی کو نفع و ضرر پہنچانے کی قوت ہے تو چاہیئے کہ میرا کوئی بال تو بیکا کر کے دکھلائے۔ اور ان کو ضرور ایسا کرنا چاہیئے۔ اور مجھے ضرر پہنچانا چاہیئے۔ کیونکہ میں ان معبودان باطل کے نام کی قربانی نہیں کرتا۔ جب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو ان کی یہ قربانیاں بھی لغو اور بیکار ہیں۔

تیسری مصلحت

اس قربانی میں ایک مصلحت یہ ہے کہ آدمی میں بہادری اور جائز انتقام کا مادہ موجود رہتا ہے۔ جو انسان کبھی کسی جانور کو ذبح ہوتے نہ دیکھے۔ یا اپنے ہاتھ سے اسکو ذبح نہ کرے۔ تو دشمن کے سامنے ضرورت کے موقعہ پر بھی اس سے کچھ نہیں بن سکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کو زندگی میں دشمنوں سے کئی طرح کے مقابلے پیش آتے رہتے ہیں۔ ہزار رحم مجسم آدمی دنیا میں امن و حفاظت سے نہ اپنی زندگی گذار سکتا ہے اور نہ دوسروں کیلئے

اس مصیبت میں کچھ کام دے سکتا ہے۔

چوتھی مصلحت

اس قربانی میں ایک یہ بھی مصلحت ہے کہ آدمی ضرور اپنے دل میں خیال کرتا اور سمجھ لیتا ہے کہ اسی طرح جب ہمارا بھی حقیقی طور پر موت کا وقت آ جائے گا۔ تو ہزار ہاتھ پاؤں ماریں گے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ قربانی کے اس نظارے سے آدمی ضرور اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ مجھے کامل فرمانبرداری اپنے مولا کی کرنی چاہیئے۔

پانچویں مصلحت

اس قربانی سے ایک یہ سبق بھی ملتا ہے۔ کہ جب ذیحیں اور ان کے متوسط افراد اعلیٰ انسانوں کے لئے کٹوائے جاتے ہیں۔ تو ہم اگر بیماریوں کے لئے فدیہ (ذبح) کریں تو ضرور فائدہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ بیماروں کی جان کے بدلے جانوروں کی قربانی کرنے سے اکثر بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔ اگر مریض کی موت کا مقررہ وقت نہ آ چکا ہو۔ تو یہ علاج بہت مجرب ہے؛

حضرات اس طرح کے اور بہت سے فائدے اور مصلحتیں قربانی میں موجود ہیں۔ چونکہ مضمون طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کر کے دعا کی جاتی ہے۔ کہ وہ پاک ارحم الراحمین ہم مسلمانوں کو سچی قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہماری جان اور مال اور املاک سب اس کی پاک راہ میں قربان ہو جائے آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولٰنا محمد وعلی آلہ و اصحٰبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

ذبح عظیم

پسرِ خلیل کی سیکھ ادا جو ہے ذبح کرنے کی آرزو
کہ چھری رُکے تو رُکے مگر نہ سر کٹنے پائے ترا گلا

(مولانا ظفر علی صاحب مدیر زمیندار)

ستارے آج بھی چمکتے ہیں، چاند آج بھی روشن ہے۔ سورج آج بھی کائنات میں اپنے جلوے بکھیر رہا ہے لیکن انکی تابانی اور لمعانی اور درخشانی نے انسان کو جو سبق آج سے چار ہزار سال پہلے دیا وہ اُسی میمنت اندوز عہد کی ادب آموز اولیت کا حصہ تھا!

وادیٔ معرفت کا پہلا مسافر حقیقت کی تلاش کر رہا تھا۔ اور اندھیرے میں بھٹکتا پھرتا تھا۔ دفعتاً آسمان پر ایک تابناک ستارہ طلوع ہُوا۔ وہ سمجھا کہ یہی وہ گم گشتہ حقیقت ہے، جس کی مجھے جستجو تھی۔ ستارہ کو ڈوبنا تھا۔ جلد ہی ڈوب گیا اور اُسے پہلے کی طرح حیران و سرگردان چھوڑتا گیا۔ کچھ دیر بعد ماہ نیم ماہ نے افق کے دریچے سے اپنا نورانی سر باہر نکالا۔ اس کے قرص کی کلانی نیز اس کے جرم کی درخشانی دیکھ کر مسافر نے خیال کیا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ اور شاہدِ مقصود آخر ہاتھ آگیا۔ یہ دوسرا دھوکا تھا تیسرا اور سب سے آخری فریب نظر ابھی باقی تھا جس کے بعد تمام پردے اس جادہ پیمائے سرمنزلِ عرفان کی نگاہ سے اُٹھ جانے والے تھے۔ اپنے وقت مقررہ پر چاند کا بھی وہی حشر ہُوا جو ستارہ کا ہُوا تھا اور آفتاب نے اپنی صبح گاہی ضیاباریوں سے سارے عالم کو مطلع الانوار بنا دیا۔ لیکن جب یہ چراغ گیتی افروز بھی دیکھتے دیکھتے گُل ہو گیا تو حقیقت یکایک بے نقاب ہو گئی۔ مسافر "لا احب الآفلین" کا جبروتی نعرہ مار کر سجدہ میں گر پڑا۔ اور عالمِ محویت میں یہ کبھی نہ فراموش ہونے والے کلمات اُس کی زبان پر جاری ہو گئے۔ کہ میرا پروردگار وہی ہو سکتا ہے۔ جس نے مہر و ماہ، ثوابت و سیار، شجر و حجر، حیوان و انسان، فرش و عرش سب کو پیدا کیا۔ میرا سر اُسی آن دیکھیے اور آن بوجھے کی کبریائی کے آگے جھکا ہُوا ہے اور ہمیشہ جھکا رہیگا۔ حق وُہی ہے اور باقی سب ہیچ۔

اس رہ نوردِ جادۂ حقیقت کے دل میں سارے جہان کا درد تھا۔ وہ تمام گم کردہ راہوں کو وہی سیدھا رستہ دکھانا چاہتا تھا جو اسکی خداداد بصیرت اُسے دکھا چکی تھی، رہنمائی کا یہ کام اُس نے خود اپنے گھر سے شروع کیا۔ اور موحدانہ صاف گوئی نے اُس کی بلائیں لیں:

اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع
ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا یا ابت
انی قد جاءنی من العلم ما لم یاتک
فاتبعنی اھدک صراطاً سویا۔

جب اس نے اپنے باپ سے کہا کہ بابا جان آخر ان بتوں کو آپ کیوں پوج رہے ہیں۔ جو نہ کان رکھتے ہیں کہ سُنیں۔ نہ آنکھ رکھتے ہیں کہ دیکھیں اور نہ کچھ بھی مقدرت رکھتے ہیں کہ آپ کے کسی کام آ سکیں۔ آئیے میرا کہا مانیے اور جو رستہ میں دکھاؤں۔ اس پر چلیے کیونکہ

خدائے قدوس نے مجھے وہ باتیں بتائی ہیں
جنکا آپکو مطلق علم نہیں"!

توحید کے اس جلیل الشان فرزند کا نام ابراہیم آذر ہے لیکن خدائے بزرگ و برتر اُسے ازراہِ محبت اپنا خلیل کہکر پکارتا ہے۔ اس محبت کی ابتدا اُس وقت سے ہوئی تھی جب ابراہیم نے دنیا جہان کی مخالفت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تیشہ ہاتھ میں لیکر سارے بتوں کی گردنیں قلم کردی تھیں اور اپنے آقا کا نام پہلی مرتبہ عرب میں اُچھالا تھا۔ اور جب بت شکنی کی علت میں جو آج کی طرح اُن دنوں بھی وقت کا سب سے بڑا جرم سمجھی جاتی تھی۔ وہ آگ کے ایک دہکتے ہوئے الاؤ میں جھونک دیا گیا۔ تو اسی محبت کے اعجاز نے آگ کے انگاروں کو گلزار بنادیا تھا۔ لیکن خلیل اللّٰہی کی پرشکوہ مسند پر بٹھانے سے پہلے یہ سرمدی محبت ابراہیم کو ایک اور جلدی آزمائش میں ڈالنے والی تھی جس کے سامنے نارِ نمرود کے التہاب کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ ایما ہوا کہ اگر دعویٰ عشق میں سچے ہو تو اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ہمارے نام اپنے ہاتھ سے قربان کردو۔ اس کے لئے جو اسلمت لرب العٰلمین پیکر تسلیم و رضا بن چکا تھا۔ اس ارشاد کا فوری امتثال کتنی بڑی بات تھی۔ خنجر ہاتھ میں لیا۔ اور جگر گوشہ کو پچھاڑ کر اُس کے سینے پر سوار ہوگیا۔ امتحان اب پورا ہوچکا تھا۔ فرشتوں نے آسمان سے اُتر کر جھٹ کلائی دبوچ لی۔ خنجر سر سے بلند ہوکر جہاں پہونچا تھا وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اور فرمانبردار باپ کے فرمانبردار بیٹے کا شوقِ شہادت پورا نہ ہونے پایا۔ یہ بھی عشق اور عاشقی کی گھاتیں ہیں ؎

طغیانِ ناز ہیں کہ جگر گوشہ خلیل
تیغش بسر رسید و شہیدش نمی کنند

خدا کے نام پہ قربان ہوجانے کی اس بے تابانہ آرزو میں قوموں کی حیات ابدی کا راز چھپا ہوا تھا۔ ارحم الراحمین کی رحمت نہائی چاہتی تھی کہ یہ راز عالم آشکار ہو۔ اسی لئے اس رسم کی بنا کرنیوالے کو اس نے "ذبح عظیم" کا فدیہ دیکر چھڑالیا!

بارگاہ ایزدی میں باپ بیٹوں کو اب وہ تقرب حاصل ہوچکا تھا کہ کوئی انعام ایسا نہ تھا جس کی وہ تمنا کریں اور انہیں دیا نہ جائے۔ کوئی ایسی دعا نہ تھی جو وہ مانگیں اور قبول نہ ہو۔ لیکن دونوں کی اداشناسی ملاحظہ ہو کہ آرزو بھی کی تو ایسی جو خدا کی آرزو تھی۔

ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذريتنا
امة مسلمة لك وارنا مناسكنا وتب علينا
انت التواب الرحيم ۞ ربنا وابعث فيهم
رسولا منهم يتلوا عليهم اياتك ويعلمهم
الكتب والحكمة ويزكيهم انك انت
العزيز الحكيم ۞

اے ہمارے پروردگار ہمکو اس بات کی توفیق عطا فرما کہ ہمارا سر تیری ہی چوکھٹ پر جھکا رہے۔ اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم کو پیدا کر جس کا شیوہ تیری فرمانبرداری ہو۔ ہم کو ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہماری لغزشوں کو معاف کر۔ اس لئے کہ رحم کرنا اور خطاؤں کو بخش دینا تیرا شعار خاص ہے۔ اور ہاں اے ہمارے پروردگار! ہماری اسی نسل کے لوگوں میں ایک پیغمبر اٹھا جو انہیں تیری آیتیں پڑھکر سنائے اور تیری آسمانی کتاب کی تعلیم دینے کے ساتھ انکو عقل و حکمت کا درس دے۔ اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو ہر شے پر غالب اور بہت بڑا حکمت والا ہے"!

اجابت اس تاریخی دعا کی پیشوائی کے لئے عرش اعظم کی

ڈیوڑھی پر مدتوں پہلے سے کھڑی تھی۔ اور کاتبِ تقدیر الست والے روز ہی ابراہیمیوں کے لئے یہ بشارت حوالۂ قلم کر چکا تھا کہ

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ؁

اے زمین اور آسمان کے بسنے والو! تمہارا پروردگار وہی تو ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ایک ایسی جاہل قوم میں جو الف کے نام ب بھی نہیں جانتی۔ ایک نبی پیدا کیا۔ جو انہیں اس کے احکام پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کے باطن کی اصلاح کرتا ہے؛ انہیں صحیفۂ آسمانی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور انہیں عقل و دانش کے نکتے سکھاتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے اور اس نبی کا یہ فیضان صرف اپنی ہی قوم تک محدود نہیں بلکہ اس سے تمام وُہ قومیں یکساں بہرہ ور ہیں جو آگے چلکر اس قوم سے آملیں۔"

اس بشارت عظمیٰ کا جیتا جاگتا اثر اپنی ساعتِ موقت پر نمودار ہوا۔ اور دونوں جہانوں کی رحمتیں اپنے جلو میں لیکر نمودار ہوا۔ محمد مصطفیٰ بآبائنا ہو وامہاتنا اپنے جدِّ امجد کا نام روشن کرنے اور ان کی روایات میں چار چاند لگانے کے لئے انسانیت کبریٰ کی نورانی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔

ابراہیم خلیل اللہی اور اسماعیل ذبیح اللہی نے التجا کی تھی کہ صرف ان کی ذریت ہی دنیا میں سربلند اور عقبیٰ میں سرخرو ہو۔ محمد کی رحمۃ للعالمینی نے اس ذریت کا حلقہ یہاں تک وسیع کر دیا کہ شمال و جنوب، مشرق و مغرب۔ اسود و ابیض۔ اصفر و احمر سب اس میں شامل کر لئے گئے۔

اسلام آیا اور اس شان سے آیا کہ کفر کی گردن ہمیشہ کے لئے نیچی ہو گئی۔ شاہ و گدا کا فرق اٹھ گیا۔ اونچ نیچ کی تمیز جاتی رہی۔ کالے گورے کا امتیاز تقویم پارینہ ہو گیا۔ غلام بادشاہ بن گئے۔ چند بے مایہ گڈریوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دئیے۔ اور توحید کے پرچم کی پُر غرور جنبش کو لزبن سے لیکر پیکن تک کی فضائیں بوسہ دینے لگیں۔

محمد مصطفیٰ کے آستانہ پر جب جبریل امین حاضر ہوئے ہیں۔ تو حضور اس دنیا میں بالکل اکیلے تھے۔ آج چالیس کروڑ انسان حضور کے نام پر گردنیں کٹانے کو موجود ہیں جانتے ہو کہ یہ مرتبہ جو کسی انسان کو آجتک نہ حاصل ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ حضور کو کیوں ملا۔ جانتے ہو کہ خیر کثیر کا یہ کوثر جو حضور کے قدموں تلے بہ رہا ہے۔ حضور کو کس صلہ میں مرحمت ہوا؟ اس لئے اور صرف اس لئے کہ آپ نے اپنے جدِّ امجد کی سنت کو تازہ کیا۔ قربانی کا مفہوم صحیح صحیح سمجھے۔ اور امت کو سمجھایا۔ خدا نے بے ہمتا کی راہ میں مر مٹنے اور سب کچھ اس پر قربان کر دینے کی آسمانی تعلیم پر خود عمل کیا! اور اس تعلیم کا ست دنیا کے سامنے جبریل امین کے الفاظ میں یوں کھینچ کر رکھ دیا۔

قل اننی ھدانی ربی الی صراط المستقیم دین القیم ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین

اے محمدؐ سب میں پکار کر کہدے کہ میرے پروردگار نے مجھے راہ راست دکھا کر مسلکِ قویم پر چلنے کی ہدایت کی ہے۔ جو ابراہیم حنیف کا دین تھا

اور وہ خدائے واحد کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرتے تھے۔ یہ بھی کہدے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے؟ اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے انہی باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں اس کی چوکھٹ پر اپنا سر رکھنے والوں میں سب سے آگے ہوں"!

آج عید قربان کا جشن ہے۔ وہی چھری جو ابراہیمؑ کے ہاتھ میں چار ہزار سال پہلے تھی۔ اور جس کے قبضہ پر ساڑھے تیرہ سو سال ہوئے وادیٔ حرا کا نقش آسمانی حروف میں کندہ کر دیا گیا۔ آج ہر اس شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔ جو اللہ کا نام لیتا ہے۔ اور محمدؐ کا کلمہ پڑھتا ہے۔ کروڑوں جانیں اسی طرح فدیہ دیکر چھڑائی جائیں گی جس طرح اسمٰعیل چھڑائے گئے تھے۔ کروڑوں جانوروں کا خون ہنوز اسمٰعیل کی جان بخشی کے شکرانہ میں بہایا جائیگا؛ اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان جانوروں کے خون یا گوشت سے کوئی خاص رغبت ہے بلکہ اس لئے اور فقط اس لئے کہ اس خون کے بیدریغ بہانیوالے اپنے پروردگار کے ناموس کی تقدیس پر خود اپنے لہو کا بھاؤ بھی پانی سے سستا کر دکھانے کیلئے ہر وقت تیار رہیں۔ اور اس طور پر اپنی آئندہ نسلوں کیلئے ایک نئی زندگی کا سرمایہ فراہم کردیں۔

دیکھئے ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے کتنے اس نقطہ کو سمجھتے ہیں ؛

حضرت خلیل اللہ کے جذبات حقہ

فلاح دارین کا راز

(حضرت مولٰنا احمد علی صاحب ناظم جمعیۃ خدام الدین۔)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارا دعوےٰ ہے کہ اسلام کے ہر حکم میں پیغام حیات ہے۔ قانون الٰہی کی ہر دفعہ میں یہ تاثیر ہے کہ اسکے ماننے والے کو بجائے ذلت کے عزت، بجائے پستی کے رفعت بجائے زوال کے عروج۔ بجائے فنا کے بقاء اور بجائے محکومی کے حکومت دلائے۔

دلیل دعوےٰ

مثال کے طور پر عید الاضحیٰ کی قربانی کو لیلو۔ قربانی ابراہیم خلیل اللہ کی سنت ہے۔ قرآن حکیم سے ثابت ہے؛ کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کردیں۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔ اس لئے حکم ملتے ہی تعمیل کے لئے آمادہ ہو گئے۔ جب اپنے خلف الرشید گوشہ جگر سے اس کے متعلق استصواب فرمایا تو اس نے بھی رضائے مولیٰ بر بمہ اولیٰ کو ترجیح دی۔ اور عرض کی۔

یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ اے باپ جو تجھے حکم دیا گیا ہے اُسے

پورا کرے۔ مجھے تو انشاء اللہ صبر کرنیوالوں میں پائیگا۔)

مشورے کے بعد اقدام عمل

فلما اسلما وتلہ للجبین ونادیناہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ انا کذٰلک نجزی المحسنین۔ ان ھذا لھو البلٰؤا المبین۔ وفدیناہ بذبح عظیم۔

جب دونوں باپ بیٹا ہمارے حکم کو مان گئے۔ اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل (ذبح کے لئے) لٹا دیا تب ہم نے پکار کر کہا۔ اے ابراھیم تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ بیشک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ (تمہارا) کھلم کھلا امتحان تھا اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑا جانور ذبح کے لئے دیدیا!

تاثیر عشق

وہ مجسمہ عشق الٰہی جس کے رگ و پے میں معشوق حقیقی کا عشق ہی کارفرما ہے؛ وہ جو عالم ناسوت میں ارادہ الٰہی کے سامنے اپنی ہستی فنا کر چکا ہے۔ جس نے ببانگ دہل چار دانگ عالم میں انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ کا ڈنکا بجا دیا ہے۔ جب اسکا معشوق حقیقی جل مجدہ وعز برہانہ ایک ناز کرتا ہے اور وہ ناز بھی عالم شہود میں نہیں بلکہ عالم رویا میں ہوتا ہے۔ اور وہ ناز ایسا انوکھا ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو صفحہ ہستی سے اپنے ہاتھ سے مٹا دو۔ تب میں خوش ہونگا تو وہ عاشق صادق (ابراھیم علیہ السلام) جو اپنے نشہ عشق میں مخمور ہے۔ اسے سوائے تعمیل کے اور کوئی چیز نہیں سوجھتی اور فوراً اپنے گوشہ جگر کو لیکر جنگل کی راہ لیتا ہے۔ تاکہ وہاں جاکر اسے مولی کی قربانگاہ پر قربان کردے اور محبوب حقیقی کی کی بارگاہ میں بندہ خدا کا مبارک ترین لقب پائے۔

سلام علی ابراھیم کذٰلک نجزی المحسنین۔ انہ من عبادنا المؤمنین۔

درس عبرت

برادران ملت! کیا آپکو معلوم ہے۔ کہ ہم بھی درسگاہ ابراھیمی کے طالب العلم ہیں۔ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا۔ سب لوگوں میں سے ابراھیم علیہ السلام کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو ان کے متبع بنے اور یہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ ایمان لائے (آپکی امت)۔

اور اسی درسگاہ ابراھیمی کے حلقہ بگوش ہونے کی وجہ سے ہم قربانی کرتے ہیں۔ تاکہ بانی ملت کی یاد ہر فرد ملت میں ہر سال تازہ ہوتی رہے۔ لیکن یہ قربانی محض گوشت خوری کے لئے نہیں ہے بلکہ اس فعل خیر سے جذبات ابراھیمی کی یاد تازہ کرنا مقصود ہے۔

تفصیل جذبات ابراھیمی

(۱) زندگی کا مقصد حفاظت توحید ہو۔ (سورۂ انعام)

(۲) حفاظت توحید کیلئے اپنی جان پر کھیل جانا۔ (سورۂ صٰفٰت)

(۳) حفاظت توحید کیلئے ساری قوم کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنا (سورۂ صٰفٰت)

(۴) حفاظت کے لئے شاہان وقت کی مخالفت کو پرکاہ کے برابر نہ سمجھنا۔ (سورۂ صٰفٰت)

(۵) حمایت دین الٰہی کے لئے ساری قوم سے بائیکاٹ کرنا (سورۂ ممتحنہ)

(۶) حمایت دین الٰہی کے لئے وطن کو خیر باد کہنا (سورۃ الانبیاء)

(۷) حصول رضائے الٰہی کی خاطر شیر خوار بچہ اور پیکر عفت و عصمت۔ مجسمہ حیا وغیرت باوفا بیوی کو خانہ خدا کے پاس بے آب وگیاہ زمین میں خدا تعالیٰ کے بھروسہ پر چھوڑ جانا۔ (سورۂ ابراھیم)

(۸) محبوب حقیقی کے حلقہ غلامی کے باعث سخت سے سخت مصائب میں حرف شکایت زبان پر نہ لانا۔ اور یکفینی عن سوالی علمہ بحالی (اس مولیٰ کو چونکہ میرے حال کی اطلاع ہے۔ اس لئے مجھے زبان سے کہنے

کی کچھ ضرورت نہیں) آنکر زبان بند کرلینا۔
(۹) ساری دنیا کے توحید پرستوں کے ایک مرکز کی بنیاد رکھنا (سورۃ بقرہ)
(۱۰) تمام دنیا کے توحید پرستوں کو تبلیغ کرکے ایک مرکز پر لانا۔ (سورہ حج)
(۱۱) دشمنانِ توحید کے معبودانِ باطل کو پاش پاش کرنے کے لئے ہتھیار باندھنا۔ (سورہ انبیاء)
(۱۲) اعدائے حق کی زبانی مناظرہ پر آمادہ ہوں تو حمایت حق سے جی چرانا اور انہیں شکست فاش دینا (سورہ انبیاء)
(۱۳) حصول رضائے الٰہی کے لئے اولاد کو قربان کرنا (صٰفٰت)

اظہار رنج

برادرانِ ملت! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمانان ہندوستان خواب غفلت میں مدہوش ہیں۔ بدنام کنندہ اسمائے اسلاف ہیں۔ اسلام کا نام تو لیتے ہیں۔ لیکن حقیقت اسلام سے متنفر ہیں۔ ایمان کا دعویٰ ہے لیکن آثار ایمان سے بے بہرہ ہیں۔ قرآن حکیم کو مخزن نور تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کی روشنی میں چلنے سے نفرت ہے۔

مسلمانان پنجاب بالخصوص دماغی عیاش ہیں۔ چٹ پٹے مضامین لکھنے اور سننے کے عادی اور اقدام عمل سے بے بہرہ ہیں۔ البتہ سیدالمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین کی امت کے بعض افراد بفضلہ تعالیٰ نقائص مذکورۃ الصدر سے یقیناً پاک اور مبرا ہیں جن کا دم غنیمت ہے اور انہیں سے اسلام کا نور درخشاں ہے۔ (اللھم زد فزد ھٰذہ العباد)

سالگرہ قربانی میں پیغام حیات مسلم

ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ جذبات ابراہیمی کی جو فہرست اوپر دیگئی ہے۔ اُن کی یاد تازہ کرنے کے خیال سے قربانی کی سنت ابراہیمی ادا کرے۔ اس سے میری مراد خدانخواستہ دنیا میں بدامنی پھیلانا نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں سے بڑھکر اپنے مخالف مذہب والوں سے بہترین سلوک کرنیوالی دنیا میں کوئی قوم نہیں ہے۔ ہاں مذہبًا ان کا فرض ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق۔ حمایت اسلام۔ اور اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے ہر ایک جانی، مالی، وطنی بلکہ اولاد تک کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اعدائے اسلام کو ہر وقت اس امر کا یقین رہے کہ مسلمانان عالم اگرچہ اعلیٰ درجہ کے امن پسند بے ضرر۔ رحیم الطبع نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر خدائے قدوس (جس کے یہ غلام کہلاتے ہیں) کے ملک میں دشمنان اسلام نے بغاوت کا علم اٹھایا۔ اور دشمنان حق نے سیدالمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں دریدہ دہنی کی۔ اور مذہب اسلام پر معاندانہ حملے شروع کئے۔ تو پھر پرستارانِ توحید سے بڑھکر کوئی خونخوار نہیں ہوگا جس وقت ان کو ستایا گیا۔ اور یہ اُٹھے تو پھر ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک جنگ کی آگ میں کھیلیں گے۔ اور دنیا کو کھیلنے کی دعوت دیں گے اور چونکہ یہ ابراہیمی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں اس لئے پھر ان کو نہ جان کی پروا ہوگی۔ نہ اولاد کی اور نہ مال کی اور نہ وطن کی۔ بلکہ موت کو زندگی پر ترجیح دیں گے۔

نتیجہ فلاح دارین

جب فرزندانِ توحید ہر سال اپنے ان جذبات کی یاد تازہ کرلیا کریں گے۔ تو خدا تعالیٰ ہر وقت اُن کی حمایت پر آمادہ رہے گا۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم دنیا کی ساری قومیں ان کی عزت کرینگی۔ ان کے حقوق کی نگہداشت کرینگی۔ ان کے مذہب کی عزت ہوگی۔ انکی مسجدوں اور اذانوں کی قدر و منزلت ہوگی۔ دنیا کی زندہ قوموں میں انکا شمار ہوگا۔ اور آخرت میں جنت الفردوس انکا ملجاؤ ماویٰ ہوگی۔ آمین ثم آمین۔

وما علینا الا البلاغ

تنقید

انجمن "رفیق الاسلام" گوڑگانوہ ـــ یہ انجمن اسلام اور اہل اسلام کی نہایت ضروری اور بہترین خدمات انجام دے رہی ہے۔ مسلمان بچوں میں نیک عادات پیدا کرنے مذہبی واقفیت بڑھانے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کی غرض سے چھوٹے چھوٹے اخلاقی مذہبی رسائل چھپوا کر مفت تقسیم کرنا اس انجمن کے اغراض ہیں۔ اس پُرآشوب زمانہ میں جبکہ نہ صرف مسلمان بچے بلکہ خود مسلمان ہی احکام اسلام سے غافل و لاپروا ہو رہے ہیں۔ ایسی انجمنوں کی بے حد ضرورت ہے۔ اس لئے ہر مخلص مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس انجمن کی بیش از بیش مالی امداد فرما کر خوشنودی خدا و رسول حاصل فرمائے۔ زکوٰۃ خیرات صدقات اور قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اس انجمن کے خزانہ کو معمور کردیں۔ تاکہ انجمن اسلام اور اہل اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمات بجا لاسکے۔ ناظرین اسلام سے ہم پُرزور سفارش کرتے ہیں۔ کہ وہ انجمن کو مالی امداد بہم پہنچانے میں پوری کوشش فرمائیں۔ اس وقت تک انجمن ہذا تحفہ عید۔ تحفہ عید قربان۔ رفیق الصیام۔ اسلامی مجلس۔ صبح امید۔ نبی رحمت۔ چھ بہترین رسالے شائع کرچکی ہے۔ ملک کے شہرہ آفاق ادیب حضرت مولانا محمد ظفر صاحب ایم اے وکیل گوڑگانوہ انجمن کے آنریری سیکرٹری کے مندرجہ بالا رسائل ہیں۔ جو سلاستِ زبان اور خوبی مضامین کے لحاظ سے قابل دید ہیں۔ صرف محصولڈاک کے لئے ۲ر کا ٹکٹ بھیجنے پر مفت مل سکتے ہیں۔

رفیقِ حجاج نمبر ـــ جناب حکیم علم الدین صاحب اڈیٹر رسالہ المعالج امرتسر نے اپنے رسالہ کا ایک خاص نمبر موسوم بہ حجاج نمبر شائع کیاہے۔ یہ رسالہ اسلام کے سائز پر ۶۸ صفحہ کی ایک ضخیم کتاب ہے جس میں زائرین حرمین الشریفین کے لئے تمام طبی ضروریات کا کافی بیان ہے۔ ملک کے ممتاز اطباء اور تجربہ کار حذاق کے بہترین مضامین ہیں۔ سفر حرمین الشریفین میں ہونیوالی سر سے پاؤں تک تمام امراض کا مفصل مکمل بیان اور انکے آسان و عام فہم علاج درج ہیں۔ یہ رسالہ ضروریاتِ حجاج کی مفید ترین چیز ہے۔ اس لئے عازمانِ حرمین الشریفین کے خصوصًا اور دوسرے لوگوں کے لئے عمومًا ایک مفید ترین رسالہ ہے۔ ہر شخص کے لئے اسکا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے قیمت فی کاپی

سرمائی تحفہ ـــ مذکورہ المعالج رسالہ کا یہ بھی ایک خاص نمبر ہے جس میں خاص مردانہ امراض کے علاج اور قوت مردانہ کو قائم رکھنے کے مفید ترین نسخہ جات درج ہیں۔ مشہور اور تجربہ کار اطبائے ملک کے قابلقدر مضامین اور اُن کے مجربات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ موسم سرما میں استعمال کرنیکے قابل مقوی ادویات کے آسان اور عام فہم نسخے اور ترکیبیں موجود ہیں۔ جو صاحب اپنی مردانہ طاقت مدت العمر تک قائم رکھنے کے آرزومند ہوں۔ انہیں اس رسالہ کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔ قیمت فی کاپی ۸ر پتہ:۔ منیجر رسالہ المعالج امرتسر۔

کوآپریشن لاہور ـــ یہ ماہوار رسالہ جناب ماسٹر محمد بخش صاحب مسلم بی اے کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔ ساہوکاروں کے بے اصول اور بیقاعدہ لین دین نے ملک کے پیشہ ور اقوام خصوصًا کاشتکا

طبقہ کو تباہ و برباد کر دیا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ساہوکار کا حساب کتاب کسی اصول اور قاعدہ سے نہیں ہوتا۔ جاہل اور بے علم مقروض لوگوں کو اس کے لین دین کے حساب سے مطلع نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ساہوکار جو چاہے لکھ رکھتا ہے اور سود در سود کی لعنت سے مقروض تا زیست قرض کی قید و بند سے کبھی رہائی نصیب نہیں ہو سکتی۔ کوآپریشن تحریک ان مظلوم مقروضوں کے لئے حقیقی مسرت اور اصلی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ ظالم ساہوکاروں کے پنجۂ ظلم و ستم سے نجات دلانا۔ اور انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعہ سے کاشتکاروں اور دوسرے پیشہ وروں کو فارغ البال بنانا کوآپریشن کا مقصد اعلیٰ ہے۔ ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ کوآپریشن کا مطالعہ کرے۔ اور اپنے نادار برادران وطن کی غربت اور تنگدستی کو دور کرنے میں پوری توجہ کرے رسالہ کی لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ حجم ۵۲ صفحہ چندہ سالانہ دو روپیہ۔ پتہ:۔ مینجر کوآپریشن لاہور۔

ذکر النبی صلے اللہ علیہ وسلم جناب مولوی ابن مسعود عبد الرشید محمود صاحب انصاری گنگوہی متعلم دار العلوم دیوبند کی تالیف ہے، جس میں حضور سید عالم و عالمیان فخر دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں نہایت شستہ عربی قصائد با اعراب معہ ترجمہ و شرح اردو درج ہے۔ جاں نثاران سرکار دو عالم کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ لکھائی و چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ۔ مصنف سے طلب فرمائیں۔

اسلامی معلومات کا سلسلہ اوّل جناب قاضی سید حکیم محمد کرم حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ مسیحائے زمان بجارہ (اور) نے اس ۱۲ صفحہ کے رسالہ میں مسائل نماز کو نظم و نثر میں نہایت بہترین طریق سے بیان فرمایا ہے۔

رمضان المسلمین اس رسالہ میں حکیم صاحب موصوف نے مسائل رمضان شریف نہایت خوبی سے ذکر کئے ہیں۔ یہ دونوں رسالے ہر مسلمان کے مرد و عورت کے دیکھنے اور پاس رکھنے کے قابل ہیں۔ حکیم صاحب موصوف سے طلب فرمائیں۔

مسلم ہائی سکول میگزین امرتسر ہینڈ مارکیٹ سے ماہوار شائع ہو رہا ہے۔ جسکا مقصد طلبا میں شوق پیدا کرنا ہے اور ان کو علمی ادبی تعلیمی تاریخی وغیرہ واقفیت بہم پہونچانا ہے۔ اس وقت میگزین کا سالانہ نمبر ہمارے سامنے ہے جس میں اساتذہ و تلامذہ سکول کے علاوہ دیگر اصحاب کے بھی نہایت عمدہ علمی ادبی اخلاقی وغیرہ مضامین ہیں نتیجہ خیز افسانے قابل قدر نظمیں بھی درج ہیں۔ یہ سالانہ نمبر ۷۰ صفحہ کا ضخیم رسالہ ہے۔ جو عمدہ لکھائی رنگین چھپائی سے طبع ہوا ہے۔ کارکنان رسالہ نے اس خاص نمبر کی تیاری میں پوری محنت اور صرف فرمایا ہے۔ رسالہ مسلم ہائی سکول سے اسلامی ہاتھوں میں پرورش پا رہا ہے۔ اسلئے ہم کارکنان رسالہ سے مستدعی ہیں۔ کہ وہ اس میں خالص اسلامی اور مذہبی مضامین کے لئے بھی کچھ جگہ مخصوص کر دیں۔ تاکہ نونہالان قوم دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ احکام اسلام سے بھی باخبر و بہرہ ور ہوتے رہیں۔ طلباء اور علم دوست اصحاب سے ہم پُرزور سفارش کرتے ہیں۔ کہ وہ یہ خاص نمبر ضرور حاصل فرمائیں۔ قیمت صرف ۵/ پتہ مینجر رسالہ مسلم ہائی سکول میگزین امرتسر ہینڈ مارکیٹ۔

رسالہ سہیلی امرتسر کا سالگرہ نمبر ہمارے مرحوم دوست عبد المجید سعدی کی بہترین یادگار ہے۔ مرحوم نے اپنی انتھک کوششوں اور لگاتار محنتوں سے رسالہ کو تھوڑے ہی عرصہ

میں معراج کمال پر پہنچا دیا۔ مگر افسوس کہ خود عین عالم شباب ہی میں انتقال کر گئے۔ اناللہ۔ مرحوم کے بعد رسالہ کی عنان انتظام مرحوم کے برادر اکبر مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے سنبھالی۔ اس لئے اسوقت رسالہ سہیلی آپکی نگرانی میں پوری پابندی اور کمال شان و شوکت سے شائع ہو رہا ہے۔ یونتو رسالہ کا ہر پرچہ ظاہری و باطنی خوبیوں سے قابل رشک ہوتا ہے۔ مگر اسوقت اسکا سالگرہ نمبر ہمارے سامنے ہے۔ جو ۲۰×۳۰ کے زائد از .. اصفحات پر مشتمل ہے۔ متعدد دو رنگی سہ رنگی تصاویر بھی ہیں۔ علمی ادبی، اخلاقی، تاریخی وغیرہ مضامین کا قابل دید ذخیرہ ہے۔ ملک کے مشہور ادیبوں کے علاوہ بلند پایہ اور ممتاز اہل قلم خواتین کے مضامین ہیں۔ تذکرہ خواتین، کہانیاں، آداب معاشرت، حفظان صحت، علمی مباحث وغیرہ عنوانات پر کئی کئی مضامین ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے اندر کوئی نہ کوئی کشش اور قوت جاذبہ لئے ہوئے ہے۔ زنانہ دستکاری میں کروشیا کا کام تصاویر کے ذریعہ بڑی خوبی سے ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ غرضیکہ .. کے قریب نظم و نثر مضامین کا یہ ایک لاجواب گلدستہ ہے۔ علمدوست اصحاب کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے۔ ہر لکھے پڑھے گھر میں اس کی ایک کاپی موجود رہنا چاہئے۔ خاصکر اہل علم خواتین کے لئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے قیمت فی کاپی عہ پتہ:۔ منیجر رسالہ سہیلی امرتسر۔

آل انڈیا مسلم لیڈران کی بے راہروی

بجھایا جارہا ہے مشعل تعلیم قرآن کو

اسلامی جرائد اور عامۃ المسلمین سے اپیل!

راستی موجب رضائے خدا است

دین اسلام فرزندان توحید کو محبت و مودت، اخوت و مروت اتحاد و یگانگت۔ اور اخلاق و رواداری کی تعلیم دیتا ہے قرآن کریم میں اللہ جلّ شانہ نے تحمل و برداشت، حلم و بردباری اور صلح کی تاکید اکید فرمائی ہے۔ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ لیکن بیسویں صدی عیسوی کے مسلمانوں میں یہ اوصاف عنقا ہیں۔ اور وہ ان تمام باتوں کو شان خودداری کے خلاف سمجھتے ہیں۔

مسلمانوں کا افتراق و انشقاق باہمی اب ضرب المثل ہے وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی سے معمولی فرو گذاشت پر آستینیں چڑھا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ذرا ذراسی بات پر بگڑ جانے کے خوگر اور انتقام کیلئے عقل و خرد کو بالائے طاق رکھکر اوچھے ہتھیاروں پر آنا انکی عادت ثانیہ ہو گئی ہے۔ تحمل و برداشت اور درگذر سے وہ ناآشنائے محض ہیں اور صبر و سکون سے ان کے دل خالی ہو چکے ہیں۔ مدعیان لیڈری اور دعویداران رہنمائی تو ان اوصاف میں عوام کالانعام سے دو ہاتھ آگے اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہ تو تو میں میں کی حد سے نکلکر دھینگا مشتی کے میدان میں پہونچ گئے ہیں۔ گالی گلوچ انکا فخر اور دشنام طرازی و استہزاء ان کا طرۂ امتیاز بن گیا ہے۔ اختلاف آراء پر ایک دوسرے کی عزت کا لاگو ہو جاتا ہے۔ اور اسی میں وہ خدمت خلق اللہ

اور رضائے حق کا راز پنہاں سمجھتا ہے۔

دشمنانِ اسلام انہیں خانہ جنگی میں مصروف پاکر ان کے گھر لوٹ رہے ہیں۔ اور ان پر اس بیدردی سے ہاتھ صاف کر رہے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

فتنہ ارتداد کی تیغ آبدار زندانِ توحید کے جگر پارہ پارہ کر رہی ہے۔ اور مسلمان اور اُن کے نام نہاد لیڈر ہیں کہ ذاتی مخاصمتوں کی اُلجھنوں سے بھی اتنی فرصت نہیں پاتے کہ وہ مخالفین کے دستِ تطاول اور انکی غارتگرانہ چالوں کیطرف متوجہ ہو سکیں!

ان حریت نواز مسلم لیڈروں کی قومی و ملی خدمات کا جائزہ لیا جائیگا۔ تو گوشوارۂ کارگذاری سرتاپا "مہروانی" "تو دی" اور "شفیع زئی" وغیرہم دل آزار الفاظ اور طعن و تشنیع سے پُر نظر آئیگا اور ایسے واقعات ملیں گے جو تعلیم اسلام کے سرتاسر خلاف اور احکام الٰہی کے ازبس منافی ہوں مگر بخلاف اس کے ہندو لیڈران کی خدمات قابلِ رشک ہیں۔ انہوں نے اپنی مساعی جمیلہ اور حسن کارکردگی سے اپنی قوم کو زیر بار احسان کرنے کے علاوہ اس قابل بنا دیا ہے۔ کہ وہ ان کے کارہائے نمایاں پر سر فخر و مباہات بلند کر سکے؛

"بھارت ہندو شدھی سبھا" کے سیکرٹری سوامی چدانند جی مہاراج نے سبھا کے ۱۲۔ مارچ کے اجلاس منعقدہ دہلی میں بیان کیا کہ:۔

"اِس سال کے اندر اندر ۱۹۲۶ء میں سات ہزار کے قریب صرف مسلمانوں کی شدھیاں عمل میں آئیں۔ دو سو کے قریب ہندو عورتوں اور دو سو کے قریب معصوم بچوں کو "غیروں" کے پنجہ سے چھڑایا گیا۔ ۵۶ شاخیں ملک کے تقریباً ہر حصہ میں کام کر رہی ہیں اور سبھا کے ماتحت اس وقت ۶۰ تنخواہ دار اپدیشک شدھی پرچار اور شدھی کا کام کر رہے ہیں"

کیا آل انڈیا مسلم لیڈران اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں؟ کیا سات ہزار کلمہ گویان کے طوفان ارتداد میں بہ جانیکی انہیں خبر نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہے تو کیوں؟ ادھر توجہ نہیں دی گئی؟ کیا ہمارے "آقا" اور "مولانا" صاحبان اپنی ملی خدمات کی کوئی تفصیل پیش کر سکتے ہیں۔ جو انہیں مسلمانوں کی سات ہزار جماعت کو ارتداد کے سیلاب سے بچانے میں مانع ہوئی، ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں۔

ہم ان خود ساختہ "آقاؤں" اور خانہ ساز "مولاناؤں" کو بتا دینا چاہتے ہیں: کہ ہجو گوئی، مضحکہ خیزی، لومتہ لائم اور طعن و تشنیع میں قومی ترقی کا راز مستور نہیں۔ ان باتوں میں دستگاہ حاصل کرنے کی کوشش بے سود ہے۔ قوم و ملت کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا!

اگر آپ متفق و متحد ہو کر کوئی خدمت انجام دینے کی توفیق نہیں رکھتے۔ تو مسلمانوں کی غریب قوم کو دھڑہ بندی اور پارٹی فیلنگ کی تباہ کُن گہرائیوں میں گرانے کی کوشش نہ کیجئے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ کارساز مطلق خود کوئی انتظام کر دیگا۔

آہ! اسلام نرغہ میں ہے اور مسلمان گوناگوں مصائب و آلام میں مبتلا۔ لہٰذا اقتضائے وقت یہ ہے کہ ہمارے محترم لیڈر اور مقتدر رہنما آقائے ظفر علی خان ہوں یا سر محمد شفیع، مولانا شوکت علی ہوں یا مسٹر جناح۔ حضرت آزاد ہوں یا مفتی کفایت اللہ، زید ہو بکر نزاکتِ وقت کو پہچانیں اور خدا کے نام پر، ملت و قوم کے نام پر اپنی لیڈری و ناموری کے نام پر مسلمانوں کی پریشانیوں کو کم کرنے کیلئے متفقہ مساعی سے کام لیں اور اپنے دلوں کو اختلافات کی آلائشوں سے پاک اور صاف کر دیں اور قرین دانش بھی یہی ہے۔ اور تعلیم اسلام بھی یہی، ورنہ ہم سمجھیں گے کہ نام و نمود اور جلبِ منفعت کیطرح بجھایا جا رہا ہے مشغل تعلیم قرآں کو

ہم معزز معاصرین اور عامۃ المسلمین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ قائدین کی موجودہ روش کے خلاف شدید احتجاج کریں اور اسوقت تک

ہندوستانی خواتین کا بینظیر اجتماع

مضمون نگار بہنوں کو خوشخبری!

انجمن اتحاد خواتین "امرتسر" کے آئندہ اجلاس میں جو مئی کے آخر یا جون کے آغاز میں منعقد ہوگا۔ بیگم صاحبہ (ڈاکٹر محمد شریف ایم بی، بی ایس) کیطرف سے ایک نہایت اعلیٰ اور بیش قیمت طلائی تمغہ (قیمتی مبلغ پچاس روپیہ) اُس خاتون کو بطور انعام دیا جائیگا۔ جو سرور کائنات فخر موجودات جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ان احسانات کو جو آپنے طبقہ نسواں پر فرمائے ہیں سب سے عمدہ پیرائے میں لکھکر پیش کریگی۔ اور دوسرا نقرئی تمغہ اسی اجلاس میں بیگم صاحبہ ایم غلام یسین فرحت کیطرف سے اس بہن کو جس کی عمر ۱۴ برس سے زائد نہ ہو، دیا جاوے گا۔ جو اسلام کے کسی ایک مستند واقعہ کو نہایت دلکش اور مؤثر انداز میں لِکھکر پیش کریگی!

ہر مذہب و ملت کی خواتین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس بزم اتحاد و یگانگت میں شرکت فرماکر جلسہ کی رونق کو دوبالا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرینگی۔ اور مذکورہ موضوع پر بہترین مضامین لِکھکر اپنی اعلیٰ قابلیت کا پورا پورا ثبوت دینگی۔

ضروری نوٹ:۔ مضمون فلسکیپ سائز کے ۵ صفحوں سے زائد نہ ہو۔ طرز بیان دلکش، آسان اور عام فہم ہو۔ تمام مضامین ۲۵ مئی ۱۹۲۹ء سے پیشتر آنریری سکرٹری انجمن اتحاد الخواتین کے پاس پہنچ جانے لازمی ہیں۔ نیز مضمون لکھنے والی بہنوں کیلئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنا لکھا ہُوا مضمون اجلاس میں خود پڑہیں۔

عاجزہ:۔ آنریری سیکرٹری انجمن اتحاد الخواتین"
متصل کشمیر ہاؤس۔ امرتسر

رسالہ اسلام امرتسر کا

پیمبر نمبر

اس شاندار ضخیم پرچہ میں حضور آقائے دوجہان فخر عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے متبرک و پاکیزہ حالات درج ہیں یہ پرچہ اپنی مخصوص دلفریب اور روح پرور مضامین کے لحاظ سے بےمثل ولاجواب ہی۔ ملک کے بلند پایہ ممتاز ادیبوں اور شہرۂ آفاق شاعروں کے خاص الخاص مضامین اس میں موجود ہیں۔ عاشقان سرکار دوعالم وجاں نثاران رسولِ اکرم کیلئے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ غلامان رسالتماب کا فرض ہے کہ وہ اس کی بہت سی کاپیاں طلب فرما کر اپنے عزیزوں، دوستوں کو بطور تبرک تقسیم کریں۔ تاکہ ہر مسلمان بھائی سرکار دو جہان کے حالات مبارک سے فیضیاب ہوسکے۔

چند مضمون نگاران حصہ نثر کے اسماء گرامی:۔ خان بہادر سلطان احمد خان۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ ملک عبدالقیوم صاحب بی۔ اے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری۔ محمد قاسم ڈربن (افریقہ) مولوی فتح محمد سیال ایم اے۔ وغیرہم۔

حصہ نظم میں حسب ذیل شعرائے کرام کے مضامین ہیں۔ سلطان العلوم حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہٗ۔ اعلیحضرت حافظ محمد ابراہیم علی خان صاحب فرمانروائے ٹونک دام اقبالہٗ۔ علامہ عصر ڈاکٹر سر اقبال۔ مولانا ظفر علی خان صاحب مالک زمیندار۔ رئیس الاحرار مولانا حاجی محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد۔ خان اصغر حسین خان صاحب نظیر۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولانا عبدالمجید سالک ایڈیٹر انقلاب۔ مہاراجہ سرکرشن پرشاد۔ چوہدری لورام کوثری۔ ہری چند اختر ایم۔ اے۔ پنڈت برج موہن صاحب زتیا (وغیرہم)۔

اس لاجواب پرچہ کی پوری خوبی صرف دیکھنے پر معلوم ہوسکتی ہی۔ کارکنان "اسلام" نے اسکی تیاری میں اپنی پوری طاقت صرف کردی تھی۔ باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری صورت لکھائی چھپائی وغیرہ بھی نہایت اعلیٰ دیدۂ زیب ہے حجم قریباً ۸۰ صفحہ بڑا سائز اگر آپنے ابتک یہ بیش بہا نمبر دیکھا تو فوراً طلب فرماویں۔ ورنہ ختم ہوجانے پر اگر محروم رہیں گے تو ہمیشہ کیلئے آپکو افسوس ہوگا۔ ہدیہ فی کاپی ۸ر زیادہ تعداد میں طلب کرنے پر خاص رعایت دو کاپی سے کم کا وی پی نہ ہوگا۔ ۱۰ر جون ۱۹۲۹ء تک جو صاحب طلب فرماوینگے۔ اُن کو محصول ڈاک معاف۔

پتہ

مینجر رسالہ اسلام امرتسر (پنجاب)

اسلام امرتسر رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۶۵

پہاڑہ منظور عالم

یہ ۴۴ صفحہ کی ایک خوبصورت کتاب ہے، جس میں ایک پیسہ سے ایک لاکھ روپیہ تک لکھنے کا طریقہ۔ مشہور ہندوستانی و انگریزی سکے اور پیمانے۔ شرح محصول پارسلات و منی آرڈر وغیرہ۔ اردو و انگریزی اور ہندی میں گنتی اور لکھنے کا طریق۔ سنین مروجہ کے مہینوں اور دنوں کے نام۔ رقموں کو ہندی میں ایک پیسہ سے ایک لاکھ روپیہ تک لکھنے کا طریقہ۔ عام پہاڑوں کے علاوہ کسری پہاڑے۔ حساب کے متعلق مفید اور کارآمد گر۔ محکمہ ڈاک و تار کے ضروری قواعد شرح کرایہ ریل و محصول پارسلات وغیرہ بہت سی باتیں اس میں درج ہیں۔ جو طلباء کے علاوہ عام کاروباری اور تجارت پیشہ اصحاب کے لئے نہائت مفید اور کارآمد ہیں۔

صیغہ تعلیم سے تعلق رکھنے والے اصحاب نے بچوں کے لئے اس پہاڑے کو بے حد پسند فرمایا ہے۔ اور اکثر سکولوں میں بہ تعداد کثیر طلب کیا گیا ہے۔ مدرسین اور ہیڈ ماسٹر صاحبان سے پرزور سفارش کی جاتی ہے۔ کہ وہ طلباء کے لئے طلب فرما کر مشکور فرماویں۔

قیمت فی کاپی ایک آنہ زیادہ تعداد میں طلب کرنے پر خاص رعایت۔

محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

منشی مہرالدین کوچہ دبگراں امرتسر

(پنجاب)